طبِ نبوی ﷺ

الامام شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ ؒ

۶۹۱ — ۷۵۱ھ

ترجمہ

حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی

مکتبہ محمدیہ

هو الشافی

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

(اور ہم قرآن کی ... سب ہدایت نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہیں۔ (الاسراء ۔ ۸۲)

طِبِّ نبوی ﷺ

تالیف

الامام شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ

۶۹۱ ــــ ۷۵۱ ھ

ترجمہ

حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی

تصحیح و تقدیم

مختار احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

Mob.: 0300-4826023

Email:maktabah_muhammadia@yahoo.com

نام کتاب ---------- طب نبوی
تالیف ---------- الامام شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ
طابع ---------- عبدالرحمان عابد
طبع اول ---------- فروری 2001ء
طبع پنجم ---------- اپریل 2008ء
ناشر ---------- مکتبہ محمدیہ
قیمت ----------

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ'

امابعد! اللہ رب العزت نے رسول اکرم ﷺ کو کائنات کی تمام مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا' یہ رحمت روحانی بھی ہے اور مادی بھی اور اس کا فیضِ عام ساری کائنات پر ہوا۔

جہاں آپ کی تعلیم دنیا کے ہر فرد' اقوام کے لیے روحانی ہدایت کا مقام رکھتی ہے وہاں ان کے جسمانی' ظاہری و باطنی امراض کے لیے طب کامل کی حامل بھی ہے۔

جہاں آپ نے دنیا کو تمدن و معاشرت کے اعلیٰ اصول بتائے وہاں صحت بخش اور پاکیزہ زندگی کے بیش قدر اور انمول فارمولے سے بھی نوازا۔

رسول اکرم ﷺ نے جسمانی تربیت و نشوونما کے تمام چھوٹے بڑے گوشوں کو بے نقاب کر کے ایسی مفید' آسان اور نفع بخش ہدایات دیں کہ دنیا چاند پر پہنچ کر بھی آپ کی تعلیمات کی پابند و محتاج ہے۔

زمین پر پھیلی قدرت کی بے شمار دھاتیں اور جڑی بوٹیاں وغیرہ جانور جو کہ مسلمانوں کے لیے حلال قرار دیئے گئے ہیں ان سب کی مفید خصلتیں اور ان کے استعمال کے طریقے بتائے' طب نے دنیا میں جتنی ترقی کی اور اس کی رفتار دن بدن ترقی پذیر بھی ہے' لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت نبی اسلام روحانی اور جسمانی حفاظت اور اس کو صحیح رکھنے کا جو نسخہ تجویز فرمایا ہے اس پر طبی دنیا باوجود بے شمار ترقی کے اس نسخہ کا مقابلہ نہیں کر سکی اور طب نبوی کے سارے اصول بھی شریعت اسلامیہ کی طرح اسی وحی کے ترجمان ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ. (الجاثیہ:۱۳)

انسان بنیادی طور پر مذہب سے رہنمائی کا طالب ہوتا ہے اور اسے امید ہوتی ہے کہ اسے مذہب میں صداقت اور سچائی مل جائے گی۔ خود مذہبی نظام اپنے مخصوص اصولوں اور رہن سہن کے متعین و مقرر ضابطوں پر مشتمل ہوتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے اس کے ماننے والوں کی شخصیت کی تعمیر ہو اور

اخلاقی اعتبار سے وہ فروغ پا سکیں۔ ذہنی دباؤ اور کرب کی صورت میں عقائد یا رسم و رواج' روایات اور مذہبی ادارے مدد اور نجات کے بنیادی وسائل ثابت ہوتے ہیں۔

انسان آغاز تاریخ ہی سے جذبات اضطرار اور ذہنی کرب کا شکار چلا آ رہا ہے۔ اپنی اس تکلیف سے نجات کے لیے بنی نوع انسان نے مختلف ذرائع کو اختیار کیا ہے اور طرح طرح کی کوششیں کی ہیں۔ اس نے اس ضمن میں فطری وسائل کے علاوہ مافوق الفطری وسیلوں کا دامن بھی تھاما ہے۔ دنیا کی رنگا رنگ ثقافتوں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقامی اعتقادات اور روایتی طریقوں سے قطع نظر ذہنی آسودگی کے فروغ اور دماغی انتشار کے خاتمے میں مذہب کو ہمیشہ ہی سے مرکزی مقام و اہمیت حاصل رہی ہے۔

ذہنی پستی و اضمحلال میں مبتلا شخص منفی انداز فکر اختیار کر لیتا ہے۔ کبھی اس کے جی میں آتا ہے کہ خودکشی کر کے اس جہان کرب و الم سے منہ موڑ لے' لیکن اس خواہش کی شدت کے باوجود ایک قوت اسے اس اقدام سے باز رکھتی ہے۔ ماہرین نے دوران علاج جب اس قسم کے لوگوں سے سوالات کیے تو انہوں نے اس بات کا کھلے دل سے اعتراف کیا کہ عین اقدام خودکشی کے وقت انہیں اللہ کے رحم و کرم کا وعدہ یاد آیا۔ اور یہی بات انہیں اس اقدام سے باز رکھنے کا باعث بنی۔

یہ عین ممکن ہے کہ ایسے نازک وقت میں کسی مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لفظ بہ لفظ یاد نہ ہو کہ ''اے مسلمانو! خود کو ہلاک نہ کرو' کیوں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔'' تاہم اپنی تعلیمات سے آگاہ ہر مسلمان یہ ضرور جانتا ہے کہ اس کے خالق نے خودکشی سے منع فرمایا ہے۔ یہ قدم اس کے مذہب اور عقائد کی نظر میں مذموم ہے' لہٰذا اسے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اسی طرح اسلام نے شراب کو حرام قرار دے کر ایک بڑا اہم مثبت اقدام کیا ہے۔ شراب نوشی جیسے پیچیدہ مسئلے کا واحد حل یہی ہے کہ اسے حرام سمجھ کر ہاتھ نہ لگایا جائے۔

جہاں تک امراض و علاج کا تعلق ہے ہم بدستور مغرب کی اندھی تقلید کر رہے ہیں۔ کروڑوں روپے کے خرچ سے فارغ التحصیل ہونے والے ہزاروں ڈاکٹر اندرون و بیرون ملک روزگار کے متلاشی ہیں۔ ان کے لیے دیہی علاقوں میں کام کرنے کے مواقع نکالنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں' لیکن طب جدید کے یہ عاملین جو بخار کا پتا چلانے کے لیے تھرمامیٹر کے محتاج ہیں' جدید گراں معالجاتی آلات' مشینوں اور مہنگی دواؤں کے بغیر کام کرنے سے قاصر ہیں؟

متمول مغرب اور مفلس مشرقی ملک قدرتی غذاؤں اور طریقہ ہائے علاج سے جوں جوں دور ہو رہے ہیں ان کے صحت کے مسائل اسی قدر پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں صحت کے مسئلہ کا حل یہی ہے کہ طبِ جدید و قدیم دونوں ہی کی یکساں سرپرستی کی جائے اور ان کے عاملین کھلے دل سے ایک دوسرے کے علم و تجربات میں شریک ہوں اور اپنی مشترکہ کوششوں سے امراض کی بیخ کنی کریں۔ ملک کی جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کی جائے اور عوام میں حفظ صحت کے شعور کو بیدار کیا جائے۔ ایک صحیح اسلامی معاشرے میں صحت و صفائی کے سنگین مسائل کی موجودگی ناقابل فہم ہے۔ طب قدیم کی افادیت کو عالمی ادارہ صحت نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور وہ بار بار اس کو اختیار کرنے کی ضرورت پر زور دے رہا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں؟۔

جب کہ فرمان ربی ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ. (بنی اسرائیل:۸۲)

پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے معالج کا تجویز کردہ نسخہ کیوں استعمال نہیں کرتے' بے شمار امراض ایسے ہیں جن کے لیے آپ ﷺ سے دعائیں منقول ہیں۔ ہم ان دعاؤں کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے کیوں؟ ہم معمولی بیماریوں پر ہزاروں لاکھوں روپے صرف کر دیتے ہیں جو کہ صرف زبان اقدس سے نکلے ہوئے چند موتیوں (الفاظ) سے ختم ہو سکتی ہیں۔

طب نبوی ایسی بے شمار بیماریوں' آلام و مصائب اور پریشانیوں کے لیے دنیائے انسانیت کی راہنما ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں علاج کے احکامات' پرہیز اور مفرد دواؤں کے ذریعہ علاج کی فضیلت' زخموں وغیرہ کے امراض کے لیے ہدایات' متعدی اور موذی امراض سے بچاؤ کی تدابیر' صحت' اس کی حفاظت اور نفسیاتی امراض وغیرہ کے علاج کی تفاصیل اور آداب بیان کیے ہیں اور اس میں ایسی نصیحتیں اور مفید مشورے بھی درج ہیں جو آج کے دور میں جدید طب کے مطابق بالکل ہم آہنگ ہیں۔

حکما و علماء طب کا بیان ہے کہ امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں جو طبی فوائد اور نادر تجربات و نسخے پیش کیے ہیں وہ امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے طبی دنیا میں نیا اضافہ ہیں جو کہ طبی دنیا میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کی اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کی یہ طبیبانہ سیرت خاص طور پر معلوم

ہوتی ہے کہ آپ نے مریضوں کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ وہ علاج کے لیے ماہر اطباء کو تلاش کریں اور کلی اعتماد کے ساتھ اپنے امراض کا حال بتائیں اور اس کی ہدایات پر عمل کریں' اور طبیب جو دوا تجویز کرے اس کو استعمال کریں' اور دوا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صحت و شفاء کی دعا کریں کیونکہ سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے' اور دعائیں بھی طبع زاد نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ سے ماثور و منقول دعاؤں کو یاد کر کے پڑھیں۔

یہ ایک بڑی اہم اور خاص ہدایت ہے' جس سے اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں کیونکہ کچھ لوگ تو صرف دوا کرتے ہیں اور کچھ لوگ صرف دعا کرتے ہیں جبکہ یہ دونوں طریقے حق و صواب سے ہٹے ہوئے ہیں اور کتاب و سنت کی تعلیم سے دور ہیں۔

لہٰذا دوا اور دعا دونوں کا استعمال ایک ساتھ ضروری ہے نبی اکرم ﷺ نے دونوں علاج ایک ساتھ کرنے کا حکم فرمایا ہے' لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو اپنے لیے کافی نہ سمجھا جائے۔

یہ کتاب "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" کے ایک باب "الطب النبوی" کا علیحدہ حصہ ہے جسے ایک کتاب کی شکل میں الگ سے طبع کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محسن بندوں میں شامل کرے' آمین۔

آیئے کتاب کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ رسول اکرم ﷺ نے کیا کہا' کیا کیا طریقے اختیار فرمائے اپنے اور دوسروں کے لیے کیا کیا علاج تجویز فرمائے۔

آیئے اس حکمت کے تذکرہ کو دیکھیں کہ جس تک پہنچنے میں اطباء عاجز آ چکے ہیں' کیونکہ اطباء کے مقابلہ میں آپ کی طب معجزات پر مشتمل ہے۔

آخر میں اس قابل قدر طبی سرمایہ کو اس خوبصورت کتاب کی شکل میں پیش کرتے ہوئے ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ اس کتاب کے مصنف' مترجم اور ناشرین و ناظرین کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لافانی نسخہ کیمیاء کو انسانی معاشرے کے لیے باعث نفع و راحت بنائے' آمین۔

الحمد لله حمداً طیباً مبارکاً فیه.

عبدالرحمان عابد

۸-۲-۲۰۰۱

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ

آپ کا پورا نام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن بکر بن ایوب سعد زرعی، دمشقی ہے۔ یگانہ روزگار فقیہہ اور مسلک حنبلی پر عامل تھے، آپ بلند پایہ مفسر قرآن، علم نحو کے امام اور فن کلام کے استاد تھے۔ آپ ابن قیم جوزیہ کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے آپ نے علوم دینیہ کی تعلیم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے حاصل کی فن تفسیر کے ماہر، حدیث اور فقہ و معانی حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے اصول دین کے رمز آشنا، فن فقہ اور اصول عربیہ میں آپ خاص مہارت کے حامل تھے اپنے بعض عقائد کی بنا پر قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

کئی مرتبہ امتحان اور تکالیف کے سخت ترین مراحل سے گزرے مگر پیشانی پر شکن تک نہیں آئی۔ آخری مرتبہ اپنے استاذ شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ قلعہ میں قید کیے گئے لیکن ان سے الگ رکھے گئے۔ ان کی رہائی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہوئی قید و بند کا یہ وقت آپ نے قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر غور و فکر میں بسر کیا۔

حد درجہ عبادت گزار اور تہجد کے پابند تھے۔ نماز اس خشوع و خضوع سے ادا کرتے کہ کھو جاتے علامہ سید نعمان آلوسی کہتے ہیں کہ میری نظر سے ان جیسا کوئی اور شخص نہیں گزرا جو ان کی طرح عبادت گزار ہو۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان کے دوست اور سبق کے ساتھی تھے حافظ صاحب البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے حدیث کا سماع کیا اور زندگی کا بڑا حصہ علمی مشغلہ میں بسر کیا آپ کو متعدد علوم میں کمال حاصل تھا۔

خاص طور پر علم تفسیر اور حدیث وغیرہ میں غیر معمولی عبور حاصل تھا، امام ابن قیم رحمہ اللہ گوناگوں خصائص کے حامل تھے نرم مزاج قوی الخلق اپنے استاذ سے انہوں نے علم اخلاص اور

ایمان کی دولت حاصل کی حافظ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''ابن قیم رحمہ اللہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے محبت سب سے' حسد کسی سے بھی نہیں' نہ کسی کو تکلیف دی نہ کسی کی عیب جوئی کی نہ کسی پر رشک' میں اکثر ان کے ساتھ رہا ہوں وہ مجھ سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے دور میں کوئی شخص ان سے زیادہ عبادت گزار ہو' ان کی نماز بڑی طویل ہوتی رکوع اور سجود بھی خاصے لمبے ہوتے بہت سے ان کے ساتھی اس پر کبھی کبھی انہیں ملامت کرتے لیکن انہوں نے کبھی کسی کو کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اپنے معمول کو ترک کیا۔''

امام صاحب رحمہ اللہ کو تصوف میں بھی بڑا ادراک تھا چنانچہ اس موضوع پر انہوں نے مدارج السالکین الی منازل ایاك نعبد وایاك نستعین لکھی اس کتاب میں علم حقیقت اور علم شریعت کے اسرار و حکم بیان کیے آپ کی تصانیف بہت ساری ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں زاد المعاد' اعلام الموقعین' حادی الارواح' الطرق الحکمیہ' زاد المسافرین وغیرہ آپ نے جو عمل کیا دل جمعی سے کیا اور جو کچھ بھی لکھا وہ بھی دل جمعی کے عالم میں لکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ کی تصانیف میں سلف کی روشنی اور سابقین کی حکمت موجود ہے صحابہ و تابعین کے اقوال سے استشہاد بہت زیادہ کرتے ہیں اپنے استاذ سے کم اگرچہ یہ سارا فیض استاذ (شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) کے چشمہ صافی کا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی وفات ۱۳/رجب ۷۵۱ھ میں ہوئی آپ کی نماز جنازہ کئی مقامات پر ادا کی گئی باب صغیر کے مقبرہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ ہی ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ اپنے استاذ شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے عمر میں تیس سال چھوٹے تھے۔

(منقول از زاد المعاد)

فہرست

فہرست ملت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طبِّ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن طریقوں سے خود اپنی بیماریوں کا علاج فرمایا یا دوسرے کسی شخص کے لیے کوئی نسخہ تجویز فرمایا' اور اس سے اس کو نفع تام ہوا' ان تمام آزمودہ طبی نسخوں اور حکیمانہ طریقوں کو ہم نے چند فصلوں میں اکٹھا کر دیا ہے ان فصلوں میں ہم ان حکمتوں کو بیان کریں گے جن حکمتوں تک پہنچنے میں بڑے بڑے بالغ نگاہ اطباء عاجز رہے۔ ان حکمتوں کے سامنے اطباء کا طریق علاج ایک فرسودہ اور پسماندہ طریق علاج ہے۔ اللہ ہماری ان حکمتوں کے بیان کرنے میں مدد فرمائے اللہ ہی مدد فرمانے والا ہے اور ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے۔

مرض کی دو قسمیں ہیں:

(۱) دلوں کی بیماری

(۲) اجسام کی بیماری

ان دونوں اقسام کی بیماریوں کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ پھر دل کی بیماریاں بھی دو طرح کی ہیں:

(۱) شک وشبہ کی بیماری

(۲) شہوت وگمراہی کا مرض

ان دونوں قسم کی بیماری کا ذکر قرآن کریم میں ہے چنانچہ مرض شبہ کے بارے میں قرآن کریم نے یوں کہا ہے کہ:

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۔ [البقرہ : ۱۰]

''ان کے دلوں میں شک کی بیماری ہے جسے اللہ نے خطرناک حد تک بڑھا دیا''۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكَافِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۔

[مدثر : ۳۱]

''جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے' اور وہ جو اللہ کے منکر ہیں بول اُٹھے کہ اللہ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا''۔

اسی طرح اللہ نے ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہیں قرآن اور سنت کو ہی اٹل یا فیصلہ کن سمجھنے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ انکار کرتے ہیں یا پس پشت ڈال دیتے ہیں فرمایا:

((وَإِذَا دُعُوٓا إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ وَإِن يَكُن لَّهُمُ ٱلْحَقُّ يَأْتُوٓا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ أَفِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ٱرْتَابُوٓا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُۥ بَلْ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ.))

[النور: ۴۸- ۴۹- ۵۰]

''جب ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کے حکم ماننے کی بات رکھی جاتی ہے' تو ان کی ایک جماعت انکار کرتی ہے اور اگر ان کا کوئی حصہ ہو تو وہ اسے لینے کی غرض سے یقین کے ساتھ لپکتے ہیں' کیا ان کے دل بیمار ہیں یا انہیں شک وشبہ نے لپیٹ لیا ہے یا انہیں اس کا خطرہ لاحق ہے کہ کہیں اللہ اور اس کے رسول ہمارے حصے کم نہ کر دیں یہی ہیں جو بیجا روش پر چلنے والے ہیں''۔

یہ مرض شک وشبہات ہیں۔

رہ گیا مرض شہوات تو اس سلسلے میں اللہ کریم نے فرمایا:

((يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِىِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِنِ ٱتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ.)) [احزاب ۳۲]

''اے پیغمبر کی بیویو! تم دنیا کی دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو' اگر تم پارسائی برتو۔ پھر تمہاری گفتگو میں بھی کوئی لچک نہ ہونی چاہیے کہ اس لچک سے دل میں کھوٹ رکھنے والے تم سے کوئی توقع نہ رکھ سکیں''۔

یہ بیماری جس کی نشاندہی قرآن نے کی ہے' وہ شہوت زنا ہی ہے۔

1-فصل

انسانی جسم کے امراض کا تفصیلی بیان

مرض اجسام کے سلسلے میں قرآن کریم نے فرمایا:

((لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ.)) [النور-٦١]

اندھے، پر لنگڑے پر، بیمار پر اور خودتم پر مطلقاً کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھالو یا اپنے باپوں کے گھروں سے۔

انسانی جسم کے امراض کو حج روزے اور وضو کے ضمن میں بیان فرمانا ایک نادر و نایاب انوکھے راز کی وجہ سے ہے اس سے قرآن کی عظمت میں چار چاند لگ گئے۔

قرآن کو جس نے سمجھ لیا، اور جس نے اس کی باریکیوں کو جان لیا وہ دنیا کی ساری دانائی اور حکمت سے قرآن کے صدقے بے نیاز ہو گیا۔

اس لیے کہ علاج بدنِ انسانی کے تین بنیادی خطوط ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) حفظانِ صحت

(۲) مرض واذیت کا تدارک

(۳) موادِ فاسدہ (جن سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں) کا جسم انسانی سے نکال پھینکنا۔

ان تینوں اصول کا بیان ان تینوں جگہوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان تین مواقع پر فرمایا:

آیت صوم میں فرمایا:

((فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ.)) [البقرہ :۱۸۴]

''جو تم میں سے کوئی بیمار ہو، یا سفر میں ہو، تو پھر دوسرے ایام میں ان کو پورا کر لے''۔

اس آیت میں اللہ نے مریض کی بیماری کا عذر سامنے رکھا، روزے کے دنوں میں کھانے پینے کی اجازت دی، اور مسافر کے لیے بھی عذر سفر کی وجہ سے افطار کو مباح فرمایا، تا کہ دونوں اپنی صحت کی حفاظت کر سکیں اور اپنی قوت کو بحال رکھ سکیں کہ کہیں بیماری میں روزے کی وجہ سے جسم کی قوت میں کمزوری نہ ہو جائے اور مرض پر قابو پانے کی صلاحیت کا فقدان نہ ہو جائے، یا سفر میں روزے کی وجہ سے

صحت اور قوت میں اضمحلال نہ ہو جائے' اس لیے کہ شدت حرکت سفر سے جسم اور قوت میں مزید کاہش ہو گی' اور روزہ اس کی اس حالت میں تحلیل قوی کا سبب بنے گا اس لیے کہ روزے کی حالت میں انسان غذا سے محروم رہتا ہے جو انسان کی گھٹتی توانائی کے لیے بدل ما یتحلل کا کام کرتا ہے' اس طرح قوت کم ہوتی جائے گی' اور ضعف جسمانی بڑھتا جائے گا اس طرح مسافر بھی مریض کے حکم میں رہا اس کو کھانے پینے کی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنی صحت اور قوت کو جس کی حالت سفر میں خاصی ضرورت ہے محفوظ و مصؤن رکھ سکے۔

اسی طرح آیت حج میں ذکر فرمایا:

((فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ.)) [البقرہ :۱۹۶]

''جو تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی اذیت ہو تو وہ روزے کا فدیہ ادا کرے' یا مال کا صدقہ دے یا کوئی قربانی کے جانور کا ذبح کرے''۔

اس آیت سے مریض کو یا حج کرنے والے کو جس کے سر میں چوٹ ہو' یا جوں نے کھا رکھا ہو' یا کھجلی و خارش ہو یا اور کوئی دوسری اذیت ہو' حلق راس سے (سر منڈانے سے) بحالت احرام رک جانے کی اجازت دے دی ہے تا کہ بخارات ردیہ اس سر مونڈنے کی صورت میں سر سے باہر آ جائیں اور ان کا استفراغ ہو جائے اس لیے کہ بالوں کی جڑیں اس مادہ کے رک جانے کی وجہ سے یہ اذیت پیش آتی ہے۔ جب بال مونڈ دیئے گئے تو مسامات اور بالوں کی جڑیں کھل گئیں' جس سے یہ بخارات ردیہ مواد فاسدہ باہر ہو گئے' اسی استفراغ کو سامنے رکھ کر ان چیزوں کے استفراغ کی بھی اجازت ہو گی جن کے رکنے کی وجہ سے انسان کسی بیماری اذیت اور غیر طبعی حالت سے دوچار ہوتا ہے۔

جن چیزوں کے احتباس اور استفراغ دونوں ہی سے انسان اذیت پاتا ہے' وہ دس ہیں۔

1-	خون کا جوش مارنا جسے ہیجان دم کہتے ہیں' رک جانا	احتباس دم
2-	جوش منی' ہیجان منی' جو غلط انداز سے اخراج پر مجبور کرے۔	احتباس منی
3-	پیشاب کی شدت	احتباس بول
4-	پاخانے کا زور	احتباس براز
5-	ہوا کا رک جانا	احتباس ریاح
6-	قے کا رک جانا	احتباس قے

7- چھینک کا روک لینا یا رک جانا — احتباس عطاس

8- نیند کی شدت میں اس کو اچاٹ کر لینا — حبس نوم

9- بھوک کی شدت — احتباس جوع

10- پیاس کی شدت — احتباس عطش

یہ دس چیزیں ہیں' جن کو روک دینا بیماری کو دعوت دینا ہے۔

اللہ پاک نے ان کے استفراغ کو بیان کر کے آدمی کو بیدار کر دیا' چونکہ ادنی وہ بخارات تھے' جو سر اور کھوپڑی میں رکے ہوتے تھے ان کے رکنے سے مزید اور شدید بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ تھا' اس لیے اسی ادنیٰ کو فوری علاج کے طور پر استفراغ کا حکم فرمایا' اور قرآن کا انداز تخاطب' ہر سلسلہ میں خواہ وہ علاج ہو یا کوئی اور دوسری چیز ادنیٰ سے شروع کر کے اعلیٰ تک پہنچاتا ہے۔

پرہیز کے سلسلے میں جس پر عمل کرنے سے آدمی کسی بڑے مرض کے حادثہ سے بچ جاتا ہے اللہ پاک نے وضو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا.)) [النساء : ٤٣]

''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کر رہے ہو' یا پاخانہ کر کے واپس ہوئے ہو' یا اپنی بیویوں سے مباشرت کر کے فارغ ہوئے ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو پاک اور ستھری مٹی سے تیمم کرو''۔

اس میں اللہ نے مریض کو بجائے پانی کے مٹی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا تاکہ مریض انسان کا جسم اس اذیت سے بچ جائے جو اس کو پانی کے استعمال سے پہنچتی' اس آیت نے داخل وخارج اندر و باہر سے پہنچنے والی ہر اذیت کے تدارک کی تدبیر اور اس کی روک پر متنبہ فرمایا۔

اس طرح قرآن کریم کے ذریعہ باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اصول طب اور اس کے اساسی قواعد کی طرف رہنمائی فرمائی آگے ہم ان اصول کی تائید رسول اللہ ﷺ کی سنت سے پیش کریں گے' جن سے واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمودات بسلسلہ حفظان صحت' صحت و علاج کس قدر مکمل ہیں۔

رہ گیا دل کا علاج تو اس کا حق انبیاء و رسل علیھم السلام کے لیے ہی تسلیم شدہ ہے' اس کا علاج صرف انہیں انبیاء و رسل کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور انہیں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے کہ دلوں کی صلاح وصحت تو یہی ہے نا کہ وہ اپنے پروردگار کے عارف ہوں اور پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہوں اس کے اسماء اور

اس کی صفات اس کے افعال اس کے احکام سے کما حقہ واقف ہوں' اور باری تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی پسندیدگی کی جانب ان کا رخ ہو اس کی مناہی اور غصے کی باتوں سے پرہیز کرنے والے ہوں' اس لیے کہ دل کی صحت اور اس کی زندگی ان چیزوں کی رعایت کیے بغیر ممکن نہیں ہے' اور نہ ان کا حصول انبیاء ورسل کو ذریعہ بنائے بغیر ہی ممکن ہے کسی کے دل کی توانائی اور اس کی صحت بلا اتباع انبیاءؑ کے متصور نہ ہو سکے گی' جو اس کے سوا سوچتا ہے اور دوسری باتوں کا گمان کرتا ہے اس لیے کہ یہ بات تو اس کے نفس حیوانی وشہوانی کی زندگی سے متعلق ہے اور اس کی صحت اور قوت کی طرف رہنمائی کرتی ہے مگر دل کی زندگی اور دل کی صحت اور اس کی توانائی کا تو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے اور جو ان دونوں حالتوں میں تمیز نہیں کر سکتا تو اس کے دل کی زندگی پر رونا چاہیے اس لیے کہ یہ دل تو مردہ ہے اسی طرح اس کا نور بھی تاریکیوں کے اتھاہ سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔

2- فصل

جسم انسانی کا علاج

طب ابدان یعنی جسم انسانی کا علاج دو طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

پہلی نوع : اللہ نے حیوان ناطق ہو کہ حیوان غیر ناطق دونوں میں بعض چیزیں فطری پیدا کی ہیں۔ ان فطری امور میں کسی طبیب کے علاج اور مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی' جیسے بھوک کا علاج' پیاس کا علاج ٹھنڈک کا مداوا' تھکن کا علاج اس لیے کہ ان سب کا علاج ان کے اضداد سے کیا جاتا ہے اس میں کوئی شخص طبیب کے مشورہ کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ ہر وہ تدبیر جس سے یہ چیزیں زائل ہو جائیں سب علاج ہی ہیں۔ اور انسان بلا مشورہ طبیب بلا کسی غور وفکر کے عمل میں لاتا رہتا ہے۔

دوسری نوع: جو غور وفکر سوچ وسمجھ کی محتاج ہے' مثلاً امراض متشابہ جو مزاج انسانی کے تغیر کا سبب ہوتے ہیں انسان اس سے اعتدال مزاج پر باقی نہیں رہتا' یہ بے اعتدالی کبھی حرارت کبھی برودت' کبھی یبوست کبھی رطوبت کی زیادتی کے اعتبار سے پیدا ہوتی ہے کبھی یہ ساری چیزیں مختلف کیفیات سے مرکب ہوتی ہیں' اس ترکیب میں کبھی اثنیت ہوتی کبھی کئی کئی کیفیات شامل ہوتی ہیں' اس بے اعتدالی کیفیت کی دو صورتیں ہیں مادی یا کیفی یعنی یہ بے اعتدالی انصباب کی بنیاد پر ہوتی ہے' یا کسی کیفیت خاص کی پیدائش سے یہ صورت سامنے آتی ہے۔

دونوں میں تمیز کی صورت یہ ہے کہ امراض کیفیت اسی مادہ کے زوال کے بعد پیدا ہوتا ہے جس کے باعث وہ مرض پیدا ہوا تھا چنانچہ مادہ زائل ہو جاتا ہے البتہ اس کے اثر سے ایک کیفیت مزاج میں باقی رہ جاتی ہے۔

امراض مادہ کے اسباب اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوتے ہیں' چونکہ مرض کا سبب ساتھ ہی ہوتا ہے' اس لیے ابتداً سب سے پہلے سبب مرض کی جانچ کی جائے گی پھر مرض کی تشخیص' پھر دوا تجویز کی جائے۔

امراض آلیہ جن میں اعضا کی ہیئت اپنی اصلی حالت پر نہیں رہتی خواہ یہ تغیر شکل میں ہو کہ اس کی شکل بگڑ جائے یا کسی تجویف میں کہ زائد یا کم یا چھوٹی بڑی ہو جائے' یا کوئی مجری ثانی' جو اپنی طبعی حالت پر نہ ہو یا عضو کی خشونت یعنی کھردرا پن بڑھ جائے جہاں نہ ہونا چاہیے ہو جائے یا چکناہٹ میں طبعی انداز نہ ہو بلکہ ملاست غیر طبعی پیدا ہو جائے' کسی عضو کی تعداد کم وبیش ہو جائے مثلاً پسلی انگلی وغیرہ یا غیر طبعی مقدار سے بڑا ہو یا عضو اپنی وضع کے اعتبار سے بدلا ہوا ہو' مثلاً قضیب یا دوسرے اعضاء کی جگہ بدلی ہوئی ہو جہاں ہونا چاہیے نہ ہو'' اس لیے کہ اعضاء کے ایک دوسرے میں جڑنے کے بعد اور طبعی گٹھ جوڑ سے ہی بدن بنتا ہے' اسی کو اتصال کہتے ہیں' جب یہ اعضاء اپنے جوڑ واتصال میں طبعی انداز پر نہیں ہوتے تو اسی کو تفرق اتصال کے نام سے تعبیر کرتے ہیں یا امراض عامہ جن میں متشابہ اور آلیہ دونوں ہی قسم کے امراض شامل ہیں۔

امراض متشابہ جن کے پیدا ہونے کے بعد مزاج کا اعتدال باقی نہیں رہتا اسی لیے ان امراض متشابہ کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جن میں مزاج اعتدال سے الگ ہو جائے' اور اسی خروج عن الاعتدال یعنی طبعی حالت سے غیر طبعی حالت وکیفیت میں پہنچنے کو مرض کہتے ہیں' بشرطیکہ اس غیر طبعی حالت کی وجہ سے بالفعل ضرر کا احساس ہو۔

امراض متشابہ کی آٹھ قسمیں ہیں' چار بسیط چار مرکب۔

بسیط میں بارد' حار' رطب' یابس امراض شمار ہوتے ہیں۔

اور مرکب میں حار رطب' حار یابس' بارد رطب' اور بارد یابس امراض شمار کیے جاتے ہیں

امراض کی آٹھوں قسمیں انصباب مادہ سے پیدا ہوتی ہیں یا بلا انصباب مادہ اگر مرض سے طبعی افعال میں کوئی فرق نہ پیدا ہو تو اس اعتدال سے خارج ہونے کو صحت کہتے ہیں۔

بدن انسانی تین حالتوں سے دوچار ہوتا ہے' طبعی حالت' حال خارج طبیعت اور وہ حالات جو ان دونوں کے مابین ہو' پہلی صورت میں انسان کا جسم تندرست ہوگا' دوسری میں مریض اور تیسری میں

دونوں حالتوں کے مابین ہوگا' اس لیے کہ کوئی چیز اپنی ضد و مقابل کی طرف منتقل ہونے سے پہلے درمیانی واسطہ تلاش کرتی ہے۔

بدن کے طبعی حالت سے خارج ہونے کا سبب یا تو اندرونی ہوگا' اس لیے کہ بدن انسانی گرم سرد تر و خشک سے مرکب ہے' یا بیرونی ہوگا' اس لیے کہ خارج سے بدن پر جو چیز وارد ہوتی ہے' کبھی موافق ہوتی اور کبھی وہ چیز ناموافق ہوتی ہے۔

اور جو ضرر کہ جسم انسانی کو پہنچتا ہے' کبھی اس کا سبب سوءِ مزاج ہوتا ہے جو مزاج کے اعتدال سے دور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یا کسی عضو میں فساد پیدا ہونے کی وجہ سے یا کبھی قوی میں ضعف و کمزوری کی بنیاد پر ہوتا ہے یا ان قوتوں کو لے کر چلنے والی روح کے ضعف و کمزوری کی بنا پر یا روح میں زیادت و اضافہ اس انداز کا پیدا ہو جاتا ہے کہ اعتدال زیادت نہ ہونے میں تھا' یا ایسا نقصان پیدا ہو جاتا ہے کہ اعتدال عدم نقصان میں تھا' یا ایسا تفرق پیدا ہو جاتا ہے' کہ اعتدال اتصال بدن میں تھا' یا ایسا اتصال پیش آتا ہے کہ اعتدال تفرق اتصال میں متصور ہوتا ہے یا ایسا امتداد پیدا ہو جاتا ہے کہ وہاں انقباض کی ضرورت تھی یا کسی اور شکل کا اپنی وضع و شکل سے بدل جانا جس سے اس حصہ جسم میں یا خود جسم میں اعتدال باقی نہ رہ جائے۔ لہٰذا طبیب وہی ہے جو انسانی جسم سے ان چیزوں کو علیحدہ کر دے یا نکال ڈالے جن کے جسم میں جمع و اکٹھا ہونے سے ضرر جسمانی پیدا ہوتا ہو یا ان چیزوں کو جسم میں یکجا کر دے' جن کے منتشر و متفرق ہونے سے جسم کو ضرر پہنچتا ہے یا اس چیز کو کم کر دے جس کی زیادتی سے جسم میں بے اعتدالی آتی ہے' یا جس کی کمی کی وجہ سے جسم انسانی میں ضرر پیدا ہوتا ہو' اسے زیادہ کر دے' تاکہ ان تدابیر سے انسان کی مطلوب تندرستی اسے حاصل ہو جائے' یا انسان کے بگڑے اور بے ترتیب عضو و جسم کی صورت کو بگڑنے نہ دے' اس کو بے ڈھنگا نہ ہونے دے' اور موجودہ بیماری کو اس کے ضد اور مقابل چیزوں اور تدبیروں سے ختم کر دے' پرہیز اور احتیاط سے اس کے دور سے دور تک پھٹکنے کی راہ بند کر دے یہ ساری تدابیر و احتیاط رسول اللہ ﷺ کی تدابیر مسنونہ میں شافی و کافی بن کر نظر آئے گی' اللہ کی مدد اور اس کی اعانت اس کے فضل سے پوری توقع ہے کہ وہ ہماری دست گیری کرے گی۔

فصل-3

طریقہ علاج

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت یہ تھی کہ آپ خود اپنا علاج کرتے' اور دوسروں کو علاج

کی ہدایت فرماتے چنانچہ متعلقین خاندان اور اصحاب کو آپ ﷺ نے علاج کرنے کی ہدایت فرمائی لیکن آپ نے یا آپ کے اصحاب نے اس سلسلے میں کسی باقاعدہ قرابادین سے مرکب دواؤں کا استعمال نہیں کیا' بلکہ آپ اور آپ کے ہمدم وہم نشین عموماً مفردات سے علاج کرتے تھے' اس مفرد دوا کے ساتھ کسی ایسی چیز کا اضافہ کر لیتے جس سے اس کی قوت اور افادیت میں اضافہ ہو جاتا' اور تقریباً دنیا کی اکثر اقوام باوجود اختلاف نسل و وطن کے عموماً مفروات ہی سے علاج کرتی ہیں خواہ وہ عرب ہوں یا ترک ہوں یا دیہات اور دور افتادہ علاقوں کے لوگ تو کلیۃً مفردات ہی سے علاج کرتے تھے' البتہ روم و یونان کے باشندوں کا میلان خاص مرکبات کی جانب تھا' ہندوستان کے ویدوں اور اطباء کی بڑی جماعت صرف مفرد ہی سے علاج کرتی' کراتی تھی۔

اطباء کا متفقہ فارمولا ہے کہ جب تک علاج غذا کے ذریعہ یعنی اس کی مقدار قوام لطافت و کثافت اور اوقات میں تغیر کر کے ممکن ہو کسی دوسری جانب رخ نہ کیا جائے' ایسی صورت میں دوا کو نظر انداز ہی کر دینا بہتر ہے' اسی طرح جب تک مفردات سے کام چلتا جائے مرکبات کو نہ اپنایا جائے۔

اطباء کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ پرہیز اور غذا سے جب تک مرض کا دفاع ممکن ہو اس میں علاج بالادویہ کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔

اسی طرح یہ ہدایت بھی آب زر سے لکھنی چاہیے کہ طبیب کو دوا کھلانے پلانے میں بہت زیادہ شیفتہ نہ ہونا چاہیے' اس لیے کہ اگر دوا بدن میں وہ اجزاء نہیں پاتی جنہیں تحلیل کر سکے تو خود بدن کی کاہش میں لگ جاتی ہے یا اسے کسی ایسی بیماری سے سابقہ ہوتا ہے جس کے مناسب حال دوا نہ ہو' یا کوئی ایسی چیز جو اس کے مناسب حال ہو جاتی ہے' نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی کمیت بڑھ جاتی ہے جس سے وہ کمیت غالب آ جاتی ہے یا وہ کیفیت بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں دوا صحت کو کھلونا بنا لیتی ہے اور اسے پراگندہ و منتشر کر دیتی ہے' جو اطباء حذاقت فن اور تجربے کے اعتبار سے مشہور ہوتے ہیں عموماً ان کا طریقہ علاج مفردات ہی ہوتا ہے' طبیبوں کے تین گروہوں میں سے یہ بھی ایک گروہ ہے۔

اور سچی بات تو یہ ہے کہ دوا بھی غذا ہی کی طرح کی چیز ہے' اسی وجہ سے وہ قومیں وہ برادریاں جو اپنی غذا میں مفردات کا استعمال کرتی ہیں اور طرح طرح کی متنوع غذا سے پرہیز کرتی ہیں انہیں بیماری بھی بہت کم ہوتی ہے' اور ان کا علاج بھی مفردات ہی سے عمدہ انداز میں ہوتا ہے' اور شہری آبادی کے لوگ جن میں مرکب متنوع غذاؤں کا چلن ہے وہ مرکب دوا کے ضرورت مند ہوتے ہیں' اسی وجہ سے انکے امراض بھی مرکب ہوتے ہیں اور مرکب دوائیں ان کے حق میں مفید و شافی ثابت ہوتی ہیں دیہات کی

کھلی آب و ہوا میں رہنے والے اور ریگستان کے جراثیم کش تپتے میدانوں اور فضاؤں میں پلے ہوئے لوگوں کی بیماریاں مفرد ہوتی ہیں ان کے علاج کے لیے مفرد دواؤں کے نسخے کافی ہوتے ہیں اس دستور متن کی روشنی میں علاج کے فن کو دیکھنا چاہیے۔

یہاں ایک اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اطباء کے طریقہ علاج کو اللہ کے پیغمبر کے طریقہ علاج کے مقابلہ میں وہی حیثیت حاصل ہے جو فسون کاروں کاہن گروں کے طریقہ علاج کو اطباء حاضر کے طریقہ علاج کے مقابلہ میں حاصل ہے' آپ کے طریق علاج کے عمدہ ہونے کا تمام باکمال اطباء اور اساطین فن طب نے اقرار کیا ہے اس لئے کہ موجودہ معالجین کا سرمایہ علم طب یا تو قیاس بعضوں نے تجربہ بعضوں نے الہام ربانی کسی نے سچا خواب اور کسی نے ایک زیرک و دانا دماغ کی پیداوار کہا ہے' اکثر نے اس پورے فن کو حیوانات و بہائم کا درس بتلایا ہے جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بلی جب کسی زہریلی چیز کو کھالیتی ہے تو چراغ کی طرف رخ کرتی ہے اور تیل چاٹتی ہے جس سے اس کی مرضی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح سانپ کو دیکھا جاتا ہے کہ جب وہ سوراخوں سے نکلتے ہیں تو آنکھوں سے نظر نہیں آتا وہ اپنی آنکھ کو سونف کے پتوں سے ملتے ہیں جس سے ان کی بینائی بازیاب ہو جاتی ہے اسی طرح وہ چڑیا جس کا پاخانہ بند ہو گیا تھا سمندر کے پانی کو اپنی چونچ سے اپنی براز میں ڈالتے دیکھ کر لوگوں نے حقنہ (Enema) کا طریقہ ایجاد کیا' اس طرح کے صدہا واقعات مبادی طب میں مذکور ہیں۔

اور یہ بات بھی کچھ بعید از عقل نہیں معلوم ہوتی کہ وحی الٰہی کے ذریعہ مضرتوں اور منافع کا علم ہم تک پہنچا ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دین و دنیا میں نافع و ضار چیزوں اور حالات کا الہام باری تعالیٰ اپنے انبیاء کو کرتے ہیں اور اس کا علم انہیں کے ذریعہ ہم کو ہوتا ہے' اس لیے جو اس انداز سے علم طب کو دیکھتے ہیں وہ طب کو وحی الٰہی اور اس فن کو انبیاء کے ذریعہ لائے ہوئے دوسرے علوم کے ہم پلہ تسلیم کرتے ہیں' بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ انبیاء نے ایسی دوائیں بتائیں جن دواؤں تک اکابر اطباء کی نگاہ بھی نہ پہنچی نہ ان تک ان کی رسا عقل پہنچ سکی نہ ان کے تجربے میں آئی اور نہ ان کا قیاس ہی یہاں تک پہنچ سکا لوگوں نے انہیں استعمال کیا' اور اس سے شفا پائی چنانچہ ادویہ قلبیہ ادویہ روحانی قوت قلب اعتماد علی اللہ اللہ پر بھروسہ' اسی سے سب کچھ مانگنا اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار اپنی بے کسی کا اظہار' بے چارگی کا بیان' صدقہ' دعا' توبہ استغفار مخلوق کے ساتھ بھلائی' دردمندوں کی فریادرسی' مصیبت زدگان کی یاوری یہ سارا طریقہ علاج جو خود مذہب اسلام نے اور دنیا کے دوسرے مذاہب اور دوسری ملتوں کے متبعین نے بار بار آزمایا اور اس میں شفا کا وہ انداز تاثیر کی وہ تیزی انہیں نظر آئی کہ دنیا کے بڑے سے بڑے تجربہ کار

اور حاذق طبیب بھی اس تک نہیں پہنچ سکے نہ قیاس ہی اس تک رہنمائی کر سکا۔

ہم نے اور دوسروں نے ان کا بارہا تجربہ کیا ہے اور یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ آنکھوں سے نظر آنے والی ہاتھ سے ٹٹولی جانے والی (دوا جس سے جو نفع نہیں ہوتا ان طریقوں سے پہنچتا ہے بلکہ حسی دوائیں اس موقع پر دوائے فسوں کاری و کاہن گری کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔

اور یہ قانون حکمت الٰہی سے عین ممکن ہے، کوئی چیز متعذر و محال نہیں صرف اسباب میں تنوع ہوتا ہے، اس لیے کہ قلب جب رب العلمین سے قریب ہو جائے اور مرض و علاج دونوں پیدا کرنے والے سے متعلق ہو جائے، طبیعت کو اصلی حالت پر رکھنے والے اور اس کو جس رخ پر چاہے پھیرنے والے سے ربط پیدا کرے، تو دوسری دوا ان دواؤں کے علاوہ جو قلب کی بیماری کو دور کرنے میں مدد دیتی ہیں کیوں نہ یہ اس بیماری کا قلع قمع کر دیں اور ہمیشہ کے لیے اسے ختم کر دیں۔

یہ مسلمات سے ہے کہ جب روح میں قوت آ جاتی ہے تو نفس اور طبیعت دونوں قوی ہو جاتے ہیں، اور بیماری کے دور کرنے میں اور اسے ہمیشہ کے لیے ختم کرنے میں پوری مدد دیتی ہیں، پھر جب خود کسی کی طبیعت اور اس کا نفس ہی قوی ہو اور اس میں شگفتگی خالق قلب کی قربت اور اس سے غیر معمولی تعلق کی وجہ سے ہو، اور اس سے محبت کی وجہ سے ہو، دل کا گداز اور اس کی گدگدی اس کے ذکر سے بڑھ جاتی ہو، اور اس کی ساری قوتیں اسی صانع حقیقی کی طرف متوجہ ہوں اور ساری توانائی اس کی طرف مرکوز ہوں، اسی سے فریادی ہوں، اسی پر اس کا بھروسہ ہو تو پھر کیوں نہ یہ سب سے اہم دوا سب سے بڑی شفاء کی حامل ہو گی اور یہ قوت اس کا مکمل طور سے خاتمہ کر گذرے گی یہ رات دن کا مشاہدہ ہے اس کا انکار وہی کرے گا جس کو عقل سے واسطہ نہ ہو گا، سمجھ پر پردہ پڑا ہو گا بدخو ہو گا اللہ سے دور انسانیت کی حقیقت سمجھنے سے عاری ہو گا۔

ہم آگے ان اسباب سے بحث کریں گے جن کی وجہ سے فاتحۃ الکتاب کے پڑھنے سے بچھو کے کاٹے کا زہر جاتا رہتا ہے اور ایک دو پھونک میں مریض اچھا ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے نہ کہیں درد ہوتا نہ بے چینی رہ جاتی۔[1]

طب نبوی کی یہ دونوں قسمیں ہیں ہم اس پہ آئندہ حسب ضرورت بحث کریں گے اس لیے کہ ہماری معلومات بہرحال مختصر ہی ہیں اور ہمیشہ کوشش کا دامن علوم کے حصول پر تنگ ہی رہا ہر صاحب علم کا سرمایہ خواہ وہ کتنا ہی وسیع العلم ہو مختصر ہی ہے مگر ہم پر عطائے الٰہی کا وسیع ہاتھ ہر خیر کے ساتھ کھلا ہوا ہے اور

---

[1] محاورہ ہے کہ ((مابا لعليل قلبة)) یعنی اسے کوئی اذیت نہیں کوئی تکلیف نہیں۔ اس کا استعمال نفی مرض یا اذیت کے موقعہ پر کیا جاتا ہے، ویسے ((قلبة)) وہ بیماری یا اذیت ہے، جس کی شدت تکلیف کی بنا پر مریض بستر پر تڑپتا ہو۔

اس کے عنایت وفضل کی بارش برابر ہوتی ہی رہتی ہے' اس لیے توقع ہے کہ ہم کسی نہ کسی درجہ میں کچھ یہاں کر جائیں گے۔

4- فصل

ہر بیماری کا علاج

امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں ابوزبیر کی حدیث جو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے' روایت کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے جب دوا کا استعمال بیماری کے مطابق کیا جاتا ہے تو حکم الٰہی کے طفیل شفاء ہو جاتی ہے۔[1]

اور صحیحین میں عطاء نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ نے دنیا میں جب کوئی بیماری پیدا فرمائی تو اس کی شفا اور دوا بھی ساتھ ہی ساتھ نازل فرمائی۔[2]

مسند امام احمد میں زیاد بن علاقہ کی حدیث جو اسامہ بن شریک کے واسطے سے بیان کی گئی ہے' اس میں اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خدمت نبی ﷺ میں موجود تھا کہ کچھ دیہات کے باشندے حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ کیا ہم دوا کریں' آپؐ نے فرمایا ہاں اے بندگان اللہ ضرور دوا کرو اس لیے کہ اللہ عزوجل نے جو بیماری دنیا میں پیدا کی اس کی شفاء و دواء بھی پیدا کی صرف ایک بیماری کی کوئی دوا نہیں پیدا فرمائی' لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی بیماری ہے آپ نے فرمایا بڑھاپا جو لاعلاج ہے۔[3]

---

1. مسلم نے اس حدیث کو اپنی کتاب کے باب السلام میں بذیل حدیث (۲۲۰۴) ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے باب قائم کیا ہے۔ ''کہ ہر بیماری کے لیے دوا ہے۔ اور دوا کرنا مستحب ہے۔

2. بخاری نے اسے ۱۰/۱۱۳ فی الطب کے تحت اس کو ذکر کیا ہی' جس میں انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا کی کہ اس کی شفاء بھی ساتھ ہی ساتھ نازل نہ کی ہو' مؤلف کو مسلم کی طرف اس کا انتساب کرنے میں' وہم ہو گیا ہے' مسلم نے اسے اپنے یہاں ذکر نہیں کیا ہے' بلکہ سنن ابن ماجہ میں بذیل حدیث نمبر ۳۴۳۹ موجود ہے۔

3. احمد نے ۴/۲۷۸ اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث نمبر ۳۴۳۶ اور ابوداؤد نے بذیل حدیث نمبر ۳۸۵۵ اول طب میں ذکر کیا ہے' اور ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۳۹ فی الطب میں اس باب کے ساتھ علاج بالدواء اور اس پر لوگوں کو ابھارنا کہ علاج کریں گے' ذیل میں لائے ہیں۔ اس کی اسناد صحیح ہے' ابن حبان نے حدیث نمبر ۱۳۹۵ اور ۱۹۲۴ کے ذیل میں اور بوصیری نے اپنی زوائد میں ذکر کیا' ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے' اور اس باب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ابوخزامہ عن ابیہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات موجود ہیں۔

دوسری جگہ اس کے لیے یہ الفاظ ہیں کہ اللہ نے کوئی بیماری ایسی نازل نہیں کی جس کے لیے شفا اور دوا نازل نہ کی ہو اس کا علم جس نے جاننا چاہا اسے عطا کر دیا گیا اور جو اس سے غافل رہا وہ اسے سے بے بہرہ ہی رہا۔ [1]

مسند احمد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث بیان کی ہے۔

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً عَلِمَهٗ مَنْ عَلِمَهٗ وَجَهِلَهٗ مَنْ جَهِلَهٗ.)) [2]

کہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری دنیا میں ایسی نہیں بھیجی جس کے لیے شفا نہ نازل کی ہو جنہوں نے جاننا چاہا انہیں بتایا اور جنہوں نے پرواہ نہ کی انہیں ناواقف رکھا۔

اور مسند وسنن دونوں میں ابوخزامہ سے مروی ہے:

((قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيْهَا وَ دَوَاءً نَتَدَاوٰى بِهٖ.))

”کہ میں نے پیغمبر اللہ سے عرض کیا آپ کے سامنے ہے کہ ہم جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور دواؤں کا استعمال کرتے ہیں“۔

((وَتُقَاةً نَتَّقِيْهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ.)) [3]

”اور بیسیوں پرہیز کرتے ہیں جن سے نفع ہوتا ہے تو کیا تقدیر الٰہی کی اس سے مخالفت تو نہیں ہوتی آپ نے فرمایا یہ بھی تو تقدیر الٰہی ہے کہ یہ ساری چیزیں اپنا اثر دکھاتی ہیں“۔

ان احادیث سے کھلے طور پر اسباب ومسببات کا ثبوت ملتا ہے اور جن لوگوں نے اسباب کا انکار کیا ہے ان کا کھلے طور پر ابطال موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ پیغمبر کے اس قول ”لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ“ کو عام رکھا جائے تا کہ قاتل بیماریوں اور مہلک امراض پر بھی اس کا احاطہ ہو جائے۔

---

[1] احمد نے ۴/۲۷۸ میں ذکر کیا ہے۔

[2] احمد نے بذیل حدیث ۳۵۷۸، ۳۹۲۲، ۴۲۳۶، ۴۲۶۷، ۴۳۳۴ اور ابن ماجہ نے ۳۴۳۸ میں ذکر کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ بوصیری نے اپنی زوائد میں اور حاکم نے ۴/ ۱۹۶، ۴/ ۱۹۷ میں اس کا ذکر کیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

[3] احمد نے ۳/۴۲۱ میں اور ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۶۶ کے تحت اور حاکم نے ۴/ ۱۹۹ اور ابن ماجہ نے ۳۴۳۷ میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور باقی رجال سند ثقہ ہیں۔ ابوخزامہ کے حالات زندگی تہذیب میں ملاحظہ کیجیے اور اس باب میں حاکم نے ۴/ ۱۹۹ میں حکیم بن حزام سے روایت ذکر کی ہے جس کی صحت اور موافقت ذہبی نے بھی کی ہے۔

اسی طرح وہ بیماریاں بھی شامل ہو جائیں جن کا علاج طبیب کے بس میں نہ ہو' حالانکہ اللہ پاک نے ان کے علاج کے لیے دوائے شافی پیدا کی ہے' لیکن اس کے علم سے انسان ناواقف رہا' اوران کو اس راہ کی جانب کوئی رہنمائی نہ ہو سکی' اس لیے کہ کسی چیز کا علم انسان کے بس میں نہیں ہے' ہاں اللہ نے جو بتا دیا جو سکھا دیا اسی وجہ سے پیغمبر اللہ نے شفا کو بیماری اور دوائیں مناسبت و موافقت کے ساتھ معلق رکھا' اس سے وجود مرض اور افادیت دوا پر ایک ایک عمدہ روشنی پڑتی ہے' کہ جب کبھی دوا کیفیت مرض سے متجاوز ہوگی یا اس کی مقدار خوراک ضرورت سے زیادہ ہوگی تو اس صورت میں دوا سے نفع نہ ہو بلکہ کسی دوسری بیماری کے لگ جانے کا اندیشہ ہے یا اس کی مقدار خوراک ضرورت وقوت مرض سے کم ہوگی تو پھر وہ اس کی جڑ پوری طرح قطع نہ کر سکے گی' اور شفاء کامل نہ ہو کر فتور پیدا ہو جائے گا' اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دوا اور مریض میں مناسبت نہ ہو' دوا بیماری کی جڑ کو نہ اکھاڑ سکے اور نہ بیماری دوا کو قبول کر سکے تو پھر شفا کس طرح ممکن ہے' اسی طرح دوا اور مرض میں مناسبت ہو مگر وقت سازگار نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی علاج نافع نہ ہوگا علی ہذا القیاس بدن کی قوت قابلہ ختم ہو گئی ہو یا مضمحل ہو گئی ہو کہ وہ دوا کو لیتی ہی نہیں یا دوا کو ٹھہرانے کی اور روکنے کی صلاحیت بھی مفقود ہو یا کوئی ایسا مانع پیدا ہو گیا ہو کہ وہ دوا کے اثر کو باطل کر دے یا روک دے تو ایسی صورت میں مقاومت (مصاوفت) مرض نہ ہونے کی وجہ سے شفاء نہ ہو سکے گی مگر دوا جب پوری طرح مرض کی مقادم (مصادف) ہوگی تو اللہ کے فضل سے جاتی رہے گی اور مریض شفایاب ہو جائے گا حدیث رسول ﷺ کی یہ عمدہ توجیہہ ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس عموم سے خصوص مراد ہو' اور لفظ سے خارجی اثرات کو مزید کمزور کرنا مقصود ہو' اور یہ ہر زبان میں پایا جاتا ہے ایسی صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے دنیا میں کوئی ایسی بیماری جو دوا کو قبول کرتی ہو پیدا نہیں کی مگر اس کے لیے دوا بھی پیدا فرمائی' یعنی دوا قبول کرنے والی ہر بیماری کے لیے دوا موجود ہے' اس طرح سے وہ بیماری جو دوا قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اس میں شامل ہی نہیں اس کی مثال اس طوفان باد میں ملتی ہے جس کو اللہ نے قوم عاد پر مسلط فرمایا:

((تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا.)) [الاحقاف :۲۵]

''ہر چیز بربادی سے آشنا ہوئی اللہ کے حکم سے''۔

اس میں ہر چیز کے بربادی قبول کرنے کا ذکر ہے ہوا کا کام ہی چیزوں کو الٹنا پلٹنا اکھاڑنا پچھاڑنا ہے اس کے لیے بہت سی مثالیں اور سینکڑوں نظائر موجود ہیں۔

اور جو فلسفہ تخلیق اضداد پر غور کرے گا اور پیدا شدہ اشیاء کا ایک دوسرے کے ضد ہونا اس کی

مقاومت کرنا بعض چیزوں کو بعض دوسری چیزوں سے مٹانا اور بعض چیزوں پر دوسری چیزوں کو مسلط کرنے کی حکمت دیکھے گا تو اس پر کمال قدرت الٰہی حکمت خداوندی اور صناع حقیقی کی کاریگری پروردگار کی ربوبیت میں یکتائی تخلیق میں یگانہ پن اور ہر چیز پر اتھاہ قابو پانے کی قوت آئینہ ہو جائے گی اس لیے کہ اللہ کے علاوہ کائنات میں جو چیز ہے' اس کا مقابل اس کا ضد اس کی مثال اس کی طاقت توڑنے والا موجود ہے' صرف اللہ ہی ہے جو غنی بالذات ہے' کائنات کا ہر وجود اس کا محتاج ہے۔

صحیح احادیث میں معالجہ کرنے کا حکم موجود ہے یہ حکم توکل کے منافی نہیں اس کی منافات توکل کا بالکل وہی حال ہے جیسا بھوک کے وقت غذا کا استعمال' پیاس کے وقت مشروب' گرمی سے بچاؤ کے لیے' ٹھنڈی چیزوں کا استعمال اور ٹھنڈک سے روک میں گرم چیزوں کا برتنا توکل کے منافی نہیں پھر علاج اور شفاء کا حصول کس طرح منافی توکل ہوگا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حقیقت توحید کا اہتمام بلا مباشرت اسباب کے برتتے ہوئے ممکن نہیں جب ان اسباب کو اللہ نے ان کے تقاضے کے ماتحت مقدر و مشروع فرمایا' ان کے برتنے کا حکم دیا' پھر ایسی صورت میں ان اسباب کے چھوڑنے سے نہ صرف توکل کی روح مجروح ہو گی بلکہ حکمت الٰہی اور امر الٰہی کی بھی توہین ہوگی اور جو ترک اسباب کو توکل کا اعلیٰ درجہ دیتے ہیں ان کی اس غلط روی کی پوری طرح بیخ کنی ہو جاتی ہے' اگر آپ نے از راہ عاجزی و خاکساری ان اسباب کو ترک کر لیا تو پھر وہ توکل جن کی جڑیں اعتماد علی اللہ پر بھروسہ سے لگی ہوں گی' کہ اس اعتماد کی وجہ سے نفع دینی و دنیاوی متوقع ہے اسی طرح دینی و دنیاوی ضرر متوقع ہے۔

بہر حال کسی بھی اسباب کے برتنے سے پہلے اس کو اعتماد علی اللہ کی سخت ضرورت ہے' ورنہ شریعت اور حکمت الٰہی دونوں کو رائیگاں بنانا لازم آئے گا اس لیے بندہ اپنی بے بسی و بے چارگی کو توکل کا ہم نام نہ بنائے ورنہ توکل بے چارگی اور بے بسی کہلائے گا۔

منکرین علاج کا کھلا رد اس میں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شفاء تقدیر الٰہی میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے' پھر علاج کس لیے کیا جائے اور اگر شفاء مقدر نہ ہو تو علاج سے حاصل نہ ہوگی' اس لیے کہ انسان کی بیماری تقدیر الٰہی کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے' اور تقدیر الٰہی نہ روکی جا سکتی نہ گھٹائی بڑھائی جا سکتی ہے' یہ تو وہی بات ہے جو گاؤں کے رہنے والوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھی تھی' مگر فاضلین صحابہ جو اللہ کو اور اس کی حکمت اور اس کی صفات کو اچھی طرح سے جانتے تھے' اس قسم کا سوال کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اللہ کے رسول نے ان ان پڑھ دیہات کے باشندوں کو کیا دل لگتا جواب دیا کہ آگے سوال کی گنجائش باقی

نہ رہی' آپ نے فرمایا کہ یہ دوا یہ جھاڑ پھونک یہ احتیاط بھی تقدیر الٰہی ہی ہے اسی وجہ سے تو انسان نے اسے اختیار کیا اس لیے ان اسباب کا اختیار کرنا تقدیر الٰہی کی مخالفت اور اس سے گریز نہیں بلکہ ایک تقدیر کا بدلنا اور ٹالنا دوسری تقدیر کے ذریعہ ہے' لہٰذا یہ رد تقدیر بھی تقدیر ہی ہے اس لیے کوئی تقدیر الٰہی کے پھندے سے اپنے کو کیسے نکال سکتا ہے' جیسے بھوک مقدرات میں سے ہے اس کا دفاع بھی تقدیر ہے پیاس اور گرمی و سردی تقدیر ہے' ہر ایک کا دفاع اور بدل دینا ٹالنا خود تقدیر ہے' دشمن کو جنگ کے ذریعہ بدلنا بھی تقدیر الٰہی ہے' اس لیے دافع مدفوع اور خود فعل دفاع ساری چیزیں تقدیر الٰہی ہیں ان میں سے کسی کو تقدیر الٰہی سے انحراف نہیں۔

اس قسم کا اعتراض کرنے والوں سے یہ کہنا چاہیے کہ اس سے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آپ اپنی معیشت کے حاصل کرنے میں کسی ظاہری ذریعہ کو ہاتھ نہ لگائیں نہ کسی نفع کے چکر میں رہیں نہ نقصان کے خطرے کا دفاع کریں اس لیے کہ نفع اور ضرر ان میں سے جو بھی مقدر ہوگا سامنے آ کے رہے گا اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو پھر ان کے واقع ہونے کی کوئی صورت نہیں اس طرح دین و دنیا دونوں کی بربادی لازم آئے گی اگر اس پر عمل کیا جائے تو پوری دنیا کی تباہی یقینی ہے' اس قسم کی لغویات صرف ایسا شخص کہہ سکتا ہے جو حق سے سروکار نہ رکھتا ہو' اس کا کھلا دشمن ہو' تقدیر کا نام اس لیے لیتا ہے کہ حق پسند' حق گو کی بات کا توڑ کر سکے' جیسا کہ مشرکین دعوت حق کے جواب میں کہتے:

((لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا.)) [الانعام: ۱۴۹]

''اگر اللہ چاہتا تو ہم خود اور ہمارے آباء و اجداد کیسے شرک کر سکتے''۔

((لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا.)) [النحل: ۳۵]

''اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کو چھوڑ کر کسی اور کی کیسے پوجا کرتے اور ہمارے اجداد بھی ایسے نہ کر سکتے''۔

یہ مشرکین حجت الٰہی کے جواب میں انبیاء سے کہتے تاکہ اس سچی بات کا دفاع کر سکیں جو انبیاء و رسل شرک سے روکنے کے لیے پیش کرتے تھے۔

اس سائل کا یہ جواب بھی ہے کہ تیسری صورت کا تو تم نے ذکر ہی نہیں چھیڑا کہ اللہ نے اس چیز کو اسی کے سبب کے ساتھ مقدر فرمایا تو جب تم سبب کا استعمال کرو گے تبھی مسبب وجود میں آئے گا ورنہ نہیں اگر سبب مقدر ہوتا تو میں اسے کر گذرتا' اگر مقدر نہیں ہے تو اسکے کرنے کا میں ذمہ دار نہیں۔

کوئی پوچھے کہ کیا تم اپنے غلام صاحبزادے مزدور سے اس کٹ حجتی کو قبول کر سکتے ہو اگر تم نے اسے کسی بات کا حکم کیا یا اسے کسی چیز سے روکا اور اس نے تمہارے حکم اور تمہاری پابندی کی مخالفت کی اگر تم کو یہ بات پسند آتی ہو تو پھر تمہارے حکم سے روگردانی کرنے والے اور تمہارے مال کو لینے والے اور تمہاری بے آبروئی کرنے اور تمہارے حقوق کو تلف کرنے والے تو تم کو بہت محبوب ہوں گے' اگر نہیں ہیں تو حقوق الٰہی کی عدم ادائیگی اور فرمان کی نافرمانی میں تمہاری بات کس طرح قابل قبول ہوگی بنو اسرائیل کی ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا' بار الٰہی بیماری کس کی دین ہے اللہ نے فرمایا میری پھر عرض کیا دوا کس کی عطا ہے فرمایا میری آپ نے عرض کیا پھر طبیب کی کیا حیثیت ہے؟ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ طبیب ایسی شخصیت ہے کہ دوا اس کے ہاتھ اللہ نے بھیجی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ))

"ہر بیماری کے لیے علاج موجود ہے"۔

اس حدیث میں مریض کی اور طبیب کی ڈھارس بندھائی گئی ہے کہ کہیں دونوں مایوس نہ ہوں' اور پیغمبر نے دوا کی جستجو اور اس کی تفتیش پر طبیب و مریض دونوں ہی کو ابھارا ہے اس لیے کہ مریض جب باور کر لیتا ہے کہ اس بیماری کی دوا موجود ہے تو پھر اس کے دل میں امید کی روح آ جاتی ہے اور مایوسی کوسوں دور ہو جاتی ہے پھر وہ یاس و حرماں سے نکل کر آس کے دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور جونہی دل میں امید کی کرن سے اس کا نفس قوی ہو جاتا ہے اس کی حرارت عزیزی بھڑک جاتی ہے اس طرح اس کی قوت حیوانی قوت نفسانی قوت طبعی تینوں جاگ اٹھتی ہیں جب ان تینوں قوتوں میں جان آ جاتی ہے تو اس سے مریض کی قوت عاملہ پائیدار ہو جاتی ہے اس کی توانائی سے مریض کا مرض قابو میں آ جاتا ہے۔

طبیب کی طبیعت میں بھی امنگ پیدا ہو جاتی ہے' جونہی طبیب کو اس بات کا علم ہوا کہ اس مرض کی دوا موجود ہے اس کا حصول ممکن ہے اور جستجو سے دریافت ہو جائے گی' جسم کے امراض دل کے مرض ہی کی طرح ہوتے ہیں اللہ نے دل کی ہر بیماری کا علاج پیدا فرمایا اگر مریض کو اس کا علم ہو جائے اور اسے استعمال کرے اور دل کی بیماری کا اس دوا سے مقابلہ ہو جائے تو اللہ کے حکم سے مریض اچھا بھی ہو جائے گا۔

5- فصل

معدہ کے علاج میں طریقۂ نبوی ﷺ

مسند اور دوسری کتابوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَإِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَ ثُلُثٌ لِنَفْسِهِ))[1]

''کسی خالی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں ہے جتنا کہ آدمی کا خالی شکم بھرنا انسان کے لیے چند لقمہ کافی ہے' جو اس کی توانائی کو باقی رکھیں' اگر پیٹ بھرنے کا ہی خیال ہے' اور اس سے مفر نہ ہو تو ایک تہائی کھانا ایک تہائی پانی اور ایک تہائی حفاظت نفس کے لیے رکھے''۔

مرض کی دو قسمیں ہیں امراض مادی جو زیادت مادہ کی بنیاد پر ہوتے ہیں یہ مادے بدن میں زائد ہو کر افعال طبعی کو ضرر پہنچاتے ہیں' اور عموماً انسان کو اسی مادی مرض سے ہی سابقہ پڑتا ہے۔

ان مادی امراض کا سبب ہضم اول سے پہلے معدہ میں دوسری غذا کا داخل کرنا ہوتا ہے یعنی کھانے کے ہضم سے پہلے کھانا دوبارہ کھا لینا اور بدن کی ضرورت سے زیادہ مقدار میں کھانے کا استعمال' بدن کو معمولی نفع پہنچانے والی غذا کا استعمال دیر ہضم غذا متنوع غذائیں جو مختلف طریقوں سے بنائی گئی ہوں' بکثرت استعمال اس قسم کی غذا سے جب آدمی اپنا شکم بھر لیتا ہے اور اس کو عادت بنا لیتا ہے تو پھر بیماریوں کا تانتا بندھ جاتا ہے مثلاً دیر ہضم اور زود ہضم غذا کے درمیانی جب اس کی غذا ہوتی ہے' اور ضرورت کے مطابق ہی کھاتا ہے' جو کمیت اور کیفیت دونوں حیثیت سے درمیانی ہوتی ہے' تو اس کے بدن کو بڑی مقدار میں غذا کھانے سے زیادہ نفع پہنچتا ہے۔

غذا کے بھی تین مدارج ہیں درجہ ضرورت' درجہ کفایت' درجہ زیادت انہی کی نبی اکرم ﷺ نے اپنی ہدایت میں رہنمائی فرمائی ہے' کہ انسان کو وہی لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت مضبوط ہو' اس کی قوت کو زوال نہ ہو' اور جس سے ضعف بدن نہ ہونے پائے اگر اس سے زیادہ کھانا چاہتا ہے تو اپنے شکم کا ایک تہائی کھانا کھائے' اور دوسرے تہائی پانی کے لیے چھوڑ دے' اور تیسری تہائی خود اپنے لیے باقی رکھے' یہی

---

[1] احمد نے ۴/۱۳۲ میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے بذیل حدیث نمبر ۱۳۸۱ اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث ۳۳۴۹ ذکر کیا ہے اس کی سند صحیح ہے۔

وہ انداز خورد ونوش ہے جس سے بدن اور قلب دونوں ہی کی تقویت ہوتی ہے' اس لیے کہ اگر کھانے سے شکم میں تنگی ہو جائے تو پھر پانی کے لیے جگہ کم ہو جائے گی' اس پر اسی مقدار سے اس نے پانی پی لیا تو پھر اس کے نفس کو تنگی ہو گی' اور اس سے بے چینی اور تھکان کا احساس ابھرے گا اور شکم پر ایک ایسا بوجھ ہوگا' جس کی گرانی سے طبعیت تھک جائے گی' اس سے دل میں خرابی پیدا ہوگی اور جوارح میں ماندگی کے سبب پھرتی جاتی رہے گی جو کام کرے گا اس میں سستی پیدا ہو جائے گی' اور ان میں غیر ضروری خواہشات کا ابھار ہوگا' جو ہمیشہ پرخوری (شکم سیری) کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے' اس طرح امتلاء شکم سے بدن اور قلب دونوں ہی کو ضرر ہوگا یہ پرخوری اگر ہمیشہ ہو یا اکثر اتفاق پڑتا ہو تو مضر ہے' مگر کبھی اتفاقی طور سے یہ صورت پیش آ جائے تو کچھ حرج نہیں' اس لیے کہ روایات میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دودھ پیا اور وافر مقدار میں پی گئے' حتیٰ کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو سچائیوں کا پیامبر بنا کر بھیجا اب مزید دودھ پینے کی گنجائش ہی نہیں رہی آپ کی موجودگی میں صحابہ نے بارہا اتنا کھایا کہ آسودہ ہو گئے' آگے کھانے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔[1]

شکم سیر ہو کر کھانا بدن اور بدن کی تمام قوتوں کو کمزور کر دیتا ہے یہ ممکن ہے کہ سیر خوری سے بدن میں تازگی اور شادابی پیدا ہو جائے مگر بدن کی قوت کا دارومدار بدن کی غذا کو قبول کرنے پر ہوتا ہے جس سے وہ غذا جزو بدن ہو جائے اس کی کثرت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

انسان میں چونکہ قدرتی طور پر تین اجزاء پائے جاتے ہیں جز ارضی' جزء ہوائی' جزء مائی ان تینوں اجزاء کی رعایت فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے کھانا اپنی اور نفس کے لیے انسانی خوراک کو تین اجزاء میں تقسیم فرمایا تاکہ تینوں کا حصہ جسم انسانی میں پورا ہو جائے۔

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ جزء ناری کی رعایت کیوں نہیں فرمائی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ صرف اطباء کی اپنی دریافت ہے' مزید برآں انسانی جسم میں ہمہ وقت جزء ناری موجود رہتا ہے اس یے وہ عناصر اربعہ میں سے ایک ہے۔[2]

---

[1] بخاری نے ۱۱/ ۲۴۶ کتاب الرقاق میں اس حدیث کو بیان کیا ہے' جہاں انہوں نے باب قائم کیا ہے ''کہ پیغمبر اور ان کے اصحاب کی معیشت کا کیا انداز تھا' اور وہ دنیا سے کس قدر بے نیاز تھے''

[2] مراد اصول ہیں یہ لفظ اسطقس کا جمع ہے جو یونانی لفظ ہے بمعنی اساس بنیاد جز انہوں نے عناصر اربعہ ہوا پانی مٹی اور آگ کو شمار کیا ہے اور انہیں اصول و اساس تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے کہ انہیں اصول سے حیوانات نباتات اور جمادات کے نام سے پائے جانے والے مرکبات کا وجود ہے (اطباء یونان کے نزدیک)

دانشوروں کا ایک طبقہ اطباء کی اس بات کا مخالف ہے اس کا کہنا یہ ہے کہ بدن انسانی میں بالفعل جزء ناری ہے ہی نہیں ان کی دلیل حسب ذیل ہے:

(۱) اس جزء ناری کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ وہ یا تو اثیر سے (یعنی نویں آسمان) سے نیچے آ کر اجزاء مائی وارضی سے مختلط ہو گیا ہے یا یہ کہا جائے گا کہ یہ جزء ناری ایتھر ہی میں پیدا ہوا اور وہیں بنا پہلی صورت دو وجہوں سے بعید ہے ماحصل یہ کہ آگ کی طبیعت میں صعود (اوپر اٹھنا) ہے اگر وہ نیچے آتی تو کسی نباتی حصہ کے ساتھ اس عالم کی طرف رخ کرتی ہے دوسرے یہ کہ یہ اجزاء ناری اگر اثیر سے نیچے آتے تو اسے نیچے آتے ہوئے کرہ زمہریر سے گذرنا پڑتا جو انتہائی سرد ہے' اور ہمارا تجربہ ومشاہدہ ہے کہ تھوڑے سے پانی سے آگ کے بڑے شعلے بھی بجھ جاتے ہیں پھر یہ اجزاء صغیرہ جب اس کرہ زمہریر سے جو انتہائی سرد ہے گزریں گے تو پھر یہ کیسے نہ بجھ جائیں گے۔

(۲) دوسرے یہ کہ کہا جائے کہ اجزاء ناریہ یہیں پیدا ہوئے جو محال درمحال ہے اس لیے کہ وہ جسم جو اب جزء ناری بن گیا حالانکہ یہ اجزاء پہلے ناری نہ تھے تو پھر آپ اسے مٹی یا پانی یا ہوا ہونا تسلیم کریں گے اس لیے کہ انہیں چار میں یہ عناصر منحصر ہیں اور اب جو چیز پہلی بار آگ بنی ہے وہ ان اجسام میں سے کسی ایک کے ساتھ مختلط تھی اور وہ اسی سے متصل تھی' اور وہ جسم جو کبھی آگ نہ تھا' جب ایسے جسم عظیم سے مل جاتے' جو ابتداء میں آگ نہ تھا' اور نہ ان عناصر میں سے کسی سے بھی اس کا تعلق تھا' ایسے جسم کا آگ بن جانا' جو کہ فی نفسہ آگ نہ رہا ہو' جب کہ اس سے مختلط ہونے والے اجسام بارد ہوں' ایسی صورت میں اس میں آگ بن جانے کی صلاحیت کیسے آئے گی۔

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں اجزاء ناریہ جو ان اجسام کو بدل دیں کیوں نہ ہوں گے اور کس بنیاد پر ان کے اختلاط سے آگ میں تبدیل نہ ہوں گے۔

ہم نے اس کا جواب پہلے دے دیا کہ ان اجزاء ناریہ کا حصول بدن میں کس طرح اور کن بنیادوں پر ہوگا اگر آپ یہ کہیں کہ ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ پانی اگر چونے[1] پر ڈالا جاتا ہے تو بجھے ہوئے چونے سے اجزاء ناری نکل جاتے ہیں' اور اگر بلور پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو اس سے آگ کی لپٹ نکلتی ہے' اسی طرح پتھر کو لوہے سے رگڑا جائے تو آگ نکل پڑتی ہے یہ ساری ناریت اختلاط کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے اس لیے پہلی صورت میں آپ نے جس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ باطل ہو گئی۔

---

[1] یہ چونے کا پتھر ہے یعنی آہک آب نارسیدہ بلا بجھا چونا پھر منظر کلس کا استعمال ذرا عام ہو گیا اور چونے جیسی بہت سی چیزوں پر بولا جانے لگا' ہڑتال وغیرہ کی قسم کی چیزیں۔

منکرین کہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ شدید قسم کی رگڑ سے[1] آگ پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم پتھر اور لوہے کے ٹکراؤ کے موقع پر مشاہدہ کرتے ہیں' یا سورج کی گرم تاثیر سے بلور میں آگ پیدا ہو جاتی ہے' لیکن یہ چیز اجسام نباتی میں کہیں دیکھنے میں نہیں آئی کہ ان میں رگڑ سے آگ پیدا ہو جائے' اور نہ ان میں وہ چمک اور صفائی ہی ہے جو بلور کی حد تک ہو' حالانکہ ان نباتی حصوں پر کھلے طور پر سورج کی کرن پڑتی ہے' مگر کہیں آگ کا پتہ نہیں چلتا' پھر جو کرن اس کے اندرونی جانب ہو گی' اس سے کیسے آگ پیدا ہو جائے گی۔

دوسری بات جس کا اصل مسئلہ سے تعلق ہے کہ تمام اطباء پرانی شراب کو نہایت درجہ گرم تسلیم کرتے ہیں اگر یہ گرمی شراب اجزاء ناریہ کی وجہ سے ہوتی ہو تو یہ بات محال ہے اس لیے کہ اجزاء ناریہ معمولی ہونے کے باوجود ایک عرصہ دراز تک کثیر مائیت میں رہتے ہوئے کیسے اپنی ناریت کو محفوظ رکھ سکے اور اس کے معمولی اجزاء مائیت شراب میں ہوتے ہوئے بجھے نہیں جبکہ تھوڑا پانی آگ کے بڑے شعلوں کو بجھا دیتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ اگر حیوان و نبات میں اجزاء ناری بالفعل موجود ہوں تو وہ اس کے مائی حصے سے مغلوب و مقہور ہوں گے اسی طرح جزء ناری مقہور ہو گا' اور بعض طبیعتوں اور عناصر کی بعض دوسرے پر غلبہ سے مغلوب کا غالب کی طبیعت میں تبدیل ہو جانا لازم آتا ہے' ایسی صورت میں ان معمولی اجزاء ناریہ کا لازمی طور سے مائیت میں تبدیل ہونا لازم آئے گا جو ناریت کے بالکل متضاد ہے۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے قرآن میں تخلیق انسان کا متعدد مواقع پر ذکر فرمایا' بعض مقام پر بتلایا کہ انسان کی تخلیق پانی سے ہوئی ہے بعض جگہ فرمایا کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی' بعض جگہ ذکر فرمایا کہ دونوں کے مرکب سے یعنی گارا نما مٹی سے جس میں پانی اور مٹی دونوں ہی شامل ہیں انسان کی تخلیق کی گئی ہے بعض جگہ یہ ہے کہ کھنکتی مٹی سے یعنی ایسی مٹی جس میں مائیت کا امتزاج تھا مگر کڑی دھوپ اور ہوا کی تیزی سے یہ مٹی ٹھیکرے کی شکل میں ہو گئی تھی جسے زمین سے یا کسی ٹھوس چیز سے ٹکرانے پر آواز نکلتی تھی انسان کی پیدائش ہے' اور پورے دینی لٹریچر میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے کہ انسان کو آگ سے پیدا کیا ہے بلکہ یہ ابلیس کی خصوصیت بتلائی گئی ہے چنانچہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔

((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَ خُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ

---

[1] مصاکۃ مفاعلۃ ہے صک سے بمعنی رگڑ دھکڑ' چوٹ لگنا لگانا۔

مَاءٍ وَ خُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ)) [مسلم باب الزهد][1]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ (فرشتوں) کی پیدائش نور سے ہوئی ہے اور جنات کی پیدائش بھجے شعلے سے ہوئی ہے اور انسان کی پیدائش جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے''۔

اس حدیث سے کھلے طور پر یہ بات سامنے آ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے سلسلہ میں جو بات قرآن میں بیان کی ہے وہی انسان کی تخلیق کا طریقہ ہے قرآن نے کہیں بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ انسان کو آگ سے پیدا کیا نہ یہ ذکر ہے کہ اس کے مادے میں کہیں سے بھی آگ کا کوئی حصہ شامل ہے۔

پانچویں بات جو قائلین نار کہہ سکتے ہیں وہ یہ کہ وہ دیکھتے ہیں حیوانوں کے بدن میں حرارت موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اجزاء ناریہ اس میں موجود ہے یہ خیال ایک بودا خیال ہے اس لیے کہ حرارت کے اسباب تو عام ہیں کچھ آگ ہی پر اس کا انحصار نہیں کبھی آگ سے حرارت پیدا ہوتی ہے کبھی حرکات سے حرارت کا وجود کبھی انعکاسات شعاعی حرارت زا ہوتے ہیں' کبھی گرم ہوا سے حرارت وجود میں آتی ہے' کبھی صرف آگ کی قربت سے حرارت جاگ اٹھتی ہے' یہ مجاورت بھی ہوا کی حرارت کی بنیاد پر ہوتی ہے' اور بھی دوسرے اسباب ہیں جن سے حرارت کی تولید و افزائش ممکن ہے' اس لیے حرارت کو آگ کی بنیاد پر مان لینا لازم نہیں آتا۔

قائلین نار کا کہنا ہے کہ یہ تو کھلے طور سے معلوم ہے کہ پانی اور مٹی ملنے کے بعد لازمی طور سے ایسی حرارت کی مقتضی ہوتی ہے' جو ان دونوں کو مختلط کر سکے اور انہیں پکا سکے اگر یہ صورت نہ ہوتو یہ دونوں ایک دوسرے میں ممزوج ہو جائیں اور ایک دوسرے سے مل جائیں' جو ممکن نہیں یہ بھی دیکھنے میں روزمرہ ہے کہ اگر بیج مٹی میں ڈالا جائے اور اس بیج تک ہوا اور دھوپ کا کوئی اثر نہ ہو تو وہ بیج خراب ہو جائے گا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر مرکب میں کوئی ایسا جسم جو بالطبع پکانے والا ہو موجود ہے' اگر یہ بات ہے تو اسی کو جزء ناری کہیں گے' اگر ایسا نہیں ہے تو مرکب کو بالطبع حار نہ کہیں گے بلکہ اگر اس مرکب میں گرمی آ جاتی ہے' تو یہ حرارت عرضی ہوگی' جب یہ عرضی حرارت ختم ہو جائے گی تو اس چیز میں نہ تو طبعی حرارت موجود ہوگی نہ کیفی حرارت ہوگی' بلکہ بارد مطلق ہوگی' لیکن بہت سی غذائیں بہت سی دوائیں حار بالطبع ہوتی ہیں' اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان میں حرارت موجود ہے' اس لیے کہ ان میں جوہری طور پر ناریت پائی جاتی ہے۔

---

[1] مسلم نے بذیل حدیث نمبر ۲۹۹۶ کتاب الزھد میں ذکر کیا ہے جہاں انہوں نے باب قائم کیا ہے حضرت عائشہؓ سے مروی متفرق حدیثوں کے بارے میں باب۔

نیز یہ کہ اگر بدن میں کوئی گرم کن جزء نہ ہو تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ نہایت درجہ ٹھنڈا ہو اس لیے کہ جب طبیعت کا مقتضی برودت ہو اور اس کے گرد و پیش کوئی ایسی چیز نہ ہو جو حرارت پیدا کرے، تو ٹھنڈک اپنے انتہائی درجہ پر ہوگی، اگر ایسا ہو تو پھر ٹھنڈک کا احساس اس بدن کو کیسے ہوگا، اس لیے کہ جو ٹھنڈک اسے اب پہنچ رہی ہے وہ بھی اگر غایت درجہ کی ٹھنڈک ہو تو اس کا احساس کیسے ممکن ہے، اس لیے کہ کوئی چیز اپنے ہم مثل سے متاثر و منفعل نہیں ہوتی اور جب انفعال نہ ہوگا تو احساس بھی ممکن نہیں اور جب احساس نہ ہو تو پھر اس سے تکلیف پہنچنے کا سوال ہی نہیں اور اگر اس ٹھنڈک سے یہ ٹھنڈک کم ہو تو اور منفعل نہ ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر کوئی مسخن جزء بدن میں نہ ہو تو پھر ٹھنڈک سے انفعال کیسا اور اس سے تکلیف و اذیت کیسے ممکن ہے، لوگوں نے اسکو یوں کہا ہے کہ آپ کی ان دلیلوں سے اس بات کا ابطال ہوتا ہے، جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ اجزاء ناریہ ان مرکبات میں بحالہ باقی رہتے ہیں، اور آگ کی اپنی طبعیت میں کوئی تغیر نہیں آتا ہم اس کے قائل ہی نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس کی صورت نوعیہ امتزاج و ترکیب کے وقت فاسد ہو جاتی ہے۔

دوسروں نے ایک اور بات کہی کہ کیوں نہ یہ کہا جائے کہ زمین، پانی، ہوا، جب مل جاتے ہیں تو اس میں طبخ اور نضج پیدا کرنے والی قوت حرارت آفتاب اور حرکات سیارگان ہے، پھر یہ اپنے نضج کی تکمیل کے وقت ہیئت ترکیبی کو قبول کرنے کے لیے مستعد ہوتی ہے اس حرارت کے واسطے سے جو ان نجوم و کواکب سے آتی ہے اس سلسلے میں نباتات و حیوانات و معاون یکساں طور پر متمتع ہوتے ہیں اس بات کا کوئی مانع نہیں سمجھ میں آتا کہ یہ حرارت سخونت جو مرکبات میں موجود ہے ان خواص و قوی کی بنیاد پر ہے، جسے اللہ پاک اس امتزاج کے وقت ان میں پیدا فرماتا ہے ان اجزاء ناریہ بالفعل سے اس کا کوئی تعلق نہیں، آپ کے اس امکان کے باطل کرنے کا دور سے دور تک سراغ لگانا ممکن نہیں، اطباء فاضلین کے ایک بڑے گروہ نے اس کا اعتراف بھی کر لیا ہے رہ گئی بدن کی ٹھنڈک کا احساس کرنے کی بات تو اس کے بارے میں یہ بات ہے کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بدن میں حرارت اور گرمی موجود ہے تو اس کا تو انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا، لیکن اس گرم کن چیز کا آگ سے ہی متعلق ہونے کی بات پر تو کوئی دلیل نہیں ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ ہر نار مسخن ہے تو یہ قضیہ انعکاس کے بعد بھی کلیہ رہ جائے، یہ کیسے ہوگا بلکہ انعکاس کلیہ یوں ہوگا کہ بعض مسخن نار ہے۔

یہ بات کہ مرکب میں نار کی صورت نوعیہ فاسد ہو جاتی ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے اسلئے کہ اکثر اطباء تو اس کی صورت نوعیہ کی بقاء کے قائل ہیں، دوسرے اس کے فاسد ہونے کی بات بھی انتہائی غلط ہے،

اس لئے کہ اس کے غلط اور باطل ہونے کا اعتراف شیخ [1] نے اپنی کتاب شفاء میں کرلیا ہے اور یہ بات مدلل کردی ہے کہ عناصر مرکبات میں اپنی طبیعت پر باقی رہتے ہیں۔

6-فصل

علاج نبوی ﷺ کے انداز وطریق

آپ ﷺ کا طریقہ علاج امراض میں تین انداز پر مشتمل ہوتا ہے۔

پہلا طریقہ: علاج بالادویہ طبعی دواؤں کے ذریعہ مرض کا دور کرنا۔

دوسرا طریقہ: علاج بالادعیہ دعاء جھاڑ پھونک کے ذریعہ مرض دور کرنا۔

تیسرا طریقہ: علاج بالامرین دونوں چیزوں سے مرکب طریقہ سے مرض دور کرنا۔

رسول اللہ ﷺ کے علاج کے ان تینوں طریقوں کا ہم ذیل میں ذکر کریں گے۔ سب سے پہلے ان طبعی دواؤں کا ذکر کریں گے جو آپ نے دوسروں کے لیے تجویز فرمائیں اور اس کا استعمال خود کیا یا دوسروں سے کرایا' پھر ادویہ الٰہیہ کو جو دعا جھاڑ پھونک پر مشتمل ہے' اس کا ذکر کریں گے' پھر ان دواؤں کا ذکر کریں گے جو دوا اور دعاء دونوں ہی سے مرکب ہیں۔

اس کا ہم مختصر بیان اشارۃً کریں گے' اس لیے کہ ہمارے پیغمبر جناب محمد ﷺ دنیا میں ہادی بنا کر اور لوگوں کو بھلائی کی طرف پکارنے والا بنا کر جنت کی راہ بتانے والا' اللہ کی پہچان کرانے والا اور امت کو اللہ کی رضا کے مقامات بتلانے والا اور اس کے احکام کی پابندی کا حکم کرنے والا' غصہ اور خفگی کے مقامات کی وضاحت کرنے والا اور ان سے روکنے والا بنا کر بھیجے گئے' انہوں نے اپنی امت کو انبیاء سابقین و مرسلین کی خبر دی اور ان کے حالات و معاملات جو ان کو ان کی امت کے ساتھ پیش آئے بیان کیا دنیا کی تخلیق سے متعلق باتیں اور زندگی شروع ہونے اور زندگی کے بعد پوری زندگی کے کارناموں کی رپورٹ

---

[1] شیخ سے مراد شیخ الرئیس ابو علی حسین بن عبداللہ بن سینا ہے جن کا عبقری فلاسفہ میں شمار ہوتا ہے اور جن اذکیاء نے تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا ان میں سے شیخ بھی ہے' اگرچہ شیخ اسلام کے سیدھے اور سچے راستے سے بہک گیا' اور بعض بہکی بہکی باتیں بھی اس نے لکھ ماری ہیں۔ جن سے صحیح طور پر سوچنے اور چلنے والے علماء متفق نہ ہو سکے انہیں میں مولف طب نبوی بھی ہے اور اسی وجہ سے متاخر کیم کا لفظ تعریفاً لایا خود مولف اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی بے جا روی کی دکھتی رگ پکڑی جسے شیخ ابن سینا نے اپنی کثیر مؤلفات میں جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔

پیش ہونے کا دن اور انسان کے بدبخت ہونے اور خوش بخت ہونے کی کیفیات اور اس کے اسباب کا واضح بیان لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

بدن انسانی کی صحت وعلاج کا مسئلہ شریعت کے ہر جہت اور ہر طریقے سے مکمل ہونے سے تعلق رکھتا ہے، خود یہ مسئلہ مقصود لغیرہ ہے، اس لیے کہ علاج جسم انسانی تو ضرورت کے وقت کیا جاتا ہے اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو انسان اپنی ساری توانائی اور ساری دانائی قلوب اور روحوں کی درستگی پر صرف کرے اس کی توانائی وتندرستی کی طرف لگ جائے اور جن بیماریوں سے دل اور روح متاثر ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے اور ایسی احتیاطی تدابیر جن سے یہ فساد جسمانی اور روحانی پیدا ہی نہ ہو مقصود اولین ہے، اور انسان کے بدن کی درستگی بلا اصلاح قلب کچھ زیادہ مفید نہیں بدن کی خرابی اور صحت کی ناپائیداری ایسی صورت میں کہ دل توانا وتندرست ہو کسی قدر کم ضرر دیتا ہے یہ نقصان آنی جانی چیز ہے، جس کی پشت پہ دوا اور مکمل منفعت ہے۔

فصل-7

پہلی قسم ادویہ طبعیہ سے علاج کرنے کے بیان میں

بخار کے علاج کے متعلق ہدایات نبوی

صحیح بخاری ومسلم دونوں کتابوں میں امام نافع رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا الْحُمّٰی اَوْشِدَّةُ الْحُمّٰی مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ))[1]

''بخار یا تیزی بخار جہنم کی لپٹ ہے، اسے سرد کر دو پانی کے ذریعہ چھینٹا، وضو غسل کسی بھی

---

[1] بخاری نے ۱۰/۱۴۶ فی الطب میں جہاں باب قائم کیا ہے ''بخار جہنم کی لپٹ ہے'' ذکر کیا ہے، اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۰۹ فی السلام بذیل باب ہر بیماری کے لیے دوا ہے میں ذکر کیا ہے۔ بعض طبیبوں کا کہنا ہے کہ بخار کی ہر صورت میں جب حرارت بہت بڑھ جائے تو پانی سے دو طرح علاج کرتے ہیں۔ پہلا طریقہ برف سے یا پانی سے خارجی طور پر سینک کرنا تاکہ درجہ حرارت نیچے آ جائے، دوسرا طریقہ علاج یہ ہے کہ منہ سے پانی بار بار پلایا جائے، کہ اس سے تمام اعضاء جسمانی کو بالخصوص گردوں کو اپنے اپنے کام پر لگایا جائے کہ وہ جسم کی توانائی کے لیے کچھ نہ کچھ کریں۔

طریقے سے''۔

اطباء کے ایک طبقہ کے درمیان اس حدیث کا مفہوم کم علمی کی وجہ سے زیر بحث رہا کہ آیا یہ بھی کوئی طریقہ علاج ہے بلکہ ناواقفیت نے انہیں انکار پر ابھارا اور انہوں نے اس طریقہ کو بخار کے علاج میں نافی علاج کہنا شروع کر دیا' جس کی وضاحت ہم ذیل میں کر رہے ہیں تاکہ اس سے اس طریقہ علاج کی خوبیاں آئینہ ہو کر سامنے آ جائیں' آپ کو اس کے سمجھنے سے پہلے رسول ﷺ کے طریق تخاطب کو سمجھنا چاہیے ان کا انداز دو طرز پر ہوتا ہے ایک پوری روئے زمین کے باشندوں کے لیے دوسرے مخصوص باشندوں اور محدود لوگوں کے لیے جیسے کہ اس حدیث میں ہے:

((وَلَا تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا)) [1]

''کہ قبلہ رخ ہو کر نہ پاخانہ کرو نہ پیشاب نہ ان دونوں فعل کے وقت قبلہ کو پشت کی طرف کرو' بلکہ اپنا رخ ان دونوں حالتوں میں مشرق یا مغرب کی طرف کر لو''

ظاہر ہے کہ اس خطاب میں نہ اہل مغرب نہ اہل عراق بلکہ اس سے مراد اہل مدینہ ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس رخ پر پڑتے ہوں جیسے شام وغیرہ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ)) [2]

''جو شرق وغرب کے مابین ہے' قبلہ ہے جبکہ بیت اللہ کا رخ کرنا مقصود ہو''۔

اس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ اس حدیث میں آپ کے مخاطب صرف اہل حجاز ہیں' یا اس کے ملحقات جو اس رخ پر ہیں اس لیے کہ اہل حجاز کو عموماً حمی یوم عرضی سے ہے سابقہ پڑتا ہے جس میں سورج

---

[1] بخاری نے ۱/ ۴۱۸ قبلہ میں اس باب کے تحت کہ ''مدینہ والوں شام والوں اور اہل مشرق کا قبلہ'' ذکر کیا ہے' اور مسلم نے بذیل ۲۶۴ کتاب الطہارۃ میں حدیث ابو ایوب کا علاج کرنے کے باب میں ذکر کیا ہے (باب الاستطابہ) بغوی نے شرح السنۃ ۳۵۹ میں لکھا ہے کہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث کے لفظ شرقوا اور غربوا میں تخاطب اہل مدینہ یا ان لوگوں سے ہے جن کا قبلہ اس سمت میں ہو' عموماً آپ کا تخاطب عمومی یوں ہی ہے۔ یہاں خطاب ان سے ہے جو اسی رخ پر قبلہ رکھتے ہوں لیکن جن لوگوں کا قبلہ پورب یا پچھم ہو وہ شمال اور جنوب رخ کر کے قضائے حاجت کر سکتے ہیں۔

[2] اپنی سبھی طرق سے یہ حدیث صحیح ہے اسے ترمذی نے نمبر ۳۴۴ اور ابن ماجہ نے ۱۰۱۱ اور حاکم نے ۱/ ۲۰۵' ۲۰۶ اور بیہقی نے ۲/ ۹ کے ذیل میں حدیث ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے' اور مالک نے موطا میں ۱/ ۲۰۱ میں عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے' جس میں آپ نے فرمایا کہ مشرق و مغرب کے مابین قبلہ ہے اگر اس کا رخ بیت اللہ کی جانب ہو۔

کی شدت حرارت کی ضرر رسانی اس بیماری کو پیدا کر دیتی ہے اور بخار کی اس قسم میں ٹھنڈا پانی یا ٹھنڈے پانی سے غسل دونوں ہی مفید ہوتے ہیں' اس لیے کہ حمی کی تعریف ہی ہے کہ وہ حرارت غریبہ جو قلب میں بھڑک اٹھے اور پھر اس کا اثر روح اور خون شرائین وعروق کے ذریعہ سرایت کر کے پورے بدن میں پھیل جائے اور اس کی وجہ سے ایسا اشتعال ہو کہ اس کے طبعی افعال کو بھی دھچکا لگ جائے' اس بخار کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم عرضی ہے جو ورم یا کثرت حرکت یا دھوپ کی شدت یا غیر معمولی غصہ وغیرہ کی وجہ سے وجود میں آتی ہے۔

دوسری قسم مرضی ہے' اس کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ابتداء مادہ میں ہوتی ہے' اس مادہ سے پورے بدن میں گرمی سرایت کر جاتی ہے' اگر اسی مادہ کا تعلق روح سے ہو تو اسے ''حمی یوم'' کہتے ہیں اس لیے کہ عموماً یہ چوبیس گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتا ہے' یا زیادہ سے زیادہ تین دن میں ختم ہو جاتا ہے اگر اس مادہ کا تعلق اخلاط سے ہے' تو اسے حمی عفنی کہتے ہیں۔ اس حمی خلطی کی چار قسمیں ہیں۔ صفراوی' سوداوی' بلغمی' دموی' اور اگر اس مادہ کا تعلق اعضاء اصلیہ صلبہ سے ہے تو اسے حمی دق کہتے ہیں پھر ان سب اقسام کی بیسیوں قسمیں ہوتی ہیں۔

بخار سے بدن کو بڑا نفع بھی پہنچتا ہے جو کسی دوا سے نہیں ہوتا' عموماً اس قسم کا نفع بخش بخار ایک دن کا بخار ہوتا ہے' حمی عفنی ان مواد کے نضج کے لیے نافع ہوتا ہے' جو غلیظ ہوتے ہیں اور ان کا نضج بلا ان بخاروں کے ممکن نہ ہو' ان بخاروں سے ایسے سدے کھل جاتے ہیں جو منافذ انسانی میں دواؤں کے ذریعہ بھی نہیں کھلتے' غرض جہاں بخار قابل تشویش ہے وہاں نافع بھی ہے۔

آشوب چشم نیا ہو یا پرانا ان بخاروں سے ایسا غائب ہوتا ہے کہ عقل قاصر رہتی ہے کہ یہ کیسے ہوا اسی طرح بخار فالج لقوہ[1] اور تشنج امتلائی سے بھی نجات کا سبب ہوتا ہے اسی طرح وہ تمام امراض جو فضولات غلیظہ کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں بڑی تیزی سے ختم ہو جاتے ہیں۔

مجھ سے تو بعض فاضلین اطباء نے بیان کیا کہ بہت سے امراض کے دفاع میں بخار اتنا نافع ہے کہ میں بخار کے مریضوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ لو تمہاری عافیت کا سامان مبارک ہو' بہت سی بیماریوں میں بخار سے اتنا نفع ہوتا ہے کہ عمدہ سے عمدہ اور قیمتی سے قیمتی دوا بھی اتنی نافع نہیں ہو سکتی ہے' اس لیے کہ بخار بدن کے اخلاط فاسدہ مواد کاسدہ کو پکا کر دیتے ہیں اس لیے دوا کے استعمال کے بعد وہ مادے جو نکلنے

---

[1] لقوہ ایک بیماری ہے جو چہرہ میں ٹیڑھ لاتی ہے اس بیماری میں باچھیں کج ہو جاتی ہیں۔

کے لیے نضج کے بعد تیار ہوتے ہیں بڑی آسانی سے نکل آتے ہیں اس مادہ کے نکل آنے کے بعد مریض کلی طور پر شفایاب ہو جاتا ہے۔ [1]

ان تفصیلات کے بعد بہت ممکن ہے کہ اس حدیث کا مصداق حمیات عرضیہ ہوں اس لیے کہ حمی عرضی ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگانے اور ٹھنڈے برفیلے پانی کے استعمال کے بعد ختم ہو جاتا ہے مریض کو کسی دوسرے اضافی علاج کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس قسم کا بخار کیفی حرارت مجردہ کی وجہ سے ہوتا ہے جو روح سے تعلق رکھتی ہے' اس لیے اس کے زائل کرنے میں مجرد کیفیت باردہ اگر مریض کو پہنچا دی جائے تو سکون ہو جاتا ہے چونکہ اس میں نضج مادہ استفراغ مادہ کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے اس ترکیب سے اس کی شعلہ فشانی ختم ہو جاتی ہے' اور یہی چیز اس بخار کے زوال کا سبب بنتی ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں جس حمی کا ذکر ہے وہ عام ہو اور تمام اقسام بخار اس فہرست میں شامل ہوں' اس لیے کہ جالینوس [2] جیسے فاضل طبیب نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ حمیات میں ٹھنڈا پانی مفید ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب حلیہ البرء کے دسویں مقالہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مریض ہٹا کٹا' جوان العمر شدت حرارت کے وقت بھی شاداب جسم کے ہو یا بخار اپنے انتہاء پر ہو اس کے احشاء میں کوئی ورم نہ ہو' اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرے یا اس میں تیر جائے تو اس کو اس عمل سے نفع پہنچے گا پھر آگے چل کر اس نے کہا کہ ہم اس ترکیب کا بے دھڑک استعمال کرنا جائز و مناسب سمجھتے ہیں۔

رازی [3] نے اپنی کتاب حاوی کبیر میں لکھا ہے کہ مریض کی قوت قوی اور بخار شدید ہو اور نضج مادہ کی

---

[1] ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ بعض امراض مزمنہ مثلاً حمی اور جاع مفصلی جسمیں جوڑوں پر سختی آ جاتی ہی' مریض چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے' یا جنسی بیماری جو اعصاب کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہو جسمانی حرارت کے درجات میں اضافہ سے درست ہو جاتی ہے' یعنی بخار اس کا علاج بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے امراض کے علاج میں مصنوعی بخار پیدا کرتے ہیں۔ مریض کا ایسے انجکشن کے ذریعہ جن سے بخار آ جائے علاج کیا جاتا ہے۔

[2] جالینوس ایک یونانی طبیب ہے جس نے تشریح جسم انسانی کے سلسلے میں بڑی نادر تحقیقات پیش کیں اور عربی اطباء کا سب سے اہم مرکز استناد ہے اس کا انتقال ۲۰۱ قبل مسیح میں ہوا۔

[3] ابوبکر محمد بن زکریا رازی عربی طبیبوں میں نامور ترین طبیب جورے کے گاؤں میں پیدا ہوا' اور جالینوس عرب کے نام سے ملقب تھا' مسلمان اطباء میں مایہ ناز طبیب تھا۔ اس کی تصانیف کثیر ہیں۔ انہیں میں سے حاوی فن طب میں تیس جلدوں پر مشتمل ہے' دوسری کتاب ''جدری وحصبہ'' ہے اس کا انتقال ۳۱۱ ہجری میں ہوا۔ اس کا ذکر اعلام النبلاء ۹/۲۳۲ اور عیون الانباء ۱/ ۳۰۹' ۳۲۱ میں موجود ہے۔ اسی طرح شذرات الذہب ۲/ ۲۶۳ اور وفیات الاعیان ۲/ ۱۰۳' ۱۰۴ میں بھی موجود ہے۔

علامت دیکھ رہے ہوں' جوف شکم میں ورم نہ ہو نہ ہار نیا ہو تو ٹھنڈے پانی کے پینے سے مریض کو نفع ہو گا' اگر مریض کے جسم میں تازگی ہو اور موسم گرم ہو اور مریض ٹھنڈے پانی کا بیرونی طور پر استعمال کرنے کا عادی ہو' تو اسے ٹھنڈے پانی کے استعمال کرنے کی اجازت ہو گی۔

بعض اطباء نے لکھا ہے کہ اگر بخار کی شدت بڑھ گئی ہو تو ہر بخار میں پانی کا استعمال دو طریقے سے کرنا چاہیے' پہلی صورت ٹھنڈک سے تکمید کی ہے کہ بدن پر ٹھنڈا کپڑا آئس بیگ سے سینک کرائی جائے تاکہ بخار کی شدت کم ہو جائے' اور مریض کو سکون نصیب ہو' دوسری ترکیب یہ ہے کہ بخار کی شدت کے وقت مریض کو بار بار ٹھنڈے پانی کا غرغرہ کلی کرائی جائے اس سے جسم کے تمام اعضاء میں توانائی آ جاتی ہے بالخصوص گردوں کا فعل جن سے جسم کی حیاتیاتی قوت بڑھتی ہے بڑی حد تک ان میں ابھار آ جاتا ہے اور صحیح انداز سے کام کرنے لگتے ہیں۔

((اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)) "یعنی اس کی لپٹ اس کا پھیلاؤ مراد ہے" - اس لیے کہ ایک دوسرے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ((شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)) فرمایا اس کی دو طرح توجیہہ کی جائے گی' پہلی یہ کہ حمی نمونہ اور لپٹ شریک بہن ہے جو جہنم سے جنمی تاکہ بندے پر اس سے استدلال کیا جا سکے اور اس سے وہ عبرت حاصل کر سکیں پھر اللہ نے ان کا ظہور ان اسباب کے ذریعہ فرمایا جن کی ضرورت تھی جس طرح راحت و خوشی مسرت اور لذت نعیم جنت سے ہے اللہ نے اسے عبرت اور نشان کے طور پر ظاہر کیا اور اس کا ظہور جن اسباب سے بطور عبرت و دلالت ہو سکے ظاہر فرمایا۔

دوسرے یہ کہ اس سے تشبیہ مراد ہو' اس طرح شدت بخار کو جہنم کی لپٹ سے تشبیہ دی اور حرارت کو بھی اس سے تشبیہ دی تاکہ عذاب جہنم کی شدت کا احساس کرایا جائے اور یہ کہ یہ حرارت حمی بھی جہنم کی لپٹ کی طرح ہے' جو اس سے قریب ہوا اس کو گرمی کا دھوکا لگ کے رہے گا۔

اور آپ ﷺ کا قول ((اَبْرِدُوْهَا)) دو طرح سے مروی ہے پہلی صورت ہمزہ کے بغیر اور فتح ہمزہ کے ساتھ باب رباعی سے اَبْرَدَ الشَّيْئَ جبکہ اسے ٹھنڈا کر دیا جائے جیسے اسخنہ جب کسی چیز کو گرم کر دیا جائے۔

دوسری صورت ہمزہ وصل کے ساتھ من بردالشی یبردہ کی طرح یہ عربی زبان کے قواعد کے مطابق لغت و استعمال کے اعتبار سے فصیح تر ہے اور رباعی لغت کے اعتبار سے غیر فصیح ہے چنانچہ شاعر نے لکھا ہے بع

اِذَا وَجَدْتُ لَهِيْبَ الْحُبِّ فِيْ كَبِدِيْ — اَقْبَلْتُ نَحْوَ سِقَاءِ الْقَوْمِ ابْتَرِدُ

هَبْنِیْ بَرَدْتُ بِبَرْدِ الْمَاءِ ظَاهِرَهُ   فَمَنْ لِنَارٍ عَلَى الْأَحْشَاءِ تَتَّقِدُ [1]

جو آگ لگی تھی سینے میں اس کو تو بجھایا اشکوں نے

جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

ترجمہ: ''جب جگر میں محبت کے شعلے اٹھتے ہیں تو میں قوم کے آب رسانوں کی طرف ٹھنڈک کے لیے رخ کرتا ہوں''۔

فرض کر لیجیے کہ میں پانی کی ٹھنڈک سے ظاہری ٹھنڈک حاصل کر لیتا ہوں' مگر میرے سینے میں جو آگ بھڑک رہی ہے اسے کون ٹھنڈا کرے گا۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ بالماء اس میں بھی دو توجیہ ہیں' ایک یہ کہ کوئی بھی پانی ہو یہی صحیح ہے' دوسرے یہ کہ آب زمزم جن لوگوں نے آب زمزم مراد لیا ہے' انہوں نے اپنی بات کی دلیل بخاری کی اس روایت کو بنایا جس میں ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے روایت کیا کہ مکہ میں ابن عباس کے پاس میری نشست و برخاست تھی اسی زمانے میں مجھے بخار آنے لگا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میاں اسے آب زمزم سے ٹھنڈا کر لو اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بخار جہنم کی لپٹ ہے اسے پانی سے بجھا دو یا آپ نے آب زمزم [2] سے بجھانے کو فرمایا راوی کو اس میں شک ہوا اور بلاشبہ یقین سے بیان کرتا تو یہ پھر مقامی علاج ہوتا اس سے مراد مکہ کے باشندے ہوتے' اس لیے کہ آب زمزم اہل مکہ کو آسانی مل سکتا ہے اور دوسری جگہ کے لوگوں کے لیے تو پانی متعین ہے اس لیے کہ ان کو زمزم میسر نہیں۔

پھر محدثین نے ((اَبْرِدُوْ بِالْمَاءِ)) کو عام مان کر یہ بیان کیا کہ اس سے مراد پانی کا صدقہ کرنا یا استعمال کرنا ہے دونوں ہی ہو سکتا ہے' لیکن درست استعمال ہی ہے اور جس نے ٹھنڈے پانی استعمال کرنے کے بجائے پانی کا صدقہ کرنا مراد لیا ہے ان کو پانی کا استعمال بخار کی حالت میں حلق سے نہ اترا ہوگا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ان کے ذہن میں نہیں آئی حالانکہ آپ کی بات کے لیے وجہ حسن ہے کہ جزا عمل کی جنس کے مطابق ہوگی جیسے کسی پیاسے کی پیاس کی شدت ٹھنڈے پانی سے بجھا دی جاتی ہے اسی طرح بخار کی گرمی اللہ تعالیٰ بطور جزا کے بجھا دیں گے اگر پانی کو صدقے میں دے دے مگر یہ بات حدیث کے سمجھنے سے متعلق ہے اور دور کی کوڑی ہے حقیقتاً مراد استعمال ہی ہے۔

---

[1] دونوں شعر عروہ بن اذینہ کے ہیں الشعر والشعراء میں ۵۸۰ صفحہ پر اور زہر الآداب ۱/ ۱۶۷ اور وفیات الاعیان میں ۲/ ۳۹۴ میں ذکر موجود ہے۔

[2] بخاری نے اسے ۶/ ۲۳۸ بدء الخلق میں باب صفة النار کے تحت ذکر کیا ہے۔ فیح آگ بھڑکنا اور جوش میں آنا۔

ایک دوسرے مقام پر بخار کے علاج کے سلسلے میں حضرت انسؓ سے روایت مرفوعہ ابونعیمؒ نے بیان کی کہ:

((إِذَا حُمَّ أَحَدُكُمْ فَلْيُرَشَّ عَلَيْهِ الْمَاءَ الْبَارِدَ ثَلَاثَ لَيَالٍ مِنَ السَّحَرِ))[1]

''جب تم میں سے کوئی بخار زدہ ہو تو مبتلائے بخار پر ٹھنڈے پانی کی چھینٹ دی جائے تین دن تک صبح کے وقت سویرے سویرے''۔

دوسری جگہ حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً ہے یہ روایت سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے:

((الْحُمَّى كِيرٌ مِنْ كِيرِ جَهَنَّمَ فَنَحُّوهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ))[2]

''بخار جہنم کی بھٹیوں میں سے ایک بھٹی ہے اسے دور کرو ٹھنڈے پانی سے''۔

دوسری جگہ مسند وغیرہ میں حدیث حسن ہے جو سمرہ بن جندب سے مرفوعاً مروی ہے۔

((الْحُمَّى قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَأَبْرِدُوهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ))

''بخار جہنم کا ایک ٹکڑا ہے اسے بجھادو یعنی ٹھنڈا کر دو اپنے سے ٹھنڈے پانی کے ذریعے''

((وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا حُمَّ دَعَا بِقِرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ فَأَفْرَغَهَا عَلَى رَأْسِهِ فَاغْتَسَلَ))[3]

''رسول اللہ ﷺ کو جب بخار ہوتا تو پانی کا مشکیزہ طلب فرماتے اور اسے سر پر انڈیل کر غسل کر لیتے یعنی سارے جسم پر پانی اچھی طرح پہنچاتے''۔

اور سنن میں ایک دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((ذُكِرَتِ الْحُمَّى عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَسُبَّهَا فَإِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ))[4]

''بخار کی بات رسول اللہ ﷺ کے پاس نکلی ایک شخص نے سن کر بخار کو برا بھلا کہا' آپ نے فرمایا بخار کو گالیاں نہ دو یہ تو گناہوں کو ایسا دور کر دیتا ہے جیسے بھٹی میں لوہے کا زنگ تپنے سے دور ہو جاتا ہے''۔

---

1. حاکم نے مستدرک ۴/۲۰۰ میں ذکر کیا ہے اس کی تصحیح اور موافقت ذہبی نے کی ہے اور بالکل ایسی ہی جیسے کہ ان دونوں نے کہا تصحیح کی ہے' حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس کی سند قوی ہے' اور ضیاء المقدسی نے مختارہ میں ذکر کیا ہے اور ہیثمی نے مجمع ۵/۹۴ میں طبرانی کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔ اور کہا کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔
2. ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۷۵ کے تحت بیان کیا ہے اور اس کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے' اور بوصیری نے اپنی زوائد میں اس کی اسناد کو صحیح اور رجال کو ثقات لکھا ہے۔
3. ہم نے اسے مسند میں نہیں پایا ہیثمی نے اس کو مجمع میں ۵/۹۴ کے ذیل میں ذکر کیا ہے' اور اس کی نسبت طبرانی اور

چونکہ بخار ردی غذاؤں کے بعد پیدا ہوتا ہے اچھی غذاؤں اور نافع دواؤں کا استعمال احتیاطی تدابیر ہیں بدن کا بخار سے تنقیہ ہوتا ہے اور اس کے فضولات ردیہ اور مواد خبیثہ ختم ہو جاتے ہیں بے کار کوڑے کرکٹ سے بدن صاف و پاک ہو جاتا ہے بخار وہ کام کرتا ہے' جو آگ لوہے کا زنگ دور کرنے میں کرتی ہے اور انسانی جوہر کو نکھارتی ہے' تو یہ بھٹی سے زیادہ مشابہ ہوا جس میں پڑنے کے بعد لوہے کا جوہر نکھر کر سامنے آ جاتا ہے' میل کچیل دور ہو جاتا ہے یہ بات تو جسمانی معالجوں کی نسبت سے ہمارے سامنے ہے' رہ گیا دل کی بیماری کا معاملہ تو اس کا علاج قلب کی بیماریوں کے معالجین کے پاس ہے دل کے کھوٹ کا دور کرنا اس کی گندگی کی تطہیر اور اس کی ناپاکیوں کو پاک کرنا یہ دل کے معالجین ہی کے بس کی بات ہے' اس کا علاج وہیں سے حاصل کیجئے جیسا کہ رسول اللہؐ نے اپنی امت کو اس کی ہدایت فرمائی' البتہ دل کی بیماری بہت بڑھ جائے اور انسان کا دل سوء اخلاق اور خباثتوں کا مرکز ہو جائے کہ اس کا علاج اطباء کے بس میں نہ ہو تو پھر اس میں یہ علاج کارگر نہ ہوگا۔

بخار جسم اور دل دونوں ہی کو نفع دیتا ہے' جو اس درجہ علیاء پر ہو کہ اس سے ہمہ جہت نفع ہو' پھر اسے برا بھلا کہنا بدنصیبی و بے راہی کے سوا کیا ہے' مجھ کو خود اپنی بخار کی حالت میں ان شعراء کی بات یاد آتی ہے جو اسے برا بھلا کہتے ہیں۔

زَارَتْ مُكَفِّرَةُ الذُّنُوْبِ وَ وَدَّعَتْ   تَبًّا لَهَا مِنْ زَائِرٍ وَ مُوَدِّعٍ

قَالَتْ وَقَدْ عَزَمَتْ عَلٰى تَرْحَالِهَا   مَاذَا تُرِيْدُ فَقُلْتُ اَلَّا تَرْجِعِيْ

''گناہوں کو دھلتے ہوئے تیری آمد اور تمہارا جانا (آمد و رفت' برا ہوا ایسے آنے والے کا' برا ہوا ایسے جانے والے کا جب جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے دریافت کیا' کیا خواہش ہے میں نے کہا بس یہ کہ تو پھر نہ آئے''۔

میں نے اس کو جواب دیا کہ برا ہو تمہارا تم نے اسے گالی دی جس کو برا کہنے کی ممانعت خود رسول اللہ ﷺ نے کی ہے تمہیں تو یوں کہنا چاہیے تھا۔

(گزشتہ سے پیوستہ) بزار کی طرف کی ہے' اور یہ کہا کہ اس روایت میں اسماعیل بن مسلم متروک الحدیث بھی ہے۔

ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۶۹ کے ذیل میں بیان کیا ہے اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ہے' جو ضعیف ہے' مگر مسلم نے اس کی حدیث صحیح مسلم میں نمبر ۲۵۷۵ کے تحت جابر بن عبداللہ کی سند سے لکھی ہے وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام السائب یا ام المسیب کے پاس تشریف لے گئے' اور فرمایا کہ اے ام سائب یا ام مسیب کیوں تم کانپ رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا' بخار ہے۔ خدا اس کا برا کرے' آپ نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو کہ وہ انسان کے گناہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔

زَارَتْ مُكَفِّرَةُ الذُّنُوْبِ لِصَبِّهَا   اَهْلًا بِهَا مِنْ زَائِرٍ وَّ مُوَدِّعِ
قَالَتْ وَقَدْ عَزَمَتْ عَلٰى تَرْحَالِهَا   مَاذَا تُرِيْدُ فَقُلْتُ اَلَّا تُقْلِعِي

''مبارک باد آنے جانے والے کو کہ تمہاری آمدورفت سے گناہ ڈھل گئے جب جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے دریافت کیا کیا آرزو ہے' میں نے کہا بے سہارا نہ چھوڑ یئے''۔

اگر یہ کہتا تو مناسب تر ہوتا اور بخار چھوٹ جاتا اس کے کہتے ہی میرا بخار جاتا رہا ایک اثر ہے جس کے بارے میں مجھے پوری واقفیت نہیں ہے۔

((حُمَّى يَوْمٍ كَفَّارَةُ سَنَةٍ))[1]   ایک دن کا بخار پورے سال کا کفارہ ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں پہلی بات یہ ہے کہ بخار بدن کے ہر عضو اور ہر جوڑ میں گھستا ہے' جن کی تعداد ۳۶۰ ہے اس طرح ہر جوڑ کی اذیت پورے ایک دن کے لیے کفارہ بن جاتی ہے اور اس طرح ایک دن کے بخار میں تین سو ساٹھ دن کا کفارہ ہو جاتا ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ بخار بدن میں ایک ایسا اثر مرتب ہوتا ہے کہ پورے ایک سال تک اس کا اثر باقی رہتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں شراب کی شناخت کے بارے میں آتا ہے۔

((مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا))[2]

''جس نے شراب پی اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہ ہوگی''۔

اسلئے کہ شراب کا اثر پینے والے کے شکم عروق و اعضاء میں چالیس دن تک باقی رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بخار تمام بیماریوں کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے اس لیے کہ بخار جسم کے ہر عضو میں گھسا ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ ایک بخار کے بدلے جسم کے ہر عضو کے برابر بدلہ دیتے ہیں۔ ترمذی نے اپنی کتاب میں رافع بن خدیج سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔

---

[1] مقاصد میں ہے کہ اسے قضاعی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے' ابن مسعودؓ سے مرفوعاً ایک حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک رات کا بخار پورے سال کے گناہ کا کفارہ ہے' اس روایت کا ایک شاہد ہے' جسے ابن ابی الدنیا نے ابو درداء سے روایت کیا ہے' جو موقوف ہے۔ ان لفظ پر کہ ایک رات کا بخار پورے سال کا کفارہ ہے اس کو تمام نے اپنے فوائد میں روایت کیا ہے۔ ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً تفصیل اس کتاب سے مراجعت کر کے دیکھیں۔

[2] حدیث صحیح ہے جسے احمد نے حدیث نمبر ۶۷۷۳ اور ابن ماجہ نے ۳۳۷۷ کے تحت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث سے لیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے' اس کی حاکم نے ۱۴۶/۴ میں تصحیح کی ہے۔ اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے' احمد نے حدیث نمبر ۴۹۱۷ اور ترمذی نے ۱۸۶۳ میں حدیث ابن عمر کے ذیل میں ذکر کیا ہے' احمد نے ۱۷۱/۵ میں حدیث ابو ذر سے روایت کیا ہے۔

((إِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمُ الْحُمَّى وَإِنَّ الْحُمَّى قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ وَ يَسْتَقْبِلْ نَهْرًا جَارِيًا فَلْيَسْتَقْبِلْ جَرْيَةَ الْمَاءِ بَعْدَ الْفَجْرِ وَقَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلْيَقُلْ بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَ صَدِّقْ رَسُوْلَكَ))

جب تم میں سے کسی کو بخار آ جائے تو یہ سمجھ لے کہ بخار آتش جہنم کا ایک ٹکڑا ہے اس لیے وہ اس کے بجھانے کی ترکیب کرے ٹھنڈے پانی سے' اور بہتے دریا تک جائے اور بہتے پانی میں اترے فجر کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے پہلے' اور اپنی زبان سے کہے اے اللہ اپنے بندے کو شفاء دے اور اپنے رسول ﷺ کی بات کو سچ کر دکھا۔

اس طرح پانی میں تین غوطے لگائے اس غوطہ خوری کا سلسلہ تین دن تک جاری رکھے اگر اسے شفاء ہو جائے تو خیر ورنہ یہ عمل پانچ دن تک کرے اگر پانچ دن میں بھی حالت درست نہ ہو تو سات دن تک اگر سات دن تک کرنے کے بعد بھی بخار رہ جائے تو نو دن تک انشاء اللہ نو دن کے بعد وہ باقی نہ رہے گا۔[1]

میں یہ ہدایت آپ کو کرتا ہوں کہ ان شرائط کی رعایت کے ساتھ غسل کا عمل منطقہ حارہ کے شہروں میں موسم گرما میں نافع ہے اس لیے کہ ان ممالک میں اس موسم میں صبح کو سورج کے نکلنے سے پہلے پانی زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے بہ نسبت سورج کے طلوع کے بعد اس میں انعکاس حرارت کی وجہ سے کسی قدر گرمی آ جاتی ہے' نیند اور سکون اور ٹھنڈی ہوا اس پر مستزاد کام کرتی ہے اس لیے کہ ان تین وجہوں سے بدن کی قوت میں علاج قبول کرنے کی پوری صلاحیت ہوتی ہے ادھر وقت کی رعایت سے دوا بھی خوب کام کرتی ہے جو آب سرد کی شکل میں استعمال ہوتی ہے' ادھر بخار کی گرمی خواہ وہ حمی یوم کی وجہ سے ہو' یا بادی کے بخار کی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ٹھنڈا پانی تریاق ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کو ورم نہ ہو یا کوئی اور خراب بیماری اور مواد فاسدہ نہ ہو' تو اس ٹھنڈے پانی سے بفضل خداوندی بخار جاتا رہتا ہے بالخصوص ان دنوں میں' جس کا ذکر حدیث پاک میں کیا گیا ہے یہ ایام حقیقت میں بحران کے ایام ہیں جن میں امراض حارہ کا بحران واقع ہوتا ہے۔

بالخصوص گرم ممالک میں اس لیے کہ یہاں کے باشندوں میں اخلاط رقیق ہوتے ہیں اور رقت اخلاط کی وجہ سے دوا نافع بڑی تیزی سے اثر کر جاتی ہے' برخلاف ممالک منطقہ معتدلہ و باردہ کے جہاں اخلاط میں بجائے رقت کے غلظت ہوتی ہے اس لیے دواؤں کی تاثیر کم ہوتی ہے خود جسم میں بھی اس کے اثر قبول کرنے کی صلاحیت کمتر ہوتی ہے۔

---

[1] ترمذی نے حدیث ۲۰۸۵ کے تحت اور احمد نے ۵/۲۸۱ کے تحت حدیث ثوبان سے اس کی روایت نقل کی ہے' حالانکہ یہ رافع بن خدیج کی حدیث نہیں ہے' جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے' اس کی سند میں ایک مجہول موجود ہے۔

8-فصل

طب نبوی ﷺ میں اسہال کا طریقۂ علاج

صحیحین میں ابو متوکل کی حدیث جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے بھائی کے شکم میں تکلیف ہے ایک روایت میں ہے کہ دست ہو رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَسْقِهِ عَسَلاً)) "اسے شہد پلاؤ"۔

وہ گیا اور واپس آ کر اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے اسے شہد پلایا مگر کوئی نفع نہیں ہوا' دوسری جگہ ہے کہ اس کے پلانے سے دستوں میں زیادتی ہوئی یہ بات دو یا تین مرتبہ کے تکرار سے پیش آتی رہی اور آپ ﷺ اسے شہد پلانے کا حکم کرتے رہے تیسری بار یا چوتھی بار یہ نوبت آئی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا کہا سچ ہے' تیرے بھائی کا شکم جھوٹا ہے[1]

صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ ((اِنَّ اَخِیْ عَرِبَ بَطْنُهُ)) یعنی اسے فساد ہضم ہو گیا ہے اور اس کا معدہ بیمار ہو گیا عَرَبَ را کے زبر کے ساتھ ذرب بھی مروی ہے جو فساد معدہ کے معنی میں آتا ہے۔

شہد غیر معمولی منافع کی حامل ہے ان گندگیوں کو جو معدہ یا عروق و آنت میں پیدا ہو جاتی ہیں صاف کر دیتی ہے رطوبات کے لیے محلل ہے خواہ اکلاً ہو یا ضماداً بڈھوں کے لیے اور جنہیں بلغم کی پیداوار ہو یا اس کا مزاج بارد رطب ہو' یا اس کا مزاج بارد رطب سرد و تر ہو اس میں غذائیت بھرپور ہے پاخانہ نرم کرتی ہے معجون کے لیے اور اس میں شامل کی جانے والی وداؤں کے لیے نگران قوت ہے اسے عرصہ تک بگڑنے نہیں دیتا' ناپسندیدہ ذائقہ کی دواؤں کے ذائقہ کو بہتر کر دیتا ہے اس کی مضر کیفیات کو دور کرتا ہے' جگر اور سینے کو صاف کرتی اور نکھارتی ہیں' پیشاب لاتا ہے بلغمی کھانسی کو درست کرتا ہے اگر روغن گل کیساتھ گرم گرم استعمال ہو تو کیڑوں مکوڑوں کے ڈنک کے لیے دافع ہے افیون کھانے والے کی سمیت کم کرتا ہے اور اگر صرف شہد کو پانی ملا کر پلائیں تو باؤلا کتے کے کاٹے کو نفع دیتا ہے زہریلی نبات

---

[1] بخاری نے ۱۰/۱۱۹ فی الطب میں باب الدواء بالعسل کے تحت لیا ہے اور اسی باب میں باری تعالیٰ کا قول ((فیه شفاء للناس)) بھی ہے اور مسلم نے ۲۲۱۷ حدیث کے تحت "السلام" میں تداوی بالعسل کا باب قائم کر کے ذکر کیا ہے۔

(دھرتی کے پھول سانپ کی چھتری کی ایک قسم)[1] کے کھانے کا اثر زائل کرتا ہے' اگر تازہ گوشت شہد میں ڈبو کر رکھ دیا جائے تو تین مہینے تک متعفن نہیں ہو سکتا اگر کھیرے' ککڑی' کدو' بینگن اور دوسرے تازہ پھل اس میں رکھے جائیں تو چھ ماہ تک عمدہ بہتر حال میں رہتے ہیں' اور مردار کے جسم کو عفونت سے روکتا ہے شہد کو حافظ امین نگران امانت دار کہتے ہیں اگر جوں دار جسم اور بالوں میں لگایا جائے تو جوں اور لیکھ کو مار ڈالتا ہے' بالوں کو بڑھاتا اور زیب دیتا ہے اس میں نرمی اور ملائمت پیدا کرتا ہے اگر اس کو سرمہ کے طور پر آنکھوں میں لگایا جائے تو دھند کے لیے نافع ہے اور اگر دانتوں میں پیسٹ کیا جائے تو دانتوں پر چمک اور سفیدی پیدا کرتا ہے دانتوں کی حفاظت کرتا ہے مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے' رگوں کا منہ کھولتا ہے ایام کا خون اچھی طرح سے بہتا ہے اور آنے لگتا ہے نہار منہ چاٹنے سے بلغم ختم ہو جاتا ہے' معدے کے خمل کو غسل دے کر صاف کر دیتا ہے اور معدہ سے فضلات نکالتا ہے' معدہ کو معتدل گرمی پہنچاتا ہے معدہ کا سدہ کھولتا ہے اسی طرح جگر گردے مثانہ کے سدے بھی کھولتا ہے' اور تلی اور جگر کے سدوں کو شیرینی کی مضرت سے ہونے والے نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔

ان سب کے ہوتے ہوئے مضرتوں سے محفوظ نقصان سے خالی صفراوی مزاج کے لیے عارضی طور پر نقصان دہ جو سرکہ اور دوسری ترشی سے کم ہو جاتا ہے' بلکہ اس کے ساتھ اس کا نفع بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

شہد غذا کے موقع پر غذا دوا کے وقت دوا اور شربت کی جگہ شربت ہے' عمدہ قسم کی شیرینی اعلیٰ درجہ کا طلاء اور نادر قسم کا مفرح ہے چنانچہ قدرت نے ان تمام منافع کی حامل کوئی چیز اس کے سوا نہیں بنائی نہ اس سے بہتر نہ اس جیسی نہ اس سے لگا کر کھانے والی' اور قدماء کا دستور علاج شہد ہی رہا ہے اس پر ہی سارا علاج گھومتا تھا بلکہ قدماء کی کتابوں میں تو شکر کا کہیں پتہ تک نہیں صدیوں لوگ اس کا نام بھی نہ جانتے تھے' بلکہ شکر تو آج کی پیداوار ہے اور نبی اکرم ﷺ نہار منہ پانی ملا کر پیا کرتے تھے اور یہ ایسا جگروار نسخہ ہے جو صحت کے لیے کیمیا کا کام کرتا ہے اسے بڑے زیرک اور باہوش فاضلین ہی جان سکتے ہیں' اور ہم اس کا ذکر حفظان صحت کے موقع پر مناسب انداز سے کریں گے۔

ابن ماجہ میں یہ حدیث موجود ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

((مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلَاثَ غَدَوَاتٍ كُلَّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيمٌ مِنَ الْبَلَاءِ)) [2]

---

[1] فطر دونوں کے ضمہ کے ساتھ سانپ کی چھتری' دھرتی کے پھول کی ایک قسم ہے جو زہریلی مہلک ہوتی ہے۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۴۵۰ حدیث کے ذیل میں طب کے باب العسل میں ہی ذکر کیا ہے اس کی سند میں زبیر بن سعید ہاشمی ہیں جو حدیث میں نرم رویہ رکھنے والوں میں سے ہیں' اور عبدالحمید بن سالم مجہول ہے اس نے ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔

''جس نے شہد کی چسکی تین روز سویرے سویرے ہر مہینے لینے کا طریقہ اختیار کیا اسے کوئی بڑی بیماری نہ ہوسکے گی''۔

اور ایک دوسرے اثر میں ہے:

((عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ الْعَسَلِ وَ الْقُرْآنِ)) [1]

''تم دو شافی دواؤں سے شفا حاصل کرو شہد اور قرآن سے''۔

اس اثر میں طب انسانی اور طب الٰہی دونوں کو یکجا کر دیا گیا ہے' طب ابدان وطب ارواح معالجہ ارضی اور معالجہ سماوی غرض دونوں طریقہ علاج اس میں موجود ہیں۔

ان خصوصیات کے علم کے بعد یہ سمجھئے کہ اس علاج میں رسول اللہ ﷺ کا نسخہ مریض کے اسہال تخم کے لیے تھا' جو امتلاء معدہ کی بنیاد پر پیدا ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے شہد کا استعمال ان فضولات کے نکالنے کے لیے تجویز فرمایا تھا' جو معدہ آنتوں میں پھیلا ہوا تھا' شہد سے اس میں جلا ہوتی اور فضولات کا خاتمہ ہوتا' اور معدہ میں اخلاط لزجہ پوری طرح مسلط تھے' غذا کا وہاں رکنا بوجہ لزوجت کے مشکل تھا اس لیے کہ معدہ میں روئیں ہوتے ہیں' جیسے اروئی کے پتہ کے روئیں جن میں چمٹنے والے اخلاط لگ جاتے ہیں تو معدہ کو فاسد کر دیتے اور غذا سے معدہ فاسد ہو جاتا ہے اس لیے اس کا علاج اسی انداز سے ہونا چاہیے کہ وہ اخلاط لزجہ ان رویوں سے صاف ہو جائیں اور شہد سے یہ چیز ممکن ہے' شہد ہی اس کا بہترین علاج ہے' یہ مرض شہد سے جا سکتا ہے' بالخصوص اگر شہد کے ہمراہ تھوڑا سا گرم پانی ملا دیا جائے۔

آپ ﷺ کا بار بار شہد کا استعمال کرنا ایک نادر طریقہ علاج تھا' اس لیے کہ دوا کی مقدار اس کے استعمال کا تکرار مرض کی سقامت کو دیکھ کر ہی کی جاتی ہے' اگر مرض کے تناسب سے اس میں کمی ہے' تو مرض پوری طرح زائل نہ ہوگا اور اگر مقدار یا دوا کے استعمال کی باری زائد ہو جائے تو اس کی قوت یا بار بار کے استعمال سے دوسرے نقصان کا اندیشہ متوقع ہے' اس لیے آپ نے اسے شہد کا استعمال تجویز کیا اس نے اتنی مقدار پلایا جو مرض ختم کرنے کے لیے کافی نہ تھی اور مقصود حاصل نہ تھا جب انہوں نے آپ کو مرض کی کیفیت بتائی' تو آپ نے سمجھ لیا کہ دوا مرض کے تناسب سے نہیں کھلائی گئی جب انہوں نے

---

[1] ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۵۲ اور حاکم نے ۴/۲۰۰ میں ابواسحٰق کی حدیث ابوالاحوص عن عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے' اس کی ذہبی نے تصحیح کی ہے اور وہ ان دونوں کے کہنے کے مطابق ہے بس اتنی بات ہے کہ وہ ثقات میں سے نہیں ہے' اس کی روایت ابن مسعود پر موقوف ہے' اس کے موقوف ہونے کی تصحیح بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کی ہے۔

آپ کے علاج پر شکوہ کیا تو آپ نے اس تکرار شکوہ پر مریض کو مزید شہد پلائے جانے کی ہدایت کی تاکہ بیماری کو اکھاڑ پھینکنے کی حد تک شہد کی مقدار پہنچ جائے جب بار بار کی تکرار سے دوا کے مشروب کی مقدار مادہ مرض کی مقاومت کی حد تک پہنچ گیا تو بیماری فضل الٰہی سے جاتی رہی' دوا کی مقدار اس کی کیفیات اور مرض و مریض کی قوت کا لحاظ رکھ کر علاج کرنا فن طبابت کا اہم ترین کلیہ ہے' بغیر اس کے علاج ناتمام رہتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ میں اس دوا کے نفع کا یقینی ہونا بیان کرنا مقصود ہے بیمار دوا کی کمی یا خرابی کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ معدہ کے صحیح طور پر کام نہ کرنے دوا کو کثرت مادہ فاسدہ کی وجہ سے قبول نہ کرنے کی وجہ سے زوال مرض نہ ہو رہا تھا اسی لیے آپ نے بار بار اس کا اعادہ کرایا تاکہ مادہ کی کثرت میں نافع ہو۔

آپ ﷺ کا طریق علاج دوسرے اطباء کے طریقہ علاج سے کوئی نسبت نہیں رکھتا اس لیے کہ ہمارے رسول ﷺ کی طب تو متیقن اور قطعی ہے' اسے اللہ کی تلقین اور الہام سمجھنا چاہیے آپ کا علاج وحی الٰہی تھا نبوت تھا نبوت کی روشنی اور کمال عقل پر موقوف تھا برخلاف دوسرے اطباء کا علاج عموماً طبیعت کی رسائی ظن غالب تجربہ پر موقوف و منحصر ہے نبوت کے ذریعہ علاج کے نافع نہ ہونے کا انکار بمشکل کوئی کر سکا ہاں اس علاج کے نافع ہونے کا یقین اور پوری عقیدت سے اس علاج کو تسلیم کرنا اور اس کے شفاء کامل ہونے کا اعتقاد اور پورے یقین واذعان کے ساتھ اس کو قبول کرنا بھی ضروری ہے قرآن جو سینوں کی بیماری کے لیے شافی ہے' جو اس کو اس یقین کے ساتھ نہ قبول کرے گا' اسے اس کی دواؤں سے شفا عاجل و کامل کیسے ہوگی بلکہ جن کے دلوں میں کھوٹ ہے ان کو یقین نہیں ہے ان میں گندگی پر گندگی آلائش پر آلائش بیماری پر بیماری بڑھتی جاتی ہے پھر انسانی جسم کا علاج قرآن سے کیونکر ممکن ہو سکتا ہے طب نبوت تو انہی کے لیے سودمند ہوتی ہے جو پاک اور ستھرے بدن کے لوگ ہوں گے' اسی طرح شفاء قرآنی بھی ارواح طیبہ اور زندہ دلوں کے لیے شفاء ہے' اس لیے جو طب نبوت کے منکر ہیں وہ قرآن سے کیسے شفاء پا سکتے ہیں اگر کچھ فائدہ انہیں ہو بھی گیا تو وہ بلا ان شرائط کی تکمیل کے مکمل شفاء نہ ہوگی اس کا یہ مطلب نہیں کہ علاج اور دوا میں کوئی نقص اور کوتاہی ہے بلکہ خود استعمال کیے جانے والے جسم میں استفادہ کی صلاحیت بوجہ خبث باطن کی نہیں ہے دوا سے شفاء خبث طبیعت اور محل فاسد اور قبول کاسد کی وجہ سے نہیں ہے۔

فصل-9

شہد کے بارے میں علمی موشگافیاں

اس آیت کے مفہوم کے تعین میں اہل علم مختلف ہیں۔

((يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ.)) [النحل: ٦٩]

''ان مکھیوں کے شکم سے ایک شراب (پینے کی چیز) جس کا رنگ مختلف ہوتا ہے' نکلتی ہے جس میں شفاء ہے لوگوں کے لیے''۔

وہ اختلاف یہ ہے کہ آیت کے لفظ ''فیہ'' میں ضمیر کا مرجع شراب ہے' یا قرآن ہے سچی بات تو ضمیر کا مرجع شراب معلوم ہوتا ہے' ابن مسعودؓ' ابن عباسؓ' حسن' قتادہؒ اور اکثر قرآن کے سمجھنے والوں کا یہی کہنا ہے اور سیاق کلام کا تقاضا بھی کچھ ایسا ہی ہے اور آیت میں قرآن کا ذکر نہیں ہے اور یہ صحیح حدیث تو اس بارے میں صراحت ہی ہے جس میں آپ نے شہد کے استعمال کے بعد صحابی کے شبہ کو ((صدق الله)) سچ کہا اللہ نے فرما کر اس کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع ''فیہ'' میں شراب کی جانب ہے اور کوئی دوسری بات نہیں۔

فصل-10

طاعون کا علاج اور اس سے پرہیز واحتیاط میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات

صحیحین میں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اس سوال کو ان سے کرتے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں کیا سنا اسامہ نے فرمایا:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ وَعَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِ وَ اِذَا وَقَعَ

بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا فِرَارًا مِنْهُ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاعون ایک بڑا عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا' اسی طرح ان لوگوں پر یہ عذاب مسلط ہوا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں جب تم کو اس بیماری کا پتہ چلے کہ فلاں مقام پر ہے تو اس بیماری کے ہوتے وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی ایسی جگہ یہ عذاب آ جائے جہاں تم پہلے سے تھے' تو اس سے بچاؤ کے لیے اس سے بھاگ کر وہاں سے نہ نکلو بچانے والا اللہ ہے''۔

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں ہے حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)) [2]

''طاعون سے مرنا ہر مسلمان کے لیے اللہ کی راہ میں جان دینا ہے''۔

طاعون لغت میں وباء کی ایک قسم ہے' صحاح میں ہے کہ لغت تو یہ ہے مگر اطباء کے نزدیک ایک ردی جان لیوا ورم ہے جس کے ساتھ سخت قسم کی سوزش اور غیر معمولی درد و بے چینی ہوتی ہے' یہ الم اپنی حد سے بھی بڑھا ہوتا ہے اس ورم کے اردگرد کا حصہ اکثر سیاہ سبز مٹیلا ہوتا ہے اور بڑی جلدی اس میں زخم پڑ جاتا ہے اور عموماً تین جگہوں پر ہوتا ہے بغل' کان کے پیچھے کنج ران اور نرم گوشت میں۔ [3]

اور اثر عائشہ میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

---

[1] بخاری نے ۶/۷۷ ۳ فی الانبیاء میں باب ذکر بنو اسرائیل کے ذیل میں کیا ہے اور مسلم نے السلام میں باب طاعون وطیرہ میں کیا ہے۔ اسی پر عمل آج تک چلا جا رہا ہے' طاعون سے بچاؤ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شہر میں طاعون پھوٹ پڑے تو اس کے گرد تندرستوں کو روک دینا چاہیے' اس سے کسی شخص کو نکلنے کی اجازت نہ ہو اور نہ باہر سے کسی آنے والے کو داخلہ کی اجازت ہو۔ سوائے معالجین اور معاونین کے اس طرح مرض کے پھیلنے میں بڑی حد تک قابو پالیا جائے گا اور اس علاقے سے باہر کے لوگ اس سے محفوظ رہیں گے۔

[2] بخاری نے طب میں ۱۰/۱۶۲ ذکر کیا ہے باب ما یذکر الطاعون کے تحت اور مسلم نے ۱۹۶۱ کتاب امارت میں بیان الشہداء کے باب کے تحت ذکر کیا ہے۔

[3] ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ طاعون کا مرض ان خوردبینی جراثیم کے ذریعہ پھیلتا ہے جن کو چوہوں کے جوں لاتے ہیں' وہ پنڈلی اور کہنی کے حصہ میں کاٹتے ہیں پھر چہرے پر ڈنک لگاتے ہیں' اس طرح انہوں نے طاعون کی تشریح جو دریدوں یا کنج بغل وگردل کے غددوں پر پھیلنے میں کی ہے۔

((الطَّعْنُ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا الطَّاعُوْنُ قَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَعِيْرِ يَخْرُجُ فِيْ الْمَرَاقِ وَالْإِبْطِ))[1] [مسند احمد]

''طعن (نیزہ بازی) تو اسے ہم نے جان لیا ہے طاعون کیا ہے اسے بتلائیے آپ نے فرمایا کہ ایک گلٹی ہے جیسے اونٹوں کے طاعون میں ابھرتی ہے انسان کے بغل کھال میں ابھرتی ہے''۔

اطباء کے نزدیک نرم گوشت بغل' کان کے پیچھے کنج ران کا فاسد پھوڑا طاعون کہلاتا ہے' جس کا سبب خون ردی جس کی روائت آمادہ عفونت وفساد ہو اور جلد ہی زہریلے جوہر میں تبدیل ہو جائے' عضو کو فاسد کر دیتا ہے اور اس کے اردگرد بھی خراب ہو جاتا ہے کبھی اس خراج سے ٹوٹ کر خون اور پیپ بہنے لگتا ہے' اس کی سمیت دل میں ردی کیفیات پیدا کر دیتی ہیں جس سے قے خفقان اور بے ہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں' اگرچہ طاعون ہر ورم کو کہا جاتا ہے جو قلب کو ردی کیفیات سے آشنا کرے یہاں تک کہ مریض کے لیے ہلاکت کا باعث ہو لیکن اصطلاح میں ایسے ورم کو کہتے ہیں جو غدود میں پیدا ہو اس لیے کہ اس غدود میں ورم کی وجہ سے روائت صرف انہیں اعضاء تک سرایت کرتی ہے جو طبعاً کمزور وبودے ہوتے ہیں طاعون کی بدترین قسم وہ ہے جن کا ورم بغل اور کان کے پچھلے حصے کی گلٹیوں پر ہوتا ہے اس لیے کہ یہ دونوں جگہیں سر سے بہت زیادہ قریب ہیں ان میں سے سرخ گھلٹی سنگینی میں سب سے کمتر ہے پھر اس کے بعد زرد کا درجہ ہے اور جو سیاہ ہو تو پھر اس کے حملہ سے تو کوئی نہیں بچا۔

عموماً طاعون وبائی انداز سے ہوتا ہے اور وباء پذیر ممالک میں ہوتا ہے جن کی فضا غذا آب و ہوا فاسد وخراب ہوتی ہے' اس لیے طاعون کو وباء کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے جیسا کہ خلیل نے لکھا ہے وباء طاعون ہے یا اس مرض کو کہتے ہیں جو ہمہ گیر ہو' اور تحقیق یہ ہے کہ وباء اور طاعون میں عموم وخصوص کی نسبت ہے یہ اس لیے کہ ہر طاعون تو وباء ہوتا ہے مگر ہر وباء طاعون نہیں اسی طرح وہ بیماری جو ہمہ گیر ہوتی ہے وہ طاعون سے عام ہوتی ہے اس لیے کہ طاعون تو ان وبائی امراض میں سے ایک ہے' طاعون' دنبل زخم ورم ردی کو کہتے ہیں جو جسم کے کھلے ہوئے مقامات میں سے کسی جگہ پیدا ہو جائے۔

یوں سمجھئے کہ یہ قروح یہ ورم یہ دنبل طاعون کے آثار ہیں فی نفسہ یہ طاعون نہیں ہیں چونکہ اطباء کو بجز ان آثار ظاہرہ کے کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی' اس لیے انہیں آثار کو طاعون کے نام سے پکارنے لگے۔ طاعون تین تعبیرات کا نام ہے۔

---

[1] احمد نے ۶/۱۴۵'۲۵۵ میں ذکر کیا ہے اس کی سند حسن ہے۔

پہلی چیز یہی اثر ظاہر جس کو اطباء طاعون کہتے ہیں۔

دوسری چیز وہ موت جو ان آثار کے ترتیب کے بعد واقع ہوتی ہے' اور غالب گمان ہے کہ حدیث میں ((الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)) سے یہی مراد ہے۔

تیسری بات وہ سبب فاعل جس سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے' اور حدیث صحیح میں موجود ہے۔

((اَنَّهُ بَقِيَّةُ رِجْزٍ اُرْسِلَ عَلٰى بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ[1] اِنَّهُ وَخْزُ الْجِنِّ[2] اِنَّهُ دَعْوَةُ نَبِيٍّ))

''کہ طاعون اس عذاب کا باقی ماندہ حصہ ہے جو بنو اسرائیل پر بھیجا گیا تھا اور اسی میں ہے کہ طاعون جنوں کی خلش ہے' جو انسان کو تباہ کر دیتی ہے اور اسی حدیث میں ہے کہ کسی پیغمبر کی بددعا کا اثر ہے''۔

یہ علل و اسباب اطباء کے نزدیک واقع نہیں ہیں جس طرح ان کے پاس اس بیماری کو بتانے والی بھی کوئی چیز نہیں ہے' پیغمبر تو غائب آنکھوں سے اوجھل چیزوں کو بتاتے ہیں اور اطباء نے طاعون کے سلسلہ میں جن آثار کو دریافت کیا ہے' اسے یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ روح کے توسط سے نہیں ہوتا اس لیے کہ ارواح کی تاثیر طبیعت امراض اور ہلاکت طبعی کوئی ایسی چیز نہیں جس کا کوئی انکار کر سکے' وہی انکار کرے گا جو روحوں اور اس کے اثرات سے بالکل ناواقف اور کورا ہو گا یا اسے روح جسم اور طبیعت کے انفعال کے بارے میں ادنیٰ معلومات نہ ہوں گی' باری تعالیٰ وباء کے پیدا کرنے کے وقت اجسام بنی آدم میں روحوں کو متصرف بنا دیتے ہیں اسی طرح جب فضا اور آب و ہوا فاسد ہو جاتی ہے اس وقت بھی ارواح کا اجسام انسانی میں تصرف کرتے رہنا ایک کا اس تصرف سے متاثر ہونا ایک عام بات ہے' اس کا بالکل وہی حال ہے جیسا مواد ردیہ کے ذریعہ بعض لوگوں پر ہیئت ردیہ پیدا کرتے وقت دیکھنے میں آتی ہے' بالخصوص خون کے جوش صفرا کے احتراق اور منی کے جوش کے وقت دیکھنے میں آیا اس لیے کہ ارواح شیطانی کی کارکردگی سے ان عوارض کے شکار لوگوں میں وہ صورت پیدا ہو جاتی ہے جو کسی دوسرے بد سے بداثرات سے نہیں ہوتی البتہ اگر ان کو دفع کرنے والے اسباب ان سے قوی ہیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ عوارض پیش نہ آئیں مثلاً یاد الٰہی دعا غیر معمولی آہ و زاری اللہ کے سامنے صدقہ قرآن کی تلاوت کہ ان کے ذریعہ ارواح ملکی کا نزول ہوتا ہے' جو ارواح خبیثہ کو کھینچ کر مقہور کر دیتی ہیں اور ان کے شر کو ہمیشہ

---

[1] بخاری نے ۶/ ۳۷۷ فی الانبیاء میں اس کا ذکر کیا ہے' اور مسلم نے حدیث اسامہ بن زید سے ۲۲۱۸ میں کیا ہے۔

[2] احمد نے ۴/ ۳۹۵' ۴۱۳' ۴۱۷' ۴۱۷ میں اور طبرانی نے معجم صغیر میں صفحہ ۷۱ پر ذکر کیا ہے' اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے ۱/ ۵۰ میں اس کی تصحیح کی ہے' ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

کے لیے نیست و نابود بنا دیتی ہیں ان کے اثرات جاتے رہتے ہیں' ہم کو اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے ان کو اللہ کے سوا کوئی گرفت میں نہیں لا سکتا ہم کو ان ارواح پاکیزہ کا نزول اور اس کی قربت کی کشش میں طبیعت کو قوی کرنے کی عجیب و غریب تاثیر نظر آئی' اسی طرح مواد ردیہ کو دور کرنے میں بھی ان کی تاثیرات کا انکار ممکن نہیں' لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ ان ارواح خبیثہ اور مواد ردیہ کا استحکام نہ ہوا ہو' اس لیے کہ استحکام و پائیداری کے بعد ان چیزوں کی جڑ کٹنا مشکل ہو جاتا ہے پھر جس کے ساتھ توفیق الٰہی شامل ہوتی ہے وہ ان مفاسد کا احساس ہوتے ہی ان اسباب شر کو ان اسباب خیر سے ختم کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے اس لیے کہ ایسے امراض کی مفید ترین دوا یہی ہے جب اللہ چاہتا ہے کہ اپنی قضا و تقدیر کا نفاذ فرمائے تو ان اسباب شرور کی معرفت اس کے تصور اور اس کے ارادے سے بندے کے قلب کو غافل کر دیتا ہے پھر اسے اس کا شعور ہی نہیں رہتا نہ کبھی اس کے ازالہ کا اسے ارادہ ہی ہوتا ہے پھر باری تعالیٰ کی قضا و تقدیر کے احکام پورے ہو جاتے ہیں۔

اس کا بہت مفصل تذکرہ جب ہم علاج بالرقی اور معوذات نبوی اذکار ردافع بلا' دعاؤں کا ذکر کریں گے جہاں ہم اچھے کاموں اور اسباب کی وضاحت کریں گے وہاں لائیں گے' اور وہیں یہ بھی بتلائیں گے کہ طبی نبوی کی حیثیت عام طریقہ علاج کے مقابلہ ایسی ہے جیسے اس فن طب کی' ٹوٹکوں اور افسون کاری کہانت گری کے مقابلہ میں ہماری اس بات کا کھلے دل سے اعتراف حذاق اطباء ماہرین فن طب نے بھی کیا ہے وہیں ہم یہ بیان کریں گے کہ انسانی طبیعت کو سب سے زیادہ منفعل کرنے والی ارواح معوذات کی طاقت جھاڑ پھونک دعائیں ہوتی ہیں ان کی قوت عمل دوا کی قوت عمل سے کہیں بڑھ کر ہے اس کا اثر تو اتنا زبردست ہوتا ہے کہ زہر قاتل کے اثرات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

بہر حال ہوا کا مسموم و فاسد ہونا اسباب تامہ طاعون میں سے ایک سبب ہے اس کی وجہ سے طاعون آگ کی طرح پھیلتا ہے' اس لیے کہ تمام اہل عقل و خرد نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ جوہر ہوا میں فساد سے وباء کا پھوٹ پڑنا ایک قوی تر سبب ہے' چونکہ اس موقع پر جوہر ہوا ردا ءت میں مستحیل ہو جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی کیفیت ردیہ ہوا پر غالب ہو جاتی ہے مثلاً عفونت بدبو اور زہریلی ردا ءت وقت و زمانہ کی پابند نہیں ہوتی یہ کسی بھی وقت کسی بھی زمانہ میں پیدا ہو سکتی ہے اگرچہ گرمیوں کے ختم ہونے کے وقت اس کا حدوث عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح خریف کی فصل میں اس لیے کہ فضلات مراری عموماً گرمیوں میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے آخر میں بجائے تحلیل ہونے کے پھوٹ پڑتے ہیں اور خریف میں فضا میں ٹھنڈک بڑھ جانے کی وجہ سے' بخارات و فضولات کے مل جانے کی وجہ سے یہ صورت اور بھی ترقی پذیر ہو جاتی ہے' اور چونکہ گرمیوں میں یہ تحلیل ہو جاتے ہیں اور خریف میں ان کی تحلیل رک جاتی ہے'

اس رکاوٹ کی وجہ سے اس میں گرمی پیدا ہو کر عفونت پیدا ہو جاتی ہے اس کے نتیجہ میں امراض عفنہ کی پیداوار شروع ہو جاتی ہے بالخصوص جب ان مواد عفنہ کو ایسے اجسام سے سابقہ ہوتا ہے جن میں پہلے سے استعداد ہوتی ہے اور ڈھیلے ڈھالے سستی پھرتی سے خالی جسموں میں مادہ کی کثرت ہوتی ہے پھر ایسی صورت میں بیماریوں سے پنڈ چھوٹ جائے ایک ناممکن سی بات ہے۔

بسنت کا موسم ان موسموں میں سب سے عمدہ ہے ان میں آدمی کی توانائی وصحت بہتر سے بہتر ہوتی ہے چنانچہ بقراط[1] نے کہا ہے کہ خریف میں امراض کی شدت بڑھتی جاتی ہے اور مرض کا تناسب بھی بہت بڑھ جاتا ہے مگر موسم بہار میں تمام موسموں سے عمدہ فرحت بخش اور کم سے کم موت کا تناسب ہوتا ہے' ہمارے یہاں موسم خریف کی قدر صرف عطاروں اور گورکنوں' غسالوں' کفن برداروں' کفن فروشوں کے یہاں ہوتی ہے اس لیے کہ یہ موسم موت کا موسم ہوتا ہے ان کی دوکانداری چمک اٹھتی ہے' اسی موسم کے انتظار میں وہ دوسرے سے قرض لیتے ہیں گویا ان کے لیے خریف موسم بہار ہے اس کی راہ دیکھتے رہتے ہیں شدت کے ساتھ اس کے منتظر ہوتے ہیں اس موسم کی آہٹ سے ان میں جان آ جاتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

((اِذَا طَلَعَ النَّجْمُ اِرْتَفَعَتِ الْعَاهَةُ عَنْ كُلِّ بَلَدٍ))[2]

''ثریا کے طلوع ہوتے ہی ہر شہر سے مصائب کوچ کر جاتے ہیں''۔

---

[1] یونان کے قدیم اطباء میں سے ایک بہت نامور طبیب بقراط گزرا ہے' اس کی دو کتابوں ((تقدمة المعرفة و طبيعة الانسان)) کا ترجمہ عربی میں ہو چکا ہے' اس کی وفات ۳۷۷ قبل مسیح میں ہوئی۔

[2] محمد بن حسن شیبانی نے کتاب الآثار صفحہ ۱۵۱ میں اور طبرانی نے صغیر کے ص ۲۰ اور ابونعیم نے تاریخ اصبہان ۱/۱۲۱ میں ابوحنیفہ عطاء اور ابوہریرہ سے مرفوعاً اس کو ان لفظوں میں ((اِذَا طَلَعَ النَّجْمُ اِرْتَفَعَتِ الْعَاهَةُ عَنْ كُلِّ بَلَدٍ)) ذکر کیا ہے' اس کی اسناد صحیح ہے' نجم ثریا ہے۔ اور جامع المسانید ۲/۱۴ میں ابوحنیفہ نے عطاء عن ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھلوں کو فروخت نہ کرو تا آنکہ ثریا طلوع ہو جائے' اور شافعی نے ۲/۱۶۷ اور احمد نے ۵۰۱۲ اور ۵۱۳۵ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیع ثمار اس وقت تک نہ کی جائے' جب تک کہ مصیبت ٹل نہ جائے۔ عثمان بن عبداللہ بن سراقہ راوی نے دریافت کیا ابن عمر سے کہ یہ ٹلنا کب تک ہوتا ہے' آپ نے فرمایا۔ ثریا کے طلوع تک اور بخاری نے ۴/۳۳۰ میں ابوزناد سے روایت کیا ہے کہ مجھے خارجہ بن زید نے خبر دی کہ زید بن ثابت اپنے پھل اس وقت تک نہ فروخت کرتے جب تک کہ ثریا ستارہ طلوع نہ ہو جائے ان نصوص سے حدیث کے تیسرے معنی کی تعیین میں آسانی ہوتی ہے

بعضوں نے ثریا کا طلوع اور شادابی نبات مراد لیا ہے جو عموماً موسم بہار میں ہوتے ہیں اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

((وَالنَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدَانِ.)) [الرحمن : ۷]

''ستارے اور درخت دونوں سجدہ گزار ہیں''۔

اس لیے کہ ان ستاروں کا پورے طور پر طلوع اور ان نباتات کا ایجاد پورے طور پر موسم ربیع میں ہوتا ہے یہ موسم وہی ہے' جس میں آفات سماوی وارضی ختم ہو جاتے ہیں یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں۔

ثریا تارے کا طلوع اگر فجر کے وقت ہو تو اس کے طلوع سے بکثرت امراض پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح سقوط ثریا سے بھی بکثرت بیماریاں ابھر آتی ہیں۔

علامہ تمیمی نے اپنی کتاب ''مادۃ البقاء'' میں لکھا ہے کہ سال میں سب سے خراب زمانہ اور سب سے بڑے مصائب کے نزول کا وقت پوری انسانی وحیوانی دنیا کے لیے دو ہیں ایک وقت وہ ہے جب کہ ثریا طلوع ہو کر طلوع فجر کے وقت ڈوب جائے' دوسرا وقت وہ ہے جب ثریا مشرقی مطلع سے اس وقت طلوع ہو جبکہ سورج طلوع ہونے والا ہی ہو اور اس کا یہ مطلع منازل قمر میں سے کسی ایک منزل سے ہو رہا ہو' وہ زمانہ وہی ہے جب فصل ربیع کاٹی جائے اور گاہی جائے البتہ اس کے طلوع ہونے کے وقت جو ضرر پہنچتا ہے وہ خرابی میں اس ضرر سے کمتر ہے جو اس ستارے کے ڈوبنے کے وقت پیدا ہوتا ہے اور وہی وقت ہے کہ سورج نکل رہا ہو اور اسی کے ساتھ یہ ستارہ ڈوب بھی رہا ہو۔

ابو محمد بن قتیبہ نے فرمایا کہ یہ بات مشہور ہے کہ ثریا جب طلوع ہوئی مصیبتوں کے دریچے کھل گئے' اس سے آدمی اور جانوروں میں اونٹ دونوں ہی طرح طرح کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں بالخصوص اس ستارے کا ڈوبنا یہ تو بس مصائب کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث کی تفسیر میں ایک تیسرا قول بھی ہے جو سب سے زیادہ مناسب اور بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مراد ''النجم'' سے ثریا ہے اور عاھۃ سے وہ آفت ارضی وسماوی ہے جو کاشت اور پھلوں کو موسم سرما میں پیش آتی ہے یا ابتداء فصل ربیع میں اس موسم میں ثریا کے طلوع سے کھیتیاں اور باغات تباہی سے بچ جاتے ہیں اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا جب تک کہ اس میں پختگی کے آثار نہ پیدا ہو جائیں یہاں مقصد یہ ہے وقوع طاعون کا موسم بھی اسی موسم سے تعلق رکھتا ہے جب کہ ثریا صبح کو فجر سے پہلے ڈوب جائے' تو یہ مصیبت طاعون اور بڑھ جاتی ہے۔[1]

---

[1] اعوہ کہ مہلک تر وقاتل ترین ((عاہ الشیء)) بولتے ہیں جب اس پر کوئی افتاد آ جائے۔

11-فصل

وباء سے متاثر علاقوں میں آمدورفت کے بارے میں نبی ﷺ کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ نے امت کو ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری پہلے سے موجود ہو داخل ہونے سے روک دیا ہے اور آپ نے جہاں بیماری پھیل گئی ہو وہاں سے دوسرے ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری نہ ہو بھاگ کر جانے سے بھی روکا تاکہ غیر متاثر علاقے متاثر نہ ہوں' اس لیے کہ جن علاقوں میں بیماری پھیلی ہوئی ہے وہاں داخلہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود کو اس بلا کے سامنے پیش کر رہے ہیں جاں موت اپنا منہ کھولے کھڑی ہے اس آمادہ جہاں ستانی علاقے میں اپنے آپ کو خود لے جا کر سپرد کر دینا' اور خود اپنے خلاف موت کی مدد کرنا کہ اس سے خود اس کو نقصان پہنچے' یہ ساری چیز خودکشی کے مترادف ہے' اور عقل و ہوش شرع و دیانت کے بھی خلاف ہے بلکہ ایسی زمین اور علاقے میں داخل ہونے سے پرہیز کرنا اس احتیاط اور پرہیز میں شمار ہوگا' جس کا حکم اللہ پاک نے کیا ہے اور انسان کو اس رہنمائی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے ایسی جگہوں سے دور رہنا ایسی فضا اور آب و ہوا سے بچنا چاہیے جہاں اس قسم کی موذی بلاؤں کا زور ہو۔

رہ گئی یہ بات کہ آپ نے ایسے علاقوں سے جہاں یہ وباء پھوٹ گئی ہو اس سے بھی نکل بھاگنے کو منع فرمایا اس کی غالباً دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کا تعلق ان مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کے ساتھ رہ کر باری تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی کو ظاہر کرنا' اللہ پر بھروسہ کرنا' اللہ کے فیصلہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہنا' اور تقدیر کے نوشتے پر راضی رہنا۔

دوسری وجہ وہ ہے جسے تمام حذاق و ماہرین طب نے یکساں بیان کیا اور سراہا وہ یہ کہ ہر وہ شخص جو وباء سے بچنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے بدن سے رطوبات فضلیہ کو نکال ڈالنے کی سعی کرے اور غذا کی مقدار کم کر دے اس لیے کہ ایسے موقع پر جب وباء کا زور ہے' جو رطوبات بھی پیدا ہوں گی' وہ رطوبات فضلیہ میں تبدیل ہو جائیں گی' اس لیے کم سے کم غذا استعمال کریں کہ بدن کی ضرورت سے زیادہ رطوبت پیدا نہ ہونے پائے اور ہر ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے یہ رطوبات خشک ہو جائیں یا کم

ہوتی رہیں ضروری ہے لیکن ریاضت وحمام کی اجازت نہیں اس سے اس زمانے میں سختی سے پرہیز کیا جائے' اس لیے کہ انسانی جسم میں ہر وقت فضولات ردیہ کسی نہ کسی مقدار میں موجود رہتی ہیں جن کا آدمی کو اندازہ نہیں ہوتا' اگر وہ ریاضت وحمام کر لیتا ہے' تو اس سے یہ فضولات ابھر جاتے ہیں اور پھر ابھار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کیموس[1] جید کے ساتھ مل جاتے ہیں' جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی بیماری پیدا ہو جاتی ہے' بلکہ طاعون کے پھیلنے کے وقت سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے' اور اخلاط کی شورش کو روکنا ضروری ہے اور وباء کے پھوٹنے کے وقت وباء کے مقام سے نکلنا دور دراز مقام کا سفر کرنا سنگین قسم کی حرکات کا متقاضی ہے' جو اصول مذکورہ کی روشنی میں سخت ضرر رساں ہوگا اور تعدیہ وباء کا بھی اندیشہ ہے اس لیے مفر نہ کرنا ہی عمدہ ہے اور مقام وباء سے صحت کے مقامات کو جانا مضر خلائق ہوگا' اس روشنی میں اطباء کے کلام کی تائید بھی ہوگی' اور رسول اللہ ﷺ کی طبی حکمت اور بالغ تدبیر پر بھی روشنی پڑ گئی' اور اس ایک نہی سے قلب وبدن کی کتنی ہی بھلائیاں مقصود ہیں وہ بھی آئینہ ہو کر سامنے آ گئیں۔[2]

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا ((لا تخرجوا فرارًا منه)) سے آپ کے بیان کے مطابق معنی مراد لینے میں کیا مانع ہے' اس لیے کہ آپ کسی خاص عارض کی وجہ سے سفر کرنے اور ایسے مقام سے نکلنے سے نہیں روکتے میں کہتا ہوں کہ سوال یہ ہے کہ کیا کسی طبیب نے ایسے مواقع پر حرکت سے روکا ہے یہ کسی دانشور اور حکیم کی بات ہو سکتی ہے' کہ لوگ طاعون پھیلنے کے وقت چلنا پھرنا اور دوسری حرکات قطعی بند کر دیں اور پتھر و پہاڑ کی طرح بس ایک جگہ جمع رہیں بلکہ ہدایت تو صرف اتنی ہے کہ ممکن حد تک حرکات سے روکا جائے اور جو آدمی کہ اس وباء سے بھاگ کر حرکت کرتا ہے اس کی حرکت تو کسی خاص ضرورت کے تحت نہیں ہے بلکہ صرف وباء سے فرار ہی مقصد بنا کر حرکت کرتا ہے' ایسے آدمی کے لیے جس پر اس وباء کا ہوا سوار ہو اس کے لیے راحت اور سکون ہی نافع ہے اس سے وہ توکل علی اللہ کا مظاہرہ کرتا ہے اور تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے مگر جو لوگ بلا حرکت کے اپنی معاش اور دوسری ضرورتوں کے محتاج ہوں' ان کے لیے تو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی سکون وراحت اختیار کریں جیسے کاریگروں کا طبقہ مسافرین کی ٹولی مزدوروں کے گروہ خوانچہ فروشوں کی جماعت انکو تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم قطعاً ادھر ادھر نہ کرو' نہ پھرو' نہ جاؤ' نہ کماؤ' ہاں ان کو روک دیا گیا ہے جن کو اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں مثلاً محض وباء کے ڈر سے بھاگنے والوں کا سفر۔

---

[1] کیموس خلط یا کھانے کی وہ حالت جو معدہ کے ہضم کے بعد غذا میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لفظ یونانی ہے۔

[2] اس میں ایک اور معنی پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ وبائی امراض کے تعدیہ کا انتقال قابل احتراز ہے۔

البتہ جن مقامات پر طاعون کی وباء پھوٹ چکی ہو وہاں داخلہ پر پابندی میں چند در چند حکمتیں اور مصالح ہیں۔

پہلا نفع: پریشان کن اسباب سے دوری اور اذیت ناک صورت حال سے پرہیز۔

دوسرا نفع: جس عافیت سے معاش اور معاد دونوں کا گہرا رابطہ ہے اسے اختیار کرنا۔

تیسرا نفع: ایسی فضا میں سانس لینے سے بچاؤ جس میں عفونت گھر کر گئی ہو اور جسکا ماحول فاسد ہو چکا ہو۔

چوتھا نفع: جو لوگ اس مرض کے شکار ہیں ان کی قربت سے روک لو ان کے آس پاس پھرنے سے پرہیز کرو تا کہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان تندرست لوگوں کو بھی اس مرض کے پاپڑ بیلنے نہ پڑیں۔

خود سنن ابوداؤد میں مرفوعا روایت ہے:

((اِنَّ مِنَ الْقِرَفِ التَّلَفَ))[1] "وبا میں گھسے رہنا ہلاکت ہے"۔

ابن قتیبہ نے قرف کا ترجمہ وباء سے قربت بیماروں کی مجاورۃ لکھا ہے۔

پانچواں نفع: بدفالی اور تعدیہ سے بچاؤ اس لیے کہ لوگ ان دونوں سے متاثر ہوتے ہیں اس لیے کہ طیرہ تو اس کے لیے ہے' جو بدفالی پسند کرتا ہے۔

ورنہ اس ممانعت میں کہ ایسے علاقوں میں داخل نہ ہوں صرف اجتناب اور احتیاط مقصود ہے نیز برباد کن اسباب اور تباہی آور وجوہ سے بھی سابقہ رکھنے سے ممانعت ہے اور فرار سے روکنے میں توکل' تسلیم و رضا' تفویض' الٰہی سپاری اس طرح پہلی صورت میں تعلیم و تادیب ہے' دوسری میں تفویض و تسلیم مقصود ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فاروق اعظم شام کی ایک مہم پر روانہ ہوئے' جب آپ سرغ[2] کے ایک علاقے میں پہنچے تو ابوعبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھی کی ملاقات ان سے ہوئی ان لوگوں نے اطلاع دی کہ شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ مگوئیاں شروع ہوئیں کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے یا لوٹ جانا چاہیے' آپ نے ان حالات میں ابن عباسؓ سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کے افراد جو

---

[1] امام ابوداؤد نے ۳۹۲۳ میں کتاب الطب کے باب فی الطیرۃ کے تحت اور امام احمد نے ۳/۴۵۱ کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے' اس کی سند میں جہالت ہے۔

[2] سرغ: حجاز سے متصل شام کے کنارے پر واقع ایک گاؤں کا نام ہے' عدوۃ عین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ منقول ہے اس سے وادی کا کنارہ اور حصہ مراد ہے۔

شریک مہم ہیں بلا کر لایئے چنانچہ وہ ان کو بلا لائے آپ نے ان کے سامنے صورت حال مشورہ کے لیے رکھی وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوئے' کسی نے کہا ہم ایک بڑی مہم پر نکلے ہیں اس لیے ہمیں اس مہم کو سر کیے بغیر واپس نہ جانا چاہیے' دوسروں کا مشورہ آیا کہ امت کے برگزیدہ اشخاص آپ کے ساتھ ہیں ہم آپ کو اس وبا میں ان کو بھیجنے کا مشورہ نہ دیں گے حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اچھا آپ لوگ جائیں پھر آپ نے انصار کو طلب فرمایا میں ان کو بلا کر لایا ان کے سامنے بھی بات رکھی ان کی روش بھی وہی رہی جو مہاجرین کی تھی' ان میں بھی اختلاف رہا پھر آپ نے ان سے بھی مجلس سے چلے جانے کا حکم دیا پھر آپ نے مجھ سے کہا قریش کے وہ برگزیدہ جو فتح مکہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے جلو میں تھے ان کو بلایئے میں انہیں بلا لایا ان میں کوئی اختلاف کا شکار نہیں رہا انہوں نے عرض کیا بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلے جائیں اور ان برگزیدہ اصحاب کو وباء کی بھینٹ نہ چڑھائیں اس کے بعد حضرت فاروق اعظم نے اعلان فرمایا کہ ہم کو صبح واپس ہونا ہے' چنانچہ صبح کو سب واپس ہونے کے لیے آئے' تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر المومنین قضائے الٰہی سے گریز کر رہے ہیں آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایسی بات آپ کے شایان شان نہیں آپ اس کے سوا کہہ سکتے ہیں ہاں یہی سمجھ لیں کہ ایک تقدیر الٰہی سے دوسری تقدیر کی جانب ہم بھاگ رہے ہیں یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ اپنے اونٹ لے کر کسی وادی میں اترتے ہیں جس کے دو کنارے ہیں ایک شاداب دوسرا خشک اگر شاداب علاقے میں چرانے کا موقعہ ملا تو قضا الٰہی سے ہے اور اگر خشک علاقے میں چرنے کا موقع ملا تو یہ بھی تقدیر الٰہی کی بنیاد پر ہے اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت سے کہیں گئے ہوئے تھے اس موقع پر نہ تھے یہ ماجرا سن کر فرمایا کہ اس سلسلے میں میرے پاس واضح حکم ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا۔

((سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِذَا كَانَ بِأَرْضٍ وَ أَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ)) [1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی علاقے میں طاعون پھیل رہا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو اور اگر سنو کہ وباء پھیلی ہوئی ہے اور تم اس کے علاوہ مقام پر ہو تو پھر اس علاقے میں نہ جاؤ''۔

---

[1] بخاری نے اسے ۱۰/۱۵۴ اور ۱۰/۱۵۷ میں روایت کیا ہے جو کتاب الطب سے متعلق ہے اور باب ما یذکر فی الطاعون قائم کیا ہے۔ اور مسلم نے نمبر ۲۲۱۹ حدیث السلام میں باب الطاعون والطیرة و الکھانة و نحوھا کے تحت اس کا ذکر کیا ہے۔

فصل-12

استسقاء کے علاج میں آپ کی ہدایات

صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ روایت فرمائی کہ:

((قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُرَيْنَةَ وَعُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَشَكَوْا ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَوْخَرَجْتُمْ إِلٰى إِبِلِ الصَّدَقَةِ فَشَرِبْتُمْ مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَفَعَلُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا عَمِدُوْا إِلَى الرُّعَاةِ فَقَتَلُوْهُمْ وَاسْتَاقُوْا الْإِبِلَ وَحَارَبُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ آثَارِهِمْ فَأُخِذُوْا فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ وَأَلْقَاهُمْ فِي الشَّمْسِ حَتّٰى مَاتُوْا))[1]

''عرینہ اور عکل کے لوگوں کا ایک گروہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ان لوگوں نے مدینہ کی اقامت ناپسند کی اور اس ناپسندیدگی کی شکایت نبی کریم ﷺ سے کی آپ نے فرمایا کہ اگر تم زکوٰۃ میں آئے ہوئے اونٹوں کا دودھ اور ان کا پیشاب استعمال کرتے تو مفید ہوتا انہوں نے ایسا ہی کیا جب یہ گروہ تندرست ہو گیا تو بجائے احسان مند ہونے کے انہوں نے ان چرواہوں پر جان بوجھ کر حملہ کیا اور انہیں قتل کر ڈالا اور اونٹوں کو ہنکا لے گئے اور آمادہ پیکار ہوئے اللہ و رسول سے بغاوت کی رسول اللہ ﷺ نے ان کی جستجو پر مہم روانہ فرمائی انہوں نے ان کو گرفتار کیا آپ نے ان کے ہاتھ کاٹنے پیر اڑا دینے آنکھوں میں سلائی ڈال کر آنکھ پھوڑ دینے کا حکم دیا' چنانچہ ان کے ساتھ یہ کیا گیا' اور انہیں دھوپ میں ڈال دیا گیا'

---

[1] بخاری نے اس حدیث کا ذکر ۹۸/۱۶ میں فی المحاربین فی فاتحۃ اور کتاب الطب میں کیا ہے اور اس کا ((باب الدواء بالبان الابل)) ''اونٹ کے دودھ سے علاج قائم کیا ہے' اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۶۷۱ میں کتاب القسامہ کے باب حکم المحاربین والمرتدین کے تحت روایت کی ہے' اور ابوداؤد نے ۴۳۶۴ اور نسائی نے ۹۳/۷' ۹۴ میں ترمذی نے ۷۲ اور ابن ماجہ نے ۲۵۷۸ میں ذکر کیا ہے' البتہ مولف نے جن الفاظ کی نسبت کی ہے وہ مسلم میں نہیں ہے۔ اور نسائی ۹۸/۷ میں ہے کہ وہ یہاں تک پہنچے کہ ان کے رنگ پیلے پڑ گئے۔ اور شکم پھول کے بڑے ہو گئے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ ابوعوانہ سے روایت ہے کہ ان کے شکم بڑے ہو گئے اور حدیث کا لفظ اجتووا المدینۃ کے معنی ہے مدینہ میں اقامت گزیں ہوئے یہاں کی فضا نے ان کے شکم میں ہوا بھر دی۔ اور سَمَلَ اعینھم کا معنی ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں ان کی روشنی جاتی رہی۔

اس اذیت کے ساتھ ان سب کی موت واقع ہوئی''۔

اس بیماری کے استسقاء ہونے کا اندازہ مسلم کی روایت سے ہوتا ہے انہوں نے صحیح مسلم میں روایت فرمایا کہ انہوں نے شکایت میں یہ الفاظ کہے۔

((انَّا اِجْتَوَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَعَظُمَتْ بُطُوْنُنَا وَارْتَهَشَتْ اَعْضَاؤُنَا وَ ذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ))

''ہم مدینہ میں اقامت گزیں ہوتے ہیں اس قیام کے نتیجہ میں ہمارے شکم بڑھ کر نکل آئے اور ہمارے اعضاء میں لرزش پیدا ہوگئی' پھر حدیث کا بالائی حصہ ذکر کیا''

الجوی جوف شکم کی ایک بیماری ہے' اور استسقاء مرض مادی ہے جس کا سبب ایک مادہ غریبہ باردہ ہے' جو اعضاء کے خلل میں گھس جاتا ہے' جس سے ان اعضاء میں بڑھوتری آجاتی ہے کبھی تمام اعضاء ظاہرہ میں یہ صورت پیدا ہوجاتی ہے' کبھی ان خالی جگہوں میں جہاں غذا اور اخلاط میں مدبر اعضاء ہوتے ہیں اور اس کے نواحی میں یہ مادہ باردہ غریبہ گھس جاتا ہے اور ان حصوں کی بڑھوتری کا سبب بن جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں' لحمی جو تینوں میں بدتر ہے' زقی' طبلی۔

اس بیماری کے علاج میں جن دواؤں کی سخت ضرورت ہے وہ دوائیں ایسی ہونی چاہیے' جو ان مواد کو کھینچ کر ہلکے دستوں کے ذریعہ یا ادرار معتدل کے ذریعہ باہر کردے' یہ دونوں خصوصیات اونٹوں کے دودھ اور پیشاب میں بدرجہ اتم موجود ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس کے استعمال کا حکم فرمایا اس لیے گابھن اونٹنی کے دودھ میں جلا مادہ اور براز کی تلیین ہے جس نرم پاخانہ کے ساتھ مادہ غریبہ باردہ خارج ہوجائے' ڈھیلے پاخانے کے ساتھ اس میں پیشاب لانے کی بھی خاصیت ہے' خواہ یہ پاخانہ و پیشاب کسی قدر زیادہ ہو' خواہ کسی قدر کمتر ہو ان کے استعمال سے سدے کھل جاتے ہیں یعنی ہر قسم کے روک کھل جاتے ہیں' اس لیے کہ عموماً ہر اونٹ شیح (درمنہ ترکی) قیصوم (ریتہ پتہ) بابونہ اقحوان (سوبھل) اذخر (گنڈھل) چرتے ہیں اور اس کے علاوہ بہت سی دوسری گھاس جو مفید استسقاء ہیں ان کی مرغوب غذا ہیں یہ بیماری جگر کی خرابی کے بغیر پیدا نہیں ہوتی[1] اگر جگر سے کلیۃً نہیں تو کم از کم کسی قدر شرکت تو ضروری ہوتی ہے اور عموماً سدہ

---

[1] ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ استسقاء ایک ایسا مرض ہے' جس میں انتفاخ بطن خصوصی علامت ہوتی ہے' اس لیے کہ بار یتونی تجویف میں بدبودار رطوبت پائی جاتی ہے۔ اس کے اسباب چند ہوتے ہیں جن میں سب سے اہم جگر کی دبازت رطوبی اور قلب کا نیچے آجانا یا باریتونی مدرن یا اس قسم کا کوئی دوسرا سبب ہے اس کا علاج مسبب کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔

جگر اس کا سبب ہوتا ہے اور عربی اونٹوں کا دودھ اس کے لیے اور سدوں کو کھولنے کے لیے بہت مفید ہے اور دوسرے ایسے منافع بھی اس سے مرتب ہوتے ہیں جو استسقاء کو کم یا ختم کر دیتے ہیں۔

رازی نے کہا ہے کہ اونٹنی کا دودھ جگر کے تمام دردوں کے لیے دوائے شافی ہے اسی طرح مزاج جگر کے فساد کو بھی ختم کر دیتا ہے اسرائیلی نے کہا ہے کہ اونٹنی کا دودھ بہت زیادہ رقیق ہوتا ہے' اس میں مائیت اور تیزی یعنی سرعت نفوذ غیر معمولی ہوتی ہے اور غذائیت کے اعتبار سے سب سے کمتر ہوتا ہے' اس وجہ سے تمام غذاؤں میں فضولات کی تلطیف کے اعتبار سے سب سے زیادہ قوی ہے اس کے کھانے سے دست آتے ہیں اور جگر اور دوسری تجویفوں کے سدے کھل جاتے ہیں اس کی معمولی نمکینیت جو حرارت حیوانی کے بالطبع زیادہ ہونے کی وجہ سے اس میں موجود ہوتی ہے اس کی تلطیف کی خصوصیات پر دلیل بین ہے اسی وجہ سے جگر کی ترطیب کے لیے استعمال ہونے والی دواؤں میں سب سے زیادہ قوی اور عمدہ تسلیم کیا جاتا ہے' اس کے سدے کھولتا ہے اس سے طحال کی صلابت بھی اگر یہ صلابت اور ورم زیادہ پرانا نہ ہو تو اس سے فوراً تحلیل ہو جاتا ہے اور اگر حرارت جگر سے ہونے والے استسقاء میں تھن سے نکلتے ہی گرم گرم دودھ اونٹنی کے بچے کے پیشاب کے ہمراہ استعمال کیا جائے تو بہت زیادہ نافع ثابت ہوتا ہے' اس لیے کہ تھن سے نکلتے وقت کے دودھ کی گرمی کے ساتھ استعمال میں نمکینیت کسی قدر زیادہ ہوتی ہے اس سے فضولات جلد منقطع ہو جاتے ہیں اور اسہال بآسانی ہوتا ہے اگر اس کے استعمال کے بعد بھی فضولات کا رُخ نکلنے کی طرف نہ ہو اور اسہال میں دشواری یا تاخیر ہو رہی ہو تو پھر کسی دوسری دوائے مسہل سے کام لیا جائے اور دست لائے جائیں دوائیں ایسی ہونی چاہئیں جو استسقاء کی قاطع ہوں۔

صاحب قانون[1] نے کہا ہے کہ اس کا کوئی خیال نہ کیا جائے کہ دودھ کا مزاج علاج استسقاء کے مضاد ہے اس لیے کہ اونٹنی کا دودھ استسقاء کے لیے تریاق ہے' کیونکہ یہ آنتوں کو صاف کرنے والا ہے خواہ جس انداز کا بھی ہو اور بھی بہت سی خوبیاں اس میں ہیں اس لیے یہ دودھ نہایت درجہ مفید ہے اگر کوئی مریض پانی کے بجائے صرف دودھ ہی کو استعمال کرتا رہے تو اس کی شفاء متیقن ہے اس کا تجربہ ایسے گروہ پر ہو چکا ہے جن کو جنگی اسباب نے عرب ممالک میں ٹھہرا دیا تھا ضرورت نے انہیں اس مجرب دوا کے استعمال پر مجبور کیا استعمال کے بعد وہ توانا و تندرست بھی ہو گئے' سب سے زیادہ مفید عربی دیہات کے اصل اونٹ کا پیشاب ہے۔

---

1. طب عملی و نظری میں ایک عمدہ کتاب ہے' اس میں ادویہ کے احکام ہیں اسے ابن سینا نے تصنیف کیا ہے۔ روم سے طبع ہوئی ۱۵۹۳ء اور اس کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا پھر دوبارہ بندقیہ میں طبع ہوئی ۱۵۹۵ء میں۔

اس واقعہ سے پیشاب کا بطور دوا استعمال کرنا اور اسے شفا پانا معلوم ہوتا ہے' نیز ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کی طہارت پر بھی روشنی پڑتی ہے اس لیے کہ محرمات سے تو دوا کرنا بھی جائز نہیں[1] اور ابتداء زمانہ اسلام میں پینے کے بعد منہ کی طہارت اور اونٹوں کے پیشاب جو کپڑے میں لگ گئے ہوں ان کو بھی دھونے کا حکم نہیں ملتا' اور کسی چیز کے جواز عدم جواز کا بیان وقت گزر جانے پر کیے جانے کا کوئی تک نہیں وہ حکم تو وقت ہی پر مطلوب ہوا کرتا ہے۔

اور ایسے سنگین مجرموں سے جنگ آزمائی کے حکم کی بنیاد پر انکا چرواہوں کو قتل کرنا اور آنکھوں میں سلائی کرنا وغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔

پوری جماعت کو قتل کرنے کا جرم بھی ان سے ثابت ہوا تھا اس لیے سب کو قتل کرنے اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ لینے کا حکم دیا گیا۔

اگر مجرم ایسا خطا کار ہو کہ حدود و قصاص دونوں ہی اس پر واجب ہوں تو ایسے موقع پر حدود و قصاص دونوں ساتھ ہی ساتھ جاری ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ پیر ترشوانے ان کے جنگ آزمائی پر آمادہ ہونے کی وجہ سے' اور انکا قتل چرواہے کے قتل کی وجہ سے ایک ہی وقت میں عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ اس لیے کہ کوئی جنگ آزما برسر پیکار اگر مال لے لیتا ہے' اور قتل کرتا ہے' تو اس کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اور اسے قتل بھی کر دیا جائے گا۔

کیونکہ یہ قاعدہ ہمیشہ سے ہے کہ جب مجرم کا جرم سنگین ہو تو اس کی سزا بھی متعدد اور سخت ترین ہوگی' اس لیے کہ یہ لوگ اسلام قبول کر کے مرتد ہوئے اور دوسروں کو جان سے مارا اور مقتول کی صورت بگاڑ دی' آنکھ پھوڑ کر ہاتھ پیر کاٹ کر' اور ان کی رقمیں بھی لے لیں اور کھلم کھلا اکڑے ہوئے لڑنے لگے۔

برسر پیکار مخالفین کی مدد کرنے والے برسر پیکار لوگوں کے حکم میں ہیں اس لیے کہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ ہر ایک قتل و غارت میں خود شریک نہ تھا اور نہ رسول اللہؐ نے اس کے دریافت کی ضرورت سمجھی۔

کسی کو دھوکے سے قتل کرنے پر قاتل کا قتل واجب ہوتا ہے اس میں معافی کی گنجائش نہیں ہے اور نہ بدلہ لینے دینے کا اعتبار ہے یہی اہل مدینہ کا فیصلہ رہا اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی دو صورتوں میں سے ایک صورت یہی ہے۔

اور ہمارے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ[2] نے بھی اسی کو پسند کیا اور اسی پر فتویٰ دیا۔

---

[1] یہ غیر متفق ہے اور جواز بیان کرنے والے کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت یہ حرام نہ رہا ہوگا۔

[2] یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ مطالعہ کیجئے۔ السیاستہ الشرعیہ صفحہ ۷۵-۶۹

فصل-13

طب نبوی ﷺ میں زخموں کا طریقۂ علاج

صحیحین میں ابو حازم سے روایت ہے کہ انہوں نے سہل بن سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زخموں کا علاج احد کی جنگ میں کیسے کیا گیا۔

((عَمَّا دُوْوِیَ بِهٖ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ جُرِحَ وَجْهُهٗ وَ كُسِرَتْ رُبَاعِیَّتُهٗ وَهُشِمَتِ الْبَیْضَةُ عَلٰی رَاْسِهٖ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَغْسِلُ الدَّمَ وَكَانَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ یَسْكُبُ عَلَیْهَا بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَاَتْ فَاطِمَةُ الدَّمَ لَا یَزِیْدُ اِلَّا كَثْرَةً اَخَذَتْ قِطْعَةَ حَصِیْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا حَتّٰی اِذَا صَارَتْ رَمَادًا اَلْصَقَتْهُ بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ))[1]

''احد کی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے زخموں کا علاج کیسے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا چہرہ مبارک مجروح ہو گیا' آپ کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور خود چور ہو کر سر میں گھس گئی' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادی خون دھوتی تھیں اور علی بن ابی طالب ان زخموں پر پانی ڈھال سے بہاتے تھے جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ خون بند ہونے کے بجائے بڑھتا جا رہا ہے' تو آپ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلا دیا' جب راکھ ہو گیا تو آپ نے زخموں پر انہیں چپکا دیا' جس سے خون بند ہو گیا''۔

گون[2] کی بنی ہوئی چٹائی کی راکھ سے خون بڑی عمدگی سے بند ہو جاتا ہے' اس لیے کہ اس میں خشک کرنے کی صلاحیت موجود ہے اس کے علاوہ اس سے زخموں میں چبھن بھی نہیں ہوتی کیونکہ جو دوائیں خشک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں' اگر اس میں خلش کا انداز ہو تو اس سے خون میں جوش آ جاتا ہے اور اس خلش سے خون کی ریزش بڑھ جاتی ہے' اور اس راکھ کا تو اس درجہ کرشمہ دیکھنے میں آیا کہ صرف

---

[1] بخاری نے جہاد ۶/ ۷۱ خود پہننے کا باب باب لبس البیضہ قائم کر کے اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۷۹۰ جہاد میں باب غزوۂ احد کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

[2] گون ایک دریائی گھاس ہے' جو نے کی طرح پانی میں بڑھتی ہے اس سے چٹائی بنائی جاتی ہے' قدیم زمانے میں اس کے چھلکے کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

اس راکھ کو یا اسے سرکے میں ملا کر نکسیر کے مریضوں کی ناک میں پھونک دیں تو رعاف بند ہو جاتا ہے۔

ابن سینا نے قانون میں لکھا ہے کہ گون کی بنی چٹان سیلان دم میں نافع ہے اسے روک دیتی ہے' اگر تازہ زخموں پر جن سے خون بہہ رہا ہو چھڑک دیں تو اسے مندمل کر دیتی ہے' مصری کاغذ قدیم زمانے میں گون ہی سے بنایا جاتا تھا' اس کا مزاج خشک و سرد ہے' اس کی راکھ اکلۃ الضم میں مفید ہے' خون کے تھوک کو بند کر دیتی اور گندے زخموں کو بڑھنے سے روکتی ہے۔

14-فصل

شہد' حجامت اور داغنے کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ علاج

صحیح بخاری میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلشِّفَاءُ فِیْ ثَلَاثٍ' شُرْبَۃِ عَسَلٍ وَ شُرْطَۃِ مِحْجَمٍ وَکَیَّۃِ نَارٍ وَاَنَا اَنْھٰی اُمَّتِیْ عَنِ الْکَیِّ))[1]

''شفا کے تین ذریعے ہیں' شہد کا استعمال پچھنا اور داغ لگانا (CAUTERY) اور داغ دینے سے میں اپنی امت کو روکتا ہوں''۔

ابو عبداللہ مازری نے کہا ہے کہ امتلاء سے ہونے والے امراض حسب ذیل قسم کے ہوتے ہیں یا تو وہ امتلاء دم کی وجہ سے یا امتلاء کی وجہ سے یا بلغم کے امتلاء کی وجہ سے یا سوداء کے امتلاء کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اگر یہ امتلاء دم کی وجہ سے ہے تو اس کا سہل علاج اخراج دم ہے' اور اگر باقی تین اخلاط کے امتلاء سے ہے تو اس کا آسان علاج اسہال کرانا ہے۔ اس اسہال میں بھی علاج کرتے وقت اس خلط کے مطابق دوا استعمال کرنی چاہیے' اور غالباً اسی سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے امت کو شہد کی طرف متوجہ فرمایا ہے اس لیے کہ شہد ان سہل دواؤں میں ہے' جو تین خلط میں سے کسی بھی ایک کو یا سب کو یکساں طور پر بدن سے نکال کر مریض کو اچھا (تندرست) کر دیتی ہے' اور علاج بالحجامہ کا ذکر فرما کر فصد کے ذریعے علاج کی راہ ہموار کر دی ہے چنانچہ اسی کو بعض نے کہا ہے کہ فصد شرطۃ محجم کے ماتحت آتی ہے' اور جب دوا کی ہر راہ علاج کا ہر طریقہ مسدود ہو جائے تو پھر داغ سے علاج کیا جائے گویا علاج کی

---

[1] بخاری نے طب کے باب الشفاء فی ثلاث میں ۱۰/۱۱۶ پر اس کا ذکر کیا ہے۔

آخری تدبیر یہی ہے اس لیے آپ نے اس کا دوا کے تحت ذکر فرمایا اس لیے کہ جب طبیعت پر مرض کا غلبہ اتنا شدید ہو جائے کہ وہ ادویہ کی قوتوں کو مغلوب کر دے اور دوا کھلانے پلانے سے کوئی نفع نہ ہوتا ہو تو ایسے موقع پر مجبوراً اسی طریقہ کو اختیار کیا جا سکتا ہے' چنانچہ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں اپنی امت کو داغ سے اجتناب کی ہدایت کرتا ہوں اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

((مَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ))[1] ''میں داغنا پسند نہیں کرتا''۔

اس بات کا کھلا اشارہ ہے کہ علاج کی دوسری تدبیریں اختیار کی جائیں اگر ان سے نفع ہو جائے اور صحت کی راہ نکل آئے تو ہرگز ہرگز داغ دینے کی صورت نہ اختیار کی جائے' ابتداً مرض وہدایت علاج میں تو ہرگز یہ صورت اختیار نہ کی جائے' اس لیے کہ داغ سے جو اذیت اور تکلیف مریض کو پہنچتی ہے وہ اکثر اس اذیت سے کمتر ہوتی ہے جو خود داغ کرنے سے جسم مریض کو پہنچتی رہتی ہے۔

دوسرے اطباء نے کہا ہے کہ امراض مزاجیہ' یعنی سوء مزاج سے ہونے والی بیماری یا تو مادی ہوگی' یا غیر مادی اور مادی بیماریاں یا تو حار ہوں گی یا تو بارد یا رطب ہوں گی یا یابس ہوں گی' یا ان سے مرکب ہوں گی' ان کیفیات اربعہ میں دو کیفیتیں فاعلی ہیں حرارت و برودت اور دو کیفیتیں منفعل ہیں' رطوبت و یبوست لہٰذا لازمی طور پر جب کبھی بھی کسی کیفیت فاعلہ کا غلبہ ہوگا تو اس کے ہمراہ کیفیت منفعلہ بھی ہوگی اسی طرح سے بدن میں پائے جانے والے اخلاط کا بھی مسئلہ ہے اور تمام مرکبات کا بھی یہی انداز ہے کہ ان میں دو کیفیتیں موجود ہوں گی فاعلہ و منفعلہ۔

اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ امراض سوء مزاج اخلاط کی قوی ترین کیفیت حرارت و برودت کے زیر اثر ہی ہوں گے اس لیے نبی کریم ﷺ کی ہدایت بطور تمثیل امراض کے علاج میں بنیادی نقطہ سے متعلق ہے جو ان امراض میں بنیادی طور پر حرارت و برودت سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے اگر مرض حار ہے تو اس کا علاج ہم خون نکال کر کریں گے۔

خواہ وہ اخراج فصد کے ذریعہ ہو یا حجامت کے ذریعہ اسلئے کہ یہ استفراغ مادہ (خارج کرنے) کا ایک طریقہ ہے جس سے مزاج میں تبرید پیدا ہو جاتی ہے' اور اگر مرض بارد ہے' تو اسکا علاج تسخین (گرمی لاکر) کے ذریعہ کریں گے اور تسخین کی یہ صلاحیت شہد میں موجود ہے' اب اگر مریض کے مادہ باردہ کا استفراغ (خارج کرنا) مقصود ہو تب بھی شہد ہی کام کرتا ہے' اس لیے کہ شہد میں تسخین کے ساتھ

---

[1] بخاری نے طب میں باب من اکتوی او کوی غیرہ' خود داغ لگوایا یا کسی دوسرے کو لگایا کے تحت ۱۰/۱۳۰ میں اس حدیث کو ذکر کیا اور مسلم نے نمبر ۲۲۰۵ السلام میں لکل داء دواء کے باب میں جابر بن عبداللہ کی حدیث سے روایت کیا۔

مادہ کے نضج (پختہ) کرنے کی بھی صلاحیت موجود ہے مزید برآں شہد میں تقطیع مواد یعنی جڑ سے ختم کرنے اور تلطیف یعنی ہلکا کرنے یا کام کرنے کی صلاحیت موجود ہے اسی طرح خوب اچھی طرح جلاء (نکھارنے) کی صلاحیت ہے اور تلیین مواد (ڈھیلا اور نرم) کرنے کی بھی اہلیت ہوتی ہے' جب یہ ساری خوبیاں شہد میں ہیں تو اس سے مادہ کا استفراغ آسانی سے بلا کسی اذیت کے ممکن ہے' مسہلات قویہ کی اذیت سے اس کے ذریعہ بچا جاسکتا ہے۔

رہ گیا داغ دینا (کے) تو یوں سمجھئے کہ تمام امراض مادی یا تو حار ہوں گے' جو تیزی سے کسی نہ کسی جانب رخ کریں گے ایسی صورت میں تیزی سے پچھلے سارے مرض میں اس کی ضرورت نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ مرض مادی مزمن ہو تو اس کے علاج کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ استفراغ مادہ کے بعد جن اعضا کو داغ دینا ممکن ہو انہیں داغ دیا جائے اس لیے کہ امراض مادی جب مزمن ہوتے ہیں تو اس میں مادہ باردہ غلیظہ یقینی طور سے عضو میں جڑ پکڑ لیتا ہے جس سے اس کا مزاج ہی فاسد ہو جاتا ہے پھر جو تغذیہ کن غذا اور مواد وہاں پہنچتے ہیں وہ بھی اسی کی طرح ہو جاتے ہیں اس طرح فساد جو ہر عضو میں بڑھتا ہی جاتا ہے جس سے اس عضو میں التہاب شدید کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اس مادہ کو خارج کرنے کی صورت یہی ہے کہ اس جگہ کو داغ دیا جائے تاکہ وہ مستحکم مادہ جہاں جمع ہے وہاں داغ دینے سے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اس لیے کہ آگ ہر قسم کے مواد کی تحریق کا کام دیتی ہے۔

اس سے یہ بات آئینہ ہو کر سامنے آگئی کہ اس حدیث نبوی ﷺ میں تمام امراض مادی کا علاج موجود ہے' جس طرح سوء مزاج سادہ کا علاج ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت

((اِنَّ شِدَّةَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُهَا بِالْمَاءِ.))[1]

''یعنی حمی یوم غیر مادی کی شدت جہنم کی لپٹ ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کردو''۔

اس میں رسول اللہ ﷺ نے غیر مادی بیماری کا علاج آسان طور سے کیے جانے کی ہدایت فرمائی ہے۔

15- فصل

پچھنا لگوانا

حجامت کے بارے میں سنن ابن ماجہ کی روایت حدیث جبارہ بن مغلس جو ایک ضعیف راوی ہے'

---

[1] یہ صحیح ہے یہ حدیث پہلے آچکی ہے۔

انہوں نے کثیر بن سلیم سے روایت کیا کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ بِمَلأٍ اِلاَّ قَالُوْا يَا مُحَمَّدُ مُرْ اُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ میں اس رات جس رات مجھے معراج میں لے جایا گیا جب بھی کسی گروہ پر گذرتا تو وہ گروہ کہتا کہ اے محمد ﷺ اپنی امت کو حجامت کا حکم دو"۔

اسی حدیث کو امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں ابن عباسؓ سے ان لفظوں میں بیان کیا:

((عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ يَا مُحَمَّدُ)) [2]

"پچھنے لگانا ضروری جانو اے محمد!"

اور صحیحین میں حدیث طاؤس جو ابن عباسؓ سے مروی الفاظ میں روایت ہے۔

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَ اَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهُ)) [3]

"نبی ﷺ نے پچھنا لگوایا' اور حجام کو اس کی اجرت دی"۔

اور صحیحین میں یہ حدیث حمید الطویل براویت انس بن مالکؓ مروی ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَجَمَهُ اَبُوْ طَيْبَةَ فَاَمَرَلَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيْهِ فَخَفَّفُوْا عَنْهُ مِنْ ضَرِيْبَتِهِ وَقَالَ خَيْرُ مَاتَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ)) [4]

"رسول اللہ ﷺ کو پچھنا ابوطیبہ نے لگایا آپ نے بطور اجرت دو صاع غلہ دیے جانے کا حکم فرمایا اور اپنے غلاموں سے گفتگو فرمائی انہوں نے ابوطیبہ کا حصہ کم کر دیا' آپ نے فرمایا:

---

[1] یہ حدیث اپنی تمام شواہد کے ساتھ صحیح ہے' اس کو ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۷۹ کے ذیل میں ذکر کیا' اس کی سند ضعیف ہے' اور اسی باب میں ابن عباس کی روایت کو ترمذی نے ۲۰۵۴ نمبر حدیث میں ذکر کیا ہے اور ابن مسعودؓ سے ترمذی میں نمبر ۲۰۵۳ حدیث کے موجود ہے۔

[2] ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ طب میں نقل کیا ہے۔ باب ماجاء فی الحجامة کے ذیل میں اس کی سند میں عباد بن منصور راوی ضعیف ہے' اس کا حافظہ عمدہ نہ تھا عبارت حدیث میں ضعف کی وجہ سے تغیر و تبدل کر دیتا تھا۔

[3] بخاری نے طب میں باب السعوط ۱۰/۱۴۴ کے ذیل میں ذکر کیا' اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۲۰۲ السلام میں باب لکل داء دواء کے تحت ذکر کر کے اخیر میں استعط کا لفظ زائد کیا یعنی ناک میں چڑھایا۔

[4] بخاری نے ۱۰/ ۱۲۶' ۱۲۷ میں طب کے باب الحجامۃ من الداء کے تحت ذکر کیا اور مسلم نے نمبر ۱۵۷۷ کتاب المساقات میں باب حل اجرۃ الحجامۃ حجامت کی اجرت کے جواز کے ذیل میں ذکر کیا۔

جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو ان میں بہتر پچھنا لگا کر علاج کرنا ہے"۔

جامع ترمذی میں عباد بن منصور کی روایت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

((قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ كَانَ لِابْنِ عَبَّاسٍ غِلْمَةٌ ثَلَاثَةٌ حَجَّامُوْنَ فَكَانَ اِثْنَانِ يُغَلَّانِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَهْلِهٖ وَوَاحِدٌ لِحَجْمِهٖ وَ حَجْمِ اَهْلِهٖ قَالَ وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ نِعْمَ الْعَبْدُ الْحَجَّامُ يَذْهَبُ بِالدَّمِ وَيُخِفُّ الصُّلْبَ وَيَجْلُو الْبَصَرَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَيْثُ عُرِجَ بِهٖ مَامَرَّ عَلٰى مَلَاءٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَمَا تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ يَوْمَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ تِسْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ اِحْدٰى وَ عِشْرِيْنَ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَمَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ السَّعُوْطُ وَاللَّدُوْدُ وَ الْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لُدَّ فَقَالَ مَنْ لَدَّنِيْ فَكُلُّهُمْ اَمْسَكُوْا فَقَالَ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ اِلَّا الْعَبَّاسُ))[1]

"حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ کہتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تین غلام تھے جو حجامت کا کام جانتے تھے ان میں سے دو آپ کے لیے اور آپ کے متعلقین کے لیے غلہ لاتے تھے اور ایک ان کو اور ان کے متعلقین کو پچھنا لگانے کا کام کرتا' ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمدہ غلام پچھنا لگانے والا ہے' جو پچھنا لگا کر خون نکالتا ہے جس سے ریڑھ اور پشت کی گرانی جاتی رہتی ہے' نگاہوں کو روشنی بخشتا ہے اور یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب معراج میں اوپر جاتے ہوئے فرشتوں کے جھرمٹ سے گزرتے تو ہر جھرمٹ کے فرشتے کہتے آپ پچھنا رواج دیں اور بہترین دن پچھنے کا ۱۷' ۱۹' اور ۲۱ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ معالجہ کا بہترین طریقہ ناک سے دوا چڑھانا منہ سے کھلانا پچھنے لگانا اور سحر خرامی' آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی منہ سے دوا پلائی گئی آپ نے دریافت کیا کس نے مجھے دوا پلائی تو سب خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا کہ ہمارے خاندان کے ہر فرد کو دوا پلائی گئی سوائے عباس کے کہ ان کو دوا پلانے کی نوبت نہیں آئی"۔

---

[1] ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ اور ابن ماجہ نے ۳۴۷۸ میں ذکر کیا' اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ عباد بن منصور ضعیف الروایہ ہے۔

16-فصل

حجامت کے فائدے

پچھنا بدن کے سطحی حصہ کو ستھرا اور صاف بناتا ہے' اس میں فصد سے زیادہ ظاہر جسم کے نقی وصفی بنانے کی صلاحیت ہے' اور بدن کے گہرے حصوں کی صفائی کے لیے فصد بہترین چیز ہے' حجامت سے جلد کے اطراف کا خون نکلتا ہے' اور سطح بدن مواد ردیہ سے صاف ستھرا اور پاک ہو جاتا ہے۔

میرا خیال اس سلسلہ میں یہ ہے کہ حجامت اور فصد دونوں کے منافع وقت مقام عمر اور مزاج کی روشنی میں مختلف ہوتے ہیں' منطقہ حارہ (گرم علاقے) اور فصول حارہ (گرم موسم) اور گرم مزاج لوگ جن کا خون پوری طرح پختہ ہوتا ہے' اس میں پچھنا زیادہ مفید ہے' ان کو پچھنا لگانے سے وہ نفع حاصل ہوتا ہے' جو فصد سے نہیں ہوتا' اس لیے کہ جب خون میں نضج ہو جاتا ہے' تو اس میں رقت پیدا ہو جاتی ہے' وہ جلد کے اندرونی حصے کی طرف آ جاتا ہے اس لیے حجامت سے ایسی صورت میں جو نفع متوقع ہے وہ فصد سے کسی قیمت میں نہیں حاصل ہو سکتا اسی لیے بچوں کو اور ان تمام لوگوں کو جو فصد کی طاقت نہیں رکھتے' حجامت ہی سے نفع پہنچتا ہے نہ کہ فصد سے ویسے اطباء کے ایک بڑے گروہ نے یہ طے کیا ہے کہ گرم علاقے میں حجامت ہی سے نفع پہنچتا ہے وہ فصد سے متوقع نہیں ہے اس لیے یہاں پچھنا لگانا ہی مناسب ہے اور پچھنا لگانے کا وقت نصف ماہ یا اس کے بعد مناسب سمجھا جاتا ہے ورنہ مہینہ کے تین چوتھائی گزرنے کے بعد اس لیے کہ خون مہینے کے ابتدائی دنوں میں ہیجان اور جوش میں ہوتا ہے آخری ایام میں سکون پذیر ہوتا ہے درمیان میں اور اس کے بعد انتہائی زیادت وکثرت میں ہوتا ہے۔

شیخ نے قانون میں کہا ہے کہ پچھنا لگانا ابتداء ماہ میں کسی طرح روا نہیں اس لیے کہ ابتدا میں اخلاط حرکت اور ہیجان سے ناآشنا ہوتے ہیں اور نہ آخر ماہ میں اس لیے کہ اس زمانے میں تزاید کے بجائے نقص ہو گیا' بلکہ حجامت وسط ماہ میں ہونا چاہیے' جب کہ اخلاط پوری طرح پرشور ہوتے ہیں اس لیے کہ چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے اور روشنی کی زیادتی سے ہیجان اور جوش اخلاط لازمی ہے' اور رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے۔

((اِنَّهُ قَالَ خَیْرُ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَ الْفَصْدُ.)) [1]

---

[1] حدیث بخاری میں باقی الفاظ موجود ہیں۔ بجز الفصد کے ۱۰/۱۲۲' ۱۲۷ حدیث انس کے یہ الفاظ ہیں۔ ان امثل

''آپ ﷺ نے فرمایا سب سے عمدہ علاج جو تم کرتے ہو حجامت اور فصد ہیں''۔

دوسری حدیث میں ہے:

((خَیْرُ الدَّوَاءِ الْحِجَامَةُ وَ الْفَصْدُ.)) ''بہترین دوا حجامت اور فصد ہے''

اوپر والی حدیث میں اشارہ اہل حجاز اور (بلادحارہ) گرم علاقوں کے رہنے والوں کی طرف ہے' اس لیے کہ ان کا خون رقیق ہوتا ہے' اور یہ رقت کی وجہ سے بدن کے سطحی حصے کی جانب اکثر موجود ہوتا ہے اس لیے کہ گرم علاقوں کی گرمی ان کو بیرونی جانب کھینچ لاتی ہے اور وہ خون رقت کی وجہ سے بآسانی جلد کے نواحی میں کھنچ کر جمع ہو جاتا ہے دوسری وجہ یہ ہے ان علاقوں کے رہنے والوں کے مسامات حرارت کی وجہ سے کشادہ ہوتے ہیں اور ان کے اعضاء کھوکھلے ہوتے ہیں' اس کھوکھلا پن کی وجہ سے فصد میں خطرہ ہے' اور حجامت ارادی تفرق اتصال ہے عروق سے کلی طور پر استفراغ حجامت کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے اور عضو کے بہت سے ان عروق سے خون نکلتا ہے جن سے عموماً استفراغ ممکن نہیں' اور فصد کے لیے مختلف رگوں کا تجویز کرنا نفع مخصوص کی بناء پر ہے چنانچہ فصد باسلیق حرارت جگر حرارت طحال اور دموی مواد کی بنا پر ہونے والے ہر قسم کے اورام کے لیے مفید ہے' اسی طرح پھیپھڑے کے ورم دموی شوصہ[1]

(گذشتہ سے پیوستہ) ماتدا ویتم به الحجامة موجود ہے۔ مسلم نے حدیث ۱۵۷۷ میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ ان افضل ماتدا ویتم به الحجامة او هو من امثل دوائکم یعنی جن سے تم علاج کرتے ہو۔ ان میں سب سے افضل پچھنا لگانا ہے' تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دوا ہے' احمد نے ۳/۱۰۷ میں ان لفظوں سے روایت کی خیر ما تد اویتم به الحجامة اور فصد کے لفظ سے ہم کو واقفیت نہیں ہے جو دفتر حدیث ہمارے سامنے ہے ان میں ہم نے نہیں پایا۔ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ حجامات دو قسم کی ہیں۔ تر اور خشک سینگیاں اور خشک تر سے مختلف ہوتا ہے۔ اس لیے کہ تر میں نشتر لگا کر پچھنا کیا جاتا ہے' تاکہ ماؤف حصے سے خون کا کچھ حصہ چوس کر نکال لیا جائے۔ مگر خشک پچھنا آج تک مروج ہے کہ اسے عضلات کی تکلیف بالخصوص پشت کے عضلات جو وجع مفاصل ظہری کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لیے تر پچھنوں کا استعمال ہبوط قلب کی اس صورت میں جبکہ پھیپھڑوں سے رطوبات کی ترشیح ہو رہی ہو' آج بھی جائز ہے کہ سینے کے مہروں کے پچھلے حصے میں تر پچھنے لگائے جاتے ہیں اور فصد کا طریقہ آج بھی مستعمل ہے جبکہ قلب کا ہبوط ہو۔ اور ہونٹ اس کی شدت سے نیلے ہو جائیں۔ ورنہ تنفس میں غیر معمولی تکلیف اور تنگی بڑھ جائے' فصد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سوئی جس کی نالی کشادہ ہو مریض کی کلائی کی ورید میں داخل کی جاتی ہے۔ اور ۳۰۰ مکعب سے لے کر ۵۰۰ تک خون نکال لیا جاتا ہے۔ اس ترکیب سے بہتوں کی زندگی جو ہبوط قلب کی وجہ سے زندگی کے آخری مرحلے میں ہوتی ہے بچائی جا سکتی ہے۔

[1] شوصہ ذات الجنب کی طرح کا درد جو شکم میں ریاح کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے مریض ادنیٰ بے چینی میں اس پٹی اس پٹی سر پٹکتا رہتا ہے۔

(ایک جان لیوا اور د جو جوف شکم میں ریاح کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے) میں مفید ہے اسی طرح ذات الجنب حار اور دیگر امراض دموی گھٹنے سے لیکر کولہے تک میں یکساں مفید ہے۔

اکحل میں فصد کرنا پورے بدن میں خون کی بنا پر ہونے والے امتلاء میں نافع ہے اسی طرح وہ فساد دموی جس کا تعلق پورے جسم سے ہو اس میں بھی مفید ہے۔

قیفال کا فصد[1] سر گردن کی تمام بیماریوں میں نافع ہے جو کثرت دم یا فساد خون کی وجہ سے پیدا ہوں ان میں نہایت درجہ نافع ثابت ہوتا ہے۔

فصد وداجین درد طحال دمہ ضیق النفس اور عصابہ ان تمام دردوں میں نافع ترین طریق علاج ہے۔

مونڈھوں کا پچھنا کندھے اور حلق کے درد کے لیے مفید ہے۔

گردن کے پہلوی حصہ کا پچھنا سر کی بیماریوں اور اس کے دوسرے اجزاء چہرہ' زبان' کان' آنکھ' ناک' حلق کی بیماریوں میں غیر معمولی طور سے نافع ہے جبکہ خون کی زیادتی یا فساد خون کی وجہ سے یہ بیماریاں پیدا ہو گئیں ہوں' حضرت انس کی روایت ہے۔

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَحْتَجِمُ فِى الْأَخْدَعَيْنِ وَ الْكَاهِلِ.))[2]

''رسول اللہ ﷺ اپنی گردن کے پہلوی حصوں اور گردن کے زیریں حصوں پر پچھنا لگوایا کرتے تھے''۔

اور صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے۔

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَحْتَجِمُ ثَلَاثًا وَاحِدَةً عَلَى كَاهِلِهِ وَاثْنَتَيْنِ عَلَى الْأَخْدَعَيْنِ)) [3]

''رسول اللہ ﷺ تین بار پچھنے لگواتے ایک بار اپنے مونڈھے پر اور دو بار گردن کے پہلوی حصوں پر''۔

---

[1] ایک ورید ہے جو بازو کی بیرونی جانب پائی جاتی ہے۔

[2] ترمذی نے سنن میں حدیث نمبر ۲۰۵۲ اور شمائل میں ۲/۲۲۳ اور ابو داؤد نے حدیث نمبر ۳۸۶۰ اور ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۸۳ اور احمد نے ۳/۱۱۹' ۱۹۲ میں نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔

[3] مؤلف کو اس کی نسبت صحیحین کی طرف کرنے میں وہم ہوا ان دونوں نے اس حدیث کی تخریج اپنی کتابوں میں نہیں کی نہ ان میں سے کی ایک ہی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے البتہ احمد اور مؤلفین سنن نے اس کی تخریج کی ہے۔ ہم اس سے پہلے کی تعلیق میں لکھ چکے ہیں۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

((اَنَّہٗ اِحْتَجَمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ فِیْ رَأْسِہٖ لِصُدَاعٍ کَانَ بِہٖ))۱

''آپ نے پچھنا لگوایا جب کہ آپ محرم تھے یعنی احرام باندھے تھے یہ پچھنا آپ نے درد سر کی بنا پر لگوایا تھا جس سے آپ متاثر تھے''۔

اور ابن ماجہ میں ہے:

((عَنْ عَلِیٍّ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ بِحِجَامَۃِ الْاَخْدَعَیْنِ وَ الْکَاھِلِ.))۲

''حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جبرئیل حجامتہ پہلوئے گردن و دوش کا حکم لے کر نازل ہوئے''

ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے۔

((مِنْ حَدِیْثِ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَرِکَہٗ مِنْ وَثْءٍ کَانَ بِہٖ)) ۳

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کولھے پر پچھنا لگوایا اس لیے کہ کولھا موچ کھا گیا تھا''۔

فصل-17

گدی پر سینگیاں کھنچوانے میں علماء طب کا اختلاف

ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں اس سلسلے میں ایک حدیث مرفوع ذکر کی ہے۔

---

۱ بخاری نے ۱۰/۱۲۸ فی الطب میں بیان کیا ہے جہاں باب الحجامۃ علی الراس پچھنا سر پر لگانے کا بیان ہے اور عبد اللہ بن بحسینہ کی حدیث لائے ہیں۔

۲ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۸۲ میں لکھا ہے اس کی سند ضعیف ہے' اس لیے کہ اس کے راویوں میں اصبغ بن نباتہ تمیمی ہے' جو ضعیف ہے۔

۳ ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۶۳ کے تحت ذکر کیا اس کے رجال ثقہ ہیں۔

وثء موچ کو کہتے ہیں۔ جس میں عضو میں درد ہوتا ہے مگر کسر نہیں ہوتا چنانچہ محاورہ ہے۔ وثئت الید و الرجل ہاتھ پیر میں موچ آ گئی درد ہو گیا ٹوٹا نہیں یہ موثوءۃ ہیں یعنی موچ خوردہ ہمزہ کو نکال کر وثی بولتے کہتے ہیں۔ نسائی نے ۵/۱۹۴ میں بسلسلہ حج' باب حجامۃ المحرم علی ظھر القدم میں ان لفظوں میں روایت کیا ہے: ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِحْتَجَمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ عَلٰی ظَھْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَثْیٍ کَانَ بِہٖ))

''کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنا لگوایا اور آپ حالت احرام میں تھے اپنی پشت یا پیر کی موچ کی تکلیف کی بنا پر جو پیر کو پہنچی تھی''۔

((عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ فِي جَوْزَةِ الْقَمَحْدُوَةِ فَإِنَّهَا تَشْفِي مِنْ خَمْسَةِ أَدْوَاءٍ ذَكَرَ مِنْهَا الْجُذَامَ)) [1]

''تم نقرہ قمحد وہ پر جسے فاس الراس کہتے ہیں پچھنا لگانا اہم سمجھو اس لیے کہ اس حجامت سے پانچ بیماریوں سے نجات ملتی ہے' اس میں سے ایک جذام بھی ہے''۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

((عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ فِي جَوْزَةِ الْقَمَحْدُوَةِ فَإِنَّهَا شِفَاءٌ مِنْ اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ دَاءً)) [2]

''تم گدی کی ہڈی کے ابھار پر پچھنا لگواؤ اس لیے کہ اس میں بہتر بیماریوں سے نجات ملتی ہے''۔

اطباء کی ایک جماعت اسے پسند کرتی ہے' چنانچہ ان کا خیال ہے کہ اس حجامت سے جحوظ عین (آنکھوں کا ڈھیلا باہر نکل آنا) کو مفید ہے' آنکھ کی پتلیوں میں جو ابھار پیدا ہو جاتا ہے اس کو دفع کرتا ہے اسی طرح آنکھ کے بیشتر امراض کو اس سے نفع ہوتا ہے' پپوٹوں اور بھوؤں کی گرانی ختم ہو جاتی ہے' اور بامنی کے لیے بھی مفید ہے اور یہ روایت ہے کہ حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کسی مرض میں اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے اپنی گدی کے دونوں جانب پچھنا لگوایا نقرہ پر حجامت نہیں کرائی' اور نقرہ کی حجامت کو ناپسند کرنے والوں میں مصنف قانون شیخ ابن سینا نے قانون میں لکھا ہے کہ اس سے نسیان یقینی طور پر پیدا ہوتا ہے' جیسا کہ ہمارے پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے فرمایا کہ موخر دماغ یادداشت کی جگہ ہے' اور موخر دماغ کی حجامت سے حافظہ جاتا رہتا ہے۔

دوسروں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ خود حدیث کا ثبوت معرض بحث میں ہے اور اگر یہ حدیث رسول ثابت ہو جائے تو اس سے بلا ضرورت حجامت کی ممانعت ہوتی ہے کہ اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے مگر جس مریض میں خون کا غلبہ ہو تو گدی کی حجامت کا شرعاً اور علاجاً دونوں طرح جواز موجود ہے بلکہ نفع بخش ہے' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے پچھنا لگانا اور وہ بھی گدی کے مختلف حصوں میں ضرورت کے مطابق حدیث سے ثابت ہے' اور گدی کے علاوہ جگہوں پر بھی حسب ضرورت آپ نے پچھنا لگوایا' پھر پچھنا لگانا کیسے قابل اعتراض ہو سکتا ہے' جبکہ صورت حال کے مطابق ہو۔

---

[1] سیوطی نے اسے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور طبرانی ابن السنی اور ابو نعیم نے اس کی نسبت حدیث صہیب کی جانب کی ہے اور ہلکا اشارہ ضعف کا بھی ہے

[2] ہیثمی نے اسے مجمع ۵/۹۴ میں لیا ہے' صہیب رضی اللہ عنہ سے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں۔

فصل-18

پچھنا لگوانے کے فوائد

حجامت ٹھوڑی کے زیریں حصہ میں کرانے سے دانت چہرے اور حلقوم کا درد جاتا رہتا ہے' مگر مناسب وقت میں حجامت کی شرط بھی ساتھ ساتھ ہے' اس پچھنے سے سر اور جبڑے کے موادِ ردیہ کی صفائی ہو جاتی ہے' اور پشت پا پر پچھنا لگانا اتنا ہی مفید ہے' جتنا صافن رگ کی فصد کرانا' صافن ٹخنے سے لگی ہوئی ایک ورید ہے' اس کے باعث رانوں اور پنڈلیوں میں زخم نہیں ہوتے' اور اگر ہو گئے ہوں تو مندمل ہو جاتے ہیں' اسی طرح حیض کے انقطاع میں بھی مفید ہے' خصیوں کو خارش سے بھی نجات ملتی ہے۔

اور سینے کے زیریں حصے میں پچھنا لگانے سے ان میں دنبل والے خارش کے نکلنے سے نجات ہو جاتی ہے' اسی طرح نقرس (چھوٹے جوڑوں کا درد) بواسیر' فیل پا' پیٹھ[1] کی خارش سے بھی کلیۃً نجات مل جاتی ہے۔

فصل-19

پچھنا لگانے کا موسم اور ایام

ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعہ حدیث نقل کی ہے۔

((اِنَّ خَیْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِیْهِ یَوْمُ سَابِعَ عَشَرَةَ اَوْتَاسِعَ عَشَرَةَ وَیَوْمُ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ)) [2]

''ہر مہینے کی بہترین تاریخ پچھنا لگانے کے لیے سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ ہے۔

اور ترمذی میں ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے''۔

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَحْتَجِمُ فِی الْاَخْدَعَیْنِ وَ الْکَاهِلِ وَکَانَ یَحْتَجِمُ لِسَبْعَةَ

---

[1] داء الفیل فیل پا ایک مرض ہے جو مادہ کثیف کی وجہ سے پیر اور پنڈلی میں پیدا ہوتا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی گڑیاں پیدا ہو کر جلد کو ناہموار بنا دیتی ہیں۔

[2] ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ میں ذکر کیا ہے' اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں عباد بن منصور راوی ضعیف ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

عَشَرَ وَتِسْعَةَ عَشَرَ وَفِي اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ اپنی گردن کے پہلوی حصے میں اور کاندھے کے پچھلے حصے میں سترہ' انیس یا اکیس تاریخ کو حجامت کراتے"۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

((مَنْ اَرَادَ الْحِجَامَةَ فَلْيَتَحَرَّ سَبْعَةَ عَشَرَ اَوْ تِسْعَةَ عَشَرَ اَوْ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ لَا يَتَبَيَّغْ بِاَحَدِكُمُ الدَّمُ فَيَقْتُلَهُ)) [2]

"جو پچھنا لگانے کا ارادہ کرے تو انتظار کرے ۱۷' ۱۹ یا ۲۱ تاریخ خون میں جوش نہ آنے دو' کہیں اس سے جان پر بن نہ آئے (ہائی بلڈ پریشر)"

اور سنن ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے مرفوعاً ہے۔

((مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشَرَةَ اَوْ تِسْعَ عَشَرَةَ اَوْ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ كَانَتْ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ)) [3]

"جو پچھنے کے لیے سترہ' انیس یا اکیس تاریخ چاند کی اختیار کرے گا' اسے ہر بیماری سے نجات وشفاء ہو جائے گی"۔

یعنی ایسی بیماریاں جو خون کے غلبہ سے یا حرارت کی زیادتی کی بنیاد پر ہوں گی' ان سے شفاء ہوگی۔

ان احادیث میں اور اطباء کے اجماع میں بڑی یکسانیت ہے کہ حجامت کمال قمر کے بعد مہینے کی دوسری تنصیف میں ہونا چاہیے' یا تیسری چوتھائی میں اس لیے کہ اس زمانے میں حجامت سے بڑا نفع متصور ہے یہ حجامت نہ ابتداء ماہ میں ہو نہ نہایت ماہ میں ایمرجنسی کے موقع پر ہر وقت حجامت جائز ہے خواہ وہ ابتداء ماہ میں ہو خواہ آخر مہینہ میں اس سے نفع ہی ہوگا نقصان کا سوال نہیں۔

اور خلال نے عصمہ بن عصام سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حنبل نے ذکر کیا کہ ابوعبداللہ احمد بن

---

[1] ترمذی نے طب کے سلسلہ میں حدیث نمبر ۲۰۵۱ طب میں باب ماجاء فی الحجامتہ کے تحت ذکر کیا ہے' اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اور ترمذی نے اسے حدیث حسن غریب لکھا ہے۔

[2] ابن ماجہ نے اسے حدیث نمبر ۳۴۸۶ کے ذیل پر ذکر کیا ہے' اس میں نہاس بن قہم ہے جو ضعیف ہے' لیکن اس کی ایک حدیث ابوہریرہ سے مولف خود آگے لا رہے ہیں اس سے کسی قدر عمدگی کی شہادت ملتی ہے' ابوداؤد نے اسے حدیث نمبر ۳۸۶۱ اور بیہقی نے اپنے طریق سے ۹/۳۴۰ میں ذکر کیا ہے' اس کی سند حسن ہے' اور ابن عباسؓ کی وہ حدیث جو گزر چکی وہ بھی موجود ہے۔

[3] ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۶۱ میں ذکر کیا اس کی سند حسن ہے' یہ پہلے گزر چکی ہے۔

حنبل رحمہ اللہ ہر اس موقعہ پر جب خون میں جوش ہو پچھنا لگواتے تھے' اس کے لیے نہ وقت اور نہ ساعت کسی چیز کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

شیخ نے قانون میں لکھا ہے کہ دن میں اس کے اوقات دوسرا پہر یا تیسرا پہر ہے البتہ حمام کے بعد حجامت کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے ہاں وہ شخص اسے مستثنیٰ ہے' جس کا خون غلیظ ہو' تو اس کے لیے ضروری ہے کہ حمام کر کے آرام کرے پھر ایک پہر آرام کے بعد پچھنا لگوائے۔

اسی طرح اطباء کھانا کھانے کے بعد بھی سینگی کھنچوانے کو منع کرتے ہیں کہ اس سے سدے پیدا ہونے یا برے امراض کا اندیشہ ہے بالخصوص جبکہ غذا بھی خراب اور غیر لطیف ہو' اور ایک اثر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سینگی کھنچوانا نہار منہ شفاء ہے اور پیٹ بھر کر کھانے کے بعد بیماری ہے اسی طرح مہینے کی ۱۷ تاریخ کو حجامت شفاء ہے۔

ان اوقات کا حجامت کے موقع پر اختیار کرنا محض مزید اذیت سے بچنا ہے' اور حفظان صحت کے طور پر ہے مگر علاج کے موقع پر اگر ضرورت ہو کہ ان قوانین کی رعایت نہ کی جائے تو اس وقت پھر ایمر جنسی کے طریقے اختیار کیے جائیں اور جو مناسب ہو اسی کو اپنائیں' آپ کے اس فرمان ((لَا يَتَبَيَّغْ بِأَحَدِكُمُ الدَّمُ فَيَقْتُلَهُ)) میں اس پر روشنی پڑتی ہے کہ ایمر جنسی میں ہیجان دم کا لحاظ کریں اور فوراً سینگیاں کھنچوائیں تاکہ ہیجان خون ختم ہو جائے ہم اس سے پہلے امام احمد بن حنبل کا فعل نقل کر چکے ہیں کہ ان کو جب بھی ہیجان دم ہوا انہوں نے وقت دن وغیرہ کا لحاظ کیے بغیر پچھنا کھنچوالیا تھا۔

فصل-20

حجامت کے لیے ہفتے کے دنوں کا تعین

خلال نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ حرب بن اسماعیل نے بیان کیا کہ میں نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا حجامت کسی دن ناپسند اور ممنوع بھی ہے' تو آپ نے فرمایا کہ چہار شنبہ اور شنبہ کو بیان کرتے ہیں۔

اور اسی کے لگ بھگ وہ حدیث بھی ہے جو حسین بن حسان سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ سینگی کھنچوانا کس دن ممنوع ہے تو آپ نے کہا چہار شنبہ و شنبہ کو بعض جمعہ کے دن کو بھی کہتے ہیں' اور انہیں خلال نے ابو سلمہ اور ابو سعید مقبری کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع لکھی ہے۔

((مَنِ احْتَجَمَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ أَوْ يَوْمَ السَّبْتِ فَأَصَابَهُ بَيَاضٌ أَوْ بَرَصٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ))[1]

"جس نے بدھ یا سنیچر کے دن پچھنا لگوایا پھر اسے جلد میں سفیدی یا برص کا مرض ہو گیا تو اسے خود کو ملامت کرنا چاہیے"۔

انہیں خلال نے محمد بن علی بن جعفر کی بات نقل کی ہے کہ یعقوب بن بختان نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بال صفا لگانے اور سینگی کھنچوانے کے بارے میں سوال کیا کہ سنیچر بدھ کو جائز ہے' تو آپ نے اسے برا سمجھا اور یہ کہا کہ مجھے بتلایا گیا کہ ایک شخص نے بدھ کو بال صفا لگایا اور سینگی بھی کھنچوائی تو اسے برص ہو گیا تو میں نے ان سے کہا کہ کیا اس نے رسول اللہ ﷺ کی بات کی بے وقعتی کی؟ تو آپ نے فرمایا بلا شبہ۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کتاب الافراد میں حدیث نافع کو یوں ذکر کیا ہے کہ نافع نے بیان کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خون میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے' اس لیے کوئی سینگی لگانے والے کو بلا لاؤ جو ناتجربہ کار بچہ ہو نہ بے کار بڈھا ہو اس لیے کہ:

((فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الْحِجَامَةُ تَزِيْدُ الْحَافِظَ حِفْظًا. وَالْعَاقِلَ عَقْلًا فَاحْتَجِمُوْا عَلٰى اِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَحْتَجِمُوا الْخَمِيْسَ وَالْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَاحْتَجِمُوا الْإِثْنَيْنِ وَمَا كَانَ مِنْ جُذَامٍ وَلَا بَرَصٍ إِلَّا نَزَلَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ.))

"رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ حجامت سے یاد کرنے والے کی یادداشت اور عقل والے کی زیرکی میں زیادتی ہو جاتی ہے اللہ کا نام لے کر پچھنا لگواؤ اور نہ پنج شنبہ نہ جمعہ نہ سنیچر نہ اتوار ان دونوں میں حجامت مت کراؤ' بلکہ دوشنبہ کو پچھنے لگواؤ اور برص وجذام جیسے جلدی امراض آسمان سے زمین کی جانب بدھ کو اترتے ہیں"۔

دارقطنی" کی اس روایت میں زیاد بن یحییٰ[2] منفرد ہیں' اور اسی روایت کو ایوب" نے نافع" سے بیان

---

[1] حاکم نے ۴/۴۰۹ میں اور بیہقی نے ۹/۳۴۰ میں اسے بیان کیا ہے اس کی سند میں سلیمان بن ارقم ہے۔ جو متروک الروایہ ہے۔

[2] ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۸۷' ۳۴۸۸ میں حاکم نے ۴/۴۰۹ میں ضعیف سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے' ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ خلال نے احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ حجامت کو ان دنوں میں مکروہ سمجھتے تھے' اگرچہ حدیث سے یہ بات ثابت نہیں۔

کیا ان کے الفاظ یہ ہیں:

((وَاحْتَجِمُوْا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَالثُّلَاثَاءِ وَلَا تَحْتَجِمُوا يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ .))

"پچھنا لگواؤ' دوشنبہ اور سہ شنبہ کو اور چہار شنبہ کو سنگیاں نہ کھنچواؤ"۔

اور ابو داؤد کی روایت میں حدیث ابو بکرہ سے ہے کہ آپ حجامت منگل کو پسند نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ يَوْمُ الثُّلَاثَاءِ يَوْمُ الدَّمِ وَ فِيْهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ فِيْهَا الدَّمُ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منگل کو خون کا دن ہے اس دن ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ اس میں خون تھمتا ہی نہیں"۔

فصل-21

روزہ دار کے لیے پچھنا لگوانے کا جواز

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں علاج کرنے کی ضرورت اور حجامت کرنے کا استحباب معلوم ہو گیا اور یہ کہ بیماری کا جہاں تقاضا ہو وہیں پچھنا لگایا جائے اور محرم کے حجامت لگوانے کا جواز بھی ان حدیثوں سے معلوم ہوا اگر اس حجامت کے لیے کچھ بالوں کا کترنا بھی ضروری ہو تو وہ بھی کر لیا جائے' اور ایسے موقعہ پر حجامت کرانے کا فدیہ بھی دینا واجب ہے یا نہیں وجوب کے اسباب بہت قوی ہیں اور روزہ دار کا پچھنا لگانا بھی جائز ہے اس لیے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ)) [2]

"رسول اللہ ﷺ نے روزے رکھتے ہوئے بھی پچھنا لگوایا"۔

اب یہ کہ روزہ جاتا رہا یا بحال رہا' یہ دوسرا سوال ہے' اور روزہ کا نہ ہونا ہی صحیح معلوم ہوتا ہے' اس لیے کہ اس کی صحت بلا کسی معارضہ کے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے' اور سب سے زیادہ معارض اس کے وہ حدیث ہے جس میں آپ کے پچھنا لگانے کا ذکر ہے' آپ کے روزہ کی حالت میں اس سے آپ کے

---

[1] ابو داؤد نے اسے حدیث نمبر ۳۸۶۲ میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں مجہولیت ہے۔

[2] بخاری نے اسے صیام ۴۵۵ میں باب الحجامۃ والقئی للصائم کے تحت ذکر کیا ہے اور حدیث عبداللہ بن عباس ؓ سے لی ہے۔

روزہ کا چلا جانا ان چار باتوں کو سامنے رکھنے کے بعد صحیح ہوگا۔

پہلی بات یہ کہ روزہ فرض ہے۔

دوسری بات یہ کہ آپ مقیم تھے۔

تیسری بات یہ کہ آپ کو کوئی ایسی بیماری نہ تھی کہ اس میں خواہ مخواہ پچھنا لگانا ضروری ہی تھا۔

چوتھی بات یہ کہ یہ حدیث اس حدیث کے بعد ہے جس میں آپ نے فرمایا:

((اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ))[1]

''پچھنا لگانے والے اور پچھنا لگوانے والے کا روزہ جاتا رہا''۔

اب جبکہ یہ چاروں مقدمات صحیح ہوگئے تو آنحضرت ﷺ کے فعل سے استدلال بھی ممکن ہے کہ روزہ حجامت کے ساتھ بھی باقی رہا ورنہ کیا مانع ہے کہ روزہ نفلی اور اس سے حجامت کے ذریعہ نکل آنا صحیح تھا یا یہ کہ آپ رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھے ہوتے مگر سفر پر تھے' یا رمضان کا روزہ حضر میں تھا' لیکن ضرورت اتنی شدید تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے افطار صوم جائز تھا یا وہ رمضان کا فرض روزہ تھا اور حجامت کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی' مگر یہ اپنی اصل پر باقی ہے' اور ان کا قول حاجم و محجوم دونوں ہی روزہ سے نہیں رہے نقل ہوکر بعد میں پہنچا اس لیے اصل کی جانب رجوع کرنا پڑے گا ایسی صورت میں ان مقدمات اربعہ میں سے کسی کو ثابت کرنا مشکل ہے چہ جائیکہ چاروں مقدمات کو ثابت کیا جائے۔

اس میں عقد اجارہ کے نہ ہوتے ہوئے بھی طبیب کو اجرت طلب کرنا ثابت ہے بلکہ اس کو اجرت مثل یا اس کی رضامندی کے مطابق اجرت دی جانی چاہیے۔

اس سے دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ پچھنا لگانے کے فن کو آدمی کسب معاش کے لیے بھی اختیار کرسکتا ہے (گویا کہ آزاد انسان بغیر پس و پیش حرمت کے اپنی اس اجرت کو بطور معاش استعمال

---

[1] شداد بن اوس شافی کی حدیث ۱/ ۲۵۷ سے تخریج کی ہے اور ابوداؤد کی حدیث نمبر ۲۳۶۹ اور دارمی نے ۲/ ۱۴ عبدالرزاق نے ۷۵۲۰ میں ابن ماجہ نے ۱۶۸۱ میں حاکم نے ۱/ ۴۲۸ میں اور طحاوی نے ۳۴۹ میں بیہقی نے ۴/ ۲۶۵ میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد صحیح ہے اس کی تصحیح ائمہ حدیث میں سے کئی ایک نے کی ہے اور اسی باب میں رافع بن خدیج والی حدیث ہے جسے عبدالرزاق نے ۷۵۲۳ میں اور ترمذی نے ۷۷۴ میں بیہقی نے ۴/ ۲۶۵ میں نقل کیا ہے ابن حبان نے ۹۰۲ میں اس کی تصحیح کی ہے' حاکم نے ۱/ ۴۲۸ میں ابن خزیمہ نے ۱۹۶۴ میں اور ثوبان سے حدیث کی تخریج ابوداؤد نے ۲۳۶۷ ابن ماجہ نے ۱۶۸۰ اور دارمی نے ۲/ ۱۴' ۱۵ اور طحاوی نے ۳۴۹ اور ابن جارود نے ص ۱۹۸ عبدالرزاق نے ۷۵۲۲ میں کی ہے۔ ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح بمع نمبر ۱۹۶۲' ۱۹۶۳ اور ابن حبان نے ۸۹۹ میں حاکم نے ۱/ ۴۲۷ میں کی ہے اور بخاری علی بن مدینی اور نووی نے بھی ذکر کیا ہے مگر اس کا منسوخ ہونا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ثابت ہے' ملاحظہ ہو فتح الباری ۴۵۵ اور نصب الرایہ ۲/ ۴۷۲' ۴۷۳ اور تلخیص الحبیر ۲/ ۱۹۱' ۱۹۴

کرسکتا ہے اور اس کی کمائی کو کھا سکتا ہے' اس لیے کہ خود رسول اللہ ؐ نے اِس کی اُجرت عطا فرمائی ہے' اور عطا کرنے کے بعد اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا اور اس کو خبیث کہنا ایسا ہے جیسے لہسن اور پیاز کو خبیث فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ اس سے اس کی تحریم کا کوئی قائل نہیں ہے۔

اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی آزاد اپنے غلام سے ہر روز ایک مقرر مقدار اس کی طاقت کے مناسب خراج مقرر کرسکتا ہے اور یہ کہ غلام اس خراج سے زیادہ کماتا ہو تو اس میں تصرف بھی کرسکتا ہے' اور اگر تصرف سے روک دیا گیا ہو تو اس کی پوری کمائی خراج ہوگی مقرر کے لیے منفعت نہ ہوگی بلکہ جو خراج سے زائد ہو وہ اس کے مالک کی جانب سے تملیک کے حکم میں ہے' اس میں اس کو حسب منشا تصرف جائز ہے۔

22-فصل

قطع عروق اور داغ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ علاج

صحیح مسلم کی حدیث جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک معالج کو بھیجا آپ کی ایک ورید کو طبیب نے کاٹا اور اسے داغ دیا۔[1]

دوسری روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ کو جب اکحل میں تیر لگا اور زخم سے خون بہنے لگا' تو جناب نبی کریم ﷺ نے اسے داغ دیا داغ کے نتیجہ میں وہاں ورم پیدا ہوگیا تو آپ نے دوبارہ اس جگہ "کے" کیا یعنی داغ دیا۔[2]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اکحل میں تیر لگنے سے جو زخم ہوگیا تھا' اسے آپ نے تیر کے پھل کے چوڑے حصہ سے داغا یعنی دور تک اس داغ کے اثرات پھیلے پھر خود سعد بن معاذ نے بھی داغ دیا یا آپ کے سوا احباب میں سے کسی نے داغ دیا۔

دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں کہ "انصار میں سے کسی کو تیر کے چوڑے پھل کے گھس جانے سے ان کی

---

[1] مسلم نے حدیث ۲۲۰۷ فی السلام میں باب لکل داء دواء کے تحت نقل کیا ہے کہ ہر بیماری کیلئے دوا ہے۔

[2] مسلم نے اسے حدیث ۲۲۰۸ اور احمد نے ۳/۳۱۲' ۳۵۰' ۳۸۶ میں بیان کیا ہے۔

وریدالحل مجروح ہوگئی' اور خون چل پڑا آپ نے اس کو داغ کے ذریعہ بدن صاف کرنے کا حکم فرمایا"۔

ابوعبید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جن کو داغ کرنا تجویز ہوا آپ نے کھلے لفظوں میں فرمایا:

((اِكْوُوْهُ وَ ارْضِفُوْهُ))[1] "اس کو داغ دو اور گرم پتھر سے سینک کرو"۔

ابوعبید نے فرمایا کہ رضف پتھر جو گرم کیا جائے پھر اس سے ٹکور کیا جائے۔

((حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَوَاهُ فِيْ اَكْحِلِهٖ))

"فضل بن دکین نے سفیان سے اور انہوں نے ابوزبیر سے انہوں نے جابر سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی کہنی کی رگ اکحل کو داغ دیا"۔

بخاری میں انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

((اَنَّهٗ كُوِيَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَ النَّبِيُّ ﷺ حَيٌّ))[2]

"ان کو ذات الجنب میں مبتلا ہونے کے وقت داغ دیا گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس وقت تک حیات تھے۔

((وَفِي التِّرْمِذِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَوٰى اَسْعَدَ بْنَ زُرَارَةَ مِنَ الشَّوْكَةِ))[3]

اور ترمذی میں ان کی روایات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسعد بن زرارۃ کو لوہے کے کانٹے سے داغ دیا تھا"۔

((وَقَدْ تَقَدَّمَ الْحَدِيْثُ الْمُتَّفَقُ عَلَيْهِ وَفِيْهِ وَمَا اُحِبُّ اَنْ اَكْتَوِيَ وَفِيْ لَفْظٍ آخَرِ وَاَنَا اَنْهٰى اُمَّتِيْ عَنِ الْكَيِّ))[4]

---

[1] عبدالرزاق نے مصنف میں اس کی تخریج کی ہے نمبر ۱۹۵۱۷۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس میں آپ کے پاس ایک جماعت حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! ہمارے ایک ساتھی کو شکایت ہوگئی ہے' کیا ہم اسے داغ دیں؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ تم چاہو تو داغ دو یا گرم پتھر سے ٹکور کر دو۔ طحاوی نے یہ حدیث معانی الآثار ۲/ ۳۸۵ میں نقل کی۔ اس حدیث کو اس بات پر محمول کیا گیا کہ یہ وعید ہے کہ اس میں بظاہر حکم ہے مگر بباطن نہی ہے' جیسا کہ قرآن میں ہے واستفزز من استطعت منھم اور آپ کا فرمان ہے ((اعملو اماشئتم))

[2] بخاری نے ۱۰/ ۱۴۵ فی الطب میں باب ذات الجنب کے تحت نقل کیا ہے۔

[3] اس کو ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۱ اور طحاوی نے ۲/ ۳۸۵ کے تحت نقل کیا' اس کے رجال ثقات ہیں۔

[4] اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

''اس سے پہلے وہ حدیث گذر چکی ہے جن پر سب کا اتفاق ہے' اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی روایت مجھے داغ دیا جانا پسند نہیں' اور دوسرے لفظوں میں یوں ہے کہ میں اپنی امت کو ''کے'' سے روکتا ہوں''۔

جامع ترمذی میں اور دوسری کتابوں میں عمران بن حصین کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کے سے روکا ہے ہم نے ایک مرض میں مبتلا ہونے کے بعد داغ دیا مگر کچھ کام نہیں چلا نہ مرض ہی گیا۔

حدیث کے دوسرے الفاظ یوں ہیں کہ ہمیں داغ دینے سے منع کر دیا گیا ہے پھر کیسے فلاح ہوگی' کیسے کامیابی ہوگی۔[1]

خطابی نے ذکر کیا کہ آپ نے سعد کو داغ دیا تا کہ بہتا ہوا خون تھم جائے اسلئے کہ اگر خون جاری رہتا تو بکثرت خون نکل جانے کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ تھا اور ایسے موقع پر ''کے'' کا استعمال عام ہے جیسا کہ آج بھی ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد داغ دیا جاتا ہے تا کہ خون بند ہو جائے۔

جہاں تک ''کے'' سے روکنے کا تعلق ہے وہ ایک عقیدہ بد سے تعلق رکھتا ہے کہ کوئی خود کو شفاء کا ذریعہ سمجھ کر داغ کرائے اور یہ عقیدہ بد کہ اگر داغ نہ دیا گیا تو موت متعین ہے' آپ نے اس اعتقاد بد کو مٹانے کے لیے داغ کو روک دیا۔

روایات میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے عمران بن حصین کو خصوصیت سے داغ کیے جانے سے روکا تھا اس لیے کہ ان کو زخم کی جگہ ناسور تھا اور وہ بھی خطرناک جگہ اس لیے آپ نے اسے داغ دینے سے روکا اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی ایسی جگہ پر کے کرنا جہاں کے بعد جان جوکھم ہو آپ نے روکا۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ ''کے'' دو اندازکی ہوتی ہے (۱) صحیح کو داغ کہ بیمار نہ ہو یعنی توانا و تندرست آدمی بیمار نہ ہونے کے لیے داغ دلوائے تو اس شخص کے لیے ممانعت ہے کیونکہ اس میں اللہ پر بھروسہ ختم ہو جاتا ہے وہ اس کی تقدیر کو ٹالنا چاہتا ہے (۲) زخموں کا داغ فاسد ہونے کے وقت اور عضو کو داغ دینا قطع کرنے کے وقت اس میں شفاء ہے۔

البتہ داغ بطور دوا کہ اس میں نفع کی بھی توقع ہو اور یہ بھی گمان ہو کہ نفع نہ ہوگا تو ایسے موقع پر یہ داغ دینا کراہت سے قریب تر ہے۔

اور ایک حدیث صحیح میں ہے جس میں ستر ہزار بلا حساب کے جنت میں داخل ہونے کی شہادت ہے

---

[1] ترمذی نے ۴/۲۲۷٬ ۳۳۰ ۴ میں نقل کیا ہے حدیث کا نمبر ۲۰۵۰ ہے اور ابوداؤد نے ۳۸۶۵ میں ابن ماجہ نے ۳۴۹۰ میں بیان کیا اس کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث میں ہے۔

((اَنَّھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ))[1]

''کہ وہ لوگ وہی ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے نہ داغ دلواتے نہ بدشگونی و بدفالی کے قائل ہیں' بلکہ اپنے اللہ پر پوری طرح بھروسہ کیے ہوئے ہیں''۔

یعنی مدار صحت جھاڑ پھونک اور داغ کو نہیں سمجھتے اور نہ زندگی کے معاملات میں بدفالی و بدشگونی کو پسند کرتے ہیں۔

داغ دینے سے متعلق احادیث چار مضامین پر مشتمل ہیں جس کو پڑھنے کے بعد چار رخ متعین ہوتے ہیں۔

(۱) پہلا آپ کا عمل (۲) دوسرا آپ کا ناپسند کرنا

(۳) تیسرا ترک کرنے والے کی تعریف (۴) چوتھا نہی

ان چاروں میں آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے' آپ کا فعل عمل کے جواز کو بتلاتا ہے۔

آپ ﷺ کے ناپسند کرنے سے اس کے نہی اور قطعی روک کا اندازہ نہیں لگتا اور تارک کی تعریف کرنے سے اس فعل کا نہ کرنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔

اور اس سے نہی بطور اختیار اور کراہت کے ہے یا ایسی صورت میں نہی ہے کہ اس میں احتیاج نہ ہو ''کے'' کی کوئی خاص ضرورت نہیں بلکہ صرف اس خوف سے کہ بیماری ہو جائے گی' آمادہ ''کے'' کو روکنا مقصود ہے' تاکہ کہیں غلط عقیدہ کی بنیاد نہ پڑ جائے۔

فصل-23

طب نبوی میں ''مرگی'' کا علاج

صحیحین میں حدیث عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا۔

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُرِیْکَ اِمْرَاَۃً مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ ھٰذِہِ الْمَرْاَۃُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ اِنِّیْ اُصْرَعُ وَ اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰہَ لِیْ

---

[1] بخاری نے اسے ۱۰/۲۷۹ فی الطب کے باب من لم یرق میں ذکر کیا ہے' مسلم نے ۲۲۰ ایمان میں باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الی الجنۃ بغیر حساب مسلمانوں کا ایک گروہ جنت میں بلاحساب جائے گا' کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ لَكِ اَنْ يُعَافِيَكِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ قَالَتْ فَاِنِّيْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّا اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا)) [1]

''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کو جنتی عورت دکھا دوں میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ سیاہ عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے صرع کا مرض ہے' اور رسوا ہو جاتی ہوں آپ دعا کر دیجئے' آپ نے فرمایا تم چاہو صبر کرو تمہارے لیے جنت ہے اگر تو چاہے تو دعا کر دوں کہ تم کو عافیت عطا ہو تو اس نے کہا کہ میں صبر کروں گی' پھر اس نے کہا کہ میں رسوا ہو جاتی ہوں آپ دعا کر دیجئے کہ میں رسوا نہ ہوں' آپ نے دعا فرمائی''۔

صرع دو قسم کا ہوتا ہے' ایک صرع ارواح خبیثہ ردیہ کی بنا پر دوسرا اخلاط ردیہ کی وجہ سے اسی دوسرے صرع کا اطباء اسباب وعلاج بیان کرتے ہیں۔

اور صرع ارواح کا اطباء کے زیرک ودانا لوگ اعتراف کرتے ہیں مگر اس کے علاج کی کوئی صورت ان کے سامنے نہیں ہے اور اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس بیماری کا علاج تو ارواح شریفہ خیریہ علویہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے وہی ان ارواح خبیثہ کا مقابلہ کر سکتی ہیں اور اس کے آثار مٹا سکتی ہیں اور اس کے افعال مدافعت ان سے ممکن ہے' اور ان کا ابطال بھی انہیں کے بس کی بات ہے' بقراط نے اپنی بعض کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس میں اس کا جزوی طور سے معالجہ بھی تجویز کیا ہے' چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ ہمارا طریقہ علاج اسی صرع کے لیے مفید ہے جس کا سبب اخلاط ردیہ یا مواد ردیہ ہوں' لیکن جو صرع کہ ارواح کی بنیاد پر ہوتا ہے' اس میں یہ علاج نافع نہیں ہوتا۔

جو اطباء اناڑی ہیں جنہیں کچھ واقفیت ہے اور نہ علاج کے میدان میں ان کا کوئی مقام ہے بلکہ زندیق محض ہیں' وہ صرع ارواح کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ لغویت ہے اس کا جسم انسانی پر اثر انداز ہونے سے کیا تعلق ہے ایسے لوگ اناڑی اور ناداں ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ہماری طب میں اس کا کوئی دافع نہیں ہے' حالانکہ اس آنکھ سے دیکھ کر یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں یہ بیماری بھی موجود ہے اور یہ کہنا کہ محض اخلاط کے رنگ بدلنے کا کرشمہ ہے' اس کے غلبہ سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے تو ان کا یہ مقولہ اس کی چند اقسام پر تو صادق آتا ہے' سب پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

---

[1] بخاری نے ۱۰/۹۹ فی المرضی میں باب من یصرع من الریح مرگی بسبب ریاح میں ذکر کیا ہے اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۶۵ فی البر والصلة باب ثواب المومن فیما یصیبه کسی بھی افتاد پر مومن کو ثواب ملتا ہے کے تحت ذکر کیا ہے۔

قدیم اطباء اس قسم کے صرع کو صرع الٰہی کہا کرتے تھے' اور کہتے کہ روحوں کا کرشمہ ہے' اور جالینوس وغیرہ نے اس لفظ کی تاویل کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس کو مرض الٰہی کہنے کا سبب یہ ہے کہ یہ بیماری سر میں پیدا ہوتی ہے' اور چونکہ دماغ ایک پاکیزہ مقام ہے جہاں اللہ کا قیام ہوتا ہے' اس لیے اسے صرع الٰہی کہتے ہیں۔

ان کی یہ بات ان کی ناواقفیت کی بنیاد پر ہے ان کو ان ارواح اور اس کے احکام اس کی تاثیرات سے بالکل واقفیت نہیں ہے اطباء کا وہ گروہ جو منکر خالق کائنات ہے ان کا جب دور دورہ ہوا تو انہوں نے بجز اس صرع کے جو اخلاط کی رداءت کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے کسی دوسرے صرع کا اقرار ہی نہیں کیا۔

جو لوگ ان روحوں اور ان کی تاثیرات سے واقف ہیں وہ ان نادانوں کی حماقت اور کم فہمی پر بجز مسکرا دینے کے اور کیا کر سکتے ہیں۔

ان قسم کے صرع کا علاج دو باتوں کا لحاظ کر کے ممکن ہے ایک بات تو خود مصروع سے متعلق ہے دوسری اس کے علاج کرنے والے سے' جو مصروع سے متعلق ہے اس میں مصروع کی یقینی قوت اس کی گہری توجہ ان ارواح کے پیدا کرنے والے بنانے والے کی طرف اور سچا تعوذ جس پر دل اور زبان دونوں یکساں متفق ہوں اس لیے کہ یہ ایک قسم کی جنگ ہے' اور جنگ آزما کا اپنے دشمن سے ہتھیاروں کے ذریعہ قابو پانے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ ہتھیار تقاضے کے مطابق عمدہ اور صحیح کام کرنے والا ہو دوسرے یہ کہ استعمال کرنے والے کے ہاتھ میں بھی طاقت ہو' اس لیے کہ ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی ناقص ہو گی تو پھر ہتھیار سے وہ نفع نہیں حاصل کیا جا سکتا' پھر ایسی صورت میں جہاں دونوں ہی چیزیں مفقود ہوں کامیابی کا امکان کیسے ہو گا' ادھر دل میں توحید کی کوئی چنگاری نہیں بالکل اجڑا ہوا ہے' نہ توکل ہے نہ پرہیزگاری نہ توجہ دوسرے ہتھیار بھی ناپید ہیں۔

دوسری صورت معالج سے متعلق ہے کہ اس میں بھی یہ دو باتیں ہونی ضروری ہیں اس لیے کہ اگر یہ دونوں چیزیں موجود ہوں تو دیکھنے میں آیا کہ اس نے اپنی زبان سے کہا کہ ''نکل جا'' یا اس نے اپنی زبان سے کہا بسم اللہ یا زبان سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ نکالا اور ادھر کام ہوا خود ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان سے فرمایا:

((اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ))[1] ''نکل اللہ کے دشمن میں اللہ کا پیامی ہوں''

---

[1] احمد بن حنبل نے ۴/۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲ میں حدیث يَعْلَى بْنُ مُرَّةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ اَتَتْهُ اِمْرَاَةٌ بِابْنٍ لَهَا قَدْ اَصَابَهُ لَمَمٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ فَبَرَءَ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

میں نے خود اپنے شیخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ مصروع پر ایسی روح پھونکتے جو روح مصروع کو مخاطب کرتی اور کہتی کہ شیخ نے تم کو نکلنے کا حکم دیا ہے' تمہارا یہاں رہنا جائز نہیں ہے ان الفاظ کے بعد مرگی زدہ ٹھیک ہو جاتا تھا کبھی اس روح خبیث سے خود کلام کرتے ایسا بھی ہوا ہے کہ روح بہت زیادہ سرکش تھی تو اسے پیٹ کر نکالتے جس کے بعد مرگی کا مریض اچھا ہو جاتا اور اس کی پٹائی کا کوئی احساس مریض کو نہ ہوتا نہ درد نہ چوٹ اس کا صرف میں نے ہی نہیں دوسروں نے بار بار مشاہدہ کیا۔

میں نے دیکھا کہ اکثر مصروع کے کان میں یہ پڑھتے:

((اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ))[المومنون:۱۱۵]

''کیا تمہیں گمان ہے کہ ہم نے تمہیں بے سود پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہ آ ؤ گے''

انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے مصروع کے کان میں ایک بار یہ پڑھا' اس پر روح نے جواب دیا ہاں اور اس بات کو کھینچ کر کہا' میں نے اسے سزائیں دینے کے لیے ڈنڈا اٹھایا اور اس کی گردن کی عروق پر ایسی زور کا ڈنڈا جمایا کہ میرا ہاتھ شل ہو گیا' اور جو لوگ وہاں موجود تھے' انہیں یقین ہو گیا کہ مصروع اس چوٹ سے مر گیا' جانبر ہونے کا کوئی سوال نہیں' اس نے مارنے کے وقت کہا کہ میں اسے چاہتی ہوں میں نے اس سے کہا کہ یہ تو تم کو نہیں چاہتا اس نے کہا میں چاہتی ہوں کہ اس کے ساتھ حج کروں میں نے اس سے کہا یہ تو تمہارے ساتھ حج کرنا نہیں چاہتا تب اس نے کہا کہ تمہارے احترام میں میں اسے چھوڑتی ہوں میں نے کہا نہیں اللہ اور رسول کی اطاعت میں چھوڑتی ہوں کہو اس نے کہا میں نکلی جا رہی ہوں اس کے بعد مصروع بیٹھ گیا دائیں بائیں دیکھنے لگا اور کہا کہ مجھے یہاں کیوں لائے تو لوگوں نے داستان بیان کی اور اس پٹائی کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی جرم نہیں کیا پھر شیخ نے مجھے کیوں مارا اور اس نے یہ سمجھا بھی نہیں کہ اس پر کوئی چوٹ پڑی ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ) فَاَهْدَتْ لَهٗ كَبْشَيْنِ وَشَيْئًا مِنْ اِقِطٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَايَعْلٰى خُذِ الْاِقِطَ وَالسَّمَنَ وَخُذْ اَحَدَ الْكَبْشَيْنِ وَرُدَّ عَلَيْهَا الْآخَرَ. وَ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ عِنْدَ ابْنِ مَاجَةَ ۳۵۴۸ وعن جابر عند الدارمی ۱/۱۰۔

یعلی بن مرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی بچے کو تکلیف تھی رسول اللہؐ نے فرمایا۔نکل اللہ کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں یہ فرمانا تھا کہ وہ بچہ اچھا ہو گیا۔اس عورت نے آپ کی خدمت میں دو مینڈھے پنیر اور گھی ہدیۃً پیش کیا آپ نے یعلی سے فرمایا کہ پنیر اور گھی لے لو اور ایک مینڈھا اسے واپس کر دو۔اس کے رجال ثقات ہیں اسی باب میں عثمان بن ابو العاص کی حدیث ہے ابن ماجہ نے جسے حدیث نمبر ۳۵۴۵ میں ذکر کیا ہے اور جابر سے یہ حدیث دارمی نے ۱/۱۰ میں نقل کی ہے۔

وہ آیت الکرسی سے اس کا علاج کرتے تھے اور مصروع کو بکثرت اس کے پڑھنے کی ہدایت کرتے یا اس کے علاج کرنے والے کو بتلاتے اور معوذتین پڑھنے کو بھی کہتے۔

حاصل کلام اس قسم کے صرع کے مریض اور اس کے علاج کا انکار وہی کرے گا جو علم و عقل و معرفت سے کورا ہوگا اور اکثر ارواح خبیثہ کا تسلط کسی پر اسی وقت ہوتا ہے، جب کہ اس میں دین و دیانت کی کمی ہو اور اس کے دل اور زبان میں ذکر الٰہی کا دور سے دور تک پتہ نہ ہو نہ اس کو پناہ مانگنے کی عادت نہ رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی احتیاطی تدبیروں اور ایمان سے کوئی ربط باقی رہتا اس لیے ارواح خبیثہ ایسے لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں جن کے پاس یہ ہتھیار نہیں ہوتے، بہت سے لوگ ننگے ہوتے ہیں اور اس آسیب کے شکار ہو جاتے ہیں۔

اور اگر حقائق پر نظر کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اکثر نفوس بشریہ پر ان ارواح خبیثہ کی وجہ سے صرع کی کیفیت طاری ہوتی ہے یہ ان ارواح خبیثہ کے قبضہ اور پھندے میں اس طرح ہوتے ہیں کہ وہ جہاں چاہتی ہیں انہیں لیے پھرتی ہیں اور نہ اس سے بچاؤ ممکن نہ اس کی مخالفت آسان، اور ان پر اس صرع کا دورہ ہوتا ہے کہ مصروع کبھی اس سے افاقہ ہی نہیں پاتا درحقیقت یہی مصروع ہے اور اسی کو مصروع کہنا درست اور صحیح ہے۔

اس صرع کا علاج ایسی عقل صحیح سے جو ایمان کی ہم نشین ہو اور جسے انبیاء و رسل لائے ہیں ممکن ہے یہ کہ جنت اور دوزخ اس کی آنکھوں کے سامنے اور دل کے آئینہ میں ہو اور اہل دنیا پر اس کا سایہ ہوتا ہے ان پر عذاب اور آفات کا نزول ہوتا ہے اور ان کی آبادیوں میں اس طرح سے ان بلیات کی بارش ہوتی ہے جیسے آسمانی بارش کا نزول یعنی تابڑ توڑ یکے بعد دیگرے اور ان پر صرع کا حملہ اس سے نجات نہیں، الٰہی کتنی مصیبت کی بیماری ہے صرع مگر جب یہ بیماری عام ہو جاتی ہے اور ہر وجود مصروع ہی معلوم ہوتا ہے تو پھر اس کا زیادہ خیال اور اس سے احتیاط کا کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا کوئی اسے نہ برا سمجھتا ہے، نہ بیماری تسلیم کرتا ہے، بلکہ اس کو اہم اور نادر جاننے والوں پر انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں۔

جب اللہ کسی کو اس سے نجات دینا چاہتا ہے، اور اس کا خیر اللہ کی نظر میں ہوتا ہے تو اسے اس مرض سے افاقہ دیدیتے ہیں اور ابناء دنیا کو ہر طرف مصروع دیکھتا ہے دائیں بائیں آگے پیچھے جو مختلف طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے بہتوں پر جنون کی لپٹ ہوتی ہے بعض تھوڑی دیر کے لیے ٹھیک ہو جاتے ہیں پھر ان کا جنون واپس آجاتا ہے بعض ایک بار جنون ایک بار افاقہ کی کیفیت میں مبتلا ہوتے ہیں جب افاقہ ہو جاتا ہے تو اس کا ہر کام عقل و ہوش کا ہوتا ہے پھر اس پر صرع کا دورہ ہوا اور جیسا خبط پہلے تھا اسی کا دور دورہ دوبارہ ہو گیا۔

24-فصل

اسباب صرع پر ایک نظر

اخلاط سے پیدا ہونے والا صرع اعضاء نفسانی کو حرکت انتصاب اور افعال سے روکنے والی بیماری ہے لیکن یہ عمل ناقص درجہ کا ہوتا ہے مریض نہ تو پوری طرح بے حس و حرکت ہوتا ہے' نہ پوری طرح انتصاب اور افعال سے ہی رک جاتا ہے اس کو سبب بطون دماغ کے منافذ میں ناقص سدہ خلط غلیظ لزوجت سے پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے احساس و حرکت کا نفوذ یعنی روح حسی و حرکی کا نفوذ مریض کے دماغ اور اعضاء میں پوری طرح نہیں ہو پاتا جس میں انقطاع کا کوئی موقع نہیں آتا' کبھی اس کا سبب ریح غلیظ ہوتی ہے جو منافذ روح میں رک جاتی ہے' کبھی بخار روی کی وجہ سے جو بعض اعضاء سے مرتفع ہو کر بطون دماغ یا اس کے منافذ کی طرف جاتے ہیں' انسان کے جسم اور کسی دوسرے حصہ میں ایسی کیفیت لاذعہ پیدا ہو جاتی ہے' جس سے دماغ منقبض ہو جاتا ہے' اس انقباض کا مقصد دماغ تک آنے والی کسی موذی چیز کا دفاع ہوتا ہے جس سے جسم کے تمام اعضاء میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے اور مریض کا کھڑا ہونا دشوار ہوتا ہے' بلکہ وہ زمین پر گر پڑتا ہے' اور اس کے منہ میں جھاگ آتا دکھائی پڑتا ہے۔

یہ امراض حادہ میں وقوع مرض کے وقت شمار ہوتا ہے' اس لیے کہ مریض کو ممکن حد تک جسمانی دماغی اذیت پہنچتی ہے مگر عرصہ تک باقی رہنے اور زندہ رہنے تک اس کا دورہ ہونے اور تدبیر علاج اور شفاء میں ناکامی ہونے کی وجہ سے امراض مزمنہ میں شمار ہوتا ہے' بالخصوص اگر عمر پچیس سے اوپر ہو یہ بیماری کبھی دماغ میں کبھی جوہر دماغ میں ہوتی ہے ایسے لوگوں کو مرگی لازم زندگی بن جاتی ہے چنانچہ بقراط نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں میں مرگی کا مرض تادم زیست چلتا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو پھر وہ عورت جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ وہ مصروع بھی تھی اور حواس باختگی کی وجہ سے اسے عریانی کا بھی اندیشہ رہتا تھا' تو ممکن ہے اس کا صرع اسی انداز کا ہو جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض کو پورے استقلال و صبر سے برداشت کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا' اور دعا فرمائی کہ وہ عریاں نہ ہونے پائے یعنی دورہ مرض کے وقت اسے اس سے سابقہ نہ پڑے اور اسے صبر اور جنت دونوں میں سے ایک کو پسند کرنے کی تلقین فرمائی آپ نے اس کے لیے پھر دعا فرمائی بلا کسی شرط کے تو اس نے صبر اور جنت دونوں ہی کو پسند کر لیا۔

اس حدیث سے علاج اور دوا کے ترک پر روشنی پڑتی ہے اور یہ کہ علاج ارواح میں دعا اور توجہ الی اللہ سے جو کام ہوتا ہے وہ اطباء کے علاج سے نہیں ہوتا اور یہ کہ دعا اور توجہ کا اثر اور اس کا عمل اور طبیعت کا اس سے متاثر ہونا اور اس کا انفعال قبول کرنا ادویہ بدنیہ کی تاثیر اور اس کے فعل سے کہیں بڑھ کر ہے اور اس کا تجربہ خود ہم نے بھی کیا اور دوسروں نے بار بار کیا اور عقلاء و ماہرین اطباء اس کے قائل ہیں کہ قوی نفسانیہ کا اثر اور اس کا عمل امراض سے نجات پانے میں عجیب سے عجیب تر ہیں اور ان حقائق کے منکرین اطباء اور ان اناڑیوں اور گنواروں سے زیادہ کسی نے اس صنعت کو نقصان نہیں پہنچایا اور یہ بھی کھلی بات ہے کہ اس عورت کو جو صرع تھا وہ اسی انداز کا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا تعلق ارواح خبیثہ سے رہا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اس روایت پر صبر اور جنت کے مابین ایک کو پسند کرنے کی تلقین کی ہو اور یہ کہ وہ اگر شفاء کی طالب ہو تو دعا کو پسند کرے تو اس نے صبر اور عریاں نہ ہونے کو پسند کیا۔

فصل-25

طب نبوی میں عرق النساء کا طریقۂ علاج

سنن ابن ماجہ میں محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی۔

((قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ دَوَاءُ عِرْقِ النَّسَاءِ اَلْيَةُ شَاةٍ اَعْرَابِيَّةٍ تُذَابُ ثُمَّ تُجَزَّأُ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ ثُمَّ يُشْرَبُ عَلَى الرِّيْقِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ جُزْءٌ))[1]

''کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عرق النساء کا علاج جنگلی بکرے کی ران کو مہرا کیا جائے پھر اس کی یخنی تین حصہ میں کردی جائے اس کے بعد تین دن تک یخنی کا استعمال نہار منہ کیا جائے' روزانہ نہار منہ ہونا چاہیے''۔

عرق النساء کا درد مفصل ورک سے پیدا ہوتا ہے اور وہاں سے ران کے پچھلے حصے میں نیچے اترتا ہے' کبھی اس کا حلقہ نزول کعب تک پہنچ جاتا ہے جیسے جیسے اس کی مدت گذرتی جاتی ہے درد کا مادہ تیز تر ہوتا جاتا ہے جس سے ران اور پنڈلی دبلے پڑ جاتے ہیں اس حدیث میں لغوی معنی اور طبی مفہوم دونوں ہی ہیں لغوی معنی سے اس کو عرق النساء نام رکھنے کے جواز کا پتہ چلتا ہے' بعضوں نے اس کی مخالفت کی ہے

---

[1] ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۶۳ فی الطب میں باب دواء عرق النساء کے تحت ذکر کیا ہے' اس کے رجال ثقہ ہیں اور بو صیری نے زوائد میں ۱/ ۲۱۶ میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

اور یہ کہا ہے کہ نساء تو خود رگ ہے' پھر عرق النسا تو لغو معلوم ہوتا ہے ((اضافة الشئى الى نفسه)) کے قبیل سے اس کا نام عرق النساء رکھنا صحیح نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں پہلی یہ کہ عرق کا لفظ نساء سے عام ہے' اس لیے یہاں ((اضافة الشئى الى نفسه)) نہیں بلکہ ((اضافة العام الى الخاص كل الدراهم اوبعضها)) کی طرح صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نساء اس مرض کو کہتے ہیں جو عرق میں پیدا ہوتا ہے تو یہاں ((اضافة الشئى الى محله)) کی طرح کی اضافت ہے اس کو نساء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس درد کی اذیت میں نسیان ماسوا ہو جاتا ہے اس رگ کی جڑ کولہے کا جوڑ اور اس کی انتہاء قدم کا آخری حصہ جو کعب کے پیچھے ہوتی ہے وحشی جانب پنڈلی کے اور دتر قدم سے باہر کی طرف پائی جاتی ہے۔

معنی طبی کے سلسلے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک عام زمانہ مقام اشخاص اور حالات کے پیش نظر' دوسری مخصوص ہے جن میں ان امور کی یا بعض امور کی رعایت ہوتی ہے اور یہ اسی قسم میں شامل ہے اس لیے کہ اس کے مخاطب اہل عرب اہل حجاز اور اس کے اردگرد کے رہنے والے ہیں' بالخصوص دیہات کے اکھڑ لوگ اس لیے کہ یہ علاج ان بدوی لوگوں کے لیے سب سے زیادہ مفید ہے کیونکہ عموماً یہ بیماری خشکی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے اور کبھی اس کا سبب مادہ غلیظہ لزجہ ہوتا ہے جس کا علاج اسہال ہے۔ اور ان کے گوشت میں دو خاصیت ہے ایک انضاج مادہ' دوسری تلیین۔ گو مادہ کو پکانا اور اسے نکالنا یہ ران کے گوشت کی خاصیتیں ہیں اور اس مرض میں ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ اور جنگلی بکرے کا تعین اس وجہ سے ہے کہ اس میں فضولات کی کمی اور مقدار کا اختصار اور جوہر کی لطافت موجود ہے اس لیے کہ یہ بکریاں جو چیزیں چرتی ہیں ان میں گرم قسم کی جڑی بوٹیاں مثلاً شیح وقیصوم وغیرہ ہوتی ہیں اور یہ نباتات جب کسی جانور کو بطور غذا دی جائیں گی تو ان کے گوشت میں بھی وہ لطیف اجزاء پیدا ہوں گے' جن کو غذاء کے ساتھ شامل رکھا گیا ہے' بلکہ تحلیل وتغذیہ کے بعد اس میں اور بھی زیادہ لطافت پیدا ہو جائے گی بالخصوص مرین کا گوشت اور ان نباتات کا اثر گوشت سے زیادہ قوی انداز میں ان کے دودھ میں دیکھا جاتا ہے۔ مگر سرین کے گوشت میں انضاج اور تلیین کی جو خصوصیت پائی جاتی ہے' وہ دودھ میں نہیں دیکھی جاتی[1] ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ

---

[1] ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ عرق النساء کا مرض نر و مادہ دونوں کو یکساں ہوتا ہے۔ اس میں عورت مرد کی کوئی تخصیص نہیں اس کی تکلیف شدت میں غیر معمولی ہوتی ہے۔ عموداً لفقار کے زیریں حصے غالباً (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

دنیا کی تمام قومیں خواہ وہ شہری علاقے میں رہتی ہوں یا دیہاتی حلقوں میں ان میں سے اکثر علاج میں مفرد دواؤں کا استعمال کرتی ہیں اور اطبائے ہندوستان بھی اسی انداز پر ہیں۔

صرف روم اور یونان کے اطباء مرکبات کو ترجیح دیتے ہیں اور دنیا کے تمام اطباء اس پر متفق ہیں کہ طبیب ماہر وہ ہے جو غذا کے ذریعہ بیماریوں کا علاج کرے اگر اس سے کام نہ چلے تو پھر مفرد دوا دے اگر مزید ضرورت تقاضہ کرے تو پھر مرکبات کو ہاتھ لگائے۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ عربوں اور بدویوں میں مفرد امراض پائے جاتے ہیں' اس لیے مفرد دوائیں ان کے علاج کے لئے مناسب ہیں اور ان کی غذائیں بھی عموماً مفرد ہوتی ہیں امراض مرکبہ اکثر مرکب اور متنوع مختلف ذائقوں کی غذا کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں' ان کے لیے مرکب دوائیں پسند کی جاتی ہیں۔

26-فصل

خشکی براز قبض کا علاجِ نبوی

ترمذی اور ابن ماجہ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے۔

((قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَاذَا كُنْتِ تَسْتَمْشِيْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ جَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ لَوْ كَانَ شَيْءٌ يَشْفِيْ مِنَ الْمَوْتِ لَكَانَ السَّنَا)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کس چیز سے دست لاتی ہو انہوں نے کہا شبرم سے' آپ ﷺ

(گذشتہ سے پیوستہ) ضیرہ قطنی عجز نی سے یہ بیماری شروع ہوتی ہے پھر درد سرین کی جانب بڑھتا ہے پھر ران کا پچھلا حصہ متاثر ہوتا ہے۔ کبھی اچانک ٹخنوں تک اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ آخر میں مہروں کے درمیان پائے جانے والے غضروف کا جڑاؤ ختم ہو جاتا ہے۔ یا اعصاب انسی میں التہاب مفصلی پیدا ہو جاتا ہے' اس کا علاج مریض کو دو ہفتہ بستر پر مکمل آرام دیا جائے اور درد شکن درد یا دوائیں اسپرین وغیرہ اور خشک حجامت بلاشرط اور کرنے سے یا داغ سے نفع ہو جاتا ہے۔ مریض کو سکون ملتا ہے۔

[1] ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۸۲ اور ابن ماجہ نے ۳۴۶۱ اور احمد نے ۳۶۹/۶ اور حاکم نے ۲۰۰/۴' ۲۰۱ میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں جہالت ہے مگر آنے والی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے' جس سے اس میں قوت پیدا ہو گئی ہے۔

نے فرمایا گرم اور مضر ہے۔ کہتی ہیں پھر اس کے بعد ہم دست لانے کے لیے سنا کا استعمال کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت سے بچاتی تو وہ سنا ہوتی''۔

سنن ابن ماجہ میں دوسری حدیث ابراہیم بن ابی عبلہ نے عبداللہ بن ام حرام سے روایت کیا ہے۔

((وَكَانَ قَدْ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْقِبْلَتَيْنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِالسَّنَا وَ السَّنُّوْتِ فَاِنَّ فِيْهِمَا شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا السَّامُ؟ قَالَ الْمَوْتُ))[1]

عبداللہ بن ام حرام رضی اللہ عنہ جنہوں نے تحویل قبلہ والی نماز میں شرکت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ بس سنا اور زیرہ کو استعمال کیا کرو اس لیے کہ ان دونوں میں بجز سام کے ہر بیماری کے لیے شفاء ہے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سام کیا ہے آپ نے فرمایا موت''۔

آپ کا یہ فرمانا ''بماذا کنت تستمشین'' یعنی تلیین طبیعت کرتی ہو کہ پاخانہ رواں ہو جائے ٹھہرا ہوا نہیں رہتا پاخانہ رک جانے سے اذیت ہوتی ہے اسی وجہ سے مسہل دواؤں کو (مشی جس سے پاخانہ نرم ہو کر دستوں کی شکل اختیار کر لے) فعیل کے وزن پر کہتے ہیں' اس لیے کہ جس کو دست آتے ہیں اسے کثرت سے چلنا پڑتا ہے اور کئی پاخانے آتے ہیں ضرورت کی بنیاد پر۔ دوسری روایت میں ہے کہ بماذا تستشفین کس سے شفا پاتی ہو تو اسماء نے کہا شبرم سے یہ ایک قسم کا دودھ یا گوند ہے[2] درخت سے نکلنے والے دودھ کا بالائی چھلکا ہے چوتھے درجہ میں حار یابس ہے' یہ دوا اگر سرخی مائل ہو تو سب سے بہتر ہے نیز ہلکی اور نرم نازک جلد کی طرح لپٹی ہو بہر حال یہ ایسی دوا ہے کہ اطباء نے اس کے خطرے اور غیر معمولی دست آور ہونے کی وجہ سے اس کو استعمال نہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

اور آپ کا فرمانا ''حارٌ جارٌ'' دوسرے روایت میں ''حار یار'' ابو عبید نے ذکر کیا ہے' کہ عرب عموماً یا کے ساتھ استعمال کرتے ہیں میرے نزدیک اس میں دو باتیں ہیں ایک حار جار جیم کے ساتھ یعنی شدید الاسہال سخت دست آور اس لیے کہ اس کی غیر معمولی حرارت اور شدت اسہال کا بیان کرنا مقصود

---

[1] ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۵۷ حاکم نے ۴/۲۰۱ میں اس کو نقل کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن بکر السکسکی ہے جو ضعیف ہے اور تہذیب میں ہے کہ اس کی متابعت شداد بن عبدالرحمٰن الانصاری نے کی ہے اور حدیث سابق سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

[2] الیتوع صبور و تنور کی طرح ہر اس جڑی کو کہتے ہیں جس میں دودھ ہو جو مسہل' محرق اور مقطی ہو' اور ان میں سے سات مشہور ہیں' الشبرم۔

ہے کیونکہ وہ ایسی ہی ہے ابو حنیفہ دینوری نے یوں ہی لکھا ہے۔

دوسری روایت کچھ عقل لگتی بات ہے کہ یہ لفظ محض تاکید کے لیے ساتھ ساتھ استعمال ہوتا ہے' جس میں لفظ اور معنوی دونوں قسم کی تاکید مقصود ہوتی ہے اور یہ عربوں میں مروج ہے جیسے حسن بسن یعنی کامل الحسن اسی طرح حسن قسن' شیطان لیطان' حار جار۔ حالانکہ لفظ جار میں اور دوسرے معنی بھی ہیں' وہ یہ کہ اشیاء کو اپنی شدت حرارت کی وجہ سے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جونہی وہ اس تک پہنچی گویا اسے ننگا کر دیتی ہے' اس کے کپڑے اتار لیتی ہے' یا جار کے اندر صہری وصہریج اور صہاری وصہاریج کی طرح کا معاملہ ہے یا اس کے ساتھ مستقلاً مستعمل ہے۔

مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ سنا میں دو لغتیں ہیں۔ سناء حجاز میں پیدا ہونے والی ایک نبات ہے ان میں سب سے عمدہ مکی ہوتی ہے سنا عمدہ دوا ہے جس میں نقصان کا پہلو کمتر ہے' اعتدال سے قریب درجہ اول میں گرم اور خشک ہے' صفراء اور سودا دونوں ہی کے لیے مسہل ہے' قلب کو مضبوط کرتی ہے یہ اس کی سب سے بڑی خوبی ہے کہ باوجود مسہل ہونے کے مقوی قلب ہے وسواس سوداوی کو خصوصیت سے زائل کرتی ہے بدن میں پیدا ہونے والی پھٹن کے لیے اکسیر ہے' عضلات کو چست بنا دیتی ہے' بالوں کو گرنے سے بچاتی ہے' جوں سے حفاظت کرتی ہے پرانے درد سر کو ختم کرتی ہے کھجلی' دانے' خارش اور مرگی کے لیے نافع ہے۔ اس کا جوشاندہ اس کے سفوف سے زیادہ نافع ہے' جس کی خوراک تین درہم ہے اور جوشاندہ کو پانچ درہم' اور اگر جوشاندہ میں گل بنفشہ مویز منقی بھی پکا لیا جائے تو اور بہتر ہے۔

رازی نے بیان کیا کہ سناء اور شاہترہ[1] سے اخلاط محترقہ کا اسہال ہوتا ہے کھجلی' خارش کے لیے مفید ہے اس کی خوراک ۴ درہم سے ۷ درہم تک ہے۔

سنوت کیا ہے؟ اس میں آٹھ اقوال ہیں۔

(۱) شہد (۲) مکھن کی تلچھٹ جو سیاہ خطوط کی صورت میں گھی میں نظر آتے ہیں' عمرو بن بکر سکسکی نے یہی متعین کیا۔ (۳) زیرہ کی طرح ایک دانہ مگر زیرہ نہیں ہے' جیسے زیرہ کشمیری۔ ابن اعرابی نے یہی بیان کیا۔ (۴) زیرہ کرمانی۔ (۵) بادیان۔ ابو حنیفہ دینوری اسی کے قائل ہیں۔ (۶) سویا کے بیج۔ (۷) خرما۔ ان دونوں معانی کو ابو بکر بن سنی حافظ نے بیان کیا۔ (۸) شہد جو گھی کے برتن میں رکھا ہوا ہو' عبد اللطیف بغدادی نے اس کو راجح قرار دیا ہے۔

بعض اطباء نے لکھا ہے کہ یہ طب نبوی کی روح سے زیادہ درست اور عمدہ معنی معلوم ہوتا ہے کہ سنا کو

---

[1] ترکاریوں کا بادشاہ جسے کزبرۃ الحمار بھی کہتے ہیں۔

اس شہد میں ملا لیا جائے جس میں گھی شامل ہو یعنی سنا کو گھی میں مدبر کر لیا جائے' پھر اسے چاٹا جائے اس لیے کہ دوا مفرد کی مفرد رہی اور سنا کی گھی کے ساتھ مدبر ہو کر اصلاح بھی ہو گئی۔ اسہال میں اور بھی مدد ملے گی۔

ترمذی نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہم میں مرفوعاً روایت کی ہے:

((اِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ السَّعُوْطُ وَاللَّدُوْدُ وَ الْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ)) [1]

''جن چیزوں سے تم دوا کرتے ہو ان میں بہتر سعوط (ناک سے دوا چڑھانا منہ کے کنارے سے دوا پلانا) پچھنے لگانا اور دست لانا ہے''۔

مشی جس سے پاخانہ ڈھیلا ہو کر چل پڑے اور باہر آنا آسان ہو جائے۔

فصل-27

جسم کی خارش اور جوں کا علاج نبوی

صحیحین میں بروایت قتادہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث ہے۔

((عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا))

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کو خارش کی بناء پر ریشمی کپڑے پہننے کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی تھی''۔

دوسری روایت یہ ہے کہ:

((اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُما شَكَوَا الْقُمَّلَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْ غَزَاةٍ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِيْ قُمُصِ الْحَرِيْرِ وَ رَاَيْتُهٗ عَلَيْهِمَا)) [2]

''عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابیان رسول نے رسول اللہ ﷺ سے جوں پڑنے کی شکایت ایک جنگ کے موقع پر فرمائی آپ نے ان دونوں کو اجازت

---

[1] ترمذی نے اس حدیث کو نمبر ۲۰۴۸ کے تحت بیان کیا ہے اس کی سند میں عباد بن منصور ہے جو ضعیف ہے۔

[2] بخاری نے ۶/۳/۷ میں فی الجہاد باب الحریر فی الحرب کے تحت ذکر کیا ہے' اور مسلم نے فی اللباس ۲۰۷۶ حدیث باب اباحتہ لبس الحریر للرجل مرد کے لیے ریشمی کپڑے کا استعمال جائز کے تحت بیان کیا ہے۔

دے دی کہ ریشمی قمیص استعمال کریں اور اس کو میں نے ان کے جسم پر دیکھا بھی تھا''۔

اس حدیث سے دو باتیں نکلتی ہیں' ایک فقہی' دوسری طبی۔

فقہی بات تو یہ ہے کہ ریشمی کپڑوں کا استعمال عورتوں کے لیے بلا کسی روک ٹوک کے جائز ہے جو آپ کی احادیث سے ثابت ہے۔ اور مردوں کو اس کا زیب تن کرنا حرام ہے' ہاں کسی ضرورت یا خاص مصلحت سے' مثلاً ٹھنڈ بہت پڑتی ہو اور اس کپڑے کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو جس سے وہ اپنا جسم ڈھانپ سکے' یا مرد کسی بیماری کا شکار ہو' مثلاً خارش داد کھجلی وغیرہ یا جوں کی کثرت جیسا کہ حدیث انس سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے۔

ریشمی کپڑے پہننے کا جواز احمد بن حنبلؒ کی دو روایتوں میں سے ایک میں موجود ہے۔ اور شافعی کی مختلف باتوں میں صحیح تر جواز ہی ہے۔ اس لیے کہ کپڑوں میں عموم ہی اصل ہے۔ اور رخصت جب کسی ایک فرد کے لیے ثابت ہو تو اس رخصت کا معنی جب کسی دوسرے فرد میں ہو گا تو اس کے لیے بھی رخصت کا جواز ہو گا اس لیے کہ عموم سبب سے حکم بھی عام ہوتا ہے۔

جو اس کے حرمت کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ تحریم کی احادیث عام ہیں اور رخصت کا حکم خصوصی طور سے صرف عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر کے لیے تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس حکم میں دوسرے بھی ہوں جب خصوص وعموم دونوں ہی محتمل ہوں تو عموم پر ہی عمل ہونا چاہیے۔ اسی وجہ سے بعض راویوں نے کہا ہم کو نہیں معلوم کہ ان کے بعد کے لوگوں کو رخصت کا علم ہوا یا نہیں۔

اور درست بات تو عموم رخصت ہی ہے اس لیے کہ شریعت کا طرز خطاب ہمیشہ سے یہ رہا کہ اس کا حکم عام ہی ہوتا ہے اگر تخصیص کی کوئی صراحت نہ ہو اور جس کو ابتداء میں رخصت دی گئی ہو اس کو اس میں شامل نہ کیا جائے جیسا کہ آپ نے حضرت ابو بردہؓ کو قربانی کے لئے رخصت دی آپ نے فرمایا کہ میاں تمہارے لیے یہ بکری کا بچہ بھی بکری کی جگہ کافی ہے مگر یہ حکم صرف تم تک ہے آگے کسی کیلئے نہیں۔

((تَجْزِيْكَ وَلَنْ تَجْزِيْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ))[1]

''یہ تم کو کفایت کرے گا اور تمہارے بعد کسی کو یہ رخصت نہ ہوگی''

یا اللہ کے پیغمبر ﷺ کے لیے نکاح زینب رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں جنہوں نے آپ کے لیے اپنے آپ کو ہبہ کر دیا تھا یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ)) [احزاب :۵۰]

---

1 اس کی تخریج پہلے فی ہدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحج کے تحت آ چکی ہے اور وہ صحیح ہے۔

"یہ صرف تمہاری خصوصیت ہے دوسرے مسلمان کے لیے نہیں"

تحریم حریر میں ذریعہ کا انسداد کرنا مقصود ہے' اسی وجہ سے عورتوں کے لیے مباح ہے اور ضرورت و مصلحت راجح کے موقع پر بھی جائز ہے' یہ دستور ہر جگہ ہے جہاں انسداد ذرائع کے لیے تحریم ہو کہ وہ ضرورت و مصلحت کے موقع پر جائز ہوتا ہے جیسے کہ محرم کو دیکھنا انسداد ذریعہ کے طور پر حرام ہے مگر مصلحت و ضرورت کے تحت جائز ہے' اسی طرح نفلی نمازیں پڑھنا ممنوع اوقات میں ممنوع ہیں۔ تاکہ ظاہری طور پر بھی سورج کی پوجا کرنے والوں سے مشابہت نہ ہو مگر کسی مصلحت کے وقت مباح ہے' جس طرح کے ربا الفضل' ربا النسیہ کے ذریعہ کے انسداد کے لیے ممنوع ہے مگر عرایا[1] کی صورت میں ضرورت کی بنیاد پر جائز ہے جس میں درخت کسی محتاج کو ایک سال تک اس کے پھل سے نفع کے لیے دیدیا جاتا ہے وہ اس کے پھل سے دوسری فصل تک بھی کچھ لے لیتا ہے تو اس سے وہ ناجائز نہیں ہوتا ہے اور اس کی مکمل فقہی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ ((التحبیر لمایحل و یحرم من لباس الحریر)) میں کی ہے۔

فصل-28

ابریشم وریشم کے بارے میں علمی تحقیق

طبی حیثیت سے ریشم ان دواؤں میں ہے جو حیوان سے حاصل کی جاتی ہیں' اسی لیے اسے دواء حیوانی میں شمار کرتے ہیں اس لیے کہ یہ دواء حیوان ہی سے لی جاتی ہے اور یہ بڑی منفعت بخش قابل قدر دوا ہے اس کی خصوصیت دل کو قوی کرنا' اسے فرحت بخشنا' اور دل کے بہت سے امراض کو نفع پہنچاتا ہے اسی طرح مراریت سوداً کو بھی ختم کرتا ہے اور جو بیماریاں مراریت سوداً سے پیدا ہوتی ہیں ان کے لیے بھی نافع ہے آنکھوں میں اس کا سرمہ مقوی بصر ہے اور ابریشم خام جو اطباء کے یہاں عام طور سے مستعمل ہے۔ درجۂ اوّل میں حار یابس ہے یا حار رطب' یا معتدل ہے' جب اس کا کپڑا بنا کر استعمال کیا جائے تو اس میں معتدل حرارت پائی جاتی ہے' بدن کو گرمی پہنچاتا ہے' کبھی بدن کو ٹھنڈک پہنچا کر اس کو

---

[1] العرایا جمع عریۃ کھجور کا درخت جس کے پھل کھانے کے لیے مالک کسی محتاج کو سال بھر تک کے لیے اجازت دے دے کہ وہ اس کا پھل بلا کسی اجرت کے کھاتا رہے۔ اب اس سے تمر لے کر اس کے پکنے سے پہلے استعمال کرے تو یہ فضل اس کے لیے معتر نہیں ہے۔ اس کا کھانا مباح و جائز ہے۔

فربہی بخشتا ہے (یعنی مرکب القوی) ہے۔

رازی نے لکھا ہے کہ ابریشم کتان سے زیادہ گرم ہے اور روئی سے زیادہ ٹھنڈا ہے' گوشت بڑھاتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر کھردرا لباس لاغر کرتا ہے اور جلد کو سخت کرتا ہے اور نرم و چکنا کپڑا اس کے برعکس اثر دکھاتا ہے۔

ملبوسات جو انسان استعمال کرتا ہے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم بدن کو گرم کرتی ہے اور اسے ٹھنڈک سے بچاتی ہے دوسری قسم ٹھنڈک سے بچاتی ہے مگر بدن گرم نہیں کرتی تیسری قسم نہ ٹھنڈک سے بچاتی ہے' اور نہ بدن کو گرم کرتی ہے۔ اور کوئی لباس ایسا نہیں دیکھا گیا جو کہ نہ گرمی پہنچائے نہ ٹھنڈک سے بچائے۔ اس لیے کہ جو ملبوس بدن کو گرم کرے گا وہ ٹھنڈک سے بھی بچائے گا بال اور اون کے بنے ہوئے کپڑے گرمی بھی پہنچاتے ہیں اور ٹھنڈک سے بھی بچاتے ہیں کتان و حریر روئی کے کپڑے ٹھنڈک سے بچاتے ہیں' مگر گرم نہیں کرتے۔ کتان کے بنے ہوئے کپڑے ٹھنڈے خشک ہوتے ہیں اور اون کے گرم خشک ہوتے ہیں' اور روئی کے معتدل الحرارت ہوتے ہیں اور ریشم کے کپڑے روئی سے ملائم اور حرارت میں اس سے کمتر ہوتے ہیں۔

منہاج کے مصنف نے لکھا کہ ریشم کے پہننے سے روئی کی طرح گرمی پیدا نہیں ہوتی بلکہ وہ معتدل ہے جو کپڑا چکنا چمکدار ہوگا اس سے بدن میں بہت کم گرمی پہنچے گی بدن سے تحلل ہونے والی چیزوں کے لیے کم سے کم تر متحلل ہے اور موسم گرما میں اس کا استعمال مناسب ہے' بالخصوص گرم ممالک میں۔

جب ریشمی کپڑے ایسے ہیں تو اس میں خشکی کھردرا پن جو دوسرے کپڑوں میں پائے جاتے ہیں' اس کا دور دور تک پتہ نہیں ہے تو اس کا خارش میں نافع ہونا سائنٹفک ہے' اس لیے کہ خارش حرارت یبوست اور خشونت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو خشک خارش کے علاج کے طور پر ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی نیز ریشمی کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی اس لیے کہ جوں رطوبت و حرارت سے پیدا ہوتی ہے جبکہ ریشمی کپڑے کا مزاج معتدل یابس ہے' یا حار یابس ہے۔

کپڑے کی وہ قسمیں جو نہ ٹھنڈک سے بچائیں نہ بدن کو گرم کرتے ہیں وہ لوہے اور رانگ کے بنے کپڑے یا لکڑی اور مٹی سے تیار ہوتے ہیں کوئی معترض کہہ سکتا ہے کہ جب ملبوسات حریری سب سے زیادہ مناسب اور بدن کو نافع تھے تو پھر پاکیزہ شریعت نے اسے حرام کیوں قرار دیا جبکہ اس نے تمام طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام قرار دیا ہے۔

اس سوال کا جواب مسلمانوں کے مختلف طبقوں کی طرف سے مختلف ہے' جو لوگ کسی بات میں حکمت وتعلیل کے قائل ہی نہیں وہ اصالتہ تعلیل وحکم کے منکر ہیں اس لیے یہاں حکمت وتعلیل کو کیسے تسلیم کریں گے ان کو اس کی ضرورت ہی نہیں کہ کیوں اور کس لئے؟

البتہ جو لوگ حکم اور تعلیل کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نعمت کے نہ ملنے پر صبر اور استقلال انسانی کا امتحان کرنا مقصود ہے اس لیے اسے رضائے الٰہی کے لیے ترک کر دے اسے اس کا خصوصی اجر دیا جائے گا جو دوسروں کو نہ ملے گا۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تخلیق اصالتہ عورتوں ہی کے لیے ہوئی ہے جیسے سونے کے زیورات عورتوں کے لیے ہیں' مردوں پر حرام ہیں تاکہ مردوں اور عورتوں میں یکسانیت کا خطرہ نہ ہو اور دیکھنے میں کوئی فرق محسوس ہو بعضوں نے کہا کہ اس سے بعض رذائل اخلاق فخر وتکبر اور ریا ونمود وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اس لیے حرام قرار دیا گیا بعضوں نے کہا ریشم کے کپڑے پہننے کے بعد چھونے اور ملائمت نرمی سے مساس کرنے والے اور کرانے والیوں پر جذبات شہوانی برانگیختہ ہوتے ہیں جو مخنث بننے بنانے اور عورتوں کے اخلاق وعادات اختیار کرنے کی طرف لے جاتے ہیں اور ان سے مردانگی اور حوصلہ مندی کے جوہر ختم کرنے میں مدد ملتی ہے اس لیے کہ اس کے پہننے کے بعد دل میں زنانہ پن ابھرتا ہے اور اکثر ریشمی کپڑے پہننے والوں میں زنانہ پن اور زنخا پن کے عادات ابھر آتے ہیں نرم مزاجی' نرم گفتاری نسوانی انداز لیے ہوئے پیدا ہوتی ہے چنانچہ دیکھنے میں آیا کہ جو لوگ بڑے حوصلہ مند اور مردانے تھے ان میں بھی ریشمی کپڑوں کے استعمال کے بعد کسی نہ کسی درجہ میں نسوانیت اور زنخا پن کے انداز ابھر آئے اگرچہ وہ پورے طور سے نہ سہی' اگر کسی کو یہ بات نہ بھاتی ہو اور اپنی کم فہمی کی وجہ سے وہ ان حکمتوں اور باریکیوں کو نہ جان سکا ہو تو اسے پھر رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی باتوں ہی کو تسلیم کر لینا بہتر ہے اسی وجہ سے سرپرستوں پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ایسا کپڑا نہ پہنائیں کہ شعور کے بعد ان میں زنخا پن اور زنانہ پن ابھرے اور بڑھے اس طرح یہ اولیاء اور سرپرست بچوں پر ایک غیر فطری عادت کے ابھارنے اور پروان چڑھانے کے مجرم ہوں گے' جس کے جوابدہ عند اللہ بھی ہوں گے اور سوسائٹی بھی ان کو معاف نہ کرے گی۔

نسائی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

((عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ اَنَّ اللّٰہَ اَحَلَّ لِاِنَاثِ اُمَّتِیْ الْحَرِیْرَ وَ الذَّھَبَ وَ حَرَّمَہٗ عَلٰی ذُکُوْرِھَا))

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدائے برتر و بزرگ نے میری امت کی عورتوں کو ریشم اور سونے کے استعمال کی اجازت دی، اور مردوں پر اس کو حرام کر دیا"۔

دوسرے لفظوں میں مروی ہے:

((حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَ الذَّهَبِ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ)) [1]

"ریشمی کپڑے اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کیا گیا، اور عورتوں کیلئے حلال کیا گیا"

اور بخاری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَ الدِّيْبَاجِ وَ اَنْ يُّجْلَسَ عَلَيْهِ وَقَالَ هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ)) [2]

"اللہ کے رسول ﷺ نے ریشم اور دیباج کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع کر دیا ہے اور فرمایا کہ یہ کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں تمہارے لیے ہے"

29-فصل

ذات الجنب کا علاج نبوی ﷺ

امام ترمذیؒ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ تَدَاوَوْا مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِيِّ وَ الزَّيْتِ)) [3]

---

[1] اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حدیث نمبر ۱۹۹۳۰ کے تحت اور نسائی نے ۸/۱۶۱ فی الزینۃ جہاں باب تحریم الذهب علی الرجال سونا مردوں کے لیے حرام ہے قائم کیا ہے۔ لایا ہے اور ترمذی حدیث نمبر ۱۷۲۰ فی اللباس کے باب اول میں لائے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے راوی متعدد صحابہ ہیں، ان میں حضرت علی، عمر، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس، زید بن ارقم، واثلہ بن اسقع اور عقبہ بن عامر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ زیلعی نے اس کی تخریج کا حق نصب الرایہ ۴/۲۲۲، ۲۲۵ میں ادا کر دیا ہے۔

[2] بخاری نے لباس میں مردوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے کے باب کے تحت ذکر کیا ہے اور اس کی کیا مقدار جائز ہے۔ ۱۰/۲۴۲ میں ذکر کیا ہے۔

[3] ترمذی نے طب میں حدیث نمبر ۲۰۸۰ باب ما جاء فی دواء ذات الجنب، ذات الجنب کے علاج کے تحت لائے ہیں، احمد نے ۴/۳۶۹ میں حاکم نے ۴/۲۰۲ اس کی سند میں میمون ابو عبداللہ البصری ہیں جو ضعیف ہیں۔

''کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذات الجنب کا علاج عود ہندی اور زیتون سے کرو''

اطباء کے نزدیک ذات الجنب کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور غیر حقیقی۔

حقیقی ورم حار ہے' جو پسلیوں کے اندرونی جانب پھیلی ہوئی غشاء میں پیدا ہوتا ہے اور غیر حقیقی اسی طرح کا درد ہے جو پسلی کے اردگرد ہوتا ہے' جس کا سبب ریاح غلیظ موذی ہوتی ہے جو صفاقات میں پھنس جاتی ہے' جس کے پھنسنے کی وجہ سے ایسا شدید درد ہوتا ہے جیسا ذات الجنب حقیقی میں ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ غیر حقیقی میں یہ درد پھیلا ہوا ہوتا ہے اور حقیقی میں درد چبھنے والا ہوتا ہے۔

چنانچہ شیخ نے قانون میں لکھا ہے کہ ذات الجنب پہلو' اس کے صفاقات عضلات صدر' پسلی اور اس کے اردگرد اذیت دہ سخت قسم کا ورم ہوتا ہے' جس کو شوصہ' برسام اور ذات الجنب کہتے ہیں اور کبھی یہ درد ہوتا ہے' جو کسی ورم کی وجہ سے نہیں ہوتا' بلکہ ریاح غلیظہ کی وجہ سے ہوتا ہے' لوگوں کو اس وقت اسی بیماری کا اندیشہ گذرتا ہے' حالانکہ وہ بیماری نہیں ہوتی اور ایسا بھی ہے کہ پسلی میں ہونے والے ہر درد کو ذات الجنب کہتے ہیں اس وجہ سے کہ مقام درد وہیں ہوتا ہے اس لیے ذات الجنب کے معنی صاحبۃ الجنب ہے اور یہاں مقصد درد پہلو ہوتا ہے اس لیے جب کبھی پہلو میں درد ہوتا ہے تو اس کا سبب خواہ کچھ بھی ہو اس کا انتساب اسی جانب ہوتا ہے۔ اور اسی کے تحت بقراط کی وہ بات آتی ہے کہ ذات الجنب کے مریضوں کو حمام سے نفع ہوتا ہے یعنی ہر وہ شخص جس کا پہلو کا درد یا پھیپھڑے کی اذیت سوء مزاج کی وجہ سے ہو' یا اخلاط غلیظ کی بناء پر' یا خلط لذاع کی بنا پر جس میں نہ ورم ہو نہ بخار اس میں حمام نافع ہے۔

اطباء نے لکھا ہے کہ یونانی زبان میں ذات الجنب پہلو کا ورم حار ہے' اسی طرح تمام اعضاء باطنہ کے ورم کو ذات الجنب کہتے ہیں ورم حار اگر ہو تو اسے ذات الجنب کہتے ہیں' خواہ وہ احشاء کے کسی عضو میں ہو ذات الجنب حقیقی کے لیے پانچ امراض ضروری ہیں بخار' کھانسی چبھتا درد' ضیق النفس' نبض منشاری۔[1]

حدیث میں جو علاج موجود ہے وہ اس قسم کا علاج نہیں ہے' بلکہ غیر حقیقی کا علاج ہے' جو ریح غلیظ سے پیدا ہوتا ہے' اس لیے کہ قسط بحری' جسے عود ہندی کہتے ہیں دوسری احادیث کی روشنی میں اگر اسی کو کہتے ہیں تو یہ بھی قسط کی ایک قسم ہے' اگر اسے باریک پیس لیا جائے اور گرم زیتون میں جائے ماؤف پر جہاں ریاح جمی ہو ہلکی ہلکی مالش کی جائے' یا چند چمچہ چاٹ لیا جائے' تو اس کا عمدہ علاج ہوگا یہ دوا نافع

---

[1] یہ اسباب و علامات سینہ کے ورم میں ہوتے ہیں' پھیپھڑے کے التہاب کی وجہ سے اور عصر جدید میں جراثیم کش دواؤں سے علاج کرتے ہیں۔ مثلاً سلفا قرص' پنسلین کا انجکشن' یہ ڈاکٹر ازہری کا خیال ہے۔

ہونے کے علاوہ محلل اورام بھی ہے اور محلل مادہ بھی جس سے یہ بیماری کافور ہو جاتی ہے' اعضاء باطنہ کی تقویت کا سبب ہوتا ہے سدوں کو کھولتا ہے اور عود ہندی کا بھی نفع بالکل ایسا ہی ہے۔

مسیحی[1] نے لکھا ہے کہ عود حار یابس ہے' قابض ہے' دست بند کرتا ہے اعضاء باطنی کو تقویت پہنچاتا ہے' کاسر ریاح ہے' مفتح سدد ذات الجنب کے لیے نافع ہے' فضولات رطوبی کو ختم کرتا ہے' دماغ کے لئے بھی مفید ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ذات الجنب حقیقی میں بھی اس کا نفع ہو اگر یہ بیماری مادہ بلغم سے ہو بالخصوص انحطاط مرض کے وقت۔

ذات الجنب مہلک امراض میں شمار ہوتا ہے صحیح حدیث میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((قَالَتْ بَدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَرَضِهٖ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ وَ كَانَ كُلَّمَا خَفَّ عَلَيْهِ خَرَجَ وَ صَلّٰى بِالنَّاسِ، وَكَانَ كُلَّمَا وَجَدَ ثِقَلًا قَالَ "مُرُوْا اَبَابَكْرٍ" فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ "وَاشْتَدَّ شِكْوَاهُ حَتّٰى غُمِرَ عَلَيْهِ مِنْ شِدَّةِ الْوَجَعِ فَاجْتَمَعَ عِنْدَهٗ نِسَاءُهٗ وَعَمُّهُ الْعَبَّاسُ وَاُمُّ الْفَضْلِ بِنْتُ الْحَارِثِ وَاَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ فَتَشَاوَرُوْا فِيْ لَدِّهٖ فَلَدُّوْهُ وَهُوَ مَغْمُوْرٌ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ: مَنْ فَعَلَ بِيْ هٰذَا' هٰذَا مِنْ عَمَلِ نِسَاءٍ جِئْنَ مِنْ هَاهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَرْضِ الْحَبَشَةِ' وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَ اَسْمَاءُ لَدَّتَاهُ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! خَشِيْنَا اَنْ يَّكُوْنَ بِكَ ذَاتُ الْجَنْبِ قَالَ فَبِمَ لَدَدْتُمُوْنِيْ قَالُوْا بِالْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ وَ شَيْءٍ مِّنْ وَرْسٍ وَ قَطَرَاتٍ مِنْ زَيْتٍ فَقَالَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَقْذِفَنِيْ بِذٰلِكَ الدَّاءِ ثُمَّ قَالَ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا يَبْقٰى فِي الْبَيْتِ اَحَدٌ اِلَّا لُدَّ اِلَّا عَمِّي الْعَبَّاسُ))

''حضرت محمد ﷺ کو مرض شروع ہوا جبکہ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تھے جب بیماری کسی قدر ہلکی ہوتی تو آپ نماز کے وقت باہر نکلتے اور لوگوں کو نماز ادا فرماتے اور جب گرانی کا احساس ہوتا تو فرماتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ آپ کی تکلیف بڑھتی گئی تا آنکہ آپ درد کی بے چینی سے بے ہوش ہو گئے' اس وقت آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جمع ہوئیں آپ کے چچا عباس' ام الفضل بنت حارث' اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں ان سب نے آپس میں دوا پلانے کے بارے میں مشورہ کیا باہم مشورہ سے دوا پلائی

---

[1] عیسیٰ بن یحییٰ جرجانی ابوسہل طبیب اور فلاسفر ہے ۳۹۰ ہجری میں وفات پائی صرف ۴۰ سال عمر پائی' اس کے حالات زندگی' عیون الانبیاء ص ۳۲۷' ۳۲۸ میں ملاحظہ کیجئے۔

گئی اور آپ بے ہوش تھے، جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے کہا کہ کس نے یہ کام کیا یہ عورتوں کا کام معلوم ہوتا ہے حبشہ سے آنے والی عورتوں نے دوا پلائی یعنی ام سلمہ اور اسماء نے آپ کو دوا پلائی تھی ان عورتوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ہم کو یہ خطرہ ہوا کہ آپ کو کہیں ذات الجنب ہو آپ نے پوچھا پھر تم نے کیا دوا پلائی لوگوں نے عرض کیا کہ عود اور ورس اور روغن زیتون کے چند قطرے آپ نے فرمایا اگر اللہ نے مجھے اس مرض سے نجات دیدی تو میں نے پکا ارادہ کیا ہے' کہ گھر میں کوئی نہیں رہے گا جسے دوا نہ پلائی گئی ہو بجز میرے چچا عباس کے"۔[1]

---

[1] ابن سعد نے ۲/۲۳۵ میں واقدی کے طریق سے تخریج کی ہے' جو ضعیف ہے اور اسی انداز میں عبدالرزاق نے مصنف میں حدیث نمبر ۹۷۵۴ کے ذیل میں ذکر کیا ہے' اسماء بنت عمیس کی حدیث سے اس کی اسناد صحیح ہے' حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ۴/۲۰۲ میں اور ذہبی نے موافقت کی ہے' حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۸/۱۱۳ میں عبدالرزاق سے اس کو نقل کیا ہے' اور اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا۔ بخاری نے اپنی بخاری ۸/۱۱۲ میں روایت کیا ہے۔

((حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَزَادَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِيْ مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا لَا تَلُدُّوْنِيْ قُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ قَالَ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَّا الْعَبَّاسَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَشْهَدْكُمْ رَوَاهُ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْحَافِظُ وَصَلَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الزِّنَادِ بِهٰذَا السَّنَدِ وَلَفْظُ كَانَتْ تَاْخُذُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الْخَاصِرَةُ فَاشْتَدَّتْ بِهٖ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ فَلَدَدْنَاهُ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ هٰذَا مِنْ فِعْلِ نِسَاءٍ جِئْنَ مِنْ هُنَا وَاَشَارَ اِلَى الْحَبَشَةِ وَاِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ عَلَيَّ ذَاتَ الْجَنْبِ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ لَهَا سُلْطَانًا وَاللّٰهِ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ فَمَا بَقِيَ اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ وَلَدَدْنَا مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ صَائِمَةٌ))

حدیث بیان کی علی نے ہم سے حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ وزاد نے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ کو مرض میں ہم نے دوا پلائی آپ اس پر اشارہ فرمانے لگے کہ دوا نہ پلاؤ ہم نے یہ سمجھا کہ مریض کو فطری طور پر دوا پینے سے اباء ہوتی ہے اس لیے یہ کوئی خاص بات نہیں مگر جب آپ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں نے تم کو دوا پلانے سے روکا نہیں تھا ہم نے عرض کیا کہ مریض تو ابا کرتا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا خاندان میں کوئی نہیں رہا۔ جسے دوا نہ پلائی گئی ہو میں عباس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے چکر میں نہیں آئیں گے۔ ابن ابوالزناد نے ہشام سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے عائشہ سے حدیث روایت کی نبی کریم ﷺ سے حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس حدیث کو محمد بن سعد نے محمد بن الصباح سے وصل کر دیا ہے۔ انہوں نے عبدالرحمن بن ابوزناد سے انہیں لفظ اور سند میں بیان کیا' اس کے الفاظ یہ ہیں پیغمبر کو پہلو کے درد نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ درد تیز تر ہو گیا کہ آپ پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اس حالت میں ہم نے آپ کو دوا پلا دی۔ آپ کو جب ہوش آیا تو فرمایا کہ یہ ان عورتوں کا کام ہے جو فلاں جگہ سے آئی ہیں۔ آپ نے اشارہ کیا حبشہ کی طرف اگر تم لوگوں کو یہ خیال ہے مجھے اللہ نے ذات الجنب میں مبتلا کر لیا ہے تو اللہ کے سامنے کسی کی کیا چلتی ہے' واللہ گھر کے لوگوں میں کوئی دوا پلائے جانے سے نہ بچے گا اور ہم نے حضرت میمونہؓ کو دوا پلائی جبکہ وہ روزہ سے تھیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَدَدْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَشَارَ اَنْ لَا تَلُدُّوْنِیْ فَقُلْنَا کَرَاهِیَةُ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَلَمْ اَنْهَکُمْ اَنْ تَلُدُّوْنِیْ لَا یَبْقٰی مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا لُدَّ غَیْرَ عَمِّی الْعَبَّاسِ فَاِنَّهٗ لَمْ یَشْهَدْکُمْ))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دوا پلائی آپ نے اسے ناگوار سمجھا اور نہ پلانے کا اشارہ کیا ہم نے کہا کہ مریض تو دوا کو استعمال کرنا پسند ہی نہیں کرتے یہ ایک فطری امر ہے۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دوا پلانے سے منع کیا تھا۔ تم میں سے کوئی نہیں رہے گا کہ اسے دوا نہ پلائی جائے سوائے میرے چچا عباس کے''[1]

اصمعی نے لدود کا ترجمہ منہ کے کسی حصہ سے یا لب سے دوا پلانا محاورتاً کیا ہے اخذ من لدیدی الوادی وادی کے دونوں جناب میں سے کوئی یا دونوں اور رو جور درمیانہ لب سے منہ میں دوا گزارنا۔

لدود بالفتح وہ دوا جو منہ سے پلائی جائے اور سعوط جو دوا ناک سے گذاری جائے۔ اس حدیث سے کسی خطا دار کو ویسی ہی غلطی سے سزا دینا ثابت ہوتا ہے اگر اس کا فعل محرم نہ ہو حقوق الٰہی کو کوئی تلف نہ کرتا ہو یہی بات مناسب ہے ہم نے اس کے لیے تقریباً دس شعری دلیل دوسرے مقام پر بیان کئے ہیں۔ احمد سے بھی یہی ثابت ہے اور خلفاء راشدین سے بھی یہی ثابت ہے اور طمانچہ یا چوٹ کا قصاص جس کے بارے میں کئی احادیث ہیں وہ اس کے معارض نہیں ہیں اس لیے بات متعین ہو چکی ہے اور مسئلہ صاف ہو گیا۔

فصل -30

طب نبوی میں دردسر[2] اور آدھ سیسی کا علاج

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس سلسلے میں ایک ایسی حدیث بیان کی ہے جس کی صحت محل نظر ہے۔

---

[1] بخاری نے ۱۴۰/۱۰ فی الطب میں باب اللدود لدود میں دوا پلانے کے ذیل میں حدیث بیان کی اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۱۳ فی السلام باب کراھة التداوی باللدود منہ سے دوا پلانے کی کراہت کے تحت ذکر کیا ہے۔

[2] ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ صداع سر کے کسی حصے میں درد کے احساس کو کہتے ہیں جس کے اسباب بے شمار ہیں۔ ہر مرض کی تمیز صداع معین مقامات کے تعین اور اوقات کے تعین سے کی جاتی ہے۔ علاج مسبب کے تحت ہوتا ہے۔

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا صُدِعَ، غَلَّفَ رَأْسَهُ بِالْحِنَّاءِ وَ یَقُوْلُ اِنَّهُ نَافِعٌ بِاِذْنِ اللّٰهِ مِنَ الصُّدَاعِ)) [1]

''نبی کریم ﷺ کو جب کبھی دردسر ہوتا تو آپ اپنے سر پر مہندی کا لیپ کرتے مہندی کا پلاسٹر چڑھاتے' اور فرماتے کہ یہ صداع کے لیے اللہ کے حکم سے نافع ہے''

صداع الم الراس ہے یہ تکلیف پورے سر میں یا جزء راس میں ہو سب جگہ صحیح ہے اس میں سے جو سر کے کسی ایک حصے میں ہو اور ہر وقت موجود ہے' اسے شقیقہ کہتے ہیں۔ اور جو پورے سر میں ہو اسے بیضہ یا خودہ کہتے ہیں جیسے خود جو سر کے بھی حصے کو شامل ہوتی ہے کبھی سر کے اگلے کبھی سر کے پچھلے حصے میں بھی یہ بیماری پائی جاتی ہے۔

اس کی قسمیں بہت سی ہیں' اور اسباب صداع بھی مختلف ہیں۔ مگر صداع کی حقیقت سخونت راس یا اس کا گرم ہو جانا ہے۔ اس لیے کہ بخارات اس میں گھومتے رہتے ہیں۔ جو نکلنے کے لیے منافذ اور سوراخ کے خواہاں ہوتے ہیں۔ مگر منفذ نہیں ملتا تو سر پہ دباؤ ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے دردسر پیدا ہو جاتا ہے' جیسے پیپ [2] جب منفذ نہیں پاتا تو درد پیدا کرتا ہے اور ہر تر چیز جب گرم ہوتی ہے تو وہ اپنے لیے اس مقام سے جس میں وہ اس وقت ہے زیادہ پھیلی جگہ تلاش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بخارات جب سر میں پھیل جاتے ہیں ان کے تحلیل ہونے یا ختم ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی تو سر میں گردش کرنے لگتے ہیں' اس گردش بخارات کو سدر (اندھیری) کہتے ہیں۔

صداع مختلف اسباب کی بنا پر ہوتے ہیں۔

۱۔ اخلاط اربعہ یا طبائع اربعہ حار بارد رطب و یابس کے غلبہ کی بنیاد پر۔

۲۔ کسی زخم معدہ کی وجہ سے کہ معدہ کا اعصاب کے ذریعہ براہ راست دماغ سے تعلق ہے۔ قرحہ معدہ کی وجہ سے وہ عصبہ متورم ہو جاتا ہے' یا خود معدہ کا مقام ماؤف متورم ہو کر عصبہ کے تناؤ کا سبب بنتا

---

[1] یہ حدیث ابن ماجہ ۳۵۰۲ میں حدیث سلمی ام رافع باندی رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو زخم کانٹا لگنے کی کوئی تکلیف ہوتی تو آپ وہاں مہندی رکھتے یہ حدیث سنن ابوداؤد نمبر ۳۸۵۸ میں اور احمد نے ۶/۴۶۲ پر روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبیداللہ بن علی بن ابو رافع ہیں جو لین الحدیث میں اور بزاز نے روایت کیا ہے' جن کا ذکر ہیثمی نے مجمع میں ۵/۹۵ کے تحت حدیث ابوہریرہ کے ذیل میں کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ پر جب نزول وحی ہوتا تو آپ کو گرانی سر ہوتی' اس کو دور کرنے کے لئے حنا کا ضماد کرتے' ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس میں احوص بن حکیم راوی کی توثیق تو کر دی گئی مگر اس میں ضعف بھی خاصا ہے' اور ابوعون کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔

[2] الوعی پیپ زرد آب ریم کو کہتے ہیں۔

ہے' اس طرح معدہ کی اذیت کا احساس سر کو ہوتا ہے۔ اور دردِ سر پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۔ ریاح غلیظہ جو معدہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا صعود کھوپڑی کی جانب ہوتا ہے جس سے کھوپڑی میں تناؤ کے بعد درد پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ معدہ کے عروق میں ورم پیدا ہوتا ہے۔ ان عروق میں ورم کی وجہ سے سر میں درد کا احساس ہوتا ہے۔

۵۔ کثرت غذا کی وجہ سے امتلاء معدہ پیدا ہو جاتا ہے' کچھ حصہ تو معدہ سے براز وغیرہ کی شکل میں نیچے آ جاتا ہے۔ کچھ خام حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس کی گرانی سے سر میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔

۶۔ جسم کے کھوکھلا ہونے کی وجہ سے جماع کے بعد دردِ سر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ تخلخل کی وجہ سے ہوا کی گرمی سر میں مقدار سے زیادہ سپلائی ہوتی ہے۔

۷۔ صداع بعض وقت قے اور استفراغ کے بعد ہوتا ہے' جس کا سبب یا تو خشکی ہوتی ہے یا معدہ سے بخارات سر کی طرف آنے لگتے ہیں۔

۸۔ بعض وقت دردِ سر گرم ہوا اور گرم موسم کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

۹۔ شدید ٹھنڈک کی وجہ سے اس لیے کہ ٹھنڈک سے بخارات کثیف ہو جاتے ہیں' اور سر سے تحلیل نہیں ہوتے بلکہ جم جاتے ہیں۔

۱۰۔ غیر معمولی بیداری نیند کا فقدان۔

۱۱۔ سر کے اوپر غیر معمولی دباؤ یا گراں چیزوں کے اٹھانے سے۔

۱۲۔ کثرت گفتار جس سے دماغ اس کی تکان محسوس کرتا ہے' اور ضعف کی وجہ سے برداشت کی قوت کمتر ہو جاتی ہے۔ دردِ سر کا سبب بن جاتا ہے۔

۱۳۔ غیر معمولی ریاضت و محنت شدید کثرت حرکت کی وجہ سے بھی دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔

۱۴۔ اعراض نفسانیہ کی بنا پر' جیسے غم' فکر رنج وساوس افکار ردیئہ۔

۱۵۔ شدت بھوک سے اس لیے کہ اس وقت پیدا ہونے والے بخارات کا کوئی مصرف نہیں رہ جاتا تو وہ اور زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور دماغ کی جانب چڑھتے ہیں جس سے دردِ سر پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۶۔ دماغ کی جھلی میں ورم کی وجہ سے جس میں مریض کو دماغ پر ہتھوڑا چلنے اور سر پھٹنے کا احساس ہوتا ہے۔

۱۷۔ بخار کی وجہ سے بھی صداع ہوتا ہے۔ اس لیے کہ بخار میں حرارت اور شدید پیدا ہوتی ہے' جو سر کی تکلیف کا باعث بن جاتی ہے۔

۳۱-فصل

دردِ شقیقہ کا تفصیل بیان

صداع شقیقہ (آدھاسیسی) کا سبب سر کی شرائین میں غیر طبعی مواد خود اسی میں پیدا ہونا یا دوسرے اعضا سے بصورت صعود وارتقاء سر کی طرف بلند ہونا اور سر اور دماغ کی دونوں تنصیفوں میں سے کمزور حصے کا اسے قبول کرنا۔ یہ غیر طبعی مواد یا تو بخارات ہوتے ہیں۔ یا اخلاط حارہ وباردہ ہوتے ہیں۔ جس کی مخصوص علامت شرائین کی تڑپ بالخصوص اخلاط حارہ میں اگر خون کی کثرت ہو یا ریاح کا ارتقاء زیادہ ہو جب اس پر پٹی لگائی جائے اور تڑپ روکنے کا عمل کیا جائے تو درد رُک جاتا ہے اور مریض کو سکون ہو جاتا ہے۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں لکھا ہے کہ دردسر کی یہ اذیت جناب نبی کریم ﷺ کو ہو جایا کرتی، جس کا اثر پورے چوبیس گھنٹے یا دو دن رہتا اور نکلتا نہ تھا۔

ابن عباس کے اثر سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا اور آپ کے سر مبارک پر پٹی بندھی تھی۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے اپنے مرض موت میں فرمایا۔ "وا راساہ"[1] (ہائے رے دردسر) اور اپنا سر پٹی سے اپنے مرض میں باندھے رہتے، سر پر پٹی کی بندش سے شقیقہ اور دوسرے قسم کے دردسر میں نفع ہوتا ہے۔

۳۲-فصل

دردِ سر کا علاج

دردسر کا علاج نوعیت اسباب کے پیش نظر مختلف ہوتا ہے۔ اس کی بعض قسم کا علاج استفراغ سے کیا

---

[1] بخاری نے ۱۰/۱۰۵ فی المرض میں باب مارخص للمریض کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ نے وارا ساہ کہا تو آپ نے اس کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو تمہارے لئے اس نام وثبوت پر استغفار کروں گا۔ اور دعا کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری آپ میری موت کے خواہاں ہیں کیا اگر ایسا ہو جاتا تو کیا خوب ہوتا۔ کہ بعض پہلے سے وفات پانے والی ازواج کی فہرست میں میں بھی ہوتی اور دلہن بنتی اس پر پیغمبرؐ نے فرمایا: بل انا وارا ساہ

جاتا ہے۔ بعض کا غذا استعمال کرا کے بعض میں آرام وراحت رسانی علاج ہے اور بعض کا پلاسٹر سے بعض کا دردسر ٹھنڈک پہنچانے سے ختم ہوتا ہے بعضوں میں گرمی پہنچا کر علاج کیا جاتا ہے بہت سے ایسے بھی ہیں جنہیں آواز سننے حرکت کرنے کی سخت ممانعت ہوتی ہے۔ اسی سے انہیں نفع ہوجاتا ہے۔

اس بات کے علم کے بعد آپ اس بات کو سمجھیں کہ حدیث میں حنا سے معالجہ کا ذکر جزئی صداع کا ہے کلی صداع کا نہیں یہ صداع کی ایک قسم کا علاج ہے جب کہ صداع تیز حرارت کی بنا پر ہو۔ اور صداع سادہ ہو مادی نہ ہو کہ اس میں استفراغ ضروری ہو۔ ایسے صداع میں حنا سے کھلے طور پر نفع ہوگا حنا کو پیس کر سرکہ میں ملا کر پیشانی پر ضماد کیا جائے تو دردسر جاتا رہے گا اس لیے کہ حنا میں اعصاب کے مناسب قوت موجود ہے۔ جب اس کا ضماد ہوگا تو درد جاتا رہے گا۔ یہ کچھ دردسر کی خصوصیت نہیں بلکہ کسی عضو کا درد اگر غیر مادی اور حرارت سادہ کی بنا پر ہو تو اس میں یہ نافع ہے۔

اس میں ایک قسم کا قبض ہے جس سے اعضاء میں قوت اور جان آتی ہے اور اگر کسی ورم حار یا التہاب کے مقام پر لگایا جائے تو اس کے ضماد سے درد کو سکون ہوجاتا ہے۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَاشَكٰى اِلَيْهِ اَحَدٌ وَجَعًا فِيْ رَأْسِهِ اِلَّا قَالَ لَهُ اِحْتَجِمْ وَلَا شَكٰى اِلَيْهِ وَجَعًا فِيْ رِجْلَيْهِ اِلَّا قَالَ لَهُ اخْتَضِبْ بِالْحِنَّاءِ.)) [1]

"رسول اللہ ﷺ سے جب بھی کسی نے دردسر کی شکایت کی تو آپ نے اسے پچھنا لگوانے کے لیے کہا اور اگر درد پا کی شکایت کی تو حنا لگانے کی بات کی"۔

((وَفِي التِّرْمِذِيِّ)) جامع ترمذی میں روایت ہے:

((عَنْ سَلْمٰى اُمِّ رَافِعٍ خَادِمَةِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ لَايُصِيْبُ النَّبِيَّ ﷺ قُرْحَةٌ وَلَا شُوْكَةٌ اِلَّا وَضَعَ عَلَيْهَا الْحِنَّاءَ)) [2]

"سلمی ام رافع رسول اللہ ﷺ کی نوکرانی نے کہا کہ جب کبھی آپ کو زخم ہوتا یا کانٹا چبھتا تو آپ اس پر حنا کا لیپ فرماتے"

---

[1] ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۵۸ اور احمد نے ۶/۴۶۲ سلمی زوجہ ابورافع کی حدیث کے تحت بیان کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے جو پہلے بھی بیان ہوچکی ہے۔

[2] ترمذی نے اسے حدیث نمبر ۲۰۵۵ کے تحت اور حدیث نمبر ۳۵۰۲ میں ابن ماجہ نے روایت کیا اس کی سند ضعیف ہے اس سے پہلے آچکا ہے۔

۳۳-فصل

حنا کے فوائد پر سیر حاصل بحث

مہندی اول درجہ میں سرد اور دوسرے میں خشک ہے۔ درخت اور اس کی ٹہنیوں کی ترکیب میں ایک ایسی قوت محللہ ہوتی ہے' جو آبی جوہر سے حاصل ہوتی ہے' اس کی حرارت معتدل ہے۔ دوسری قوت قابضہ ہے' جس میں جوہر ارضی بارد شامل ہے۔

اور اس کے منافع میں قوت محللہ ہے' اور آگ جلنے کے لیے نافع ہے' دوسرے قوت اعصاب کو تازگی دیتی ہے' اگر اس کا ضماد کسی عصبہ یا عضو پر کیا جائے اور اگر چبائیں تو منہ کے زخموں [1] اور اس کے ثبورات کے لیے نافع ہے' آکلتہ [2] فم کو دور کرتی ہے' بالخصوص بچوں کے منہ آنے کے لیے نافع ہے' اس کے ضماد سے اورام حارہ تکلیف دہ التھابات کو سکون و آرام ملتا ہے' زخموں میں دم الاخوین [3] کا نفع دیتی ہے۔ اس کے پھول کے ساتھ موم خالص اور روغن گل ملا کر مالش کرنے سے ذات الجنب اور پہلو کا درد جاتا رہتا ہے۔

چیچک کے آغاز میں اگر چیچک زدہ کے تلوے پر ضماد کر دیں' تو اس سے اس کی آنکھ محفوظ رہتی ہے۔ اس میں چیچک کا اثر نہیں ہونے پاتا' یہ بار بار کا مجرب ہے' اس میں تخلف نہیں ہوتا' گل مہندی کو اگر کپڑوں کی تہہ میں رکھا جائے تو عرصہ تک خوشبودار بنا دیتا ہے۔ اور جوں نہیں پڑنے دیتا اسے دیمک نہیں کھاتا' برگ حنا کو تازہ شیریں پانی میں بھگو دیں کہ پتیاں ڈوب جائیں پھر اسے نچوڑ کر اس کا نقوع چالیس دن تک استعمال کریں۔ ۲۴' گرام نقوع حنا ۲۴ گرام شکر اور مریض کو بکری کے بچے کا گوشت کھلائیں تو ابتداء جذام میں جادو کی طرح اثر کرتا ہے۔ کہ آدمی انگشت بدنداں رہ جائے۔

چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص کا ناخن شگافتہ ہو گیا تھا اس کے علاج میں اس نے بڑی رقم صرف کی مگر بے سود کوئی نفع نہیں ہوا' اسے ایک عورت نے یہ نسخہ بتلایا کہ دس دن حنا استعمال کرے' اس نے

---

[1] سلاق دانہ ہے' جو زبان کی جڑ میں نکلتا ہے' اور زبان کی جڑ میں بھوسی سی ہو جاتی ہے۔

[2] القلاع آکلہ منہ آنا منہ کے جلد اور زبان کی سطح کے بثورات۔

[3] تذکرہ میں اس کی حقیقت بیان کرنے میں تردد رہا اور سچ یہ ہے کہ ہم اس کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ یہ ہندوستان کے علاقوں سے لائی جاتی ہے۔

دھیان نہیں دیا پھر نقوع کو پانی میں بھگو کر استعمال کیا اور برابر پیتا رہا جس سے اسے شفاء ہوئی' اور اس کے ناخن اپنے انداز کے حسین ہو گئے۔

اگر ناخنوں پر اسے لگایا جائے تو اس سے نفع بھی ہوتا ہے۔ اور اس کا حسن بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور اگر گھی میں ملا کر اورام حارہ جن سے پیپ نکل رہا ہو لگایا جائے تو زخم اچھا ہو جائے گا اور اگر ورم متقرح پرانا ہو تو اسے اور بھی نفع دیتا ہے۔ بال اگاتا ہے اور بالوں کو قوی کرتا ہے۔ ان کو رونق بخشتا ہے۔ قوت دماغ کو بڑھاتا آبلوں کو روکتا ہے۔ پنڈلیوں اور پیر میں ہونے والے بثورات کو ختم کرتا ہے اسی طرح پورے جسم کے بثورات کے لیے نافع ہے۔

۴۴-فصل

زیر علاج مریضوں کو مناسب کھانا پانی دینے کی ہدایت

امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کی:

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُكْرِهُوْا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ فَإِنَّ عَزَّوَجَلَّ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بیماروں کو زبردستی کھلانے پلانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اللہ پاک انہیں کھلاتا پلاتا ہے''

فاضلین اطباء نے اس حدیث کے مضمون پر سر دھننا شروع کیا کہ ان چند لفظوں میں جو جناب نبی کریم ﷺ کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ کتنی حکمتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ بالخصوص معالجین جو مریضوں کا علاج کرتے ہیں ان کے لیے تو بے شمار حکمتیں ہیں۔ اس لیے کہ مریض کو جب کھانے پینے کی خواہش نہ ہو تو اس کا سبب مریض کی طبیعت کا مرض کے بگڑنے میں لگنا ہوتا ہے۔ یا اس

---

[1] یہ حدیث قوی ہے اس کی تخریج ترمذی نے نمبر ۲۰۴۱ اور ابن ماجہ نے ۳۴۴۴' پر کی ہے' اس سند میں بکر بن یونس بن بکیر ضعیف ہے۔ مگر حاکم نے ۴/ ۴۱۰ میں عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث تائید میں پیش کی ہے۔ اور ابو نعیم نے الحلیہ میں ۱۰/ ۵۰' ۵۱ میں جابر بن عبداللہ کی حدیث سے تائید کی اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے۔ ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ مرض کا سب سے بڑا سبب مریض کو کھانے کے لئے آمادہ ہونا پھر بھی زور دے کر کھلانا اس کے ضرر کو مستزاد کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ آلات ہضم اپنے کام سے ابا کرتے ہیں اور غیر ہضم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے مریض کا حال اور بھی خراب ہو جاتا ہے۔

کی خواہش کے ختم ہونے کی بنا پر یا حرارت غریزی کی کمی کی بنیاد پر یا اس کے بالکل ختم ہونے کی وجہ سے غرض وجہ کچھ بھی ہو ایسے موقع پر مریض کو غذا دینا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

بھوک تو اعضاء کے غذا طلب کرنے کا نام ہوتا ہے کہ طبیعت اس غذا کے ذریعہ بدل ما یتحلل کا نظم کرے اس لیے کہ معدہ سے دور کے اعضاء قریب کے اعضاء سے جذب غذا کرتے ہیں۔ پھر غذا کے جذب کرنے کا سلسلہ معدہ تک پہنچتا ہے' جس سے انسان میں بھوک کا احساس ہوتا ہے اور غذا طلب کرتا ہے اور جب مریض ہوگا تو طبیعت مادہ مرض پختہ کرنے اور اس کے نکالنے کی طرف مشغول ہو جائے گی' اور طلب شراب وغذا سے کوئی سروکار ہی نہ رہ جائے گا۔ ایسی صورت میں اگر کسی مریض کو غذا یا مشروب کے استعمال پر مجبور کیا جائے تو طبیعت اپنے عمل ہی کو معطل کر دے گی' اور بجائے مرض کے مادہ کے انضاج واخراج کے دیئے گئے کھانے کے پکانے' کھانے لگانے میں لگ جائے گی' نتیجہ اس غذا سے مریض کو سخت نقصان پہنچے گا۔ خصوصاً بحران[1] کے وقت یا ضعف حرارت غریزی یا حرارت غریزی کے بالکل بجھ جانے کے وقت تو پوچھئے نہیں کیا کیا کچھ نہ ہو جائے گا۔ اس وقت ایسی چیزوں کے استعمال کی ضرورت ہے جس سے اس کی رہی سہی قوت باقی رہے۔ اس میں کسی قدر توانائی آئے نہ یہ کہ ایسی صورت اختیار کی جائے جس سے طبیعت اور مضمحل ہو جائے قوت اور سکت ٹوٹ جائے۔ اس موقع پر تو لطیف غذا اور پاکیزہ مشروبات دیئے جانے چاہئیں۔ جن کا مزاج معتدل ہو جیسے شربت نیلوفر[2]' شربت عرق' سیب گل تازہ' عرق گلاب وغیرہ اور غذا میں چوزے کا شوربہ جس میں خوشبودار مسالے پڑے ہوں اور مناسب انداز کی مفرح اور منعش قوت خوشبو اور لخلخے سنگھائے جائیں' لطیفے سنائے جائیں' خوش کن باتیں کی جائیں' اس لیے کہ طبیب تو طبیعت کا ملازم ہے۔ اسی کا یار غمگسار ہے۔ نہ کہ دشمن جفا شعار۔

عمدہ خون ہی بدن کی غذا ہے۔ اور بلغم خون کی وہ قسم ہے جو پوری طرح پختہ نہ ہو بلکہ کسی قدر اس میں خامی رہ گئی ہو جن مریضوں کے جسم میں بلغم کی بڑی مقدار ہوتی ہے۔ اور اصل غذا کی مقدار اس کثرت بلغم کی بنا پر تقریباً ناپید ہو جاتی ہے تو طبیعت بلغم کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور اسے پکاتی' خون بناتی اور اعضاء کے کام آتی ہے اور جسم واعضاء کو دوسری غذا سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

طبیعت اس قوت کو کہتے ہیں جسے اللہ پاک نے بدن کی تدبیر اور اس کی حفاظت اس کی صحت کا وکیل

---

[1] بحران ضمہ کے بعد سکون امراض حارہ میں اچانک پیدا ہونے والا تغیر۔

[2] تذکرہ میں ہے کہ اس میں مشہور لغت نون کا مقدم ہونا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ پردار کے ہیں' یہ ایک آبی پودا ہے۔ جس کی جڑ گاجر کی طرح ہوتی ہے۔ اس کی ڈنٹھل چکنی ہوتی ہے۔ پانی میں گہرے تک اس کی سنجاف جاتی ہے' جب یہ سنجاف پانی کی سطح کے برابر ہوتی ہے تو پتیاں نکلتی ہیں اور پھول کھلتے ہیں۔

بنایا ہے۔طبیعت انسانی جسم کی ساری زندگی نگرانی کرتی ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مریض کو کبھی کھانا اور پانی دینے کی اور اسے قبول کرنے پر مجبور کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ یہ بہت کم ہوتا ہے۔مگر ایسا بھی ہوتا ہے' اور عموماً غذا پر جبر کرنے کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جب مریض اختلاط عقل کا شکا ہو اس طرح سے حدیث کے عموم کو مخوص کرنے سے اور اس کے مطلق کو مقید کرنے کی ضرورت موجود ہو۔اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مریض بلا غذا کے ایک طویل مدت تک باقی رہتا ہے کہ انداز کی زندگی تندرست بھی بلا غذا کھائے نہیں گذار سکتا۔

اور رسول اللہ ﷺ کا قول ((فَإِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُمْ وَ يَسْقِيهِمْ)) "یعنی اللہ مریضوں کو کھلاتا پلاتا ہے" کا معنی زیادہ لطیف ہے۔وہاں تک اطباء کی عقل کی رسائی نہیں بلکہ اس کا مطلب تو وہی سمجھ سکے گا جو قلب و روح کے معاملات اور اس کے اثرات بدن انسانی سے پوری طرح واقف ہو یا طبیعت کا انفعال ان تاثیرات روحی و قلبی سے ہو جس طرح کہ روح و قلب طبیعت سے منفعل ہوتے ہیں اس کی طرف ایک ہلکا اشارہ ہم کرتے ہیں۔

کہ نفس کو جب کسی ایسی چیز سے سابقہ پڑتا ہے جو اسے مشغول رکھتی ہیں' خواہ وہ چیز پسندیدہ ہونے کی وجہ سے یا ناپسند ہونے کی وجہ سے یا خطرناک ہونے کی وجہ سے نفس کو مشغول کر دیتی ہے۔تو اس اشتغال کی وجہ سے غذا کی مانگ اور پیاس کی خواہش نہیں ہوتی نہ بھوک کا احساس ہوتا ہے۔بلکہ بعض اوقات تو سخت سے سخت درد و اذیت کا بھی احساس ختم ہو جاتا ہے۔ہر انسان کو ان سب باتوں اور واقعات سے سابقہ پڑتا ہے۔جب انسان کی یہ حالت ہو کہ اسے بھوک کی تکلیف نہ ہو۔ایسی صورت میں نفس کو کسی مفرح یا غیر معمولی نشاط آور چیز پیش آتی ہے۔تو وہ نشاط انگیز چیز غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔اس سے طبیعت آسودہ ہو جاتی ہے۔اور ساری قوتوں میں جان آ جاتی ہے بلکہ ساری قوت دگنا ہو جاتی ہے۔اور خون کا جریان اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ خون ظاہر جسم سے ابلتا نظر آتا ہے۔جس سے چہرہ پر رونق آ جاتی ہے۔اور خون جسم سے جھلکنے لگتا ہے ایسے موقع پر اعضاء کو غذا کی عادت کے مطابق مانگ نہیں ہوتی اس لیے کہ طبیعت اس سے زیادہ پسندیدہ چیز کے ساتھ مشغول و مربوط ہوتی ہے' اور جب طبیعت کا قابو اپنی محبوب شئ پر ہو جاتا ہے تو اس سے کمتر چیز کی طرف متوجہ نہیں رہتی۔

اگر بدن پر وارد چیز تکلیف وہ غم انگیز اور خوفناک ہوتی ہے تو طبیعت اس سے جنگ کرتی ہے اور اسے بیخ و بن سے اکھاڑنے اور اس کی مدافعت میں لگ جاتی ہے اس جنگ کرنے کی وجہ سے اس کی مشغولیات کا رخ صرف مدافعت کی جانب ہوتا ہے۔نہ کہ غذا و مشروب کی جانب اور طبیعت ایسی

چیزوں کو خلیفہ بنا دیتی ہے۔ جو اس گم شدہ قوت کو بازیاب کر سکے۔ چنانچہ قوت بازیاب ہوتی رہتی ہے۔ اگر طبیعت مقہور و مغلوب ہو جاتی ہے تو پھر قوت میں تدریجی انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔ اگر یہ جنگ جو طبیعت اور مرض کے مابین بگڑتی اور بنتی رہتی ہے باقی رہ جائے تو پھر قوت کبھی بڑھ جاتی ہے۔ کبھی گھٹ جاتی ہے۔ غرض طبیعت و مرض کے مابین یہ جنگ بالکل آمنے سامنے لڑنے والی دشمن قوتوں کی طرح ہوتی ہے۔ اور غلبہ تو جیتنے والے کے لیے ہے۔ ہارا ہوا یا تو شہید ہوتا ہے یا زخمی یا قیدی۔

مریض کی اعانت منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اس کا تغذیہ اس انداز میں ہوتا ہے کہ اطباء اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ اللہ کی یہ اعانت اس کے ضعف اور باری تعالیٰ کے سامنے انکساری و عاجزی کی بنیاد پر اسی تناسب سے ہوتی ہے جس تناسب سے وہ اپنا ضعف عاجزی درماندگی اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس سے دوسرا نفع قرب الٰہی کی صورت میں حاصل ہوتا ہے' اس لیے کہ باری تعالیٰ کی قربت سب سے زیادہ ٹوٹے دلوں کے ساتھ ہوتی ہے اللہ کی رحمت اس کے پلے میں ہوتی ہے۔ اگر مریض اللہ کا دوست ہے تو اسے قلبی تغذیہ اللہ کی جانب سے ہوتا رہتا ہے جس سے اس کی طبیعت کی تمام قوتوں میں توانائی باقی رہتی ہے۔ بلکہ اس کی توانائی اس کی اس قوت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جو وہ بدنی اور مادی غذاؤں سے حاصل کرتا ہے جب اس کا ایمان و یقین جاگ جاتا ہے تو اس کا تعلق اللہ کے ساتھ ابھر آتا ہے' اس کو اللہ کے ساتھ لگن ہو جاتی ہے اور وہ اس میں سرمست رہتا ہے۔ چونکہ اس کے یقین کی قوت اور اللہ کے ساتھ حسن ظن بڑھ جاتا ہے اس کا شوق تیز تر ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ سے راضی رہتا ہے۔ اور اس کو راضی رکھنا چاہتا ہے۔ ان سب چیزوں سے اس میں وہ توانائی وہ قوت اور ایسی جان آ جاتی ہے کہ اس کے بیان کے لیے الفاظ نہیں ملتے نہ کسی طبیب کے نسخے میں اس کی گنجائش ہوتی نہ اس کے علم کی رسائی۔

کسی کی عقل بہت موٹی ہو اس کی طبیعت میں زیرکی کا کوئی شمہ نہ ہو تو وہ ان باتوں کو کیا سمجھے گا۔ اور اس کی تصدیق کیا کرے گا ایسے لوگوں کے لیے صورت کے پرستاروں کو دیکھنا چاہیے کہ یہ عشاق ان مادی چہروں اور جسمانی بناوٹوں میں کیا کچھ نہیں پاتے ان کے لیے تن من دھن سب کچھ قربان کر گذرتے ہیں' بعضوں کو صورت سے عشق ہوتا ہے۔ بعضوں کو جاہ کی طلب ہوتی ہے۔ بعض مال کے رسیا ہوتے ہیں۔ بعض علم کے شائق ہر ایک اپنے محبوب کے حصول اور اس کے وصول میں ایک عجیب توانائی ایک عمدہ فرحت محسوس کرتا ہے۔ اس کا رات دن لوگ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ان انوکھے اندازِ پرستش کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ایک روایت اس کی شہادت کے لیے کافی ہے۔

((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِنَّهٗ كَانَ يُوَاصِلُ فِي الصِّيَامِ الْاَيَّامَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَيَنْهٰى اَصْحَابَهٗ عَنِ الْوِصَالِ وَيَقُوْلُ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ اَظَلُّ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ)) [1]

''نبی کریم ﷺ پے در پے روزے عرصے تک رکھتے مگر اپنے ساتھیوں کو اس وصال سے روکتے اور فرماتے کہ میں تمہاری طرز کا نہیں ہوں، مجھے تو میرا پروردگار کھلاتا ہے۔ اور پلاتا ہے۔ پھر تم کہاں اور میں کہاں؟''

یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ کھلانا پلانا اس انداز کا نہ تھا جو دوسرے انسان غذا استعمال کرتے ہیں اور اپنے منہ سے کھاتے ہیں اگر منہ سے کھاتے ہوتے تو پھر آپ مواصل صیام کیسے ہوتے اور پھر دونوں میں فرق کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ وہ تو کھانے پینے کے بعد روزہ دار ہی نہیں رہتے۔ اسی لیے فرمایا ((اَظَلُّ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ)) میرا رب مجھے غذا دیتا ہے۔ اور مشروب پلاتا ہے۔

مزید براں آپ نے خود وصال ہی میں اپنے اور دوسروں کے مابین تفریق کر کے سمجھایا کہ آنحضرت جس پر قدرت رکھتے ہیں۔ اس پر ان کو قدرت نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے منہ سے کھاتے پیتے ہوتے تو پھر یہ کیسے فرماتے ((لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ)) یہ بات اسی کے سمجھ میں آئے گی جس کے حصہ میں غذائے روحانی و قلبی آچکی ہوگی، اور اس کی قوت و تاثیر سے پوری طرح واقف ہوگا، اور یہ کہ غذائے روحانی کو جسمانی غذا سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

۳۵-فصل

نکسیر کا علاج نبوی ﷺ

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے:

((اَنَّهٗ قَالَ خَيْرُ مَاتَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ لَاتُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ))

---

[1] بخاری نے اس حدیث کو ۴/ ۱۷۹ میں فی الصیام باب التنکیل لمن اکثر الوصال و باب الوصال الی السحر میں لائے ہیں، اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۱۰۳ فی الصیام باب النھی عن الوصال فی الصوم میں ذکر کیا ہے اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ، عبداللہ بن عمرؓ و انسؓ کی احادیث بھی موجود ہیں۔

''آپ نے فرمایا بہترین طریقہ علاج حجامت (پچھنا لگانا) ہے اور عود ہندی کا استعمال' اپنے بچوں کے حلق میں ایسے چونکے نہ لگاؤ کہ خون چل پڑے''[1]

دوسری حدیث مسند احمد بن حنبل سے یہ ہے:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی عَائِشَةَ وَعِنْدَهَا صَبِيٌّ يَسِيْلُ مَنْخِرَاهُ دَمًا فَقَالَ مَاهٰذَا؟ فَقَالُوْا الْعُذْرَةُ اَوْ وَجَعٌ فِيْ رَاْسِهٖ فَقَالَ وَيْلَكُنَّ لَا تَقْتُلْنَ اَوْلَادَ كُنَّ اَيُّمَا امْرَاَةٍ اَصَابَ وَلَدَهَا عُذْرَةٌ اَوْ وَجَعٌ فِيْ رَاْسِهٖ فَلْتَاْخُذْ قُسْطًا هِنْدِيًّا فَلْتَحُكَّهُ بِمَاءٍ ثُمَّ تُسْعِطُهُ اِيَّاهُ فَاَمَرَتْ عَائِشَةُ فَصُنِعَ ذٰلِكَ بِالصَّبِيِّ فَبَرَاَ))[2]

''حضرت جابر بن عبداللہؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے آپ کے پاس ایک بچہ تھا' جس کے نتھنوں میں سے خون جاری تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کیا لوگوں نے کہا کہ کوا میں چونکے لگانے کی وجہ سے یا دردسر کی وجہ سے سیلان خون ہے آپ نے فرمایا تمہاری سمجھ پر پتھر پڑے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرد جب کسی عورت کے بچہ کو کوے کی تکلیف ہو یا دردسر ہو تو اسے عود ہندی کو لے کر پانی سے رگڑنا چاہیے۔ پھر اسے ناک میں چڑھانا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس تدبیر کے کرنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ یہ ترکیب عمل میں لائی گئی بچہ پوری طرح تندرست ہو گیا''۔

ابوعبید نے ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے کہ ''عذرۃ'' حلق میں ہیجان دموی کو کہتے ہیں جب اس کا علاج کیا جائے۔ یہ بھی محاورہ ہے کہ ''عذرۃ'' یعنی وہ معذور ہے' بعضوں نے بیان کیا ہے کہ ''عذرۃ'' کان اور حلق کے مابین نکلنے والا ورم ہے۔ جس سے خون جاری ہو اور بچوں کو عام طور سے ہوتا ہے۔

عود ہندی کو رگڑ کر ناک میں چڑھانے کا نفع یہ ہے کہ عذرہ کا مادہ خون ہے جس پر بلغم کا غلبہ ہو جاتا ہے بچوں کا بدن عموماً اس سے متاثر ہوتا ہے' عود ہندی میں عموماً تجفیف کی قوت ہے جو کوے کی بندش کرتا ہے' اور اسے اوپر اٹھاتا ہے' کبھی اس دوا کا اثر بالخاصہ ہوتا ہے۔ کبھی دوائے حار کی طرح نفع دیتا ہے' کبھی

---

[1] بخاری نے اسے ۱۰/ ۱۲۷ فی الطب میں باب الحجامة من الداء بیاری میں پچھنا لگانے کے تحت بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے ۱۵۷۷ فی المساقاۃ میں باب حل اجرۃ الحجامة پچھنا لگانے کی مزدوری جائز کے تحت لکھا ہے۔

[2] احمد نے ۳/ ۳۱۵ میں ذکر کیا اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور ہیثمی نے مجمع میں ۵/ ۸۹ میں ذکر کیا اور اس کی نسبت ابویعلی اور بزار کی طرف بڑھادی ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس کے رجال وہی ہیں جو صحیح کے رجال ہیں۔

دوائے حار کے ساتھ آمیز کرنے پر نفع پہنچاتا ہے۔ کبھی اس کا نفع بالذات کبھی بالعرض ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ نے سقوط لہاۃ میں جو علاج لکھا ہے' اس میں تحریر کیا ہے۔ عود ہندی' شب یمانی' تخم مرو کے ساتھ مفید ہے۔

قسط بحری جس کا ذکر حدیث میں ہے۔ وہ بھی عود ہندی ہے۔ جو نسبتاً سفیدی مائل ہوتی ہے۔ وہ شیریں کثیر المنفعت ہے۔ اور عربوں کا دستور تھا کہ وہ کوے کو زخمی کر کے علاج کرتے یا کوئی چیز لٹکا کر علاج کرتے تھے' پیغمبر نے اس سے علاج کرنے سے منع کیا اور ایسا علاج بتلایا جو بچوں کے لیے زیادہ نافع اور والدین کے لیے آسان تر تھا۔

سعوط ناک میں پہنچانے والی دوا کو کہتے ہیں اس کے لیے مفرد و مرکب دونوں ہی قسم کی دوائیں کام میں لائی جاتی ہیں ان دواؤں کو پیس چھان کر گوندھ کر کبھی سفوف بنا کر ضرورت کے وقت کسی چیز میں حل کر کے انسان کے ناک میں ڈالتے اور چڑھاتے ہیں۔ دوا ڈالنے کے وقت مریض کو چت لٹا دیتے ہیں۔ مونڈھے اور پیٹھ کو تکیہ پر ٹیک لگاتے ہیں تا کہ سر کا حصہ نیچے ہو اور یہ حصہ اٹھا ہوتا کہ دوا ڈالنے کا نتیجہ یہ ہو کہ دوا دماغ تک پہنچ جائے اور جو مواد بھی دماغ میں ہو چھینک کے ساتھ باہر نکل آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سعوط کے ذریعہ علاج کو پسند فرمایا جہاں ضرورت ہو۔

خود آنحضرت ﷺ نے بھی ناک میں دوا ڈلوائی' اس کا ذکر احادیث کی بہت سی کتابوں میں محدثین نے کیا ہے۔ خود ابوداؤد نے اس روایت کو اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔

((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِسْتَعَطَ)) [1] "نبی ﷺ نے ناک میں دوا ڈلوائی"۔

۳۶-فصل

دل کے مریض کا علاج نبوی ﷺ

ابوداؤد کی روایت جسے مجاہد نے حضرت سعدؓ سے روایت کیا ہے بایں الفاظ مذکور ہے:

((قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا فَاَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُنِيْ فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلٰى فُؤَادِيْ وَقَالَ لِيْ اِنَّكَ رَجُلٌ مَفْؤُوْدٌ فَاْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ مِنْ ثَقِيْفٍ فَاِنَّهُ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَاْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ

---

[1] ابوداؤد نے اس حدیث کو نمبر ۳۸۶۷ میں ابن عباسؓ کی حدیث سے بیان کیا ہے اس کی سند قوی ہے۔

فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ))[1]

''میں ایک مرض میں گرفتار ہو گیا' میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' آپ نے دست مبارک میرے سینے پر دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا' مجھے آپ کے مرمریں ہاتھ کی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا تم دل کے مریض ہو اس لیے حارث بن کلدہ ثقفی سے رجوع کرو کہ وہ ایک ماہر طبیب ہے۔ ویسے سات عجوہ کھجوریں مدینہ کی لے لو اور ان کی گٹھلی سمیت اکلا استعمال کرو''

مفؤود دل کا مریض' جیسے مطعون پیٹ کا مریض لدود منہ سے پلائی جانے والی دوا ہے۔

کھجوریں اس بیماری کے دفاع کی عجیب و غریب تاثیر ہے۔ بالخصوص مدینہ کی کھجور اور وہ بھی عجوہ اور سات کے عدد میں ایک دوسری تاثیر ہے۔ جو وحی کے ذریعہ سمجھ میں آتی ہے۔

صحیحین میں ایک دوسری حدیث بھی ہے جو عامر بن' سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے:

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ مِنْ تَمْرِ الْعَالِيَةِ لَمْ يَضُرَّهُ ذَالِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نہار منہ مدینہ کی سات کھجوریں استعمال کر لیں اس دن نہ تو اسے زہر سے نقصان ہوگا اور نہ جادو کا اثر ہوگا''

دوسری جگہ دوسرے لفظوں میں یوں ہے:

((مَنْ اَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا[2] حِيْنَ يُصْبِحُ لَمْ يَضُرَّهُ سَمٌّ حَتّٰى يُمْسِي))[3]

''جس نے سات چھوہارے صبح سویرے اس وادی سیاہ کے استعمال کیے تو اسے زہر سے نقصان رات گئے تک نہ پہنچے گا''

---

[1] ابوداؤد نے فی الطب حدیث نمبر ۳۸۷۵ میں بیان کیا ہے' جہاں باب ثمرۃ العجوۃ قائم کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے آپ کا یہ قول کو فلیجأ ہن بنواہن ہے مراد اسے پیسنا ہے۔ اور وجیئہ ستو جو خرما اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔ جسے مریض منہ سے پیتا ہے۔

[2] لابتیہا' سیاہ پتھر کی چٹانیں جو وادی کے دونوں جانب ہوں' لابتہ بروزن غابتہ۔

[3] بخاری نے ۹/۴۹۳ فی الاطعمہ کے باب العجوۃ میں اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۰۴۷ فی الاشربتہ میں باب فضل ثمر المدینہ مدینہ کے پھلوں کی بڑائی کے تحت بیان کیا ہے۔

تمر دوسرے درجہ میں گرم پہلے میں خشک ہے بعضوں نے پہلے میں تر لکھا ہے بعضوں نے معتدل اس میں اعلیٰ درجہ کی غذائیت ہے۔ محافظ صحت ہے بالخصوص جو اس کا عادی ہو جیسے اہل مدینہ وغیرہ کہ ان کی غذا کا بڑا جز و کھجور ہی ہے۔ مزید برآں کھجور ٹھنڈے علاقوں اور گرم علاقوں کی اعلیٰ ترین غذا ہے۔ خصوصیت سے وہ ممالک جن کا درجہ حرارت دوسرے درجہ میں ہو ان کے لیے اس کی غذائیت سے ٹھنڈے علاقوں والوں سے زیادہ نفع پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ گرم ملک والوں کے شکم بارد ہوتے ہیں اور ٹھنڈے ملک والوں کے شکم گرم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حجاز یمن طائف اور ان جیسے علاقے جو ان کے اردگرد ہیں ان کو گرم غذاؤں سے نفع پہنچتا ہے' جبکہ دوسروں کو اتنا نفع نہیں ہوتا' جیسے چھوہارا' شہد اور یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ اپنے کھانوں میں مرچ سیاہ اور اورک دوسروں کے مقابلہ میں دس گناہ زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور زنجبیل تو ان کو حلوے کی طرح پسند آتا ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ زنجبیل کے بجائے گزک[1] (جو پستے بادام اور پپیتا اور گاجر کی قاشوں سے بنتا ہے) استعمال کرتے ہیں۔ ان کے مناسب پڑتا ہے۔ باوجود معدے کے بارد ہونے کے کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اور حرارت کا بیرون جسم پایا جانا بالکل ایسا ہے جیسے کہ گرمیوں میں کنوئیں کی ظاہری سطح گرم ہوتی ہے۔ مگر پانی نہایت ٹھنڈا ہوتا ہے اور سردیوں میں اس کے برخلاف پانی کی گرم سطح ظاہر ٹھنڈی ہوتی ہے۔ اسی طرح سے سردیوں میں کثیف غذاؤں کو جتنا معدہ ہضم کر لیتا ہے۔ گرمیوں میں اس درجہ کا نضج وطبع مشکل ہے۔

کھجور اہل مدینہ کے لیے دوسرے علاقوں کے لیے گیہوں جیسے حیثیت رکھتی ہے۔ اور عوالی مدینہ کی کھجور ان میں سب سے اعلیٰ اور عمدہ سمجھی جاتی ہے۔ کھجور دیکھنے میں سڈول کھانے میں لذیذ شیریں سے شیریں ذائقہ کی مالک ہوتی ہے۔ اس کا شمار غذا' دوا اور پھل تینوں ہی میں ہوتا ہے۔ اکثر بدن انسانی کے لیے مناسب حرارت غریزی کو قوت دیتی ہے اس کے کھانے کے بعد فضلات ردیہ کی وہ مقدار نہیں پیدا ہوتی جتنی دوسری غذاؤں اور دوسرے پھلوں سے پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ جو لوگ اس کے کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کو تعفن اخلاط اور فساد مواد سے روکتی ہے۔

حدیث کا تخاطب مخصوص انداز کا ہے اس سے اہل مدینہ اور اس کے مضافات کے لوگ مراد ہوتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بعض مقامات میں خصوصی طور سے بعض دواؤں سے نفع ہوتا ہے' جو دوسرے مقامات کے لوگوں کو نہیں پہنچتا۔ اس لیے ان علاقوں میں وہیں اگنے والی اور پائی جانے والی دواؤں سے بے حد نفع ہوتا ہے اگر اسی دوا کو دوسری جگہ کاشت کیا جائے یا استعمال کیا جائے۔ تو اس میں

---

1. جیسے پستہ دانے بادام اور بندق ریٹھا۔

وہ اثر اور اتنا غیر معمولی نفع دیکھنے میں نہیں آتا اس لیے کہ زمین اور ہوا کے اثرات ہر جگہ الگ ہوتے ہیں۔ کبھی زمین بدلنے سے کبھی کبھی ہوا بدلنے سے اثر متاثر ہوتا ہے' کبھی دونوں کے بدلنے سے اثر میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ زمین میں بھی انسان ہی کی طرح طبائع اور خواص مختلف ہوتے ہیں بعض علاقوں میں ان نباتات کو غذا کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور بعض علاقوں میں وہی نبات سم قاتل ہوتی ہے بہت سی دوائیں دوسری قوم کے لیے غذا ہوتی ہیں' اور بہت سی قوم کے لیے جو دوائیں کسی مرض میں استعمال ہوتی ہیں وہی دوائیں کسی دوسری قوم کے لیے دوسرے امراض میں نافع ہوتی ہیں۔ بعض علاقوں کی دوائیں دوسرے علاقوں میں نافع نہیں ہوتیں۔

رہ گئی سات عدد کی بات تو اس کو حساب اور شریعت دونوں میں خاص مقام حاصل ہے۔ اللہ نے سات آسمان بنائے سات زمین پیدا کی ہفتے کا سات دن مقرر فرمایا۔ انسان کی اپنی تخلیق سات مرحلوں میں ہوئی اللہ نے اپنے گھر کا طواف اپنے بندوں کے ذمہ سات مرتبہ مشروع کیا۔ ((سعی بین الصفا و المروہ)) بھی سات سات دفعہ مقرر کیے عیدین کی تکبیریں سات رہیں اور سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دلانے کا حکم ہوا۔

حدیث میں ہے:

((مُرُوْهُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعٍ)) [1] ''اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو''۔

دوسری حدیث میں مذکور ہے:

((إِذَا صَارَ لِلْغُلَامِ سَبْعُ سِنِيْنَ خُيِّرَ بَيْنَ أَبَوَيْهِ)) [2]

---

[1] احمد' ابوداؤد نے ۴۹۴ میں اور ترمذی نے ۴۰۷ میں حدیث سبرۃ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ مُرُوْا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَ إِذَا بَلَغَ عَشَرَ سِنِيْنَ فَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا)) وسندہ صحیح کو بچوں کو جب سات سال کے ہو جائیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں سرزنش کرو۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اور ابوداؤد نے ۴۹۵ میں حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے تخریج کی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

[2] آپ سے حدیث یوں ثابت ہے انه خير غلامًا بين ابيه و امه کہ لڑکے کو اس کے باپ ماں کی تخییر ہو جاتی ہے کہ وہ کس کو پسند کرتا ہے' اس کی تخریج شافعی نے اور احمد ۳۴۶/ ۷ میں ابوداؤد نے ۲۲۷۷ میں ترمذی نے ۱۳۵۷ میں ابن ماجہ نے ۲۳۵۱ میں حدیث ابوہریرہ سے کی ہے۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن و صحیح کہا ہے۔ ابن حبان نے اس کی تصحیح ۱۲۰۰ میں اور حاکم اور ابن القطان نے کی ہے۔ آپ سے عمر کی قید منقول نہیں ہے۔ اور شافعی نے عمارہ الجرمی سے تخریج کی ہے۔ اس میں یوں ہے خيرني علي بين الى و عمى مجھے ماں اور چچا کے مابین پسندیدگی کا حق دیا گیا پھر میرے ایک بھائی کو جو مجھ سے بھی چھوٹا تھا اختیار نہ دیا گیا' اگر وہ بھی سات سال کا ہوتا تو اسے اختیار دیا جاتا (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

"جب لڑکا سات سال کا ہو گیا تو اپنے والدین میں سے ایک کے لیے بنا دیا جاتا ہے"

دوسری روایت میں ہے:

((اَبُوْهُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ اُمِّهٖ)) "اگر مذکر ہے تو باپ سے قریب رہے اور رکھنے میں ماں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہے"۔

تیسری روایت میں ہے:

((اُمُّهٗ اَحَقُّ بِهٖ)) "اس کا ماں کے ساتھ رہنا مناسب ہے اگر مونث ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں سات مشکیزہ پانی سے غسل کرانے کیلئے فرمایا[1] اللہ نے قوم عاد پر طوفان باد سات رات تک جاری رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے ایسے سات سے جیسے سات حضرت یوسفؑ[2] کو عطا فرمائے تھے۔ اللہ نے صدقہ کا ثواب جو صدقہ کرنے والوں کو ملے گا سات بالیوں سے جو ایک دانہ سے اگتی ہیں' جن میں سو سو دانے ہوں تشبیہ دی اور وہ خواب جو حضرت یوسف کے آقا نے دیکھا تھا اس میں سات بالیاں ہی نظر آئی تھیں اور جن سالوں میں کاشت نہایت عمدہ ہوئی' وہ سات سال تھے اور صدقہ کا اجر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زائد سات کے ضرب کے ساتھ ملے گا۔ اور امت کے بلا حساب جنت میں جانے والے سات ہزار افراد ہوں گے۔

(گزشتہ سے پیوستہ) میں سات یا آٹھ سال کا تھا اور المغنی ۱۴۲/۹ میں ہے۔ ((اِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ سَبْعَ سِنِيْنَ خُيِّرَ بَيْنَ اَبَوَيْهِ فَكَانَ مَعَ مَنْ اِخْتَارَ مِنْهُمَا اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعْتُوْهًا وَ تَنَازَعَ عَافِيَةٍ فَمَنِ اخْتَارَ مِنْهُمَا فَهُوَ اَوْلٰى بِهٖ.)) لڑکا جب سات برس کا ہو جائے تو اسے اپنے والدین کے ساتھ رہنے میں کسی ایک کو پسند کرنا ہوگا' اگر وہ پیدائشی طور پر احمق نہ ہو اور دونوں آپس میں اس کے لئے جھگڑ رہے ہوں' تو بچہ جسے ان دونوں میں سے پسند کرے گا اسی کو وہ دیا جائے گا' یہ فیصلہ حضرت عمر حضرت علی قاضی شریح کا ہے' اور شافعی کا مسلک بھی یہی ہے ابو حنیفہ اور مالک تخییر کے قائل نہیں ہیں' ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جب بچہ خود اٹھنے بیٹھنے لگے اپنے کپڑے خود بدلے اور اپنا استنجا خود پاک کرے تو باپ دانت نکلنے تک اس کا زیادہ حقدار ہے' اور اس کو اختیار دینا صحیح نہیں ہے۔ کہ بچے کی بات کا کیا اعتبار' اسے اپنے نفع ونقصان کا علم نہیں عموماً وہ اس کو پسند کرتا ہے' جو اس کے ساتھ کھیلے یا کھیلنے کی چھوٹ دے اس کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ اس کی خواہشات کو پورا کرے' جس سے اس میں بگاڑ پیدا ہوگا' اس لئے کہ وہ ابھی بالغ نہیں پھر جو سات سے نیچے ہو اس کو کیا کیجئے گا' پھر ابو ہریرہ اور عمارہ الجری کی حدیث نقل کی۔

1. بخاری نے مغازی میں باب مرض النبی ﷺ کے تحت حدیث عائشہؓ ۱۰۸/۸ میں نقل کیا ہے۔
2. بخاری نے ۴۱۰/۲ اول استسقاء میں اور ۱۶۳/۱۱ فی الدعوات میں باب الدعاء علی المشرکین کے تحت نقل کیا ہے۔ جو حدیث ابن مسعود پر مشتمل ہے۔

اس سے اندازہ ہوا کہ سات کے عدد میں ایسی خاصیت ہے جو دوسرے عدد کو حاصل نہیں' اس میں عدد کی ساری خصوصیات مجتمع ہیں۔ عدد جمع بھی اور عدد واحد بھی سات کا پہلا اور دوسرا جمع ہے اور واحد بھی اسی طرح ہے۔ اس طرح اس کے چار مرتبے ہوئے۔ شفع اول وثانی وتر اول وثانی اور یہ مراتب سات سے کم میں جمع نہیں ہوتے' گویا یہ عدد مراتب عدد اربع کو جامع ہے۔ یعنی شفع اور وتر اوائل وثوانی وتر اول سے مراد تین دوسرے سے مراد پانچ شفع اول سے مراد دو' اور ثانی سے مراد چار اور اطباء کو سات کے عدد سے خاص ربط ہے۔ خصوصیت سے ایام بحران میں بقراط کا مقولہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز سات اجزاء پر مشتمل ہے۔ ستارے سات' ایام سات' انسان کی عمر سات' بچہ کی طفولیت کی عمر سات پھر صبی سات سال پھر مراہق پھر جوان پھر کہولت پھر شیخ پھر ہرم اور اللہ تعالیٰ ہی کو اس عدد کے مقرر رکھنے کی حکمت معلوم ہے۔ کہ اس کا وہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھا یا اس کے علاوہ کوئی معنی ہے۔

اور اس عدد کا نفع خاص اس چھوہارے کے سلسلے میں جو اس ارض مقدس کا ہو اور اس علاقے کا ہو' جادو اور زہر سے دفاع کرتا ہے اس کے اثرات اس کے کھانے کے بعد روک دیئے جاتے ہیں۔ کھجور کے اس خواص کو اگر بقراط و جالینوس وغیرہ اطباء بیان کرتے تو اطباء کی جماعت آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیتی اور اس پر اس طرح یقین کرتی جیسے نکلتے آفتاب پر یقین رکھتی ہے۔ حالانکہ یہ اطباء خواہ کسی درجہ کے عاقل ہوں' وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ ان کی رسا عقل اور انکل یا گمان ہوتا ہے۔ ہمارا رسول اللہ ﷺ جس کی ہر بات یقینی اور قطعی اور کھلی دلیل وحی الٰہی ہو اس کا قبول و تسلیم کرنا۔ تو بہر حال ان اطباء سے زیادہ حسن قبولیت کا مستحق ہے۔ نہ کہ اعتراض کا مقام ہے اور زہر کی دافع دوائیں کبھی بالکیفیت اثر انداز ہوتی ہیں۔ بعض بالخاصیۃ اثر انداز ہوتی ہیں۔ جیسے بہت سے پتھر یاقوت و جواہر ہاتھ پر لینے لگانے ساتھ رکھنے ہی سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔

۳۷-فصل

دواؤں کے ضرر و منافع میں طبیعت کی استعداد

اس کھجور کا نفع بعض قسم کے سموم کے لیے ممکن ہے اس لیے اس حدیث سے عموم کے بجائے کسی خاص زہر میں نافع ہونے کا ذکر ہے' ممکن ہے اس علاقے میں اس کا یہ نفع ہو۔ یا کوئی خاص زمین جو اس قسم کے زہروں کے دفاع کے لیے مناسب ہو۔ اس کے علاوہ ایک بات خاص طور سے قابل توجہ ہے وہ

یہ کہ کسی دوا کے نفع کرنے کے لیے مریض کو اس کے نفع کا یقین اور طبیعت کا اطمینان ضروری ہے۔اس سے بیماری کے دفاع میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ جس اعتقاد کی بنیاد پر بہت سی دوائیں نافع ہوتی ہیں یا مریض اسے بڑھ کے لیتا ہے۔ پھر اس کا نفع مشاہدہ میں آتا ہے دنیا کو ان عجائبات کا پوری طرح تجربہ و مشاہدہ ہے۔ جب طبیعت کسی دوا کو قبول کرتی ہے۔تو اس سے طبیعت میں ایک طرح کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔قوت میں جان آجاتی اور طبیعت مضبوط ہو جاتی ہے جس سے حرارت غریزی میں ابھار اور جوش پیدا ہو جاتا ہے۔نتیجہ اذیت کے دفاع میں مدد ملتی ہے۔ مرض کمزور پڑ جاتا ہے۔اور جب اس کے برعکس معاملہ ہوتا ہے تو بہت سی دوائیں جو اس مرض کے لیے سودمند ہوتی ہیں۔ محض مریض کی بداعتقادی کی وجہ سے ان کا عمل فنا ہو جاتا ہے۔اور طبیعت بھی ابا کرنے لگتی ہے۔ پھر اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ دور کیوں جایئے سب سے زیادہ شافی دوا جس سے دل اور بدن دونوں ہی کو نفع پہنچنا یقینی معاش و معاد کی خیریت اس پر منحصر دنیا و آخرت کی فلاح اس سے متعلق ہے۔ یعنی قرآن کریم جو ہر بیماری کے لیے شفاء کامل ہے۔ مگر ان لوگوں کو اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ جو قرآن کے شافی اور نافع ہونے کا یقین نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کی بیماری میں عدم اعتقاد کی وجہ سے برابر اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ دلوں کی بیماری دور کرنے میں قرآن سے زیادہ کوئی نافع نہیں ہے۔اس میں تو وہ تاثیر ہے کہ بیماری کا کوئی شبہ ہی باقی نہیں رہتا بلکہ عام صحت کی بھی حفاظت کرتا ہے جو موذی و مضر سے حفاظت و حمایت کے کام آتا ہے۔ ان ساری خوبیوں کے ہوتے ہوئے اکثر قلوب اس کا انکار کرتے ہیں۔ جس قرآن میں شک کی گنجائش نہیں ان کو اس کے ساتھ اعتقاد نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ اس کو کام میں نہیں لاتے اور قرآن کو چھوڑ کر دوسری دواؤں کی طرف جو خود اس کے ہم جنسوں نے تیار کی ہے۔ رجوع کرتا ہے۔ چنانچہ اس بداعتقادی سے ان کو شفاء نہیں ہوتی' اس پر عادت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ امراض بڑھتے جاتے ہیں اور دلوں کی بیماری راسخ اور مزمن ہو جاتی ہے۔ مریضوں اور طبیبوں کو اس معالجہ پر بھروسہ ہے جو خود ہم جنسوں یا ہم جنسوں کے شیوخ نے تجویز کیے وہ اس کو قدر و عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں مصیبت بڑھتی جاتی ہے۔ بیماری میں اور زیادہ رسوخ اور پائداری ترقی کرتی ہیں۔ امراض کے پے بہ پے حملے ہوتے ہیں جن کا علاج ان کے بس کی بات نہیں رہتی' اور وہ جوں جوں دوا کی' کے مصداق ہوتے جاتے ہیں مگر آنکھ نہیں کھلتی۔

وَمِنَ الْعَجَائِبِ وَ الْعَجَائِبُ جَمَّةٌ　　قُرْبُ الشِّفَاءِ وَمَا اِلَيْهِ وَصُوْلُ

نرالہ طرز دوا ہے کہ طالبان شفاء　　پہنچ ہی نہیں پائے در شفا پر ابھی

كَالْعِيْسِ فِي الْبَيْدَاءِ يَقْتُلُهَا الظَّمَأُ وَالْمَاءُ فَوْقَ ظُهُوْرِ هَا مَحْمُوْلٌ

کہ جیسے اشتر صحرا نورد مر جائے طلب میں پانی کے پانی ہو پشت بار ابھی

۳۸-فصل

اصلاح غذا و فواکہہ میں آپ کی ہدایات عالیہ اوران کے مصلحات کا بیان سنت نبویؐ کی روشنی میں

صحیحین میں حدیث عبداللہ بن جعفر سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے فرمایا کہ:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ))[1]

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کھجور ککڑی کے ساتھ استعمال فرماتے''

کھجور دوسرے درجہ میں حار رطب ہے۔ برودت معدہ کو ختم کر کے اسے قوی کرتی ہے۔ معدہ کی طبیعت کے مناسب ہے۔ باہ کو قوی کرتی ہے مگر سریع العفونت ہے۔ پیاس لاتی ہے۔ خون میں تلچھٹ پیدا کرتی ہے۔ دردسر پیدا کرتی ہے' مولد سدہ ہے' درد مثانہ پیدا کرتی ہے' دانتوں کے لیے ضرر رساں ہے اور قثاء (ککڑی) دوسرے درجہ میں سرد تر ہے۔ پیاس دور کرتی ہے اس کی بو سے قوت ابھرتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں ایک طرح کی عطریت ہے' التہاب معدہ کو بجھاتی ہے۔ گٹھلی خشک کر کے اس کا ستو پانی میں گھول کر پیا جائے تو پیاس کو سکون دیتا ہے۔ اور پیشاب لاتا ہے درد مثانہ کو دور کرتا ہے۔ کوٹ چھان کر اس کی گٹھلی کا ستو بناتے ہیں اس کو دانت پر ملنے سے چمک پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے پتوں کو کوٹ چھان کر مویز منقے[2] کے ساتھ ضماد کرنا' سگ گزیدہ کے لیے مفید ہے۔

کھجور اور ککڑی دونوں کا مزاج علیحدہ علیحدہ ہے ایک گرم ایک سرد دونوں کے ملانے سے ایک دوسرے کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور کھجور کا مضر پہلو ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ ہر کیفیت کو تو اس کی ضد سے ہی ختم کر سکتے ہیں۔ اور ایک کے غلبہ کو دوسرے کے غلبہ سے کم کیا جاتا ہے۔ یہی طریقہ علاج کا

---

[1] بخاری نے ۹/۴۸۸ کتاب الاطعمہ میں باب القثاء بالرطب کھجور کے ساتھ ککڑی کے استعمال میں بیان کیا ہے۔ اور مسلم میں حدیث نمبر ۲۰۴۳ میں فی الاشربہ کے باب اکل القثاء بالرطب کھجور ککڑی کے ساتھ کھانے کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

[2] المیبختج فارسی لفظ ہے مراد جوشاندہ انگور یا رب انگور ہے۔

بنیادی پتھر ہے۔ اور حفظانِ صحت کا بنیادی اصول بلکہ پورے فن طب کا دارومدار ہی اسی پر ہے۔ اس کو بطور نمونہ سمجھیں اسی طریقہ پر غذا اور دوا میں اصلاح کرتے ہیں اور اس کا اعتدال باقی رکھنے میں اس کی مضر کیفیات کو اس کے مقابل کی چیزوں کے ذریعہ ختم کرتے ہیں۔ اسی طریقہ سے بدن کی صحت کی حفاظت ممکن ہے' اور اس میں قوت وشادابی پیدا کی جاسکتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے گداز بدن بنانے کے لیے ہر صورت اختیار کی گئی مگر مجھ میں فربہی نہیں آئی مگر جب کھجور اور ککڑی کا استعمال کر لیا گیا تو بدن گداز ہو گیا۔

الحاصل سرد کو گرم سے گرم کو سرد سے تر کو خشک سے خشک کو تر سے یا کسی ایک کو ہم وزن کرنے کے لیے اور مناسب اصلاح کے لیے ایک دوسرے مقابل کو ذریعہ بنانا علاج کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور حفظان صحت کا عمدہ اصول ہے اس سے پہلے ہم اس کا ذکر سنا اور سنوت کے بیان کے وقت کر چکے ہیں یعنی شہد جس میں کسی قدر گھی ہو اس سے سنا کی اصلاح کی جاتی ہے' جس سے اس میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے' اللہ کا درود وسلام اس ذات گرامی پر جس کی نبوت کا منشاء دل اور بدن کی تعمیر اور دنیا و آخرت کی اصلاح تھی۔

۳۹-فصل

حفظان صحت کے نبوی اصول پرہیز کے طریقے اور منافع

علاج حقیقت میں دو چیزوں پر عمل کرنے کا نام ہے ایک پرہیز دوسرے حفظان صحت جب کبھی صحت کے گڑبڑ ہونے کا اندازہ ہو تو مناسب استفراغ سے کام لیا جائے' الغرض طب کا مدار انہیں تین قواعد پر ہے۔ پرہیز دو طرح کے ہوتے ہیں۔

۱- ایسا پرہیز جس سے بیماری پاس نہ پھٹکے۔

۲- ایسا پرہیز جس سے مزید اضافہ بیماری میں نہ ہو۔ بلکہ مرض جس حال میں ہے کم از کم اسی جگہ رہ جائے۔

پہلے پرہیز کا تعلق تندرستوں سے اور دوسرے کا مریضوں سے ہے اس لیے کہ جب مریض پرہیز کرتا ہے تو اس کی بیماری بجائے بڑھنے کے رک جاتی ہے۔ اور قوتوں کو اس کے دفاع کا موقع ملتا ہے' پرہیز کے سلسلے میں اصل قرآن کی یہ آیت ہے:

((وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا)) [مائدہ : ٦]

''تم بیمار ہو یا سفر کر رہے ہو یا تم میں سے کوئی پاخانہ سے واپس ہو یا تم نے عورتوں سے جماع کیا ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو۔ تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو''

یہاں مریض کو پانی سے پرہیز کی ہدایت ہے اس لیے کہ مریض کو اس سے ضرر کا اندیشہ ہے۔

حدیث سے بھی پرہیز کی تائید ہوتی ہے' چنانچہ ام المنذر بنت قیس انصاریہ کی حدیث میں ہے:

((قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَ عَلِيٌّ نَاقِهٌ مِنْ مَرَضٍ وَلَنَا دَوَالِيْ مُعَلَّقَةٌ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ يَأْكُلُ مِنْهَا فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِعَلِيٍّ اِنَّكَ نَاقِهٌ حَتّٰى كَفَّ قَالَتْ وَ صَنَعْتُ شَعِيْرًا وَسِلْقًا فَجِئْتُ بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَلِيٍّ مِنْ هٰذَا اَصِبْ فَاِنَّهُ اَنْفَعُ لَكَ وَفِيْ لَفْظٍ فَقَالَ مِنْ هٰذَا فَاَصِبْ فَاِنَّهُ اَوْفَقُ لَكَ))[1]

''آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ میرے یہاں تشریف لائے' آپ کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے' جو بیماری کی وجہ سے کمزور و ناتواں تھے' ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے' جناب نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر اسکے کھانے میں مشغول ہو گئے اور حضرت علیؓ بھی اس سے چن کر کھانے لگے' اس پر رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے علی تم بہت ناتواں ہو یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ راویہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے جو اور چقندر کے آمیزے سے آش تیار کیا تھا۔ اسے آپ کے پاس لائی رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اسے لو یہ تمہارے لیے بہت نفع بخش ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ مذکور ہے کہ اس میں لگ جاؤ کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ مناسب ہے''

سنن ابن ماجہ میں بھی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مذکور ہے۔

((قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ يَدَيْهِ خُبْزٌ وَتَمْرٌ فَقَالَ اُدْنُ فَكُلْ فَاَخَذْتُ تَمْرًا فَاَكَلْتُ فَقَالَ اَتَاْكُلُ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ؟ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمْضَغُ

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۴۴۲ میں ترمذی نے ۲۰۳۸ میں ابوداؤد نے ۳۸۵۶ میں امام احمد نے ۲/۳۶۴ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

مِنَ النَّاحِيَةِ الْأُخْرٰى فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ))[1]

''انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ کے آگے روٹی اور کھجور رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ قریب آ جاؤ اور کھاؤ میں نے ایک کھجور اٹھالی اور کھانے لگا آپ نے فرمایا کہ تم کھجور کھا رہے ہو جبکہ تم کو آشوب چشم ہے۔ میں نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسری جانب سے کھا رہا ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک محفوظ حدیث میں ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا حَمَاهُ مِنَ الدُّنْيَا كَمَا يَحْمِيْ اَحَدُكُمْ مَرِيْضَهُ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَفِيْ لَفْظٍ اِنَّ اللّٰهَ يَحْمِيْ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْيَا))[2]

''جب اللہ کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے محفوظ رکھتا ہے' جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو کھانے پینے سے بچاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو دنیا سے محفوظ رکھتا ہے''۔

اور یہ حدیث جو زبان زد عوام ہے کہ پرہیز سب سے بڑی دوا ہے۔ اور معدہ بیماری کا گھر ہے۔ اور جو جسم بیماری کا خوگر ہو۔ اس کی عادت کی رعایت کرو' یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حارث بن کلدہ کا کلام ہے جو عرب کا بہت بڑا طبیب تھا۔ اس کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہت سے محدثین کا یہی قول ہے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے۔

((اَنَّ الْمِعْدَةَ حَوْضُ الْبَدَنِ وَالْعُرُوْقُ اِلَيْهَا وَارِدَةٌ فَاِذَا صَحَّتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالصِّحَةِ وَاِذَا سَقِمَتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالسَّقَمِ))[3]

''معدہ بدن کا حوض ہے۔ جس سے بدن کی تمام رگیں لگی ہوتی ہیں۔ جب معدہ صحیح ہوتا ہے

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۴۴۳ میں اس کی تخریج کی اس کی سند حسن ہے' بوصیری نے ''زوائد'' ۲/۲۱۳ میں تحریر کیا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

[2] یہ حدیث صحیح ہے' اس کی تخریج امام احمد نے ۵/ ۴۲۷' ۴۲۸ میں حدیث محمود بن لبید سے کی ہے۔ اور ترمذی نے ۲۰۳۶ میں محمود بن لبید سے تخریج کی جو قتادہ بن نعمان سے مروی ہے' اور اس کو حسن قرار دیا' اور حاکم نے ۴/ ۳۰۹ میں اس کی تصحیح کی ہے۔ اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ اور حاکم کے نزدیک ۴/ ۲۰۸ میں حدیث ابوسعید اس کی شاہد و مؤید ہے۔

[3] اس حدیث میں یحییٰ بابلتی نامی ایک راوی ضعیف ہیں۔ مجمع الزوائد ۵/ ۱۸۶

تو رگیں صحت کے ساتھ رطوبت لے کر چلتی ہیں۔اور جب معدہ نادرست ہو تو رگیں رطوبت مرضیہ لے کر بدن میں چلتی ہیں''۔

حارث بن کلدہ کا قول ہے کہ سب سے بڑا علاج پرہیز ہے اطباء کے نزدیک پرہیز کا مطلب یہ ہے کہ تندرست کو ضرر سے بچانا ایسا ہی ہے جیسے مریض اور ناتواں و کمزور کے لیے مضر چیز کا استعمال کرانا' مرض کے سبب سے جو شخص کمزور و ناتواں ہو گیا ہو۔اسے پرہیز سے بہت زیادہ نفع ہوتا ہے۔اس لیے کہ اس کی طبیعت مرض کے بعد ابھی پوری طرح سنبھل نہیں پاتی اور قوت ہاضمہ بھی ابھی کمزور ہی ہوتی ہے نیز طبیعت میں قبولیت و صلاحیت ہوتی ہے اور اعضاء ہر چیز لینے کے لیے مستعد رہتے ہیں۔اس لیے مضر چیزیں استعمال کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ مرض کو دوبارہ دعوت دی جائے یہ مرض کی ابتدائی صورت سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کھجور کے خوشوں سے چن کر کھجور کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ آپ مرض سے اٹھے تھے لہٰذا آپ کا روکنا اور پرہیز کرانا اعلیٰ درجہ کی تدبیر تھی۔اس لیے کہ دوالی تازہ کھجور کے ان خوشوں کو کہتے ہیں جو گھروں میں کھانے کے لیے لٹکائے جاتے ہیں۔جیسے انگور کے خوشے لٹکائے جاتے ہیں۔اور پھل ایسے کمزور شخص کے لیے جو مرض سے ابھی اٹھا ہو۔سرعت استحال اور ضعف طبیعت کی وجہ سے مضر ہوتا ہے۔اس لیے کہ نقاہت کی وجہ سے کسی غذا کا جواز قسم پھل ہو جلدی ہی استحال ہو جاتا ہے۔اور طبیعت ضعف کی وجہ سے اس کا دفاع نہیں کر پاتی اس لیے کہ اسے ابھی پہلے جیسی قوت حاصل نہیں ہوتی۔دوسرے بیماری کے اثرات مٹانے میں ابھی وہ مشغول ہے۔اور بدن سے پوری طرح اس کا ازالہ کرنے میں مشغول ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تازہ کھجور میں ایک قسم کی کثافت ہوتی ہے۔جو معدہ پر گراں ہوتی ہے۔اس لیے کھجور کھانے کے بعد معدہ اس کی درستگی اور طبیعت اس کی اصلاح میں لگ جاتی ہے۔جبکہ طبیعت کو ابھی مرض کے آثار مٹانے کا پورے طور پر موقعہ نہیں ملا ہے۔ایسی صورت میں یہ باقی کام یا تو ادھورا رہ جاتا ہے یا اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔لیکن جونہی آش جو و چقندر آپ کے سامنے لایا گیا۔آپ نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔اس لیے کہ یہ ناتواں و کمزور کے لیے بہترین غذا بھی ہے کیونکہ آش جو میں تبرید کے ساتھ غذائیت بھی ہوتی ہے۔اور تلطیف و تلیین کی قوت بھی ہوتی ہے' طبیعت کو جو کمزور و ناتواں کے لیے بہت ضروری چیز ہے۔خصوصاً جب ماء الشعیر اور چقندر کی جڑ کو پکا کر استعمال کرایا جائے تو ضعف معدہ کے لیے نہایت عمدہ غذا ثابت ہوتی ہے۔اور اس سے ایسے اخلاط بھی رونما نہیں ہوتے جس

سے صحت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مریض کو پرہیز کرایا یہاں تک کہ یہ مریض پرہیز کی سختی کی وجہ سے کھجور کی گٹھلیاں چوستا تھا' کھانا اس کے لیے بالکل ممنوع تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ پرہیز بیماری سے پہلے سب سے بہتر اور کارگر نسخہ ہے جس سے آدمی بیمار ہی نہیں ہونے پاتا مگر بیمار ہو جانے پر پرہیز سے نفع یہ ہوتا ہے کہ مرض میں زیادتی اور اس کے پھیلنے پر قدغن لگ جاتی ہے۔ اور مرض بڑھنے نہیں پاتا۔

۴۰-فصل

طبیعت کی رغبت کے مطابق غذا کا استعمال

یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ بہت سی چیزیں اور بہت سے مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ مریض تو مریض' کمزور و ناتواں اور صحت مند کو اس سے بچنا چاہیے۔ جب مریض کی خواہش اس کی جانب غیر معمولی ہو۔ اور طبیعت اس کی طرف پوری طرح راغب ہو ایسی صورت میں اس چیز کا معمولی استعمال کرنا مضر نہیں ہے۔ جو طبیعت اور ہضم پر گراں نہ ہو۔ بلکہ بعض مواقع پر اس طرح کی چیز کے استعمال سے نفع ہی ہوتا ہے کیونکہ طبیعت اور معدہ دونوں ہی اسے پسند کرتے ہیں۔ اور اس غذا کو برغبت قبول کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں جس ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے' اس کی اصلاح کرتے ہیں' اس کے استعمال سے اس درجہ نفع پہنچتا ہے۔ جیسے کسی ایسی چیز سے پہنچتا ہے کیونکہ اس غذا سے دوا کا اثر ختم ہو جاتا ہے' یا متاثر ہوتا ہے۔ اس سے کہ ایک تو طبیعت کی نفرت اور دوسرے اس کے استعمال کے بعد طبیعت کا اس کے ہضم کی فکر میں لگ جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوا کی طرف سے طبیعت کا رخ ہٹ کر اس کھانے کے ہضم کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو جو کہ آشوب چشم میں مبتلا تھے کھجور کے چند دانے استعمال کرنے پر سرزنش نہیں فرمائی۔ اس لیے کہ آپ کا خیال تھا کہ رغبت ہوتے ہوئے۔ چند دانوں سے ضرر نہ ہوگا۔ اس قبیل سے وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور وہ آشوب زدہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھجور کے دانے چنے ہوئے تھے۔ جسے آپ تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا جی چاہتا ہے۔ اور ایک دانہ کھجور کا ان کی طرف بڑھایا' پھر اسی طرح سات دانے عنایت کیے اور فرمایا بس علی بس' اس قسم کی وہ بھی روایت ہے۔ جس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں عکرمہ سے نقل کیا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَاتَشْتَهِيْ؟ فَقَالَ اَشْتَهِيْ خُبْزَ بُرٍّ فِيْ لَفْظٍ اَشْتَهِيْ كَعْكًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ خُبْزُ بُرٍّ فَلْيَبْعَثْ اِلٰى اَخِيْهِ ثُمَّ قَالَ اِذَا اشْتَهٰى مَرِيْضُ اَحَدِكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ)) [1]

''ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کی تیمارداری فرمائی اس موقع پر آپ نے دریافت کیا کہ کیا کھانے کو جی چاہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ گیہوں کی روٹی یا دوسرے لفظوں کہا کیک' آپ نے صحابہ کرام ؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کے یہاں گیہوں کی روٹی موجود ہو۔ وہ اس کو دے دے۔ پھر فرمایا کہ جب تمہارے مریض کو کسی چیز کی رغبت ہو تو اسے کھلا دیا کرو''

اس حدیث میں ایک لطیف طبی حکمت مضمر ہے کہ مریض کو جب کسی چیز کے کھانے کی پوری رغبت ہو اور وہ اسے حقیقی طبعی بھوک کے ساتھ کھالے تو بالفرض اس میں نقصان کا کوئی اندیشہ بھی ہوگا تو وہ اس کے لیے نفع بخش ہوگی اور اس کا ضرر اس چیز کے بہ نسبت کمتر ہوگا' جتنا کہ غیر مرغوب چیز کے کھانے سے ہوتا ہے' اگر چہ وہ غیر مرغوب چیز فی نفسہ اس مریض کے لئے نافع ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اس کی سچی خواہش اور طبعی رغبت اس کا ضرر دور کر دیتی ہے اور طبیعت کی نفرت اور کراہت نافع چیز کو بھی مریض کے حق میں نقصان دہ بنا دیتی ہے۔ الغرض لذیذ و پسندیدہ چیز کو طبیعت بڑی رغبت سے قبول کرتی ہے اور نفس کو پوری خواہش ہو اور وہ اسے استعمال کرے اور اگر مریض صحیح و تندرست ہو اور اس کی قوت پوری طرح کام کر رہی ہو تو اس کی منفعت اور بھی سوا ہو جاتی ہے۔

41- فصل

سکون و آرام' حرکات اور آشوب افزا چیزوں سے پرہیز کے ذریعہ آشوب چشم کا علاج نبوی

اس سے پہلے گذر چکا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے صہیب ؓ کو چھوہارے کا پرہیز بتایا اور اس

---

[1] ابن ماجہ نے ۱۴۲۹ جنائز کے باب ماجاء فی عیادۃ المریض میں اس کو نقل کیا ہے۔ اور ۳۴۴۰ میں حدیث ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی صفوان بن ھبیرہ ہے۔ جو لین الحدیث ہے۔ جیسا کہ تقریب میں مذکور ہے۔

کے کھانے سے ان کو روکا جبکہ ان کو آشوب کا مرض تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تازہ کھجور کے استعمال سے منع فرمایا اس لیے کہ آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔

اور ابونعیم نے اپنی کتاب ''طب نبوی'' میں لکھا ہے کہ ازواج مطہراتؓ میں سے اگر کسی کو آشوب چشم ہوتا تو جب تک اس سے شفاء نہ ہو جاتی آپ ان سے مباشرت نہ فرماتے۔

رمد (آشوب چشم) آنکھ کے طبقہ ملتحمہ کا ورم حار ہے' یہ طبقہ وہ سفید حصہ ہوتا ہے جو ہمیں کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آنکھ کی جانب اخلاط اربعہ میں سے کسی کی ریزش یا حار ریاح بدن اور سر میں کمیت کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہے۔ جس کا ایک حصہ آنکھ کی طرف رخ کرتا ہے۔ یا دھوپ سے آنکھ متاثر ہو جاتی ہے۔ جس سے طبیعت خون اور روح کی وافر مقدار آنکھ کو مہیا کرتی ہے۔ طبیعت اس ارسال کثیر سے آنکھ کو آفتاب کی لپٹ سے بچانا چاہتی ہے۔ جس سے آنکھ کے کناروں پر ورم آ جاتا ہے اس لیے کہ دھوپ کی لپٹ سے عضو ماؤف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ قیاس اس کے خلاف چاہتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ جس طرح زمین سے دو قسم کے بخارات اٹھ کر فضا کی جانب جاتے ہیں' ایک حار یابس دوسرا حار رطب تو یہ دونوں بخارات تہہ بہ تہہ بدلی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور ہماری آنکھوں کو آسمان نظر نہیں آتا قعر معدہ سے بھی اسی قسم کے بخارات اوپر کی طرف اٹھتے ہیں جن کی وجہ سے دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اس سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں' اگر طبیعت میں قوت ہے۔ اور ان کو خیاشیم کی جانب پھینک دیتی ہے تو زکام ہو جاتا ہے۔ اور اگر نتھنوں اور کوے کی جانب پھینک دیتی ہے تو خناق ہو جاتا ہے۔ اور اگر پہلو کو روانہ کرتی ہو تو شوصہ کی بیماری ہوتی ہے' اور اگر سینے کی طرف آتی ہے تو نزلہ ہو جاتا ہے۔ اگر دل کی جانب رخ کرتی ہے تو خفقان ہوتا ہے۔ اور اگر آنکھ کی طرف چل پڑتی ہے تو آشوب چشم ہوتا ہے' اور اگر جوف کی طرف چل پڑی تو سیلان الرحم اور دماغ کے مجاری کی طرف رخ ہو تو نسیان ہو جاتا ہے۔ اور اگر دماغ اس سے تر ہو جائیں اور اس کے عروق اس کی وجہ سے سیراب ہو جائیں تو سخت نیند کا غلبہ طاری ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نیند رطوبت سے ہوتی ہے اور خشکی سے شب بیداری ہوتی ہے' اور اگر بخارات سر سے نکلنا چاہیں اور ایسا نہ ہو سکے تو پھر دردسر پیدا ہوتا ہے۔ جس سے مریض کو نیند نہیں آتی' اور اگر سر کے کسی جانب وارد ہو جائے تو پھر آدھ سیسی ہو جاتی ہے۔ اور اگر سر کے بالائی حصہ اور نیچے سے اس کا تاثر ہو تو بیضہ کی بیماری ہوتی ہے۔ اگر دماغ کا پردہ اس سے ٹھنڈا پڑ جائے یا گرم یا تر ہو جائے۔ اور ریاح جوش مارنے لگے' تو چھینک آنے لگتی ہے' اور اگر رطوبت بلغمی میں ہیجان ہو جائے کہ

حرارت غریزی اس سے مغلوب ہو جائے تو بے ہوشی اور سکتہ طاری ہوتا ہے۔ اور سوداء میں جوش آ جائے جس سے دماغ کی فضا تاریک ہو جائے تو اس سے وسواس کی بیماری ہوتی ہے۔ اور اگر اعصاب کے مجاری کی طرف اس کا رخ ہو جائے تو طبعی مرگی ہوگی۔

اور اگر عقود و جذور مجاری دماغ میں اس کی ریزش ہو تو فالج ہو جاتا ہے۔ اور اگر بخارات سے پیدا ہو جس سے دماغ گرم ہو جائے تو برسام[1] ہوتا ہے۔ اور اگر سینہ بھی اس میں شریک ہو تو سرسام[2] کہلاتا ہے۔ غرض اس بخار کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس سے متعدد امراض پیدا ہوتے ہیں۔ مگر بنیادی طور پر یہ معدہ ہی کی عنایت ہے۔

حاصل یہ کہ اخلاط جسم انسانی خواہ اس کا کوئی حصہ بدن سے متعلق ہو یا سر سے آشوب چشم کے وقت جوش میں ہوتے ہیں اور جماع سے اس کا جوش اور اسکی حرکت اور بڑھ جاتی ہے' اس لیے کہ جماع میں جسم انسانی' روح اور طبیعت تینوں ہی حرکت میں ہوتے ہیں۔ بدن میں ہمیشہ حرکت ہونے کی وجہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور نفس کی تحریکات حصول و تکمیل لذت کے لیے غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔ اور نفس و بدن کی تحریکات کے باعث روح میں بھی حرکت آ جاتی ہے۔ اور طبیعت کی حرارت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ منی کی اس خاص مقدار کو رحم تک پہنچانے میں مشغول ہونا اپنا فرض سمجھتی ہے کہ اس کے بغیر تکمیل نطفہ ممکن نہیں۔

اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ جماع ایک تحریک کلی عمومی ہے جس میں انسان کا جسم اس کی ساری قوتیں طبیعت اخلاط غرض سبھی چیزیں حرکت میں آ جاتی ہیں حتیٰ کہ روح ونفس بھی متحرک ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ ہر حرکت سے اخلاط میں جوش آتا ہے تو وہ رقیق ہو جاتے ہیں ان دونوں باتوں کی وجہ سے ان کا کمزور اعضاء کی طرف ریزش کرنا نہایت درجہ آسان ہو جاتا ہے۔ اور آنکھ کی لطافت وضعف آشوب کے وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لیے ایسے موقع پر جماع سے بڑی حد تک نقصان وضرر کا اندیشہ ہوتا ہے۔

بقراط نے اپنی کتاب ''الفصول'' میں تحریر کیا ہے کہ کشتی میں سفر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حرکت سے بدن میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ گو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آشوب چشم جہاں بیماری ہے وہیں بہت سے منافع بھی اس بیماری کے ساتھ انسانی جسم کو حاصل ہوتے ہیں' آشوب سے آنکھ کا استفراغ اس کی

---

1. برسام: جگر اور قلب کے درمیان پائے جانے والے حجاب میں التہاب کو کہتے ہیں۔
2. سرسام: دماغ کی جھلیوں میں ورم ہوتا ہے' جس سے بخار اور اختلاط ذہن پیدا ہوتا ہے' اسے سرسام کہتے ہیں۔

آلائشوں کی صفائی' سر اور جسم انسانی میں پیدا ہونے والے فصولات وگندگیوں سے تنقیہ ہو جاتا ہے۔ اور غصہ' رنج وغم' شدید قسم کی دشوار وگراں حرکت اور مشقت طلب کاموں سے نفس اور جسم کو پہنچنے والے نقصان اور اذیت کا تدارک وتلافی آشوب چشم سے ہو جاتا ہے۔ سلف کے آثار میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ آشوب چشم سے گھبراؤ نہیں' کیونکہ اس سے روشنی زائل کرنے والی رگیں منقطع ہو جاتی ہیں۔

اس کا بہترین طریقہ علاج اس بیماری کے بعد مکمل راحت وسکون ہی ہے اس طرح آنکھ ملنے اور پونچھنے سے بھی گریز کرنا ضروری ہے' اس کے برخلاف کرنے سے مادہ کا انصباب تیزی سے ہونے لگتا ہے' بعض اسلاف نے بڑی چبھتی بات کہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں کا حال آنکھ کی طرح ہے۔ آنکھ کا علاج اسے چھونے اور پونچھنے سے بچنا ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے' واللہ اعلم کہ آشوب چشم کا علاج آنکھ میں ٹھنڈا پانی ٹپکانا ہے۔ اطباء نے رمد حار کی بہترین دوا ٹھنڈا پانی لکھا ہے۔ اس لیے کہ پانی ایک سرد دوا ہے۔ جس سے آشوب چشم کی حرارت دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ اگر تم وہ کرتی جسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تو تمہارے لیے بہتر ہوتا' اور تم آنکھ کی بیماری سے شفایاب بھی ہو جاتی اپنی آنکھ میں پانی کی چھینٹ دیتی اور یہ دعا پڑھتی:

((اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَائُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا)) [1]

''اے لوگوں کے رب تو تکلیف ختم کر دے اور مجھے شفا عطا کر تو ہی شفا دینے والا ہے' تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی''۔

ہم نے اس سے پہلے کئی بار یہ بات دھرائی ہے کہ یہ علاج خاص ممالک و منطقہ کے لیے مخصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ درد چشم کی بعض مخصوص صورتوں میں یہ علاج شافی وکافی ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے جزوی علاج کو کلی عمومی نہ سمجھا جائے۔ اور نہ کسی کلی عام کو جزء خاص تسلیم کیا جائے' کیونکہ اس انداز سے غلطی کے وقوع کا اندیشہ ہے اور جو صورت بھی سامنے آئے گی۔ وہ کچھ درست ثابت نہ ہوگی۔

---

[1] ابوداؤد نے ح ۳۸۸۳ میں اور ابن ماجہ نے ۳۵۳۰ میں اس کی تخریج کی ہے' اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۴۲-فصل

طب نبوی میں خدر کا علاج نبویؐ جس سے بدن اکڑ جاتا ہے

''غریب الحدیث'' میں ایک حدیث مذکور ہے جسے ابو عبید رضی اللہ عنہ نے ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ایک جماعت کا گذر ایک درخت سے ہوا انہوں نے اس کا پھل کھا لیا۔ کھانے کے بعد ان پر ہوا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا جسم اکڑ گیا اس میں حس و حرکت نہ رہی۔ اس وقت آپ نے فرمایا:

((قَرِّسُوا الْمَاءَ فِي الشِّنَانِ وَصُبُّوا عَلَيْهِمْ فِيمَا بَيْنَ الْأَذَانَيْنِ))

''پرانے مشکیزے میں پانی ٹھنڈا کرو اور فجر کی اذان و اقامت کے درمیانی وقت میں مریضوں کے سر اور جسم پر گراؤ''

ابو عبید نے ((قَرِّسُوا)) کا معنی ((بَرِّدُوا)) یعنی ٹھنڈا کرو کیا ہے۔ جو لغت میں بجائے سین کے صاد کے ساتھ صحیح ہے۔

اور ''شنان'' پرانے مشکیزے اور پانی کے تھیلے کو کہتے ہیں مشکیزوں کے لیے شنان اور تھیلے کے لیے شنہ آیا ہے۔ اس حدیث میں شنان کا ذکر ہے۔ جُدُدٌ عربی کا نہیں ہے' اس لیے کہ شن میں برودت زیادہ ہوتی ہے۔ ''بین الاذانین'' سے فجر کی اذان و اقامت کا درمیانی وقت مراد ہے یہاں اقامت کو بھی اذان مماثلت کی وجہ سے کہہ دیا گیا ہے' کیونکہ اس میں بھی وہی الفاظ ہوتے ہیں جو اذان میں ہوتے ہیں۔

بعض اطباء نے لکھا ہے کہ حجاز میں اگر بیماری ہو تو اس کا سب سے عمدہ علاج یہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تجویز فرمایا ہے۔ اس لیے کہ یہ علاقہ گرم و خشک ہے۔ جس کی وجہ سے حرارت غریزی یہاں کے باشندوں کی کمزور ہوتی ہے۔ اور سویرے سویرے جو چوبیس گھنٹے میں سب سے زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ ٹھنڈا پانی مفید ہوتا ہے اس انصباب آب سرد سے جسم کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی حرارت غریزی جس میں تمام قوتوں کی جان ہوتی ہے۔ اکٹھا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس سے قوت دافعہ مضبوط ہو کر تمام بدن سے باطن بدن کی جانب اکٹھا ہو جاتی ہے' جو اس بیماری کا محل ہے اپنی باقی قوتوں کے ساتھ مرض کے دفاع میں لگ کر اسے مغلوب کر دیتا ہے' اس طرح اللہ تعالیٰ مرض کے دفاع کی صورت پیدا فرماتا ہے۔ اگر یہ باتیں بقراط یا جالینوس وغیرہ جیسے اطباء نے کہی ہوتیں تو پھر تمام اطباء اس پر سر

دھنتے اور کمال معرفت طب کے گن گاتے اور اس نکتہ رسی پر آفریں کہتے مگر رسول اللہ ﷺ کی اس بات پر ان بدنصیبوں کو توجہ دینے اور ان کی قدر کرنے کی کہاں فرصت کہ ان پر غور وفکر کر کے ان پر عمل کریں۔

۴۳-فصل

مکھی پڑی ہوئی غذا کی اصلاح اور مختلف قسم کے زہر کے ضرر کو دفع کرنے کی بابت ہدایات نبویؐ

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ دَاءً وَفِی الْآخَرِ شِفَاءً)) [1]

''جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے لیا کرو اس لیے کہ اس کے دونوں بازوؤں میں سے ایک میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے''

سنن ابن ماجہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَحَدُ جَنَاحَیِ الذُّبَابِ سَمٌّ وَالْآخَرُ شِفَاءٌ فَاِذَا وَقَعَ فِی الطَّعَامِ فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّهُ یُقَدِّمُ السَّمَّ وَیُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ)) [2]

''مکھی کے ایک بازو میں زہر اور دوسرے میں شفاء ہے۔ جب کبھی کھانے میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے دو اس لیے کہ وہ زہر کے بازو کو آگے اور شفا والے بازو کو موخر کرتی ہے۔''

اس حدیث میں دو مباحث ہیں ایک فقہی' دوسرا طبی

فقہی تو یوں سمجھیے کہ اس سے کھلے طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مکھی پانی یا کسی سیال چیز میں گر کر مرجائے تو اس سے وہ چیز نجس نہیں ہوتی' یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ اس سے پہلے کے لوگوں نے کبھی

---

[1] بخاری نے ۱۰/ ۲۱۳' الطب میں مکھی برتن میں پڑ جانے کے باب کے تحت اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور ابوداؤدؒ نے ۳۸۴۴ فی الطب میں کھانے میں مکھی گر پڑنے کے باب کے تحت اسے نقل کیا اور ابن ماجہؒ نے ۳۵۰۵ فی الطب میں برتن میں مکھی گرنے کے باب کے ذیل میں اسے بیان کیا ہے۔ امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں اس کی تخریج نہیں کی جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۵۰۴ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

اس کی مخالفت نہیں کی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکھی کو ڈبونے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ مکھی پانی یا سیال چیز میں گرنے کے بعد زندہ نہیں رہتی بلکہ مر جاتی ہے۔ خصوصاً جب کھانا بہت گرم ہو' بالفرض اگر اس سے کھانا نجس ہو جاتا تو آپ کھانے کے خراب ہونے کا حکم فرماتے مگر آپ نے اس کے بجائے کھانے کی اصلاح کا حکم دیا' پھر اسی حکم کے تحت وہ ساری چیزیں آگئیں جن میں سیال مادے خون وغیرہ نہ ہو جیسے شہد کی مکھی' بھڑ' مکڑی وغیرہ اس لیے کہ حکم علت کے عام ہونے کی وجہ سے عام ہوتا ہے۔ اور سبب کے ناپید ہونے کے باعث حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ نجاست کا سبب کسی جاندار چیز میں اس کی موت کے بعد وہ خون شامل ہوتا ہے جو موت کے بعد بدن میں رکا رہ جاتا ہے۔ جن جانداروں میں سیال خون نہ ہو علت کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ حکم بھی باقی نہیں رہتا۔

پھر اس سے ان لوگوں کی بات میں جو مردار کی ہڈی کو نجس نہیں مانتے' کسی قدر جان آجاتی ہے۔ کہ جب یہ بات ایسے جاندار میں جن میں رطوبات فضلات موجود ہوتے ہیں۔ اور ان کی ساخت میں نرم ریشے اور عضلات شامل ہوتے ہیں۔ ان کی موت سے نجاست پیدا نہیں ہوتی' تو پھر ہڈی میں جو فضولات و رطوبات سے خالی اور دور ہے۔ اور ان میں احتقان دم بھی نہیں تو پھر ایسی چیز میں جن میں ان سب چیزوں کے نہ ہوتے ہوئے قوت بھی موجود ہو تو ہڈی کا نجس نہ ہونا قابل تسلیم ہے۔

سب سے پہلے اس حقیقت تک جو پہنچا اور دم سائل نہ ہونے کی بات کی وہ ابراہیم نخعی ہیں۔ اور انہیں سے دوسرے فقہاء نے استفادہ کیا اور نفس لغت میں خون کو کہتے ہیں چنانچہ عربی میں نَفَسَتِ الْمَرْأَةُ اسی سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب عورت کو خون حیض آنے لگے۔ یہ نون کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ اور نون کے ضمہ کے سات نُفِسَتْ اس وقت بولتے ہیں جب عورت بچہ جنے۔

طبی حیثیت سے تو ابو عبیدؒ نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مکھی کو غوطہ دو تا کہ شفاء کا جز دجو دوسرے بازو میں ہے۔ وہ مصلح کے طور پر کھانے میں آجائے۔ اور بیماری و زہر کا حصہ نکل جانے یا شفاء کا حصہ مل جانے سے اس کی قوت ختم ہو جائے' چنانچہ عربی میں محاورہ ہے: ((هما يتما قلان)) جب دو شخص ایک دوسرے کو پانی میں غوطہ دیں۔

اطباء نے مکھی میں زہریلی قوت کو تسلیم کیا ہے۔ جس کے ہونے کا ثبوت ورم اور سوزش ہے جو اس کے ڈسنے کے بعد جسم انسانی میں پیدا ہوتی ہے۔ گویا اس کے باز و ہتھیار ہیں۔ اس کے ڈوبنے سے تکلیف وہ چیز گر جاتی ہے۔ تو دوسرے بازو سے اذیت دینے والی چیز کا بچاؤ کیا جاتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مکھی کو پورے طور پر غوطہ دینے کا حکم فرمایا۔ تاکہ زہریلے مادہ کو مادہ تریاق سے دور کیا جاسکے اور اس طرح نقصان کا دفاع کیا جا سکے۔ یہی وہ طریقہ علاج نبوی ہے' جہاں تک بڑے سے بڑے

طبیب کی نگاہ نہیں پہنچ سکی۔ یہ روشنی تو صرف مشعل نبوت ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ بڑے سے بڑا طبیب بھی اس طریقہ علاج کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کی تاثیر کا اعتراف کرتا ہے۔ اور یہ کہے بغیر اس کو نجات نہیں کہ اس طریقہ علاج کو پیش کرنے والا انسانیت میں سب سے برتر ہے۔ اور آپ کا علاج وحی الٰہی کے ذریعہ آپ تک آیا ہے۔ قوائے بشریہ سے بالکل خارج اور ماوراء ہے۔

اطباء کی ایک بڑی جماعت نے اسی طریقہ علاج کے متعلق لکھا ہے کہ بھڑ اور بچھو کے ڈنک کی جگہ پر مکھی کا رگڑنا نہایت درجہ مفید ہے۔ اس سے ڈنک کی سوزش سے سکون ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سکون اسی مادہ کی وجہ سے ہے، جس کے شفاء ہونے کی خبر آپ نے دی ہے۔ اسی طرح گویانجی کے ورم پر جو آنکھ میں پیدا ہوتی ہے۔ مکھی کا سر اڑا کر اسے ملا جائے تو وہ ورم جاتا رہتا ہے۔

۴۴-فصل

طب نبوی ﷺ میں گرمی دانوں کا علاج

ابن سنی نے اپنی کتاب میں بعض ازواج مطہرات ؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

((قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ خَرَجَ فِيْ اِصْبَعِيْ بَثْرَةٌ فَقَالَ عِنْدَكِ ضَرِيْرَةٌ ؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ ضَعِيْهَا عَلَيْهَا وَقُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ مُصَغِّرَ الْكَبِيْرِ وَمُكَبِّرَ الصَّغِيْرِ وَصَغِّرْ مَابِيْ)) [1]

"انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن میرے پاس تشریف لائے' اس وقت میری انگلی میں دانہ نکلا ہوا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہارے پاس چرائتہ ہے؟ میں نے کہا ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا اسے اس پر لگاؤ اور یہ کہو اے بڑے کو چھوٹا اور چھوٹے کو بڑا

---

[1] ابن سنی نے (۶۴۰) ص ۲۳۷ میں اس کی تخریج کی ہے ان کو اس کی سند میں وہم ہوا ہے۔ اسے احمد نے ۳۷۰/۵ میں حدیث روح جسے ابن جریج نے عمرو بن یحییٰ بن عمارۃ بن ابوحسن سے حدیث نقل کی انہوں نے مریم بنت ایاس بن بکیر صحابی رسول ﷺ سے انہوں نے بعض ازواج مطہرات ؓ سے حدیث بیان کی ہے' خلط ابن حجر نے 'امالی'' الاذکار'' میں ابن علان سے ۴/۴۹ میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے' جن کی تخریج نسائی نے الیوم واللیلۃ میں کی ہے۔ اور حاکم نے نقل کیا' اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ اس کے راوی احمد نے اخیر تک سوائے مریم بنت ایاس بن بکیر کے صحیحین کے راوی ہیں مریم بنت ایاس ایاس صحابی رسول کے بارے میں اختلاف ہے۔ ان کے والد اور چچا بھی کبار صحابہ ؓ میں سے تھے' اور ان کے بھائی محمد کی روایت بھی مصدق ہے۔

بنانے والے اللہ مجھے جو چیز پیش آئی ہے۔ اسے چھوٹا کر دے"

((ذریرہ)) ایک ہندوستانی دوا ہے جو جڑ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ معدہ جگر کے ورم اور استسقاء کے لیے نافع ہے۔ اور اس کی خوشبو کی وجہ سے دل کو تقویت پہنچتی ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِيْ بِذَرِيْرَةٍ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْاِحْرَامِ)) [1]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھنے اور کھولنے کے وقت اپنے ہاتھ سے چوبی خوشبو لگائی"

((بثرہ)) چھوٹا، معمولی، پھوڑا پھنسی جو مادہ حارہ کی وجہ سے جسم میں دافع طبیعت کے قوی ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ جہاں دافع کے زور سے پھنسی نکلنے والی ہوتی ہے، وہاں کی جلد رقیق ہو جاتی ہے۔ اب نضج اور اخراج مادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ چرائتہ سے یہ عمل بڑی جلدی تکمیل پذیر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ چرائتہ میں خوشبو کے ساتھ انضاج و اخراج مادہ کی بھی صلاحیت موجود ہوتی ہے مزید برآں اس میں اس سوزش کو بھی ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جو اس مادہ میں موجود ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے صاحب "قانون" بوعلی سینا اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ آگ سے جلنے کے بعد جو چیز سب سے زیادہ مفید ہوتی ہے۔ وہ چرائتہ ہے۔ جسے روغن گل اور سرکہ میں آمیز کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۵-فصل

طبِ نبویؐ میں ورم اور ان بڑے پھوڑوں کا علاج جو محتاج آپریشن ہوں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یادداشت میں ہے:

((اَنَّهٗ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی رَجُلٍ يَعُوْدُهٗ بِظَهْرِهٖ وَرَمٌ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِدَّةٌ قَالَ بُطُّوْا عَنْهُ قَالَ عَلِیٌّ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰی بُطَّتْ

---

[1] امام بخاری ۱۰/۳۱۳ فی اللباس باب لذریرہ کے تحت اور امام مسلم نے ۱۱۸۹ فی الحج باب الطیب عند الاحرام کے ذیل میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور احمد نے ۶/۲۰۰، ۲۴۴ میں اس کی تخریج کی ہے۔

وَالنَّبِیُّ ﷺ شَاهِدٌ)) [1]

’’آپ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کرنے کے لیے گیا' بیمار کی پشت پر ورم تھا' لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ اس کے پیپ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا آپریشن کردو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپریشن کرا رہا تھا' اور رسول اللہ ﷺ اس کا ملاحظہ فرما رہے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ طَبِیْبًا اَنْ یَّبُطَّ بَطْنَ رَجُلٍ اَجْوَیٰ الْبَطْنِ فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ یَنْفَعُ الطِّبُّ قَالَ الَّذِیْ اَنْزَلَ الدَّاءَ اَنْزَلَ الشِّفَاءَ فِیْمَا شَاءَ))

’’رسول اللہ ﷺ نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ اس بڑے پیٹ والے مریض کا پیٹ شق کردو آپ سے پوچھا گیا اے رسول اللہ ؐ اس کو بھی دوا فائدہ کرے گی؟ آپ نے فرمایا کہ جس اللہ نے بیماری اتاری اسی نے شفا بھی نازل کی۔ جہاں اللہ نے نفع پہنچانا چاہا نفع دے دیا‘‘

ورم: ایک ایسا مادہ ہے جو عضو میں مادہ غیر طبعی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جو عضو متورم کی طرف ریزش کر کے آ جاتا ہے۔

ورم مرض کی تمام جنسوں میں پایا جاتا ہے۔ مادہ جن سے یہ ورم اخلاط اربعہ میں سے کسی خلط یا مائیت محضہ سے یا ریاح سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب ورم بندھ جاتا ہے تو اسے پھوڑا کہتے ہیں اور ہر ورم چار تین صورتوں میں سے کسی صورت میں ہوتا ہے۔ یا تو تحلیل ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ یا اس میں پیپ پیدا ہو جاتی ہے۔ یا اس میں اتنی صلابت ہو جاتی ہے کہ نہ وہ تحلیل ہوتا اور نہ پیپ بنتا ہے۔ اگر مریض کی قوت قوی ہو تو مادہ کو مغلوب کر کے اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتی ہے' اور یہ ورم کی سب سے عمدہ صورت ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت ہوتی ہے تو مادہ کا انضاج ہوتا ہے' اور وہ سفید پیپ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر کہیں سوراخ کر کے بہہ پڑتا ہے۔ اور اگر مادہ میں نضج کی صلاحیت کمزور ہوتی ہے تو مادہ ناپختہ ریم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مادہ کے اخراج کے لیے اس میں سوراخ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے یہ مادہ عرصہ تک عضو میں رہ کر اسے فاسد کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں مریض کو آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا کوئی اور خارجی داخلی صورت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ جس سے مادہ عضو سے باہر آ جائے تاکہ یہ مادہ ردی مفسد عضو سے خارج ہو جائے۔

---

[1] ابو یعلی نے اس کی تخریج کی ہے اس کی سند میں ایک راوی ابو ربیع سمان ضعیف ہے' مجمع الزوائد ۵/۹۹

آپریشن سے دو فائدے ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ: یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ مفسد ردی مادہ نکالا جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ: یہ ہوتا ہے کہ ان مواد کو روک دیتا ہے جو پے بہ پے آ کر اس مفسد مادہ کی قوت کو بڑھاتا ہے۔[1]

دوسری حدیث میں آپ نے ایک طبیب کو آپریشن کر کے استسقاء کے مریض کے شکم سے فاسد مادہ نکالنے کا حکم دیا۔

حدیث میں اجوی البطن کا لفظ ہے جس کا ایک معنی بدبودار پانی جو پیٹ میں جمع ہو کر استسقاء پیدا کرتا ہے۔

اطباء استسقاء کے مادہ کو بذریعہ آپریشن نکالنے میں مختلف ہیں۔ ان کی ایک جماعت نے آپریشن کرنے سے روکا ہے۔ اس لیے کہ اس میں جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ ایک دوسری جماعت نے اسے جائز اور درست سمجھا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا علاج ان کے سامنے نہیں اور یہ صورت ان کے نزدیک استسقاء زقی کی ہے۔ اس میں یہ شکل اختیار کرنی چاہیے اس سے پہلے ہم استسقاء کی تین قسمیں بیان کر چکے ہیں۔

طبلی: جس میں شکم پھول جاتا ہے۔ اس میں ریاحی مادہ موجود ہوتا ہے۔ اس کو ٹھوکنے پر اس سے طبلہ جیسی آواز آتی ہے۔

لحمی: جس میں تمام جسم کا گوشت مادہ بلغم کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اس بلغمی مادہ میں خون کے اجزاء بھی موجود ہوتے ہیں۔ یہ استسقاء کی بدترین شکل ہے۔

زقی: وہ ہے جس میں شکم کے زیریں حصہ میں ردی مادہ جمع ہو جاتا ہے۔ اس میں اس طرح کی آواز حرکت کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے پانی کے حرکت کے وقت مشک میں آواز پیدا ہوتی ہے۔ اکثر اطباء ان تینوں صورتوں میں سے سب سے بدتر صورت اسے کہتے ہیں۔ لیکن ایک جماعت لحمی کو بدترین قرار دیتی ہے۔

---

[1] ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے' جو خراج کی ایک دقیق تعریف ہے' اور ان احتمالات کی طرف واضح اشارہ ہے۔ جن کے ذریعہ جسم کو ہم اذیت سے بچا سکتے ہیں۔

خراج: اس التہاب کو کہتے ہیں جو جسم کے کسی حصہ میں پیپ کے اندرونی جانب پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا سب سے عمدہ طریقہ علاج آپریشن ہے۔ اس کے ذریعہ اس کا منہ کھول دیا جاتا ہے' تا کہ ریم وغیرہ اس سے نکل کر باہر آ جائے

استسقاء زقی کے منجملہ علاجوں میں سے ایک علاج آپریشن کرنا ہے۔ اس کے ذریعہ اس کا ردی اور فاسد مادہ نکالنا فصد کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ فصد کے ذریعہ فاسد دم کو خارج کیا جاتا ہے یہ الگ بات ہے کہ اس میں خطرہ ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے بزل یعنی آپریشن کرنے کے ذریعہ مائیت ورطوبت فاسدہ کے نکالنے کا جواز پیدا ہو جاتا ہے۔

۴۶-فصل

طبِ نبویؐ میں دلوں کی تقویت اور شگفتہ باتوں کے ذریعہ مریضوں کا علاج

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے:

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِیْضِ فَنَفِّسُوْا لَہٗ فِی الاَجَلِ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَایَرُدُّ شَیْئًا فَھُوَ یُطَیِّبُ نَفْسَ الْمَرِیْضِ))[1]

''ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی مریض کے پاس تم جاؤ تو فوراً اس کے سامنے خوش کن باتیں کرو کہ اس سے کچھ بھی نہ ہو۔ مگر پھر بھی اس سے مریض کی ڈھارس بندھتی ہے۔ اسے بھلا لگتا ہے''۔

اس حدیث میں ایک عمدہ طریقہ علاج بیان کیا گیا ہے۔ کہ تیمار دار مریض کے پاس پہنچ کر اس سے خوش کن باتیں کرے جس سے اس کی طبیعت قوی اور مضبوط ہو اور قوت کو نشاط ملے اور حرارت غریزی جوش میں آئے اس سے بیماری کے دفاع میں بہت مدد ملتی ہے۔ یا مرض اس سے کسی قدر ہلکا ہوتا ہے۔ جو طبیعت کا عین مقصد ہوتا ہے۔

مریض کے دل کو خوش کرنا اور اس کو تقویت دینا اور اس میں ایسی چیزیں جمانا جس سے اسے مسرت وفرحت حاصل ہو یہ چیزیں بیماری کو جڑ سے ختم کرنے یا اس کو ہلکا کرنے میں ایک زبردست تاثیر رکھتی

---

[1] ابن ماجہ نے ۱۴۳۸ فی الجنائز باب ماجاء فی عیادۃ المریض کے تحت اس کو نقل کیا ہے اور ترمذی نے ۲۰۸۷ میں ذکر کیا ہے' اس کی سند میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمی ایک راوی ہے۔ جو منکر الحدیث ہے۔

ہیں۔ اس لیے کہ ان چیزوں سے روح اور اعضا دونوں ہی میں جان آ جاتی ہے۔ جس سے طبیعت تکلیف دہ چیز کو روکنے اور ختم کرنے میں مضبوط ہو جاتی ہے اور یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ دوستوں کی عیادت سے مریض میں جان پیدا ہوتی ہے اور قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کا دیکھنا ان کی عنایات ان کے ساتھ ہنسی مذاق اور خوش کن گفتگو بڑا ہی زبردست فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس سے مریض کی تیمارداری کا نفع سامنے آ گیا' اس لیے کہ مریض کی عیادت میں چار فوائد ہیں۔ ایک فائدہ صرف مریض سے متعلق ہے' اور دوسرا عیادت کرنے والوں سے اور تیسرا فائدہ مریض کے متعلقین سے اور چوتھا فائدہ کا تعلق عامۃ الناس سے ہوتا ہے۔

آپ کی ہدایت کا ذکر پہلے ہو چکا کہ آپ جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس سے تکلیف دریافت کرتے اور فرماتے کہ اب کیا حال ہے۔ اور کیا کچھ کھانے کی رغبت ہے۔ یا اس کی دوسری خواہشات معلوم کرتے اور اپنا دست مبارک کبھی اس کی پیشانی پر اور کبھی اس کے سینے پر رکھتے اور اس کے لیے دعا فرماتے۔ اس کے لیے ایسی چیز تجویز فرماتے جو اس کے لیے نافع ہوتی کبھی آپ وضو فرماتے اور بچا ہوا پانی مریض پر چھڑکتے کبھی مریض کی تسلی یوں فرماتے۔

((لَا بَأْسَ طُهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ)) [1]

''کچھ حرج نہیں بس بیماری سے پوری طرح پاکی ہو جائے گی انشاء اللہ''۔

آپ کی کمال عنایت' حسن معالجہ اور خوبی تدبیر نہ پوچھیے۔

۴۷- فصل

غیر مادی و غیر مرغوب دواؤں' غذاؤں کے بہ نسبت عادی و مرغوب دواؤں اور غذاؤں کے ذریعہ علاج

یہ اصول علاج میں سب سے بڑا اور اہم اصول ہے۔ اور علاج میں بہت زیادہ نفع بخش بھی ہے اگر کسی طبیب نے اس کو نظر انداز کر دیا تو مریض کو اس سے نقصان ہوگا۔ اس لیے کہ وہ اسے اپنی فہم کے مطابق نافع سمجھتا ہے۔ طب کی کتابوں میں لکھی ہوئی دواؤں سے بے اعتنائی صرف ایک جاہل طبیب ہی

---

[1] امام بخاری نے ۱۰/۱۰۳ میں ابن عباسؓ کی حدیث کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ دواؤں اور غذاؤں کا بدن میں نافذ ہونا اور ان کا قبول کرنا دوا اور ابدان کی استعداد و قبول پر منحصر ہے۔ دیہات کے باشندوں' خانہ بدوشوں وغیرہ کو شربت نیلوفر' تازہ گلاب اور جوشاندہ سے نفع نہیں ہوتا' ان کی طبیعت میں نہ ان کا اثر ہوتا ہے اور نہ رغبت ہوتی ہے بلکہ شہر کے باشندوں اور متمدن لوگوں کی عام دوائیں ان پر کچھ بھی کارگر نہیں ہوتیں۔ تجربہ اس کا شاہد ہے ہم نے علاج نبوی کا جو حصہ بھی آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس پر اگر آپ نے غور و فکر کیا تو آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ آپ کے علاج میں مریض کی عادات اور آب و ہوا کی خصوصی رعایت ہوتی تھی۔ یہی وہ اہم ترین اصل ہے جس کی طرف تمام اصول علاج میں سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ تمام بڑے بڑے اطباء نے تصریح کی ہے حتیٰ کہ عربوں کے طبیب اعظم حارث بن کلدہ نے بھی تصریح کی ہے حارث کی حیثیت عربوں میں بقراط جیسی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ پرہیز اور احتیاط سب سے بڑی دوا ہے اور معدہ بیماری کا گھر ہے۔ اور جو بدن جس بات کا عادی ہو اس کی عادت کے مطابق اسے دوا دو اور دوسرے لفظوں میں اس کی ایک روایت ہے۔ پیٹ کو ذرا بھوکا رکھو۔ کیونکہ بھوک سب سے بڑی دوا ہے۔ اگر کثرت امتلاء ہیجان اخلاط اور حدت اخلاط نہ ہو تو استفراغ سے بھی زیادہ کارآمد علاج آرام ہی ہے۔

تشریح معدہ:

معدہ بیماری کا گھر ہے۔ معدہ ایک عصباتی عضو ہے۔ جو اندر سے کدو کی طرح کھوکھلا ہوتا ہے۔ اور شکل بھی کدو ہی کی طرح ہوتی ہے۔ معدہ تین طبقات سے مرکبات ہے۔ اس کے کنارے باریک عصباتی ریشوں سے جنہیں لیف کہتے ہیں لپٹے ہوتے ہیں۔ ان ریشوں میں گوشت لپٹا ہوتا ہے۔ ایک طبقہ کے ریشے طولانی ہوتے ہیں۔ اور دوسرے کے افقی اور تیسرے کے مورب (ترچھے) ہوتے ہیں۔ یہ روئیں (VILLI) شکم کے درمیان حصہ تک پائے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کا رخ دائیں جانب ہوتا ہے۔ اس میں معمولی جھکاؤ پایا جاتا ہے۔ اللہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مظاہرے کے طور پر اسے پیدا فرمایا یہ بیماری کا گھر ہے۔ اور ہضم اول کا مقام بھی' یہیں غذا پکتی ہے اور یہیں سے جگر اور آنتوں کی جانب چلتی ہے۔ اور جن چیزوں کے ہضم سے معدہ کی قوت ہاضمہ بیکار رہ جاتی ہے۔ وہ فضلات کی صورت میں باقی رہ جاتے ہیں۔ ہاضمہ کا کام نہ کرنا کبھی تو غذا کی زیادتی' کبھی اس کی خرابی اور کبھی استعمال میں بے ترتیبی اور کبھی ان تمام چیزوں کے ایک ساتھ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے بعض سے انسان عموماً نجات نہیں پاتا معدہ اس صورت میں بیماری کا گھر بن جاتا ہے۔ گویا معدہ

خود آپ کو تقلیل غذا اور دل کو خواہشات سے رکنے اور فضلات سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔

رہ گئی بات عادت تو اس کی درجہ انسانی طبیعت کے برابر ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ عادت طبیعت ثانی ہے۔ بدن پر اس کا بڑا اثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی چیز اگر مختلف بدنوں اور متعدد عادتوں کے معیار پر جانچی جائے تو ان کی نسبت مختلف ثابت ہوگی۔ اگرچہ یہ ابدان دوسری حیثیتوں سے مختلف ہوں' اس کی مثال یوں سمجھئے کہ تین بدن جن میں سے ہر ایک کا مزاج حار ہو۔ اور تینوں کی عمر جوان ہو۔ ان میں سے ایک گرم چیزوں کے کھانے کی عادت رکھتا ہے۔ دوسرا ٹھنڈی چیزوں کے استعمال کو عادت بنا لیتا ہے۔ اور تیسرا درمیانی درجہ کی چیزیں استعمال کرتا ہے۔ تو پہلا شخص اگر شہد کھاتا ہے تو اسے کوئی نقصان نہ ہوگا اور دوسرا اگر شہد کھا لے تو اسے ضرر پہنچے گا۔ اور تیسرے کو اس کے استعمال سے معمولی نقصان ہوگا۔ اس لیے عادت کو بیماریوں کے علاج' حفظان صحت میں کلیدی درجہ حاصل ہے اسی چیز کے پیش نظر علاج نبوی میں عادت کے مطابق غذا اور دوا کے استعمال کی ہدایت موجود ہے۔

۴۸۔فصل

مریض کو عادی غذاؤں میں سے زود ہضم غذا دینے کی ہدایات نبویؐ

صحیحین میں حدیث عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((وَاَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ اَهْلِهَا وَاجْتَمَعَ لِذَالِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ اِلٰی اَهْلِهِنَّ اَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِيْنَةٍ فَطُبِخَتْ وَ صُنِعَتْ ثَرِيْدًا ثُمَّ صَبَّتِ التَّلْبِيْنَةَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَتْ كُلُوْا مِنْهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ التَّلْبِيْنَةُ مَجَمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ)) [1]

"جب آپ کے گھر کا کوئی مرتا تو عورتیں پردے میں آتیں پھر اپنے اپنے گھر کو روانہ ہو جاتیں تو آپ حریرہ کی ہانڈی چڑھاتیں' جو پک کر تیار ہوتی پھر ثرید بنتی اس ثرید پر یہ بھوسی دودھ حریرہ ڈالا جاتا پھر آپ فرماتیں اسے کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

---

[1] امام بخاری نے ۹/۷ ۵ ۴ فی الاطعمہ باب التلبینہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے ۲۲۱۶ فی السلام میں حریرہ مریض کے لئے مفرح قلب ہے۔ کے باب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

سنا کہ حریرہ مریض کے لیے مفرح قلب ہے۔ اور رنج وغم کو ختم کر دیتا ہے۔

اور سنن میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے:

((قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "عَلَيْكُمْ بِالْبَغِيْضِ النَّافِعِ التَّلْبِيْنِ" قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اشْتَكٰى اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِهٖ لَمْ تَزَلِ الْبُرْمَةُ عَلَى النَّارِ حَتّٰى يَنْتَهِيَ اَحَدُ طَرَفَيْهِ يَعْنِيْ يَبْرَأُ اَوْ يَمُوْتُ)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نفع بخش دودھ بھوسی حریرہ کے چند چمچے استعمال کرو۔ اس لیے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا کوئی فرد جب بیمار ہوتا تو حریرہ کی ہانڈی آگ پر چڑھی رہتی جب تک کہ دو رخوں میں سے ایک رخ کھل کر سامنے نہ آجاتا یعنی موت یا صحت''

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قِيْلَ لَهٗ اِنَّ فُلَانًا وَجِعٌ لَا يَطْعَمُ الطَّعَامَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالتَّلْبِيْنَةِ فَحَسُّوْهُ اِيَّاهَا وَيَقُوْلُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهَا تَغْسِلُ بَطْنَ اَحَدِكُمْ كَمَا تَغْسِلُ اِحْدَاكُنَّ وَجْهَهَا مِنَ الْوَسَخِ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ سے جب ذکر کیا جاتا کہ فلاں مبتلائے درد ہے کھانا نہیں کھاتا تو آپ فرماتے کہ اسے بھوسی دودھ کا حریرہ استعمال کراؤ۔ چنانچہ یہ حریرہ مریض کو دیا جاتا۔ آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ حریرہ تمہارے شکم کو اس طرح صاف شفاف کر دیتا ہے جیسے کوئی عورت اپنا چہرہ گرد وغبار سے صاف کر کے نکھار لیتی ہے''

تلبین: تلبین حریرہ کی ایک قسم ہے جو دودھ اور شہد کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے تلبینہ کہتے ہیں' ہروی نے لکھا ہے کہ تلبینہ کے نام رکھنے کی وجہ اس حریرہ کی سفیدی اور رقت ہے۔ یہ غذا بیمار کے لیے ازحد مفید ہے۔ یہ رقیق پکی ہوتی ہے۔ گاڑھی ناپختہ نہیں ہوتی اگر تم حریرہ کی فضیلت جاننا چاہتے ہو تو ماء الشعیر (جو کا پانی) کی خوبی کو سامنے رکھو اس لیے کہ عربوں کے لیے یہ حریرہ ماء الشعیر

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۴۴۶ میں احمد نے ۲/۴۴۲ میں حاکم نے ۴/۲۰۵ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔

[2] احمد نے ۶/۷۹ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔

کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ ماء الشعیر ایک ایسا حریرہ ہے۔ جو جو مسلم کے آٹے سے بنایا جاتا ہے۔ ماء الشعیر اور تلبینہ میں فرق یہ ہے کہ ماء الشعیر میں جو مسلم پکایا جاتا ہے اور تلبینہ میں جو کا آٹا پکایا جاتا ہے۔ اور تلبینہ ماء الشعیر سے زیادہ مفید ہے۔ اس لیے کہ پیسنے کی وجہ سے جو کی خاصیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ دوا اور غذا کے پوری طرح اثر کرنے میں عادات کو بہت بڑا دخل ہے۔ اور بہت سے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ماء الشعیر بنانے میں جو کو مسلم کے بجائے پیس کر استعمال کرتے ہیں۔ جس سے بھرپور غذائیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اثر بھی زیادہ سے زیادہ نیز جلاء کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ بڑھی ہوتی ہے۔ اور شہری معالجین اس کو مسلم استعمال کراتے ہیں تاکہ اس سے تیار ہونے والا حریرہ رقیق اور زود ہضم ہو۔ اور اس سے مریض کی طبیعت پر گرانی نہ ہو اور یہ شہریوں کی نازک مزاجی کے مطابق و مناسب ہوتی ہے۔ اور پسے ہوئے جو کا ماء الشعیر ان کی طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔ الغرض ماء الشعیر مسلم جو کا پکایا ہوا سریع النفوذ ہوتا ہے۔ اور کھلے طور پر آنتوں کی صفائی کرتا ہے۔ زود ہضم ہوتا ہے۔ اور اگر گرم استعمال کیا جائے تو اس کا جلاء اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ اور غیر معمولی اثر دکھاتا ہے۔ اس سے حرارت غریزی میں بھی غیر معمولی نمو ہوتا ہے معدہ کی سطح کو بھی پوری طرح متاثر کرتا ہے۔

آپ کا یہ قول "مجمة لفواد المريض" دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ میم اور جیم کے فتحہ کے ساتھ۔ اور میم کے ضمہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ لیکن پہلی لغت زیادہ مشہور ہے۔ جس کے معنی مریض کے لیے آرام دہ یعنی وہ مریض کے دل کے لیے فرحت بخش ہے۔ یہ اجمام سے مشتق ہے۔ جس کے معنی آرام و سکون کے ہیں۔ آپ کا قول "تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ" یہ اللہ تعالیٰ ہی بخوبی جانتا ہے لیکن یہ بات مسلم ہے کہ غم و حزن سے مزاج اور روح میں تبرید پیدا ہوتی ہے۔ اور حرارت غریزی کو کمزور کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ حرارت غریزی کی دوش بردار روح قلب کی جانب سے مائل ہوتی ہے۔ جو روح کا منشا و مولد ہے۔ اور یہ حریرہ حرارت غریزہ کے مادہ میں اضافہ کر کے اس کو تقویت بخشتا ہے۔ اس طرح سے غم و حزن کے اکثر اسباب و عوارض کو زائل کر دیتا ہے۔

بعضوں نے ایک بات اور لکھی ہے جو کسی قدر مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس سے رنج و غم دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں مفرح ادویہ جیسی خصوصیات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ بہت سی دوائیں بالخاصیہ مفرح ہوتی ہیں۔ "واللہ اعلم"

یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ مغموم شخص کے قویٰ اس کے اعضاء پر خشکی غالب ہونے کی وجہ سے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس کے معدہ میں غذا کی کمی کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ یبس طاری ہوتی ہے۔ اور

اس حریرہ سے اس میں تری، تقویت اور تغذیہ سبھی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور دل کے مریض پر بھی اس کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ معدہ میں خلط مراری یا بلغمی یا خلط صدیدی جمع ہو جاتی ہے۔ اس حریرہ سے معدہ کی صفائی ہوتی ہے اس کی آلائش دور ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر پائے جانے والے فضلات زیریں جانب آ جاتے ہیں۔ اور اس میں مائیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی کیفیات میں تعدیل ہوتی ہے۔ جو اس کی حدت کو ختم کر دیتی ہے۔ اس طرح مریض کو سکون ملتا ہے۔ بالخصوص ایسا مریض جسے جو کی روٹی کھانے کی عادت ہو اور اہل مدینہ کی یہ عادت دور قدیم سے ہی یہی رہی ہے۔ بلکہ ان کی تمام اقسام غذا میں سب سے زیادہ عام یہی چیز تھی گیہوں کی روٹی انہیں پسند ضرور تھی مگر اس کا حصول مشکل ہونے کی وجہ سے اس کا رواج کم تھا۔

۴۹-فصل

خیبر میں یہود کے دیئے ہوئے زہر آلود کھانے کا طریقہ علاج نبوی

عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔

((اَنَّ اِمْرَاَۃً یَھُوْدِیَّۃً اَھْدَتْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ شَاۃً مُصَلِّیَۃً بِخَیْبَرَ فَقَالَ مَاھٰذِہٖ قَالَتْ ھَدِیَّۃٌ وَحَذِرَتْ اَنْ تَقُوْلَ مِنَ الصَّدَقَۃِ فَلَا یَاْکُلُ مِنْھَا فَاَکَلَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَکَلَ الصَّحَابَۃُ ثُمَّ قَالَ اَمْسِکُوْا، ثُمَّ قَالَ اَمْسِکُوْ ثُمَّ قَالَ لِلْمَرْاَۃِ ھَلْ سَمَمْتِ ھٰذِہِ الشَّاۃَ قَالَتْ مَنْ اَخْبَرَکَ بِھٰذَا، قَالَ ھٰذَا الْعَظْمُ لِسَاقِھَا وَھُوَ فِیْ یَدِہٖ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لِمَ؟ قَالَتْ اَرَدْتُ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا اَنْ یَّسْتَرِیْحَ مِنْکَ النَّاسُ وَاِنْ کُنْتَ نَبِیًّا لَمْ یَضُرَّکَ قَالَ فَاحْتَجَمَ النَّبِیُّ ﷺ ثَلَاثَۃً عَلَی الْکَاھِلِ وَاَمَرَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّحْتَجِمُوْا فَاحْتَجَمُوْا فَمَاتَ بَعْضُھُمْ))

کہ ایک یہودی عورت نے خیبر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بھونی ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کی آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ

ہدیہ ہے۔ صدقہ نہیں' کہا کہ صدقہ آپ کھاتے نہیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے خود کھایا۔ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی کھایا آپ نے کھاتے وقت ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رکو رکو پھر عورت سے پوچھا کہ اس بکری کے گوشت میں تو نے زہر ملایا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بتائی ہے آپ نے فرمایا اس شاۃ کی ہڈی نے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس نے اقرار کر لیا' آپ نے اس سے پوچھا کہ اچھا کیوں تم نے کیا اس نے کہا کہ میں نے یہ سوچا کہ اگر آپ اپنی نبوت میں جھوٹے ہوں گے تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ سچ مچ نبی ہوں گے تو آپ کو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ صحابی نے بیان کیا کہ آپ نے اپنے شانہ پر تین مرتبہ پچھنا لگوایا اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیا' چنانچہ ان لوگوں نے بھی پچھنا لگوایا مگر ان میں سے کچھ لوگ چل بسے''[1]

یہ روایت ایک دوسرے طریقہ سے یوں مروی ہے:

((وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى كَاهِلِهٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِىْ اَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ اَبُوْهِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلٰى لِبَنِىْ بَيَاضَةَ مِنَ الْاَنْصَارِ وَبَقِىَ بَعْدَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ حَتّٰى كَانَ وَجَعُهُ الَّذِىْ تُوُفِّىَ فِيْهِ فَقَالَ مَازِلْتُ اَجِدُ مِنَ الْاُكْلَةِ الَّتِىْ اَكَلْتُ مِنَ الشَّاةِ يَوْمَ خَيْبَرَ حَتّٰى كَانَ هٰذَا اَوَ انَ انْقِطَاعِ الْاَبْهَرِ مِنِّىْ فَتُوُفِّىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهِيْدًا قَالَهٗ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ))

''اور رسول اللہؐ نے اپنے شانے پر پچھنا لگوایا' اس جان لیوا زہر آلود کھانے کی وجہ سے جس کو آپ نے بکری کے گوشت سے کھایا تھا۔ آپ کو ابو ہند نے سینگی اور چھری سے پچھنا لگایا جو انصار کے قبیلہ بنو بیاضہ کا ایک مولیٰ تھا۔ آپ زہر خورانی کے بعد تین سال تک زندہ رہے۔

---

[1] اس کے تمام راوی ثقہ ہیں' اور یہ حدیث ''مصنف'' میں ۱۹۸۱۴ میں مذکور ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ۶/۱۹۵'۱۰/۲۰۸ میں حدیث ابوہریرہ سے تخریج کی ہے۔ جس میں یوں مذکور ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ میں پیش کی گئی جس میں زہر کی آمیزش تھی آپ نے فرمایا یہاں جتنے یہود موجود ہیں۔ سب کو بلاؤ' چنانچہ وہ سب بلائے گئے اور اسی میں ہے کہ پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں تم لوگوں سے کچھ پوچھوں تو کیا تم لوگ اسے سچ سچ بتا دو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ضرور ہم بتائیں گے' آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے ایسا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو اس کی کیوں ضرورت پڑی تھی۔ سب نے بیان کیا کہ ہم نے چاہا کہ اگر آپ اپنے دعوے نبوت میں جھوٹے ہوں گے۔ تو ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر آپ سچ مچ نبی ہیں تو آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچ سکے گا۔ داری ۱/۳۲'۳۳ ملاحظہ کیجئے۔

یہاں تک کہ اسی کے درد ہی میں وفات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ خیبر کے دن بکری کے زہر آلود گوشت کا اثر میں ہمیشہ محسوس کیا کرتا تھا' یہاں تک میری رگ جان کے کٹنے کے وقت بھی یہ تھا۔ چنانچہ آپ کی موت شہید کی طرح ہوئی۔ یہ موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے''[1]

زہر کا علاج مختلف قسم کے استفراغ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اور کبھی ان دواؤں کے ذریعہ کرتے ہیں۔ جو اس زہر کے اثرات کے معارض ہوتی ہیں اور ان کو ختم کر دیتی ہیں یا تو ان کا عمل کیفیات سے ہوتا ہے یا خصوصیات سے ہوتا ہے جو دوا نہ پا سکے اسے استفراغ کلی[2] ہی سے کام لینا چاہیے۔ اس استفراغ میں عمدہ طریقہ استفراغ حجامت ہے۔ بالخصوص پچھنا لگانا لوگوں کے لیے نافع ہے۔ جو گرم

---

[1] فتح الباری ۸/۹۹ میں حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے اس حدیث کو ''مغازی'' میں زہری سے روایت کیا ہے مگر یہ مرسل ہے اور امام بخاری نے ۸/۹۹ میں تعلیقاً تخریج کی ہے۔

عَنْ یُوْنُسَ بْنِ یَزِیْدَ الْاَیْلِی عَنِ الزُّھْرِیْ قَالَ عُرْوَۃُ قَالَتْ عَائِشَۃُ "کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ یَاعَائِشَۃُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِیْ اَکَلْتُ بِخَیْبَرَ فَھٰذَا اَوَانُ انْقِطَاعِ اَبْھَرِیْ مِنْ ذٰلِکَ السَّمِّ"۔

''یعنی سند کے ملاحظہ کے بعد حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے مرض الموت میں فرما رہے تھے اے عائشہؓ میں اس زہر آلود کھانے کے اثرات جسے میں نے خیبر میں کھالیا تھا' آج تک محسوس کرتا ہوں' اس وقت تو اس زہر کی وجہ سے میری رگ جان ہی کٹ رہی ہے''۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اس حدیث کو بزاز' حاکم اور اسماعیلی نے عتبہ بن خالد عن یونس کے طریق سیاسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ امام احمد نے ۶/ ۱۸ میں حدیث زہری کو عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن امہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ کہ ام بشر اس درد کے وقت جس میں حضور اکرم ﷺ کا انتقال ہوا آپ کے پاس داخل ہوئیں۔ اور آپ سے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ کو کیا شبہ گذرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی شبہ نہیں صرف اسی زہر آلود کھانے کا اثر ہے۔ جسے میں نے تمہارے ساتھ خیبر میں کھالیا تھا۔ اسی ضرر سے ان کا لڑکا رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے فوت ہو چکا تھا' آپ نے مزید فرمایا کہ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ شبہ نہیں ہے۔ اب تو میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

اس کو عبدالرزاق نے ۱۹۸۱۵ میں حدیث معمر عن الزہری عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن ام بشر کے طریق سے روایت کیا اور حاکم نے ۳/ ۲۱۰ میں عن الزہری عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن ابیہ عن ام مبشر کی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

[2] غذائی سمیت کا اثر ہو یا کسی زہریلی دوا کا نتیجہ ان کی اہم ترین اعراض میں سے بار بار قے کا آنا ہے۔ اور اس کا سب سے بہتر طریقہ علاج یہ ہے کہ معدہ کو زہریلے مادہ سے صاف کیا جائے۔ اور پاخانہ لایا جائے اس طریقہ سے کہ نیم گرم پانی جس میں نمک آمیز ہو پلایا جائے اور اس سے قے کرائی جائے۔ اور یہ عمل بار بار کیا جائے (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

ممالک کے باشندے ہوں اور اتفاق سے موسم بھی گرم ہو۔ اس لیے کہ زہر کی ساری توانائی خون میں سرایت کر جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ خون ہی زہر کو پورے طور پر قلب اور اعضاء تک پہنچانے والا ہے۔ اس لیے اگر اس زہر آلود خون کی طرف فوراً توجہ دے کر اسے باہر نکال دیا جائے۔ تو زہر کے اثرات بھی اس خون کے ساتھ نکل جائیں گے۔ جو خون میں آمیز ہوں گے' اگر مکمل طور سے خون میں استفراغ کر دیا جائے تو پھر زہر کا اثر نہ رہے گا بلکہ یا تو اس کا اثر بالکل ختم ہو جائے گا۔ یا اس کا اثر اتنا ہلکا ہو جائے گا کہ طبیعت اس پر قابو پا سکے گی' اور اس طرح سے اس کے اثر کو بالکل ختم کر دے گی۔ یا کم از کم اسے کمزور تو کر ہی دے گی۔

آپ نے جب بھی پچھنے لگوائے شانے ہی پر لگوائے اس لیے کہ یہ ان مقامات میں سے سب سے قریب ہے جن کا تعلق براہ راست دل سے ہوتا ہے۔ اس سے زہریلا مادہ خون کے ساتھ نکل جاتا ہے' مگر پورے طور پر نہیں اس کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے۔ گو کہ وہ کمزور ہو گیا ہو کیونکہ باری تعالیٰ آپ کے تمام مراتب فضل و کمال کی تکمیل کرنا چاہتا تھا۔ اور آپ کو شہادت کی فضیلت سے بھی نوازنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس زہر کے پوشیدہ اثرات بالآخر نمایاں ہو کر رہے۔ تا کہ اللہ کی قضا و قدر کا منشا پورا ہو کر رہے اور اللہ کے اس قول کا راز آپ کے دشمن یہود پر بالکل عیاں ہو جائے۔

((اَوَ كُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ)) [بقرہ :۸۷]

"جب رسول کوئی ایسی چیز پیش کرتے جو تمہاری خواہشات کے خلاف ہوتی تو تم اکڑ دکھلاتے ہو اور تمہاری ایک ٹولی نے نبیوں کی تکذیب کی اور ایک گروہ ان کو قتل کرنا چاہتی تھی"

اس میں آیت كَذَّبْتُمْ فعل ماضی لایا جو ان سے سرزد اور متحقق ہو چکا اور تَقْتُلُوْنَ کا لفظ لایا اس لیے کہ مستقبل میں اس کی توقع کی جا رہی ہے۔ اور اس کا انتظار کیا جا تا رہا ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ) تا آنکہ پانی اصلی حالت میں جیسا اس کو پلایا گیا تھا قے سے خارج ہو اس طرح معدہ زہریلے مادہ سے بالکل خالی اور صاف ہو جائے گا' پھر اس کے بعد ایک مسہل دوا دی جائے تا کہ جو زہریلا مادہ آنتوں وغیرہ میں پھنس کر رہ گیا ہو وہ بھی ان مقامات سے نکل جائے۔ اور زہر کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

۵۰-فصل

یہودیہ کے اس جادو کا طریقۂ علاج نبوی جو آپ پر کیا گیا تھا

ایک جماعت نے اس کا انکار کیا اور یہ کہہ بیٹھے کہ رسول اللہ ﷺ کے مسحور ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے خیال میں رسول پر جادو کا اثر ہونا عیب اور نقص ہے' حالانکہ ان کے خیال کے مطابق بات نہیں ہے اس لیے کہ آپ کو امراض اور اسقام سے بھی سابقہ پڑتا تھا' اور یہ بھی ایک مرض ہی ہے۔ اور چونکہ آپ بشر ہی تھے۔ اس لیے آپ پر جادو کا اثر نہ ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جب آپ پر زہر کا اثر ہوسکتا ہے تو پھر جادو کا اثر نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور یہ بات صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہوچکی ہے۔

((اَنَّهَا قَالَتْ سُحِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهُ يَأْتِيْ نِسَاءَهُ وَلَمْ يَأْتِهِنَّ وَ ذَالِكَ اَشَدُّ مَايَكُوْنُ مِنَ السِّحْرِ)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ مباشر ہوئے حالانکہ آپ ان کے ساتھ ہم بستر نہ ہوتے یہ جادو کا شدید ترین اثر تھا''

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جادو ایک بیماری ہے۔ اور اس کا تعلق ان بیماریوں سے ہے جس میں آپ کا مبتلا ہونا قابل تعجب نہیں۔ جس طرح دوسری بیماریاں آپ کو ہوتی تھیں۔ ویسے ہی جادو بھی آپ پر اثر کرتا تھا۔ اس سے مرتبہ نبوت میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوتا۔ اور آپ کا یہ خیال کرنا کہ آپ نے یہ کام کیا' حالانکہ آپ سے وہ عمل سرزد نہ ہوتا تھا۔ اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ آپ کی خبر نبوت کی صداقت میں بھی کسی طرح کی آمیزش ممکن ہے۔ کیونکہ اس کی صداقت پر واضح دلائل شاہد ہیں۔ اور آپ کی عصمت پر اجماع امت موجود ہے۔ یہ صورت سحر تو آپ کے دنیاوی معاملات سے پیش آتی جس کے لیے آپ کی بعثت نہ تھی۔ اور نہ آپ کی برتری ان دنیاوی معاملات پر مبنی تھی' دنیاوی معاملات میں تو دوسرے انسانوں کی طرح آپ پر بھی افتاد آتی جاتی تھی۔ پھر اگر دنیاوی معاملات آپ کو ایسی صورت میں پیش کرنے کی جو حقیقت ہے۔ اس کے برعکس آپ کا سوچنا اور خیال کرنا کچھ بعید نہیں پھر

---

[1] امام بخاری نے ۱۰/۱۹۹ فی الطب میں کیا جادو نکالا جاسکتا ہے۔ کے باب کے تحت اور مسلم نے ۲۱۸۹ فی السلام میں باب السحر کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہی آپ پر حقیقت آئینہ ہو جاتی تھی۔

الغرض یہاں صرف علاج سحر کی بابت آپ کا طریقہ علاج کا ذکر کرنا ہے۔ جسے آپ نے خود کیا یا دوسروں کو اسکی ہدایت فرمائی' اس سلسلے میں دو طرح کی روایتیں آپ سے بیان کی گئی ہیں۔

پہلی صورت میں جو سب سے بہتر ہے وہ یہ کہ مادہ سحر کو نکال دیا جائے اور اسکے اثر کو زائل کر دیا جائے۔ جیسا کہ صحیح روایت میں منقول ہے۔ کہ اس کے بارے میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا تو اللہ نے اس کے مقام اور اداۃ کی طرف رہنمائی کی۔ چنانچہ وہ ایک کنویں سے نکالی گئی۔ یہ سحر ایک کنگھی' چند بالوں اور کھجور کے کھوکھلے خوشوں پر [1] کیا گیا تھا۔ جب اسے کنویں سے نکال دیا گیا تو آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا یہاں تک کہ آپ بندش [2] سے آزادی محسوس کرنے لگے کسی مسحور کا علاج اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے کہ جادو کی بنیاد ہی ختم کر دی جائے۔ یہ طریقہ علاج اس طرح کے مماثل ہے جس میں بذریعہ استفراغ مادہ خبیثہ کو جسم سے بالکل ختم کر دیا جائے۔

دوسری صورت وہ جس میں سحر کے اس مقام کا استفراغ کیا جاتا ہے۔ جہاں سحر کی تکلیف کا اثر ہوتا ہے۔ اسلئے کہ جادو کا طبیعت پر اثر انداز ہونا ایک حقیقت ہے۔ جادو سے طبیعت پر ایک اثر ہوتا ہے۔ اور اسکے اخلاط میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اور مریض کا مزاج مختل ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب کسی عضو میں سحر کا اثر نمایاں ہو تو اس عضو سے ردی مادہ کا استفراغ ممکن ہو جاتا ہے۔ اور اس سے غیر معمولی فائدہ پہنچتا ہے۔

ابو عبید نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں اپنی سند سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کے واسطہ سے ایک حدیث ذکر کی ہے۔

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اِحْتَجَمَ عَلٰی رَاْسِهٖ بِقَرْنٍ حِیْنَ طُبَّ قَالَ اَبُوْعُبَیْدٍ مَعْنٰی طُبَّ اَیْ سُحِرَ)) [3]

''کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگیاں کھنچوائیں جب کہ آپ پر جادو کیا گیا۔ ابو عبید نے طب کا معنی بیان کیا یعنی سحر کیا گیا''

اس طریقہ علاج پر کم عقلوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ حجامت اور جادو ان دونوں یعنی مرض اور دوا

---

[1] یہ حدیث حضرت عائشہؓ کی مذکور حدیث کا اتمام ہے''مشط'' سبھی جانتے ہیں۔ مشاطہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو سر یا داڑھی سے کنگھی کرتے وقت گرتا ہے۔''الجف'' کھجور کے درخت کا وہ کھوکھلا حصہ جو خوشوں کے پختہ ہونے کے بعد رہ جاتا ہے۔ اور نر و مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں طلعۃ ذکر سے مقید کر دیا۔

[2] دیکھئے فتح الباری ۱۰/۲۰۰ میں۔

[3] یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا اگر اس طریقہ علاج کو بقراط اور ابو علی سینا نے بیان کیا ہوتا تو یہ اسے فوراً قبول کر کے اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے حالانکہ یہ اس عظیم المرتبت کا بتایا ہوا طریقہ علاج ہے۔ جس کی دانائی اور فضل میں کوئی دورائے نہیں۔

آپ اس پر غور کیجئے کہ اس سحر کے مادہ سے رسول اللہؐ کو جو نقصان پہنچا تھا وہ صرف آپ کے دماغ کی ہی ایک قوت کو پہنچا تھا۔ بایں طور کہ آپ جو کام نہ کرتے تھے اس کے کرنے کا گمان ہوتا تھا۔ گویا ساحر نے آپ کی طبیعت اور مادہ دمویہ میں تصرف کر دیا تھا۔ چنانچہ اس مادہ کا غلبہ آپ کے بطن مقدم پر ہو گیا جو مقام تخیل ہے۔ اور اس غلبہ کی بنا پر آپ کی طبیعت اصلیہ کا مزاج بدل گیا تھا۔

سحر: ارواح خبیثہ کی تاثیرات کا ایک مرکب ہے۔ جس سے انسان کے مقدم قوائے طبعی متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہ جادو کی اعلیٰ ترین تاثیر ہے بالخصوص آپ پر جو سحر کیا گیا تھا اس کا مقام سحر تو سب سے زیادہ خطرناک تھا اور حجامت کا ایسے موقع پر استعمال کرنا جس سے آپ کے افعال کو ضرر پہنچا تھا' سب سے عمدہ طریقہ علاج ہے۔ اگر اسے دستور و قاعدہ کے مطابق استعمال کریں۔

بقراط کا مقولہ ہے کہ جن چیزوں میں استفراغ کرنا ممکن ہے۔ ان میں ایسی جگہ سے استفراغ کرنا چاہیے جہاں مادہ موجود ہو۔ ایسے مناسب طریقہ سے جن سے استفراغ کیا جاتا ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ بیماری ہوئی جس میں آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے۔ حالانکہ آپ نے ایسا نہیں کیا تھا تو یہ مادہ دموی کی وجہ سے ہے۔ یا اس کے علاوہ کسی دوسرے ایسے مادہ کی بنا پر ہے۔ جو دماغ کی جانب چل پڑا۔ اور بطن مقدم پر غالب آ گیا چنانچہ اس کا طبعی مزاج بدل دیا۔ ایسی صورت میں حجامت کا استعمال سب سے کارگر علاج اور سب سے نافع دوا ہے۔ اس لیے آپ نے پچھنا لگوایا اور یہ طریقہ علاج آپ نے اس وحی سے پہلے کیا تھا۔ جس میں آپ کو اس کے سحر ہونے کی خبر دی گئی۔ جب آپ کو سحر ہونے کی خبر بذریعہ وحی الٰہی ہوئی تو آپ نے علاج حقیقی یعنی اس جادو کو بنیاد سے ختم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا تو آپ کو وہ جگہ اور چیزیں بتلا دی گئیں جن میں یہ سحر کیا گیا تھا آپ نے انہیں اس جگہ سے نکال پھینکا اس کے بعد آپ بالکل تندرست ہو گئے۔ جیسے کوئی اونٹ جو رسی سے جکڑا ہو رسی کھولنے کے بعد آزاد ہو جاتا ہے۔ اس جادو کا اثر آپ کے جسم' ہاتھ' پیر' تک محدود تھا۔ اس کا آپ کی عقل' اور دل سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس خیال کو جو ازواج کے پاس آنے جانے کے سلسلے میں آپ کو آتا اس کی صحت کا آپ کو یقین نہ ہوتا بلکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ یہ ایک وہم ہے' اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسی قسم کی صورت بعض دیگر امراض میں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

۵۱-فصل

سحر کا علاج

سحر کا سب سے عمدہ علاج دوا الٰہی ہی ہے- اس لیے کہ یہ دوائیں نافع بالذات ہیں چونکہ جادو ارواح خبیثہ سفلیہ کا اثر ہوتا ہے اس لیے اس کا دفاع اسی جیسے معارض و مقابل اذکار' آیات اور دعاؤں کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ جو ان کے اثر اور عمل کو بالکل ختم کر دیں اذکار جتنے شدید اور قوی ہوں گے۔ ان کے ذریعہ سحر کا علاج اتنا ہی مفید اور کارگر[1] ہوگا۔ گویا یہ دو مقابل فوجیں ہیں۔ جو انتہائی مسلح اور لاتعداد ہوں۔ اور دونوں ایک دوسرے پر غالب آنے کی سعی کرتی ہیں۔ ان میں سے جو بھی غالب آ جائے گی۔ وہ اپنے مقابل کو مقہور و مجبور کریں گی۔ اور پھر غالب و فاتح کی حکمرانی ہوگی۔ اور جو دل اللہ کی یاد سے شاداب ہوگا- اور جس میں ذکر' توجہ' دعوت' تعوذ کا ورود ہوگا۔ وہ اس سے خلل پذیر نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے دل اور زبان میں یکسانیت ہوگی۔ ایسے شخص پر بہت کم جادو کا اثر ہوتا ہے۔ اور اگر ہو بھی جائے تو اس کا بہترین علاج بھی یہی ہے۔

جادوگروں کا کہنا ہے کہ ان کے جادو کا پورے طور پر اثر ان دلوں پر ہوتا ہے' جو کمزور اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ یا ان شہوانی نفوس پر ہوتا ہے جن کا تعلق سفلیات سے ہوتا ہے چنانچہ جادو کا اثر عموماً عورتوں' بچوں' جاہلوں اور دیہاتیوں' بے دین و عمل واہمہ پرستوں غافلین توحید پر ہوتا ہے۔ یا ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کو اذکار الٰہی' ادعیہ ماثورہ اور تعوذات نبویہ سے کوئی حصہ نہیں ملا ہوتا۔

حاصل کلام یہ کہ جادو کا پورا اثر ان کمزور اور اثر پذیر دلوں پر ہوتا ہے۔ جن کا میلان عام طور سے سفلیات کی جانب ہوتا ہے۔ اہل خرد کا کہنا ہے کہ مسحور وہی ہے جو خود پر اعانت کرتا ہے' کہ جادو اثر کرے' چنانچہ ان کے دل مختلف چیزوں کی جانب التفات رکھتے ہیں-- جن کی جانب التفات نہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس کے اوپر ایسی چیزیں مسلط ہو جاتی ہیں کہ جن کی جانب اس کا رجحان یا اس کا لگاؤ ہوتا ہے۔ اور ارواح خبیثہ بھی ان ارواح کی جستجو میں رہتی ہیں جن میں ان خبیث روحوں کے تسلط کو قبول کرنے کی

---

[1] النشرۃ: ضمہ کے ساتھ یہ فسون کاری و کاہن گری کا ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ اس شخص کا علاج کیا جاتا ہے۔ جس کو یہ خیال ہو کہ اس پر جن سوار ہے اسی کا نام نشرۃ ہے۔ نشرا سے اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے بیماری کا ضرر رساں حصہ دور کیا جاتا ہے۔ یعنی اسے زائل اور ختم کیا جاتا ہے۔

پوری صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کا تسلط ان کے مناسب احوال پر ہوتا ہے۔ یا ان کو جس قدر قوت الٰہیہ سے دوری ہوتی ہے۔ ان میں ان سے جنگ کرنے کی صلاحیت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور وہ انہیں بے کار سمجھ کر ان کو قابو میں کر لیتی ہیں' اس لیے کہ ان میں خود ہی ان کے ساتھ تعلق و رابطہ کا ایک جذبہ موجود ہوتا ہے۔ اور اس طرح کے لوگوں میں جادو وغیرہ پورے طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۵۲-فصل

قے کے ذریعہ استفراغ مادہ کا طریقہ نبویؐ

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع ترمذی میں معدان بن ابی طلحہؒ کی حدیث ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے۔

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَاءَ فَتَوَضَّأَ فَلَقِیْتُ ثَوْبَانَ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقٍ فَذَکَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ صَدَقَ اَنَا صَبَبْتُ لَهٗ وَضُوْئَهٗ .))

قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَ هٰذَا اَصَحُّ شَیْءٍ فِیْ الْبَابِ.[1]

''رسول اللہؐ نے قے کی پھر وضو فرمایا میں نے جامع مسجد دمشق میں ثوبانؓ سے ملاقات کی اور اسکا ذکر کیا تو انہوں نے کہا بالکل سچی بات ہے میں نے خود آپکو وضو کرایا''

ترمذی نے لکھا کہ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے۔

قے: اصول استفراغات خمسہ میں سے قے بھی ایک ہے۔

اصول استفراغات یہ ہیں' قے' اسہال' اخراج دم (خون نکلوانا) بخارات اور پسینہ کا بدن سے خارج کرنا' ان اصول استفراغات کا ذکر احادیث نبویہ میں بھی آیا ہے

اسہال: حدیث میں خیر ماتد اویتم به الشی سب سے بہتر دوا اسہال ہے۔ اس کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح حدیث ''النساء'' میں بھی اس کا ذکر ہے

---

[1] احمد نے ۱/۴۴۳ میں ترمذی نے ۸۷ میں ابوداؤد نے ۲۳۸۱ میں دار قطنی نے ۱/۵۷' ۲۲۸ میں طحاوی نے ۱/۳۴۷' ۳۴۸ میں حاکم نے ۱/۴۲۶ میں ہر ایک نے اس روایت کو ''قاء فافطر'' کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ترمذی نے اس لفظ کو ذکر نہیں کیا ان کی روایت لفظ ((قاء فتوضا)) کے ساتھ مروی ہے۔ اور احمد کی ایک روایت ۶/۴۴۹ میں جو ابودرداء سے مروی ہے: اس ((استقاء رسول الله ﷺ فافطر فاتی بماء فتوضا)) کے لفظ کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی تصحیح حاکم بن مندہ اور ترمذی نے کی ہے۔

اخراج دوم : حجامت وفصد سے متعلق مروی احادیث میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

استفراغ ابخرہ : اس فصل کے بعد ہی عنقریب اس کا ذکر آئے گا' انشاء اللہ

استفراغ بالعرق : پسینہ کا نکلنا غیر اختیاری ہوتا ہے۔ بلکہ دافع طبیعت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جو جسم کے ظاہری حصہ کی جانب لے جاتی ہے۔ اور کھلے ہوئے مسام سے ٹکرا کر خارج کر دیتی ہے۔

قیے : استفراغ ذہنی ہے۔ معدہ کے اوپری حصہ سے بذریعہ دہن استفراغ کو قے کہتے ہیں۔ اور اگر یہی استفراغ زیریں جانب مقعد کے سوراخ سے ہو تو اسے حقنہ کہتے ہیں' دوا اوپری اور زیریں دونوں حصے سے شکم میں پہنچائی جاتی ہے۔

قے کی دو قسمیں ہیں:

ایک غلبہ مادہ اور ہیجان مادہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

دوسری ضرورت وتقاضا کی وجہ سے ہوتی ہے۔

پہلی صورت میں قے کا روکنا اور اس کا دفاع مناسب نہیں۔ ہاں اگر ہیجان اتنا ہو کہ قے کی زیادتی سے مریض کی جان کا خطرہ ہو۔ تو پھر اسے روکا جا سکتا ہے۔ اور ایسی دوائیں استعمال کرائی جا سکتی ہیں جن سے قے رک جائے۔

دوسری صورت میں قے کرنا اس وقت مناسب ہوتا ہے جب اس کی ضرورت ہو۔ مگر اس میں بھی زمانے کی رعایت اور اس کی شرائط کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے گا۔

قے کے اسباب دس ہیں:

۱۔ صفراء خالص کا غلبہ اور اس کا فم معدہ پر آتے رہنا کہ اس سے مری کی طرف صعود کی بناء پر قے ہونے لگتی ہے۔

۲۔ بلغم لزج کی وجہ سے قے ہوتی ہے۔ جس سے معدہ میں تحریک پیدا ہو جائے اور باہر نکلنے کے لیے مجبور ہو۔

۳۔ خود معدہ میں اس قدر ضعف ہو۔ جس کی وجہ سے ہضم طعام نہ ہو سکے چونکہ ہضم کے بعد معدہ آنتوں کی طرف غذا کو دھکیلتا ہے۔ اور ہضم نہ ہونے کی صورت میں اسے بالائی جانب پھینکتا ہے۔

۴۔ کوئی خلط ردی معدہ میں آمیز ہو کر معدہ کے مشتملات میں مل جائے جس سے بدہضمی پیدا ہو جائے اور معدہ کا فعل کمزور پڑ جائے۔

۵۔ معدہ کی قوت برداشت سے زیادہ کھانے یا پینے سے معدہ اس کو روک نہیں سکتا بلکہ اس کو دفع کرتا اور باہر نکالنا چاہتا ہے۔

۶۔ ماکول و مشروب معدہ کے موافق نہ ہو بلکہ معدہ اسے ناپسند کرتا ہو اور یہ ناپسندیدگی اس حد تک ہو کہ معدہ اسے دفع کرنا اور باہر نکالنا چاہتا ہو۔

۷۔ معدہ میں کسی ایسی چیز کا پایا جانا جو کھانے کی کیفیت و طبیعت کو بگاڑ دے' یا اسے باہر نکالنے پر آمادہ کرے۔

۸۔ اچھوت یعنی ایسے مریضوں سے اختلاط جو متلی اور قے کا باعث ہوں۔

۹۔ اعراض نفسانی جیسے شدید قسم کا رنج وغم' حزن طبیعت کا غیر معمولی اشتغال یا قوئ طبعی کا ان ہی اعراض نفسانی کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونا' انکے انسان پر وارد ہونے کی وجہ سے طبیعت کا تدبیر بدن سے غافل ہو جانا یا اصلاح غذا سے غفلت یا اسکے انضاج وہضم سے بے اعتنائی جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معدہ اسے باہر پھینک دیتا ہے۔ اور کبھی اختلاط میں تیز حرکت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ نفس میں جوش پیدا ہو اس لیے کہ نفس اور بدن ایک دوسرے سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ کسی قے کرنے والے کو دیکھ کر اس کی طرف طبیعت کا منتقل ہونا کہ انسان کسی کو قے کرتے دیکھتا ہے۔ تو خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ اور غیر اختیاری طور پر قے آجاتی ہے۔ اس لیے کہ طبیعت نقال واقع ہوئی ہے۔

بعض ماہرین فن طب کا کہنا ہے کہ میرا ایک خواہر زادہ تھا جس نے کحل میں بڑی دسترس حاصل کر لی۔ وہ ایک کحال کے پاس بیٹھتا تھا۔ جب کحال کسی آشوب زدہ کی آنکھ کھولتا اور آشوب تجویز کرنے پر اسے سرمہ لگاتا تو یہ بھی محض بیٹھنے کی وجہ سے آشوب زدہ ہو جاتا یہ بار بار پیش آیا' پھر اس نے اس کے پاس بیٹھنا چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ نقل طبیعت کا کرشمہ ہے کیونکہ طبیعت نقال ہے' اس نے کہا کہ اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی میں جانتا ہوں۔ کہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے جسم کے کسی حصہ میں ایک پھوڑا ہے۔ جسے وہ کھجلا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر اس نے بھی ٹھیک اسی جگہ کھجلایا' نتیجہ یہ ہوا کہ اس جگہ پھوڑا نکل آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ ساری بات طبیعت کی استعداد پر ہے۔ مادہ غیر متحرک ساکن تھا۔ ان اسباب میں سے ایک سبب کی وجہ سے وہ حرکت میں آ گیا۔ یہ مادہ کے تحرک کے اسباب ہیں' اس عارض کے لیے موجب نہیں ہیں۔

فصل-۵۳

مختلف علاقوں میں استفراغ کے طریقے

چونکہ گرم علاقوں اور گرم موسم میں اخلاط رقیق ہو جاتے ہیں اوران کا رخ اوپر کی جانب ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں قے بہت مفید ہوتی ہے۔ اور سرد علاقوں اور سرد موسم میں اخلاط غلیظ ہو جاتے ہیں۔ ان کا بالائی جانب رخ کرنا۔ دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے وقت میں اسہال کے ذریعہ استفراغ کرنا زیادہ نافع ہے۔

اخلاط کا ازالہ اوران کو باہر نکالنا جذب اور استفراغ کے ذریعے ہوتا ہے۔ اور جذب مشکل ترین طریقہ ہے۔ اور استفراغ آسان ترین طریقہ۔ دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مادہ جب انصباب کے رخ پر ہو یا اوپر جا رہا ہو۔ جس کا ٹھہراؤ مشکل ہو تو اسے جذب مادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس کا انصباب ہو رہا ہو تو بالائی جانب سے جذب کیا جائے گا۔ اور اگر اپنی جگہ پر ہو تو اسے قریب کے راستے سے باہر نکالا جائے گا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مادہ نکالنے کے لیے کبھی اپنے شانے پر کبھی سر پر پچھنا لگوایا۔ اور کبھی پشت قدم پر سینگیاں کھنچوائیں اس طرح سے نبی کریم ﷺ تکلیف دہ مادہ کا استفراغ سب سے قریب راستے سے کراتے تھے۔ واللہ اعلم

فصل-۵۴

قے کے ذریعے استفراغ کے فوائد

قے سے معدہ کی صفائی ہوتی ہے۔ اس میں قوت آتی ہے آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ سر کی گرانی ختم ہو جاتی ہے۔ گردوں اور مثانہ کے زخموں کے لیے بے حد نافع ہے مزمن امراض مثلاً جذام' استسقاء' فالج اور رعشہ کے لیے نفع بخش ہے۔ اور یرقان کے لیے اکسیر ہے۔

اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تندرست شخص ہر مہینہ دو بار متواتر قے کرے جس میں کسی خاص دور کا لحاظ نہ ہو تاکہ پہلی قے میں جو کمی رہ گئی ہو۔ دوسری میں پوری ہو جائے' اوران فضلات کا بالکل خاتمہ ہو جائے' معدہ کو قے کی کثرت نقصان پہنچاتی ہے۔ اور اسے کمزور کر کے فضلات کی آماجگاہ بنا دیتی ہے۔ دانت' آنکھ اور کان کو ضرر پہنچاتی ہے۔ بعض وقت اس سے کوئی رگ پھٹ جاتی ہے۔ اور جس کے

حلق میں ورم ہو اسے قے سے پوری طرح پرہیز کرنا چاہیے۔ یا جس کا سینہ کمزور ہو یا گردن پتلی ہو۔ یا نفث دم کی استعداد رکھتا ہے۔ یا اجابت بمشکل ہوتی ہو تو ایسے تمام لوگوں کو قے سے اجتناب ضروری ہے۔

بہت سے بے ترتیب لوگ شکم کو خوب بھر لیتے ہیں۔ جب مکمل طور سے شکم بھر جاتا ہے تو اسے قے کے ذریعے باہر نکالتے ہیں۔ اس طریقہ میں چند در چند آفات ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑھاپا جلدی آ جاتا ہے۔ دوسرے خراب قسم کے امراض سے مریض دوچار ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قے ایک عادت بن جاتی ہے' چوتھے کثرت قے کی وجہ سے خشکی پیدا ہوتی ہے۔ پانچویں احشاء جسم انسانی میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ چھٹے مراق [1] دبلا ہو جاتا ہے۔ یا قصداً قے کرنے والا کمزور ہوتا ہے۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے قے کرنے والوں کو سخت خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

قے کا بہترین زمانہ موسم گرما یا موسم بہار ہے موسم سرما یا موسم خزاں میں اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور قے کرنے کے وقت احتیاطی طور پر آنکھوں کے سامنے اور شکم پر پٹی باندھ لی جائے اور فراغت کے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھولیا جائے اس کے بعد سکی کا شربت پیا جائے جس میں عرق گلاب اور مصطگی [2] کی آمیزش ہو اس سے خاصا نفع ہوتا ہے۔

قے سے معدہ کے بالائی حصہ کا استفراغ ہوتا ہے اور معدہ کے زیریں حصہ کے مواد کو کھینچ کر لاتی ہے اور اسہال سے اس کے برعکس ہوتا ہے۔

بقراط نے لکھا ہے کہ گرمیوں میں استفراغ بالدواء سے زیادہ قے کے ذریعہ استفراغ کرایا جائے اور موسم سرما میں اسہال کے ذریعہ استفراغ کیا جائے۔

۵۵-فصل

ماہرین اطباء سے رجوع کرنے کے بارے میں ہدایات نبویؐ

امام مالکؒ نے اپنی کتاب ''موطا'' میں زید بن اسلم کی حدیث نقل کی ہے۔

((اَنَّ رَجُلًا فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَصَابَهُ جُرْحٌ فَاحْتَقَنَ الْجُرْحُ الدَّمَ وَاَنَّ

---

[1] مراق البطن۔ شکم کے نرم حصہ کو کہتے ہیں۔

[2] مصطگی جسے مسطکا بھی کہتے ہیں' ایک درخت ہے۔ جس میں ایسا پھل ہوتا ہے۔ جس کا ذائقہ مائل بہ تلخی ہوتا ہے۔ اور اس سے لیس دار گوند نکلتا ہے۔

الرَّجُلَ دَعَا رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِيْ أَنْمَارٍ فَنَظَرَا اِلَيْهِ فَزَعَمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُمَا اَيُّكُمَا اَطَبُّ؟ فَقَالَ اَوَفِيْ الطِّبِّ خَيْرٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ اَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِيْ اَنْزَلَ الدَّاءَ)) [1]

نبی ﷺ کے مبارک دور میں ایک شخص کو زخم آ گیا اور اس زخم سے خون بہنے لگا۔ اس نے بنی انمار کے دو آدمیوں کو بلوایا انہوں نے مریض کو دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا ہے کہ ان میں سے فن طب میں کون زیادہ ماہر ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ کیا طب میں بھی خیر ہے آپ نے فرمایا کہ جس اللہ نے بیماری نازل کی ہے اسی نے اس کی دوا بھی نازل کی ہے"۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر علم وصنعت میں اس کے سب سے زیادہ ماہر سے رجوع کرنا چاہئے۔ اور کئی ایک ماہر ہوں تو ان میں جو سب سے زیادہ ماہر ہو اس سے رجوع کیا جائے اس لیے کہ وہ جو کچھ کرے گا مناسب سے مناسب ترین ہوگا۔ اسی طرح مستفتی پر بھی واجب ہے کہ کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کے لیے کسی ماہر عالم سے رجوع کرے اگر وہ خود عالم ہو تو اپنے سے بڑے عالم کی جانب رجوع کرے اس لیے کہ وہ صحت جواب میں اپنے علاوہ سے بہتر ہوگا۔

اسی طرح سے جس پر قبلہ کا تعین مشکل ہو تو وہ اپنے سے زیادہ واقف کار کی بات کو تسلیم کرے اور یہی فطرت انسانی ہے۔ جس پر باری تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا دیکھنے میں آیا ہے کہ بحر و بر میں سفر کرنے والے کی طبیعت اور دل کو سب سے زیادہ سکون واطمینان ماہر رہنما' اور بہتر واقف کار ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ انسان کا مقصد بھی یہی ہے اور اسی پر اسے اعتماد ہوتا ہے۔ اسی پر شریعت' عقل اور فطرت سب کا اتفاق وعمل ہے۔

آپؐ کا یہ قول ((اَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِيْ اَنْزَلَ الدَّاءَ)) یعنی جس ذات نے بیماری نازل کی اس نے اس کی دوا بھی اتاری اس انداز پر تو آپ سے مروی متعدد احادیث موجود ہیں ان میں ایک حدیث ہے جس کو عمرو بن دینار نے ہلال بن یساف سے روایت کیا ہے ملاحظہ کیجیے۔

((قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ اَرْسِلُوْا اِلٰى طَبِيْبٍ فَقَالَ قَائِلٌ وَاَنْتَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ

---

[1] مؤطا ۴/۳۲۸ میں یہ حدیث مذکور ہے' اور زرقانی کی شرح کے مطابق یہ حدیث مرسل ہے۔

دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ دَوَاءً))

''نبی ﷺ ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے آپ نے فرمایا کہ طبیب کو بلا کر اسے دکھاؤ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ آپ یہ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اللہ نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی مگر اس کی دوا بھی ساتھ ہی ساتھ نازل فرمائی''۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت ہے۔

((مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَاءٍ اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ دَوَاءً))

''اللہ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کی شفا نہ پیدا کی ہو''

یہ اور اس جیسی دیگر احادیث پہلے گذر چکی ہیں۔

((اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ)) کے بارے میں اختلاف رہا ایک جماعت نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو اس سے روشناس کرایا' یہ مفہوم ذرا درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عمومی طور پر دوا اور بیماری کی خبر دی ہے یہ خبر عام ہے لیکن اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں اسی وجہ سے کہا گیا کہ اہل علم نے اسے جان لیا اور جاہل اس سے ناواقف ہی رہے۔

ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ((اَنْزَلَ)) سے مراد اس کی تخلیق اور اس کے روئے زمین پر اس کا نمو ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کا بیان ہے۔

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ دَوَاءً))

''اللہ نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی مگر اس کی دوا بھی وہیں رکھ دی''۔

یہ مطلب پہلے مطلب سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ انزال کا لفظ خلق اور وضع کے لفظ سے زیاہ اخص ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ خصوصیت لفظ کو بغیر کسی سبب کے نظر انداز کر دیا جائے۔

تیسری جماعت کا خیال ہے کہ دوا اور بیماری کا انزال ان فرشتوں کے ذریعہ کیا گیا جو انسان کی بیماری اور شفاء کے انتظام کے لیے متعین ہیں اس لیے کہ فرشتے کو اس عالم کا نظام سپرد کر دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان جو اس عالم ہی کی مخلوق ہے' اس کا معاملہ رحم مادر میں آنے سے لے کر اس کی موت تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ بھی انہیں فرشتوں کے سپرد ہو گا اسی طرح بیماری ہو یا اس کی دوا دونوں انہی فرشتوں کے ذریعے انجام پائے گا۔ جو نوع انسانی کے امور متعلقہ کے لیے موکل ہیں۔ اور یہ دونوں مذکورہ جماعتوں کے مفہوم سے بہتر مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

چوتھی جماعت کا قول ہے کہ بیماریاں اور دوائیں عام طور سے بارش کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو

آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے غذائیں' ذریعہ معاش' دوائیں اور بیماریاں اور ان کے تمام آلات واسباب ومکملات اور بلند ترین معاون جو پہاڑوں سے نازل ہوتی ہیں۔ اور وادیاں' نہریں پھل جو پیدا ہوتے ہیں۔ سب کے سب اسی بارش سے پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ کائنات کا اکثر حصہ یہی سموات ہیں۔ اس لیے جن کا تعلق براہ راست آسمان سے نہیں ہے۔ وہ بھی بطور تغلیب اسی میں شمار ہوتی ہیں۔ اور بطور تغلیب استعمال عربوں کی زبان میں عام ہے چنانچہ بعض اشعار اہل عرب سے اس کی شہادت ملتی ہیں۔ جیسے ایک شاعر کا قول ہے:

وَعَلَّفْتُهَا تِبْنًا وَمَاءً بَارِدًا حَتّٰى غَدَتْ هُمَّالَةً عَيْنَاهَا[1]

میں نے اسے گھاس چرایا اور ٹھنڈا پانی پلایا یہاں تک کہ اس کی آنکھیں برسنے لگیں

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:

وَرَأَيْتُ زَوْجَكِ قَدْ غَدَا مُتَقَلِّدًا سَيْفًا وَ رُمْحًا[2]

میں نے تمہارے شوہر کو کل دیکھا کہ وہ تلوار لٹکائے اور نیزہ تانے ہوئے ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے:

إِذَا مَا الْغَانِيَاتُ بَرَزْنَ يَوْمًا وَزَجَّجْنَ الْحَوَاجِبَ وَالْعُيُوْنَا[3]

ایک دن تمام گانے والیاں نکل پڑیں اور اپنی ابرو اور آنکھوں کو مٹکانے لگیں

یہ اوپر بیان کی گئیں تمام صورتوں سے بہتر صورت ہے۔ واللہ اعلم

اللہ رب العزت کی حکمت کاملہ کا مظہر ہے اور اس کی ربوبیت تامہ کا اعلان ہے کہ اس نے جس طرح اپنے بندوں کو بیماری میں مبتلا کیا اسی طرح اس نے ان کی دوا سے اعانت فرما کر انہیں مسرور ہونے کا موقع بھی دیا۔ جیسے اس نے بندوں کو گناہ میں مبتلا فرمایا ویسے ہی دوسری طرف انہیں توبہ واستغفار کی دولت سے نوازا اور وہ حسنات عطا فرمائیں جو ان گناہوں کو مٹا دیں اور مصائب وآلام عطا فرمایا جن

---

[1] یہ شعر ذی الرمہ کا ہے' مقتضب ۴/۲۲۳' خصائص ۲/۴۳۱ امالی المرتضیٰ ۲/۲۵۹۔ امالی ابن الشجری ۲/۳۲۱ الانصاب ص ۶۱۳' شرح المفصل ۲/۸ اور خزانہ ۱/۴۹۹ میں موجود ہے۔

[2] یہ شعر عبداللہ بن زبعری کا ہے۔ الکامل ۱۸۹' ۲۰۹ المقتضب ۲/۵۱' الخصائص ۲/۴۳۱' امالی ابن الشجری ۲/۳۲۱ اور امالی المرتضیٰ ۱/۵۴' ۲۶۰' ۳۷۵ میں مذکور ہے۔

[3] یہ شعر راعی نمیری کا ہے۔ اس کے دیوان ص ۱۵۶ تاویل مشکل القرآن ص ۱۶۵ الخصائص ۲/۴۳۲ اور الانصاف ص ۶۱۰ میں مذکور ہے۔

سے ان کے گناہ دھل جائیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ارواح خبیثہ میں مبتلا کیا اسی طرح ان کے مقابل پاکیزہ روحوں کی فوج کے ذریعہ ان کی اعانت فرمائی۔ جو ملائکہ مقربین کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔ اللہ نے اگر انسان کو شہوات کا پتلا بنایا۔ تو دوسری جانب ان کی اعانت اس طرح فرمائی کہ انہیں شرعی لذات اور قضائے خواہشات کی دولت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے جب کسی انسان کو کسی اذیت کے خلاف اعانت فرمائی اور اس سے اس کو نجات دلائی ہر جارح قوت کی مدافعت کی بھی پوری قوت عطا فرمائی اور علم کے اعتبار سے انسان میں تفاوت اور فرق قائم رکھا' اور اللہ نے ان ساری چیزوں کے حصول اور ان تک پہنچنے کا علم عطا فرمایا۔ ((وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ))

۵۶-فصل

علاج سے ناواقف سے معالجہ کی مذمت

ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن شعیبؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ الطِّبُّ قَبْلَ ذٰلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ))[1]

"انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے علاج کیا اور اس سے پہلے اس علاج کا علم نہ تھا تو وہ ذمہ دار ہے"

اس حدیث میں تین مشتملات ہیں: (۱) لغوی (۲) فقہی (۳) طبی

لغوی: لغت عرب میں طب لفظ طاء کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ جس کے کئی معانی ہیں' ایک معنی اصلاح ہے۔ عربی زبان میں بولتے ہیں۔ ((طببته)) یعنی میں نے اس کی اصلاح کی اسی طرح طب بالامور بھی کہا جاتا ہے یعنی لطف وسیاستہ۔ شاعر کا قول ہے۔

اِذَا تَغَيَّرَ مِنْ تَمِيْمٍ اَمْرُهَا كُنْتُ الطَّبِيْبَ لَهَا بِرَأْيٍ ثَاقِبِ

"جب تمیم کے معاملات میں کوئی خرابی پیدا ہوئی تو تم ہی اپنی روشن رائے کے ساتھ اسکے سائیس ہوتے"۔

---

[1] ابوداؤد نے حدیث نمبر ۴۵۸۶ کو جس نے بلا علم علاج کیا کے باب کے تحت ذکر کیا ہے۔ اور نسائی نے ۵۳/۸ فی القسامة شبه عمد کی تعریف کے باب کے ذیل میں نقل کیا اور ابن ماجہ نے ۳۴۶۶ فی الطب فن طب سے واقفیت کے باوجود جس نے علاج کیا کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

طب کا دوسرا معنی مہارت نامہ زیرکی بھی ہے۔ چنانچہ جوہری نے لکھا ہے کہ عربوں کے نزدیک ہر چاق و چوبند طبیب ہوتا ہے۔ ابوعبید نے بیان کیا کہ طب کی اصل تمام چیزوں میں مہارت اور واقفیت ہے کہا جاتا ہے۔ اَلطَّبُّ وَ الطَّبِيْبُ جب کہ وہ ماہر ہو خواہ مریض کے علاج کا ماہر ہو یا اس کے علاوہ کا ماہر ہو۔ اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ طَبِيْبٌ یعنی ماہر آدمی۔ طبیب اس کو محض اس کی زیرکی اور عزامت وفطانت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ علقمہ نے لکھا ہے

فَإِنْ تَسْأَلُوْنِيْ بِالنِّسَاءِ فَإِنَّنِيْ   خَبِيْرٌ بِأَدْوَاءِ النِّسَاءِ طَبِيْبُ

''اگر تم عورتوں کے بارے میں مجھ سے دریافت کرتے ہو تو میں عورتوں کے بارے میں پوری طرح واقف اور ان کے امراض کا طبیب ہوں''۔

إِذَا شَابَ رَأْسُ الْمَرْءِ أَوْقَلَّ مَالُهٗ   فَلَيْسَ لَهٗ مِنْ وُدِّهِنَّ نَصِيْبُ [1]

''جب کسی کا بال سفید ہو جائے یا مال پاس نہ رہے تو پھر اسے عورتوں کے ساتھ محبت کی پینگ بڑھانا لاحاصل ہے''

عنترہ کا شعر ہے

اَنْ تُغْدِ فِيْ دُوْنِيْ الْقِنَاعَ فَإِنَّنِيْ   طَبٌّ بِاَخْذِ الْفَارِسِ الْمُسْتَلْئِمِ [2]

''یعنی تم اگر مجھے دیکھ کر گھونگھٹ لٹکاتی ہو تو یاد رکھو میں زرہ پوش سورما کو اپنے پنجے میں لینے کا ماہر ہوں''

---

[1] دونوں شعر علقمہ کے مشہور قصیدہ مفضلیہ کے ہیں جس میں اس نے حارث بن جبلہ بن ابوشمر غسانی کی مدح کی ہے جس کا مطلع ہے۔

طحابك قلب في الحسان طروب   بعيد الشباب عصر حان مشيب

یہ مفضلیات ص ۲۹۰ میں دیوان علقمہ ص ۱۳۱ مختار الشعر الجاہلی ۱/ ۴۱۸ شرح ''المفضلیات'' ۳/ ۵۸۲ للتبریزی میں ہے اور بالنساء سے مراد عن النساء ہے۔ قرآن میں ہے فاسأل بہ خبیرًا اور شاعر کا قول اذا شاب الخ امرؤ القیس کے شعر کی طرح ہے:

أرهن لا يحببن من قل ماله   ولا من رأين الشيب فيه وقوسا

علقمہ بن عبدہ دور جاہلی کا شاعر ہے۔ جو امرؤالقیس کا ہم عصر ہے۔ اسکے اور اسلام کے درمیان تقریباً اسی سال کا وقفہ ہے۔

[2] یہ بیت امرؤالقیس کے معلقہ کا ہے۔ جو شرح القصائد السبع الطوال میں ص ۳۳۵ پر مرقوم ہے۔ مختار الشعر الجاہلی ص ۴۷۴ میں مذکور ہے شاعر کا قول تغد فی باب انفعال سے ہے یعنی گھونگھٹ نکالنا چہرہ کو چھپانا اور مستلئم ای لابس الامۃ لامۃ زرہ کو کہتے ہیں یعنی زرہ پوش شاعر کی مراد یہ ہے کہ جب میں بڑے بڑے زرہ پوش شہسواروں کو شکار کر لیتا ہوں تو تم جیسی کبوتر کو قابو میں لانا کون سا مشکل کام ہے؟

عربی زبان میں طب کا دوسرا معنی عادت کے ہیں۔ کہا جاتا ہے ((لیس ذالك بطبی)) یعنی یہ میری عادت نہیں ہے۔ فروہ بن مسیک [1] نے اپنے شعر میں کہا ہے:

فَمَا اِنْ طِبُّنَـا جُبْنٌ وَلٰكِنْ مَنَايَانَا وَدَوْلَةُ آخِرِيْنَا

''بزدلی میری عادت نہیں بلکہ ہماری عادت اور آرزو دوسروں کی سلطنت پر قبضہ کرنا ہے''

اور احمد بن حسین متنبی نے شعر میں کہا:

وَمَا التِّيْهُ طِبِّىْ فِيْهِمْ غَيْرَ اَنَّنِىْ بَغِيْضٌ اِلَىَّ الْجَاهِلُ الْمُتَعَاقِلُ [2]

''لوگوں میں ڈینگ مارنا میری عادت نہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ میرے نزدیک خود کو دانا سمجھنے والا نادان قابل نفرین ہے''۔

طب کے معنی جادو کے بھی آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رجل مطبوب ای مشہور یعنی سحر زدہ شخص اور صحیح بخاری میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس معنی کی تعیین ہو جاتی ہے۔

((قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا لَمَّا سَحِرَتْ يَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَجَلَسَ الْمَلَكَانِ عِنْدَ رَأْسِهِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا مَابَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ الْآخَرُ مَطْبُوْبٌ قَالَ مَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ فُلَانُ الْيَهُوْدِىْ))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب یہودی نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تو دو فرشتے آپ کے سر کے پاس اور دونوں پیروں کی جانب بیٹھے ان میں سے ایک نے دریافت کیا اس شخص کا کیا حال ہے' دوسرے نے جواب دیا کہ اس پر جادو کیا گیا' پہلے نے دریافت کیا کس نے اس پر جادو کیا' تو دوسرے نے جواب دیا کہ فلاں یہودی نے جادو کیا ہے''

---

[1] فروہ بن مسیک بن حارث بن سلمہ مرادی غطیفی رسول اللہ ﷺ کے پاس ۸ھ ۹ھ میں وفد لے کر آئے' اور اسلام قبول کیا' سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس قیام کیا' اور قرآن پڑھا دین اسلام کے فرائض و احکام سے واقفیت حاصل کی' رسول اللہ ﷺ نے انہیں مجاز کیا' اور مراد' مذحج اور زبید پر گورنر مقرر کیا' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتدین سے قتال کیا اور خلافت فاروقی تک زندہ رہے' ملاحظہ ہو ''اصابۃ'' ت ۶۹۸۳ ان کا یہ شعر مبرد نے اپنی کتاب الکامل ص ۲۹۵ پر ذکر کیا ہے۔ اور ''للسان'' میں مادہ طب میں ذکر کیا اس سے پہلے یہ شعر مذکور ہے:

فَاِنْ نَغْلِبْ فَغَلَّا بُوْنَ قِدَمًا وَاِنْ نُغْلَبْ فَغَيْرُ مُغَلَّبِيْنَا

اور اس کے بعد کا شعر یہ ہے:

كَذَالِكَ الدَّهْرُ دَوْلَتُهُ سِجَالٌ تَكُرُّ صُرُوْفُهُ حِيْنًا فَحِيْنَا

[2] دیوان کے دیوان ۳/ ۲۲۷ میں برقوقی کی شرح کے ساتھ یہ مذکور ہے۔

ابو عبید نے لکھا ہے کہ مسحور کو مطبوب کہتے تھے اس لیے کہ طب کو سحر کے لیے وہ کنایۃً استعمال کرتے تھے جس طرح کہ وہ ملاذع (ڈنک زدہ) کو کنایہ مطبوب کہتے تھے' اسی طرح سلیم کا استعمال بطور کنایہ خوش فالی کے کرتے تھے' جس طرح کہ مفازہ ان چٹیل میدانوں کو کہتے ہیں۔ جہاں پانی کا دور دور تک پتہ نہ ہو۔ اور اسے بطور فال کے موت سے کامیابی موت سے بچنے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے لفظ مفازۃ جان لیوا میدانوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اور کبھی بیماری میں طب کا لفظ استعمال کرتے ہیں' ابن ابی اسلت کا یہ شعر اس کی شہادت میں پیش ہے۔

أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ حَسَّانَ عَنِّيْ أَسِحْرٌ كَانَ طِبُّكَ أَمْ جُنُوْنُ

''کیا کوئی میرا پیغام حسان کو پہنچانے والا ہے کہ تمہارا مرض جادو ہے یا جنون ہے''

حماسی کا شعر ہے۔

فَإِنْ كُنْتَ مَطْبُوْبًا فَلَا زِلْتَ هٰكَذَا وَإِنْ كُنْتَ مَسْحُوْرًا فَلَا بَرِئَ السِّحْرُ [1]

اگر تم بیمار ہو تو تم ہمیشہ اسی طرح رہو گے۔ اور اگر سحر زدہ ہو تو سحر کا اثر جلدی ختم نہیں ہوتا۔

شاعر نے اس شعر میں مطبوب سے مراد سحر زدہ لیا ہے اور مسحور سے مراد بیمار لیا ہے جوہری نے لکھا ہے کہ بیمار شخص پر بھی لفظ مسحور کا اطلاق ہوتا ہے۔ شاعر کے اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس شخص نے مجھے مجھ سے اور تیری محبت سے جدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کے برقرار اور ہمیشہ

---

[1] یہ شعر دیوان حماسہ کے ۲/۲۴۷ پر مرزوقی کی شرح کے ساتھ مرقوم ہے۔ اسکے پہلے کے دو شعر یہ ہیں:

هَلِ الْوَجْدُ إِلَّا أَنَّ قَلْبِيْ لَوْ دَنَا مِنَ الْجَمْرِ قَيْدَ الرمح الاحترق الجمر

''میری محبت تو بس یوں سمجھو کہ اگر میرا دل نیزہ لگانے سے پہلے کوئلہ کے پاس سے گزار دیا جائے تو وہ کوئلہ انگار بن جائے''۔

أَفِي الْحَقِّ أَنِّيْ مُغْرَمٌ بِكَ هَائِمٌ وَأَنَّكَ لَا خَلٌّ هَوَاكِ وَلَا خَمْرُ

''کیا یہ بات صحیح ہے کہ میں تمہارا شیفتہ ہوں تم پر جان دیتا ہوں۔ مگر عجیب بات ہے کہ تمہاری محبت نہ سرکہ ہے اور نہ شراب''

شعر میں ''وَإِنْ كُنْتَ مَطْبُوْبًا'' میں لفظ مطبوب کے بارے میں مرزوقی کا کہنا ہے کہ طب سحر اور علم دونوں پر بولا جاتا ہے۔ بولتے ہیں ''هُوَ طِبٌّ'' یعنی علیم وہ ماہر ہے۔ اور حدیث میں حِیْنَ طُبَّ کا معنی سحر زدہ۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ مجھے ہے۔ میں اسے کھلی بیماری سمجھتا ہوں تو اس کی دوا ممکن ہے مگر میں تو اس سے جدا ہی نہیں ہونا چاہتا بلکہ لذت لیتا ہوں۔ اور اگر مجھے ایسی چیز ہو کہ اس کو علم نہ ہو' اور تمام اطباء اس کی معرفت سے عاجز ہوں۔ اور علماء اس کی دوا کا پتہ نہ لگا سکیں' تو اسے سحر قرار دے دیا جاتا اور اس سے بھی جدا نہیں ہونا چاہتا' اور یہ عوام کے انداز میں کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ انہیں بیماریوں اور امراض کے سلسلے میں بھی اعتقاد تھا اس کے معنی مطبوبا کہنا بھی صحیح نہیں ہے ورنہ صدر و عجز کا معنی ایک ہی ہوگا۔

باقی رہنے کی دعا کرتا ہوں' میں اس کا ازالہ نہیں چاہتا۔ خواہ وہ کوئی جادو ہو یا کوئی مرض ہو۔

''الطب'' تین حرکت کے ساتھ پڑھا گیا' طاء کے فتحہ کے ساتھ عالم امور معاملات کو کہتے ہیں' اسی طرح طبیب کو بھی کہتے ہیں۔ اور طاء کے کسرہ کے ساتھ فعل طبیب کو کہتے ہیں اور طاء کے ضمہ کے ساتھ ایک گاؤں کا نام ہے۔ ابن سید نے شعر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

فَقُلْتُ هَلِ انْهَلْتُمْ بِطُبِّ رِكَابَكُمْ بِجَائِزَةِ الْمَاءِ الَّتِیْ طَابَ طِيْنُهَا

''میں نے کہا کہ کیا طب کے گاؤں میں تمہارے سوار پانی کی جھیل پر اترے اس گاؤں کا پانی بھی انعام الٰہی اور مٹی بھی عمدہ ہے''۔

نبی ﷺ نے ''مَنْ تَطَبَّبَ'' اور ''مَنْ طَبَّ'' کا استعمال نہیں کیا' کیونکہ تفعل میں تکلف اور کسی جگہ بآسانی دخول کا معنی پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ بہ تکلف طبیب بنا حالانکہ وہ اس کا اہل نہیں تھا۔ جیسے عربی میں تحلم' تشجع' تصبر وغیرہ' میں تکلف کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی وزن پر لوگوں نے تکلف کے معنی لینے کی بنیاد رکھی' شاعر کا قول ہے ع

((وَقَيْسَ عَيْلَانُ وَمَنْ تَقَيَّسَا)) [1]

''عیلان کا قیاس اور اس شخص کا قیاس جس نے بہ تکلف اسے کیا''

شرعی حیثیت سے جاہل طبیب پر تاوان واجب ہوگا۔ اس نے جب فن طب اور اس کے عمل کو جانا نہیں' اور نہ اسے پہلے سے اس کی معرفت تھی تو گویا اس نے جہالت و ناواقفیت کے ساتھ علاج کر کے دوسروں کی جان لینے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کیا' اور جس چیز کا اسے علم نہ تھا۔ اس نے جسارت کے ساتھ اس کے لیے قدم اٹھایا گویا اس نے مریض کو دھوکہ دیا' اسی لیے اس پر تاوان دینا لازم ہوگا۔ اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

خطابی نے بیان کیا کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی مختلف روایت نہیں ملی کہ معالج کی تعدی کی وجہ سے مریض جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو اس کا تاوان اسے دینا ہوگا۔ اور جب طبیب علم یا عمل کے اعتبار سے ناقص اور ناواقف ہو۔ اسے نہ علم کا پتہ نہ عملی تجربہ حاصل پھر بھی پریکٹس کرتا ہے۔ تو وہ ظالم ہے۔ ایسا طبیب جب کسی مریض کو ہاتھ لگائے اور اس کے بیجا عمل سے مریض موت کے گھاٹ اتر جائے تو اسے اس کی دیت دینی ہوگی۔ البتہ قصاص اس کے ذمہ نہ ہوگا۔ اس لیے کہ وہ مریض کی اجازت کے بغیر اس کے علاج میں

---

[1] یہ رجز عجاج کی ہے' اس سے پہلے ہے۔ وَاِنْ دَعَوْتَ مِنْ تَمِيْمٍ اَرْؤُسَا کہ اگر تم نے تمیم کے بدوؤں کو بلایا ہوتا اسکے بعد۔ ((تَقَاعَسَ الْعِدُّبِنَا فَاقْعَنْسَسَا)) تقاعس کا معنی ثبوت و قرار کے ہیں' اسی انداز پر اقعنسس کا بھی معنی ہے۔

نہیں لگا تھا اور معالج کا گناہ اس کی عقل وفہم کے مطابق ہی ثابت ہوا۔ عام فقہاء کا یہی قول ہے۔

اس کی تفصیل پورے طور پر یوں سمجھئے کہ اس کی کل پانچ قسمیں ہیں۔

پہلی صورت: طبیب ماہر ہے۔ وہ صنعت طب سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔ اس کی پریکٹس بے داغ رہی ہے۔ ایسے طبیب کو قانونی اور شرعی طور پر اجازت ہے کہ وہ علاج کرے' اب جس کا وہ علاج کر رہا ہے۔ اتفاقاً اس کا کوئی عضو یا اس کی کوئی صفت ضائع ہوگئی یا بذات خود مریض اس کے علاج کے نتیجہ میں ختم ہو جائے تو ایسے شخص پر بالاتفاق کوئی تاوان نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ زخموں کی ریزش ہے۔ جس کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح اگر اس نے کسی بچہ کا مناسب وقت میں ختنہ کیا جبکہ بچہ کی عمر ختنہ کے قابل تھی' اور ختنہ کرنے والے نے پوری مہارت کا مظاہرہ کیا پھر بھی عضو یا خود بچہ اس ختنہ کے صدمہ سے فوت ہو گیا۔ تو کوئی تاوان نہیں' ایسے ہی اگر کسی کا آپریشن کیا' اور آپریشن مناسب وقت اور بہتر طریقہ پر کیا گیا تھا۔ خواہ آپریشن کرانے والا نہایت سمجھدار ہو یا نہ ہو۔ اس نے آپریشن کا پورا حق ادا کر دیا' مگر مریض آپریشن کی اذیت کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا تو معالج پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اسی طرح کسی کا خون نکالنا بہانا جس کی اجازت ہو' بہانے والے کی اس میں کوئی غلطی نہ ہو۔ اس کا حکم بالاتفاق حدود قصاص میں خون بہانے کی طرح ہے۔ اور حد وقصاص میں خون بہانا سب کے نزدیک درست ہے۔ صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسا شخص ضمان یا تاوان کا مستحق ہے۔

اسی طرح تعزیر کا زخم کاری' یا مرد کا اپنی عورت کو مارنا یا استاد کا کسی بچہ کو مارنا اور کرائے پر لیے گئے جانور کو پیٹنا ان تمام صورتوں میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے علاوہ تمام لوگ عدم تاوان کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے جانور کی پٹائی کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔

اس باب میں اختلاف واتفاق دونوں طریق سے اصل چیز یہ ہے کہ زخم کاری کا جرم بالاتفاق دیت واجب کرتا ہے۔ اور جس زخم کاری کا عمل میں لانا واجب ہے۔ اس سے پہنچنے والا صدمہ وزخم قانوناً معاف ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان جو صورتیں ہیں ان میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے مطلقاً تاوان واجب کیا۔ امام احمدؒ' مالکؒ نے ضمان معاف کر دیا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے مقدر وغیر مقدر کے درمیان فرق کیا ہے کہ اگر مقدر ہو تو معاف ہے۔ اور غیر مقدر ہو تو اس میں تاوان واجب قرار دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس پر نگاہ رکھی کہ اس عمل کی اجازت سلامتی کے ساتھ مشروط تھی۔ امام احمد و مالکؒ نے اجازت ہی کو معافی ضمان کا سبب ٹھہرایا اور امام شافعیؒ نے غیر ارادی طور پر پہنچنے والے ضرر کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس لیے کہ نص قرآنی موجود ہے۔ لیکن غیر مقدر میں تعزیرات وتادیبات کی طرح اجتہادی ہے۔ ایسی صورت میں جب کوئی نقصان ہو تو دیت واجب ہوگی کیونکہ اس میں دشمنی کا شبہ ہو سکتا ہے۔

فصل-۵۷

جاہل وناواقف طبیب کا حکم

دوسری قسم: ایسا طبیب جوفن طب سے نابلد ہواور لاعلمی کے باوجود پریکٹس کررہا ہے۔ایسے شخص سے اگر نقصان ہو جائے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ مریض یہ جانتے ہوئے کہ یہ اس فن سے ناآشنا ہے۔اس کو علاج کی اجازت دے دی' اور اتلاف جان یا عضو ضائع ہو گیا۔تو اس کے ذمہ تاوان نہیں ہے۔اور ظاہر ہے کہ یہ صورت حدیث نبوی کے مخالف بھی ہے۔اس لیے کہ سیاق اور انداز کلام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس نے مریض کو دھوکہ دیا اور اس کو اس وہم میں مبتلا کیا کہ وہ ایک ماہر طبیب ہے۔حالانکہ وہ طبیب نہیں تھا۔اور اگر مریض کو گمان ہو کہ وہ طبیب ہے۔اور اسے ماہر طبیب سمجھ کر اس نے اس کو اجازت دی تو طبیب اپنی غلطی اور خطا کے جرم کا ضامن ہوگا۔اور اگر اس نے مریض کے لیے کوئی نسخہ تجویز کیا اور مریض نے یہ سمجھ کر کہ یہ ایک ماہر طبیب ہے۔اس کا نسخہ استعمال کیا جس سے وہ مر گیا۔تو اسے تاوان دینا ہوگا۔اس سلسلہ میں حدیث کا انداز بیان بالکل واضح اور ظاہر ہے۔

فصل-۵۸

طبیب کی غلطی

تیسری صورت: طبیب ماہر ہے اس کو علاج کی بھی پوری طرح اجازت ہے۔اور اس کو فن طب میں بھی پوری دسترس ہے۔لیکن اس سے غلطی ہو گئی جس کا اثر مریض کے کسی تندرست عضو تک پہنچ گیا' اور اسے تلف کر دیا۔جیسے کسی ختنہ کرنے والا کا ہاتھ سبقت کر کے غلطی سے صفن تک پہنچ جائے' تو اسے تاوان دینا ہوگا۔اس لیے کہ یہ کھلا جرم ہے اگر کسی عضو یا جسم کا ایک تہائی حصہ یا اس سے زائد تلف ہو تو اس کی آمدنی کے مطابق تاوان عائد ہوگا۔اور اگر آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس کے مال سے تاوان وصول کی جائے گا۔یا بیت المال سے تاوان دیا جائے گا۔اس سلسلے میں امام احمد سے دو روائتیں منقول ہیں۔اور اگر طبیب ذمی ہے تو تاوان اس کے مال سے وصول کیا جائے گا۔اور اگر طبیب مسلم ہے تو اس سلسلے میں دو روائتیں ہیں۔اگر بیت المال نہیں ہے یا بیت المال ہے۔لیکن تاوان برداشت کرنے کی اسے طاقت نہیں کہ اس سے مال لے کر تاوان ادا کر دی جائے۔تو کیا تاوان ساقط ہو جائے گا یا مجرم بے مال سے واجب ہوگا۔اس میں دو صورتیں ہیں مگر مشہور یہی ہے کہ تاوان ساقط ہو جائے گا۔

۵۹-فصل

اتفاقاتِ علاج

چوتھی صورت: طبیب ماہر اور اپنے فن میں یکتا ہے۔اس نے اپنی فہم وفراست کے مطابق مریض کو نسخہ تجویز کر کے دے دیا۔مریض نے اس کے نسخہ کے مطابق دوا استعمال کی مگر معالج کا خیال صحیح ثابت نہ ہوا جس کے نتیجہ میں مریض فوت ہو گیا' تو اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ایک یہ کہ مریض کی دیت بیت المال سے دی جائے گی دوسری یہ کہ طبیب کی آمدنی کے مطابق تاوان دلایا جائے گا۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے "خطأ الامام والحاکم" میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

۶۰-فصل

طبیب کی حیثیت

پانچویں صورت: طبیب ماہر فن ہے۔اور اس کی پریکٹس بھی مکمل ہے۔اس نے کسی بچہ یا کسی مرد یا کسی پاگل کی رسولی[1] کا بغیر اجازت یا اس کے ولی سے اجازت لے کر آپریشن کیا جس سے اس کے عضو کو نقصان پہنچا تو اس سلسلہ میں ہمارے اصحاب کا خیال ہے کہ اسے تاوان دینا ہوگا۔اس لیے کہ اس نے بلا اجازت یہ عمل کیا اگر بالغ تھا اس نے خود اجازت دی' یا بچی اور مجنون کے ولی نے اجازت دی تو اس صورت میں تاوان واجب نہیں' اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر مطلقاً تاوان نہ لگایا جائے۔اس لیے کہ طبیب اس کا خیر خواہ تھا۔اور محسن لوگوں پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔لیکن اگر وہ ظالم ہے تو اس صورت میں ولی کی اجازت کے باوجود بھی اسے تاوان دینا ہوگا۔اور اگر ظالم نہیں تو تاوان کی کوئی بات نہیں' اگر یہ کہا جائے کہ وہ بلا اجازت کی صورت میں ظالم نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم وعدم ظلم کا تعلق اس کے عمل ہی سے ہے۔اس لیے اجازت اور عدم اجازت کا اس میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ غور طلب ہے۔

۶۱-فصل

طبیب کی تعریف

حدیث میں طبیب کا لفظ ہر ایسے شخص کو شامل ہے۔جو نسخہ لکھے یا علاج بتلائے جسے فریشین کہتے

---

[1] غدود کی طرح جسم میں ایک زیادتی پیدا ہو جاتی ہے جس کو اگر حرکت دیں تو وہ حرکت کرے۔

ہیں۔اور جو سلائی سے آنکھ کا علاج کرے اسے کحال کہتے ہیں۔ جو نشتر و چاقو اور مرہم کے ذریعہ علاج کرے اسے جراح کہتے ہیں۔اور استرے کا استعمال کرے تو اسے خاتن کہتے ہیں۔ جو ریزر کا استعمال کرے اسے فاصد کہتے ہیں۔اور جو سینگی کا استعمال کرے اسے حجام کہتے ہیں۔اور جو ہڈی بٹھاتا اسے جوڑتا اور پٹی باندھتا ہے اسے مجبر کہتے ہیں۔ جو داغنے کا آلہ یا آگ کا استعمال کرتا ہے اسے کواء کہتے ہیں اور جو ڈوش کے ذریعہ علاج کرتا ہے۔اسے حاقن کہتے ہیں۔ خواہ یہ طبیب جانوروں کا ہو یا انسانوں کا ہو غرض طبیب کا اطلاق ان سب پیشوں کے کرنے والوں پر یکساں ہوتا ہے' جیسا کہ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے اور اس دور میں جو بعض مخصوص کام کرنے والوں کو ہی طبیب کہتے ہیں تو یہ اس دور کی اصطلاح ہے جیسے کسی عادت کا کسی خاص قوم سے تعلق ہوتا ہے۔

۶۲-فصل

ماہر فن طبیب

طبیب حاذق اسے کہتے ہیں۔ جو علاج کرنے کے وقت بیس باتوں کی رعایت اپنی نگاہ میں رکھے۔

۱۔ مریض کی نوعیت کی تشخیص و تعیین کہ بیماری کس قسم کی ہے؟

۲۔ اسباب مرض کی جانچ پڑتال کہ بیماری کا سبب کیا ہے اور علت فاعلہ کیا ہے' جس کی وجہ سے یہ بیماری پیدا ہوئی۔

۳۔ مریض کی قوت واستعداد کہ مرض کا مقابلہ کرنے کی اس میں صلاحیت وقوت ہے کہ نہیں اگر مریض میں مرض کو دبا لینے کی صلاحیت موجود ہو' اور اس کا کھلے طور پر اندازہ ہو رہا ہو تو پھر بلا علاج اسے چھوڑ دے اور دوا دے کر مرض کو خواہ مخواہ ابھارنے اور حرکت میں لانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

۴۔ مریض کے بدن کا طبعی مزاج کیا ہے۔

۵۔ مریض کی بیماری کی وجہ سے پیدا ہونے والا غیر طبعی مزاج۔

۶۔ مریض کی عمر کیا ہے؟

۷۔ مریض کی عادت کیا ہے؟

۸۔ مریض کے مرض کے وقت موسم کیسا ہے؟ اور کون سا موسم مریض کے لیے سازگار ہو سکتا ہے۔

۹۔ مریض کی قیام گاہ اور اس کی آب وہوا کیسی ہے۔

۱۰۔ مرض کے وقت ہوا کا کیا حال ہے یعنی کس رخ اور انداز کی ہوا چل رہی ہے۔

۱۱۔ مریض کے علاج کے لیے استعمال ہونے والی دوا کی مخالف دوا کی رعایت۔

۱۲۔ مریض کو استعمال کرائی جانے والی دوا کی قوت اور اس کا درجہ اور اس کے اور مریض کی قوت مرض کا موازنہ۔

۱۳۔ طبیب کے علاج کا مقصد صرف اس علت مرض کا ازالہ نہ ہو' بلکہ اس کا ازالہ ایسے طریقہ پر ہو کہ اس کے بعد کسی دوسرے شدید مرض سے سابقہ نہ پڑے' اگر ایسا ہو کہ مرض کے ازالہ سے کسی دوسرے مرض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو جو اس سے زیادہ خطرناک ہو تو اس بیماری کو اپنی جگہ پر رہنے دیا جائے البتہ اسے کمزور اور ہلکا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جیسے رگوں کے سروں کا مرض اگر اسے کاٹ دیا جائے یا اس کو روک دیا جائے تو اس سے دوسرے کسی شدید اور خطرناک مرض کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۱۴۔ مریض کا علاج آسان سے آسان تر طریقوں سے کرنا چاہیے۔ اس لیے شروع میں غذا کے ذریعہ علاج کی کوشش کی جائے جہاں اس سے کام نہ چلے وہاں دوا کا استعمال کرایا جائے اسی طرح مرکبات ادویہ کی طرف اس وقت تک رخ نہ کیا جائے۔ جب تک کہ مفرد دواؤں سے کام چلتا رہے۔ ماہر طبیب کا کمال یہ ہے کہ وہ دوا کے بجائے غذا سے علاج کرے اور اسی طرح مرکب دوا کے بجائے مفرد دوا سے معالجہ کرے۔

۱۵۔ بیماری پر غور کرے کہ وہ قابل علاج ہے بھی کہ نہیں اگر قابل علاج نہیں ہے تو اس کا علاج کر کے خود کو رسوا نہ کرے نہ فن طب کو بدنام کرے۔ اور اگر قابل علاج مرض ہے۔ تو اس پر غور کرے کہ مرض دوا' علاج سے زائل ہو سکتا ہے یا نہیں اگر جان لے کہ اس کا زائل ہونا ممکن نہیں تو غور کرے کہ اس میں تخفیف یا افاقہ ہو سکے گا یا نہیں اگر اس میں کمی یا افاقہ کا امکان نہ ہو تو یہ دیکھے کہ مرض جس حد تک پہنچ گیا ہے۔ اس کو وہیں روکنا ممکن ہے یا نہیں اگر مرض کو روکنے یا زیادتی کو روکنے کا امکان ہو تو علاج کا ارادہ کرے اور مریض کی قوت بڑھائے اور مرض کے مادہ کو کمزور کرے۔

۱۶۔ نضج سے پہلے کسی خلط کو استفراغ کرنے کا ارادہ نہ کرے بلکہ پہلے اس کا نضج کرے مادہ پختہ ہو جائے تو فوراً اس کا استفراغ کرے۔

۱۷۔ معالج کو دل کے امراض اور روح کی بیماریوں اور ان کی دواؤں سے پوری طرح واقفیت ہونی

چاہیے۔ یہی بدن کے علاج کے لیے بنیادی چیز ہے۔ اس لیے کہ بدن اور طبیعت کا نفس اور دل سے متاثر ہونا شاہد ہے۔

طبیب جب دل اور روح کی بیماریوں اور ان کے علاج سے پورے طور پر واقف ہوگا' تو در حقیقت وہی کامل طبیب ہے' اور جسے ان باتوں کا علم نہیں اگر چہ اسے طبیعت اور احوال بدن کے علاج میں دسترس حاصل ہو۔ مگر وہ بحیثیت طبیب نیم حکیم ہے۔ پھر ایسا طبیب جو کسی مرض کا علاج کرتا ہو اسے مریض کے دل کی نگرانی اور اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور مریض کی روح کی قوت کو صدقہ' بھلائی' اللہ کی طرف توجہ' آخرت سے لگاؤ کے ذریعہ مضبوط کرنا چاہئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ سچ مچ طبیب نہیں ہے۔ بلکہ ایک پیشہ ور معالج ہے جس کا علم بہت محدود ہے۔ مرض کے سلسلے میں سب سے کارگر اور زود اثر علاج خیر و بھلائی' ذکر و دعا' آہ و زاری' اللہ کی طرف توجہ' آخرت کی فکر اور توبہ و استغفار ہے ان چیزوں کا مرض کے دور کرنے میں خاصا اثر ہے۔ ادویہ طبعیہ سے زیادہ ان مذکورہ چیزوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ان چیزوں کا نفع نفس کی استعداد' قبولیت وعقیدت پر منحصر ہے۔

۱۸۔ مریض کی خیر خواہی' ان کے ساتھ شفقت اور نرم گفتاری سے کام لیا جائے' جیسے بچوں کے ساتھ کام لیا جاتا ہے۔

۱۹۔ طبعی اور الٰہی کے مختلف علاجوں میں سے ہر ایک علاج سے کام لینا چاہئے۔ مریض کے خیالات کو بھی مرکوز کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ مریض کے خیالات و تخیل کو مرض کے ازالہ میں دوا سے کہیں زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔ اس لیے ماہر طبیب کی نگاہ ان نفسیاتی امور پر بھی پوری طرح رہنی چاہیے۔ اور ہر وہ راستہ اپنانا چاہیے۔ جو مریض کے لیے موثر اور کارگر ہو۔

۲۰۔ ہر طبیب کا آئیڈیل یہی ہے کہ وہ علاج اور تدبیر صحت کو چھ باتوں پر مرکوز کردے

(۱) موجودہ صحت کی حفاظت (۲) فوت شدہ صحت و قوت کی بازیابی امکانی حد تک

(۳) اہم فساد کے پیش نظر ادنیٰ فساد کا لحاظ رکھنا (۴) مرض کا ازالہ بحسب الامکان

(۵) ادنیٰ مصلحت کے پیش نظر اعلیٰ مصلحت کو ضائع نہ ہونے دینا (۶) حسب الامکان تخفیف مرض

ان مذکورہ چھ اصول پر ہی علاج کا مدار ہے۔ جو طبیب ان اصول کی رعایت نہیں کرتا اور ان ذمہ داریوں [1] کو قبول نہیں کرتا وہ طبیب نہیں۔ واللہ اعلم

---

[1] ((آخِيَّة)) ابية کے وزن پر ہے' جس کا معنی ہے حرمت ذمہ داری یا عود و عروہ کو کہتے ہیں۔ جس سے جانور کو زمین سے باندھتے ہیں۔ کہ وہاں سے نہ ٹلے' کھونٹی رسی۔

۶۳-فصل

مرض کے مختلف درجات

مرض چار دور سے گذرتا ہے۔ ابتداء' تزائد' انتہاء' انحطاط

طبیب کو ان چاروں دور میں سے ہر ایک دور کی رعایت کرنی ضروری ہے ہر دور کی مناسب سے اس کے حالات کی رعایت کرتے ہوئے ایسی دوائیں اور تدابیر اختیار کرے جو اس حالت کے لیے درست ہوں چنانچہ جب اسے ابتداء مرض میں محسوس ہو کہ طبیعت فضلات کو حرکت میں لانے اور اس کے نضج کے لیے استفراغ کی محتاج ہے۔ تو فوراً نضج کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اور نضج مادہ ہوتے ہی اس کا استفراغ کرنا چاہئے۔ اگر ابتداء مرض اس تحریک کی اجازت کسی خاص وجہ سے نہ دے تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یا مریض کی قوت کمزور ہو اور استفراغ کو برداشت نہ کر سکے یا موسم سرما ہو یا اور کوئی گڑ بڑ پیدا ہو گئی ہو۔ تو اسے پوری طرح اس سے بچنا چاہیے۔ بالخصوص ایسی حماقت تزائد مرض کے وقت تو ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ ایسے موقع پر اگر ایسا کیا گیا تو طبیعت کے لیے دوا میں مشغول ہونے کی وجہ سے الجھن پیدا ہو جائے گی اور تدبیر اور مقابلہ علت کے بجائے دوسری طرف متوجہ ہو جائے گی۔ جیسے کوئی شہسوار جنگ میں دشمن کا مقابلہ کر رہا ہو عین اس وقت دوسری طرف اس کی توجہ ہٹ جائے تو پھر اس شہسوار کا کیا حشر ہوگا؟ لیکن یہ ضروری ہے کہ طبیعت کو قوت کی حفاظت میں لگایا جائے ورنہ مریض کی حالت بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے امکانی حد تک حفاظت قوت کی جائے۔

جب مرض انتہا کو پہنچ جائے اور اس میں وقوف وسکون پیدا ہو جائے تو اس کے استفراغ کی طرف توجہ کی جائے اور اسباب مرض کو جڑ سے کھودنے کی کوشش کرے اور جب انحطاط کا وقت آ جائے تو یہ اور بھی ضروری ہو جاتا ہے' اسکی مثال اس دشمن کی سی ہے۔ جسکی قوت ختم ہو جائے اور وہ بالکل نہتا ہو تو اس کا گرفتار کرنا آسان ہوتا ہے۔ اور جب وہ بھاگ نکلے تو اس وقت گرفتاری اور اسے پکڑنے کے لیے اور بھی آسانی ہوگی کیونکہ ابتداء ہی میں اس کی قوت' حملے کے خطرات اور تیزی کے پیش نظر زیادہ ہوتی ہے' یہی حال مرض کے استفراغ اور اس کی قوت کا ہے۔

۶۴-فصل

طریقہ علاج پر ایک بحث

ماہر طبیب تو وہی ہے جو آسان ترین طریقہ علاج اختیار کرے کسی مشکل طریقہ علاج کی طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ ہلکے علاج سے قوی علاج کی طرف بتدریج چلنا چاہیے۔ جہاں مریض کی قوت ختم ہونے کا اندیشہ ہو وہاں علاج کی ابتداء قوی ترین طریقہ سے کرنا چاہیے معالجہ میں ایک ہی انداز پر نہیں رہنا چاہیے۔ کہ کہیں طبیعت دوا کی خوگر نہ ہو جائے۔ اور علاج دوا کے طریقے سے متاثر ہی نہ ہو۔ معالج کو موسم کی سختی دیکھتے ہوئے قوی ادویہ تجویز نہ کرنی چاہئیں۔ بلکہ ممکن حد تک علاج بالغذاء سے کام لے' شروع میں دوا کو ہاتھ بھی نہ لگائے اگر طبیب کو شک ہے کہ مرض حار ہے۔ یا بارد تو جب تک یہ بات طے نہ ہو جائے علاج میں پیش قدمی نہ کرے۔ اور جس دوا کا نتیجہ معلوم نہ ہو۔ یا اس کے اچھے بُرے کا اسے تجربہ نہ ہو۔ اس کو ہرگز استعمال نہ کرائے۔ اور اگر ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو تجربہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اگر کئی بیماریاں ایک ساتھ ہوں تو ابتداً اس کا علاج کرے جس میں حسب ذیل تین باتوں میں سے کوئی خاص طور پر نہ ہو۔ اول یہ کہ دوسرے مرض کا اچھا ہونا اس کے اچھے ہونے پر موقوف ہو۔ مثلاً ورم و زخم تو اس میں ورم کا علاج پہلے کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ایک مرض دوسرے مرض کا سبب ہو جیسے سدہ اور حمی عفنہ اس میں ازالہ سبب سے علاج شروع کرنا چاہیے۔

تیسرے یہ کہ ایک مرض دوسرے کے مقابلہ میں اہم ہو۔ جیسے حار و مزمن تو اس میں حار کا علاج پہلے کرنا چاہیے۔ مگر اس کے ساتھ ہی دوسرے سے بے خبر نہ ہو اور جب مرض و عرض ایک ساتھ جمع ہوں تو مرض سے ابتدا ہونی چاہیے۔ ہاں اس صورت میں جبکہ عرض مرض سے قوی تر ہو۔ جیسے قولنج[۱] کہ اس میں ورد کو پہلے ختم کیا جائے پھر سدے کا علاج کیا جائے اگر یہ ممکن ہو کہ معالجہ بذریعہ استفراغ کے بجائے مریض کو بھوک روزہ یا نیند سے سکون ہو جائے تو ہرگز استفراغ نہ کیا جائے۔ اور اگر صحت کی حفاظت پیش نظر ہو تو حفاظت بالمثل کی جائے اور اگر انتقال مرض بہتر ہو تو کسی مخالف دوا سے اس کو منتقل کر دیا جائے۔

---

[۱] قولنج آنت کی بیماری ہے۔ جس میں نہایت شدید درد ہوتا ہے۔ پاخانہ یا ریاح کا نکلنا اس مرض میں دشوار ہوتا ہے۔

۶۵-فصل

متعدی امراض اور متعدی مریضوں سے بچنے کے بارے میں ہدایات نبوی

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

((أَنَّهُ كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ اِرْجِعْ فَقَدْ بَايَعْنَاكَ)) [1]

''بنو ثقیف کی طرف سے جو وفد آپ کے پاس آیا تھا اس میں ایک مجذوم شخص تھا آپ نے اسکو کہلا بھیجا اب تم لوٹ جاؤ ہم نے تم سے بیعت کر لی اب رکنے کی ضرورت نہیں''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تعلیقاً نقل کی ہے:

((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ)) [2]

''نبی کریم نے فرمایا مجذوم سے دور رہو جیسا کہ تم شیر سے خود کو دور رکھتے ہو''

سنن ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] امام مسلم نے ۲۲۳۱ فی السلام باب اجتناب المجذوم و نحوه کے ذیل میں اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] امام بخاری نے ۱۰/۱۳۲ فی الطب باب الجذام میں بیان کیا ہے جو یوں ہے: ((عَنْ عَفَّانَ عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ)) ''یعنی میں نے حضرت ابو ہریرہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' چھوت چھات' فال' مردوں کی روح اور صفر کی نحوست کچھ نہیں ہے اور مجذوم سے اس طرح دور رہو جیسے شیر سے دور رہتے ہو''

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ عفان مسلم الصفار کے لڑکے اور امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں' لیکن امام بخاری نے ان کی اکثر احادیث بالواسطہ بیان کی ہیں' اور بخاری کی یہ حدیث ان معلقات میں سے ہے۔ جس کا وصل انہوں نے کسی دوسری جگہ نہیں کیا' ابو نعیم کا خیال ہے کہ انہوں نے بلا روایت کے تخریج کر دی ہے۔ یہ حدیث ابن صلاح کے طریق سے موصول ہے' ابو نعیم نے اسے ابو داؤد طیالسی کے طریق کیا ہے' اور ابو قتیبہ مسلم بن قتیبہ کے طریق سے اور ان دونوں نے سلیم بن حیان عفان کے شیخ سے لیا ہے۔ عمرو بن مرزوق کے طریق سے بھی تخریج کی ہے۔ لیکن یہ تخریج بھی سلیم سے موقوف ہے۔ اس کی تخریج اسماعیلی نے نہیں کی ہے۔ ابن خزیمہ نے بھی اسے موصول قرار دیا ہے۔

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا تُدِیْمُوْا النَّظَرَ اِلَی الْمَجْذُوْمِیْنَ)) [1]

''نبی ﷺ نے فرمایا مجذومیوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر برابر دیکھتے نہ رہو''

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے:

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ)) [2]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مرض پیدا کرنے والا کسی تندرست کے پاس نہ ٹپک پڑے''۔

آپ کے بارے میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ:

((کَلَّمَ الْمَجْذُوْمَ وَبَیْنَکَ وَ بَیْنَهٗ قِیْدُ رُمْحٍ اَوْ رُمْحَیْنِ)) [3]

''آپ ﷺ نے مجذوم سے گفتگو فرمائی آپ اور اس جذامی کے مابین ایک یا دو نیزہ کا فاصلہ تھا''۔

جذام: ایک خراب بیماری ہے۔ جو بدن میں مرۃ سرۃ سوداء کے پھیلنے سے پیدا ہوتی ہے جس سے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ تمام اعضاء کا مزاج اس کی شکل وصورت بگڑ جاتی ہے اور جب یہ بیماری عرصہ تک رہ جاتی ہے تو اس کے تمام اعضاء سڑ گل جاتے ہیں اور ریختہ ہونے لگتے ہیں اس داء الاسد[4] کہتے ہیں۔

---

1. ابن ماجہ نے ۳۵۴۳ فی الطب میں باب الجذام کے تحت اور احمد نے ۲۰۷۲ میں نقل کیا ہے۔ اس کی سند قوی ہے۔

2. امام بخاری نے ۱۰/۲۰۶ فی الطب کے باب لاھامة وباب لاعدوی میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے ۲۲۲۱ فی السلام کے باب لاعدوی ولا طیرة میں اس کو نقل کیا ہے۔ ((ممرض)) ایسا شخص جس کا کوئی اونٹ بیمار ہو۔ ((مصح)) جس کے اونٹ تندرست ہوں۔

3. اس حدیث کی تخریج عبداللہ امام احمد نے ۱/۸۷ میں حدیث علی کے تحت کیا ہے' کی سند میں فرج بن فضالہ نام کا ایک راوی ضعیف ہے۔ ہیثمی نے ''مجمع'' ۵/۱۰۱ میں اس حدیث کو نقل کیا اور فرج بن فضالہ کی وجہ سے اس کو معلل قرار دیا؟ اسی باب میں ابو یعلی' طبرانی کے نزدیک حسین بن علی کی بھی روایت پائی جاتی ہے۔ ابو یعلی کی سند میں فرج بن فضالہ اور طبرانی کی سند میں بھی حمانی ضعیف راوی ہیں۔

4. ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ اس بیماری کو داء الاسد بھی کہتے ہیں' اس لئے کہ اس بیماری کی وجہ سے بیمار کا چہرہ شیر کی طرح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس بیماری کی وجہ سے چہرے پر چھوٹے چھوٹے ورم اور گھریاں' رونما ہوتی ہیں۔ اس بیماری میں اطراف کے اعصاب کے ضائع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس طرح مریض کے اطراف بالا وزیریں کی قوت حس ابتداء ختم ہو جاتی ہے' پھر رفتہ رفتہ انگلیاں کٹ کر گرنے لگتی ہیں۔ یہ متعدی امراض میں سے ہے۔ اس کا تعدیہ سانس کے ذریعہ عرصہ تک ساتھ رہنے کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ اور اب تو تمام جذام کے مریضوں کو مخصوص اسپتالوں میں رکھا جاتا ہے۔ تاکہ اس مرض کی روک تھام کی جا سکے۔ اور مرض زیادہ نہ پھیل سکے۔

اطباء اس کے داء الاسد رکھنے کی تین وجوہات بتاتے ہیں۔

اول: یہ بیماری کثرت سے شیر کو ہوتی ہے۔

دوم: اس بیماری کی وجہ سے مریض کا چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ اور اس کی شکل شیر کے رنگ وروپ کی ہو جاتی ہے۔

سوم: جو اس کے پاس جاتا ہے' اسے پھاڑ کھاتا ہے۔ یا جو اس سے قریب ہوتا ہے۔ اس کی بیماری کی وجہ سے اس میں شگافتگی ہوتی ہے۔

اطباء کے نزدیک یہ بیماری متعدی اور نسلی طور پر وراثتاً چلنے والی ہے۔ اور جو آدمی مجذوم کے قریب رہتا ہے۔ یا مسلول کے قریب رہتا ہے۔ وہ اس کے سانس کے اثر سے متاثر ہو کر اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے امت پر کمال شفقت اور غیر معمولی جذبہ خیر خواہی کی وجہ سے امت کے ہر فرد کو ایسے اسباب اختیار کرنے سے منع فرمایا' جن سے امت کا کوئی فرد فساد وعیب جسمانی و قلبی میں مبتلا ہو جائے' یہ ظاہر بات ہے کہ کبھی بدن میں اس بیماری کے قبول کرنے کی صلاحیت واستعداد موجود ہوتی ہے۔ اور وہ اسی استعداد وآمادگی کی بنیاد پر بیماری کا شکار ہو جاتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طبیعت میں غیر معمولی سرعت انفعال اور اس میں قریب اور متصل رہنے کی وجہ سے جسم کی اچھائی برائی قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اس لیے کہ طبیعت نقال واقع ہوئی ہے کبھی ذہن پر اس کا خوف وخطرہ اس طرح مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ہر وقت واہمہ اس خطرہ کو سامنے لاتا رہتا ہے۔ اور یہی واہمہ اس بیماری کا سبب بن جاتا ہے اس لیے کہ وہم اعضاء اور طبیعتوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ کبھی بیماری کے سانس کی بو تندرست تک پہنچتی ہے۔ تو اسے بیمار کر دیتی ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بعض بیماریاں صرف مریض کی سانس سے تندرست کو مریض بنا دیتی ہیں اور تعدیہ کے اسباب میں سے ہوا بھی ایک سبب ہے۔ ان سب کے باوجود بدن میں متاثر ومنفعل کرنے والی استعداد اور اس استعداد کے قبول کرنے کی صلاحیت کا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ۔

((قَدْ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ اِمْرَأَةً فَلَمَّا اَرَادَ الدُّخُوْلَ بِهَا وَجَدَ بِكَشْحِهَا بَيَاضًا

فَقَالَ اِلْحِقِي بِاَهْلِكِ)) [1]

''نبی ﷺ نے ایک عورت سے شادی کی جب آپ نے اس کے ساتھ مباشرت کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اس کے پہلو پر ایک سفید داغ دیکھا آپ نے فوراً فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں چلی جاؤ''۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ احادیث رسول اللہؐ کی دیگر احادیث کے معارض ہے' جو اسکا ابطال کرتی ہیں۔ مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے [2] جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ بِيَدِ مَجْذُوْمٍ فَاَدْخَلَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ وَقَالَ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ))

''رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے کھانے کی پلیٹ میں لگا کر فرمایا کہ خدا کا نام لے کر اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ''۔

دوسری حدیث صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ))

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چھوت چھات اور پرندفالی اسلام میں ممنوع ہے''

ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے احادیث صحیحہ کے درمیان کوئی تعارض ہی نہیں اسلئے کہ اگر تعارض ہوتا تو کہا جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ کی دو حدیثوں میں سے ایک یا تو وہ اللہ کے رسول سے ثابت ہی نہیں لیکن راویوں سے باوجود ثقہ ہونے کے غلطی ہوگئی' اسلئے کہ ثقہ سے بھی تسامح ہوسکتا ہے۔ یا دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث دوسری کی ناسخ ہو اگر نسخ تسلیم کر لیا جائے یا سامع کی فہم وادراک کی بنیاد پر تعارض معلوم ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے خود کلام میں نہ ہو تو ان تینوں صورتوں میں سے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی۔

---

[1] احمد نے ۳/۴۹۳ میں حدیث کعب بن زید یا زید بن کعب کے تحت نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں جمیل بن زائد طائی ہیں جن کو بہتوں نے ضعیف قرار دیا ہے' دیکھئے تعجیل المنفعة۔

[2] درحقیقت حدیث عبداللہ بن عمر غلط ہے۔ سنن ترمذی ۱۸۱۸ فی الاطعمه کے باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم کے تحت یہ حدیث مذکور ہے۔ ابوداؤد نے ۳۹۲۵ فی الطب کے باب الطیرۃ میں اور ابن ماجہ نے ۳۵۴۲ فی الطب کے باب الجذام میں نقل کیا ہے۔ یہ ساری حدیث جابر بن عبداللہ سے ماخوذ ہیں۔ اسکی سند میں مفضل بن فضالہ راوی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو محدثین نے مناکیر میں شمار کیا ہے اور مصنف نے بھی اسکی تضعیف کی ہے۔ جو آگے آئے گی۔

اس لیے کہ ایسی دو صریح صحیح متناقض حدیثیں جو ایک دوسرے کے لیے ناسخ و منسوخ نہ ہوں پورے ذخیرۂ احادیث میں نہیں پائی جاتیں' خدانخواستہ اسی نبی صادق و مصدوق کے کلام میں جن کی زبان مبارک سے کبھی حق و صداقت کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں نکلی حقیقت میں سارا قصور منقول کے رتبہ کے نہ سمجھنے اور صحیح و معلول کے درمیان تمیز نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ رسول اللہ اکرم ﷺ کے مفہوم و مراد کو نہ سمجھنے کی بنیاد پر ہے' یا پیغمبر کی گفتار کو آپ کے قصد کے علاوہ سے تعبیر کرنے سے ہوا یا یہ دونوں ہی باتیں ہوں اور اسی کی وجہ سے اختلاف و فساد پیدا ہوا ہو۔

ابن قتیبہؒ نے اپنی کتاب ''اختلاف الحدیث'' میں دشمنان حدیث اور محدثین کی حکایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے کہا تم لوگوں نے اللہ کے رسول سے دو متناقض حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک طرف تو یہ حدیث لاعدویٰ ولاطیرۃ ہے دوسرے یہ کہ آپ سے کہا گیا کہ حضور والا ابتدائی خارش کے آبلے اونٹ کے ہونٹ پر پڑتے ہیں جس سے دوسرے اونٹ کو چھوت لگ جاتی ہے۔ اور وہ بھی خارشی ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے پہلا اونٹ جو خارشی تھا اس کو کس کی چھوت لگی تھی[1] یہ حدیثیں چھوت چھات' عدوی کے غلط ہونے کے سلسلہ میں تھیں' دوسری طرف تم نے روایت کی۔

((لَا يُوْرِدُ ذُوْعَاهَةٍ عَلٰى مُصِحٍّ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ))

''کہ تندرست کے پاس بیمار کو نہ پھٹکنے دو۔ اور مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے دور بھاگتے ہو''۔

اور یہ روایت بھی کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک مجذوم بیعت اسلام کے لیے آیا۔ آپ نے اسے بیعت کا پروانہ عطا کر کے فرمایا کہ بس اب تمہیں رکنے کی ضرورت نہیں فوراً واپس چلے جاؤ اسے خدمت میں حاضری کی اجازت نہ دی۔ دوسری جگہ فرمایا:

((اَلشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَ الدَّابَّةِ))[2] ''نحوست عورت' گھر اور چوپائے میں ہوتی ہے''

یہ ساری احادیث ایک دوسرے کے معارض و متناقض ہیں۔

ابو محمدؒ نے بیان کیا کہ آیئے سمجھئے اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان احادیث کے معنی میں وقت اور مقام کی رعایت کی گئی ہے تو جب اس کے مقام و وقت کو مدنظر رکھا جائے گا تو اختلاف خود بخود ختم ہو جائے گا۔

---

[1] امام احمدؒ نے ۲/ ۳۲۷ میں حدیث ابو ہریرہ سے اس کی تخریج کی ہے' اس کی اسناد صحیح ہے۔

[2] امام مالکؒ نے اس کی تخریج ۲/ ۹۷۲ میں اور بخاری نے ۹/ ۱۱۸ میں فی النکاح کے باب مایتقی من شؤم المرأة کے تحت کیا ہے' مسلم نے ۲۲۲۵ فی السلام کے باب الطیرة والفال و مایکون (دوسرا حواشی آئندہ صفحہ پر)

چھوت دو طرح کی ہوتی ہے:

(۱) جذام کی چھوت مجذوم کی سانس کی بدبو کی شدت سے جو آدمی مجذوم کے ساتھ رہتا ہے یا وہ عورت جو مجذوم کے نکاح میں ہو۔ ایک ہی بستر میں مجذوم کے ساتھ سوتی بیٹھتی ہے تو وہ بیماری اس پر بھی اثر کر جاتی ہے۔ بسا اوقات دیکھنے میں آیا کہ اس کے اثر سے اس کو بھی جذام ہو گیا۔ ایسے ہی اس کے بڑھاپے کے وقت میں ان کی اولاد کو بھی یہ بیماری اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اسی طرح جس کو سل' دق یا خارش کا مرض لاحق ہو۔ اسی لیے اطباء مسلول و مجذوم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کرتے ہیں۔ اس کو یہ لوگ چھوت نہیں کہتے بلکہ اسے تبدیلی ہوا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لیے جس کے ناک میں اس کی ہوا برابر پہنچتی رہتی ہے۔ وہ اس مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اطباء برکت و نحوست پر اعتقاد نہیں رکھتے اسی طرح اونٹوں کا خارشی ہونا کہ ان کو جو بیماری ہوتی ہے' وہ تر قسم کی خارش ہے۔ جب ایک اونٹ دوسرے سے ملتا ہے' اور اسے رگڑتا ہے۔ یا اونٹ کے باندھنے کی جگہ میں رہتا ہے۔ تو تری کی وجہ سے اونٹ کے زخم سے جو رطوبت رستی ہے۔ دوسرے اونٹ تک پہنچتی ہے۔ اور اس سے وہ آبلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو خارش زندہ اونٹ میں تھا۔ آپ کے فرمان کا یہی مقصد ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ) فیہ من الشؤم کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ترمذی نے ۲۸۲۵ میں حدیث عبداللہ بن عمر سے تخریج کی ہے۔ بخاری کی تخریج میں الفاظ یوں ہیں۔ ((اِنْ کَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْءٍ فَفِیْ الدَّارِ وَالْمَرْاَۃِ وَالْفَرَسِ)) کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو گھر' عورت اور گھوڑے میں ہے' بخاری نے اس کی تخریج ۱۱۸/۹ میں مالک نے ۹۷۲/۲ میں مسلم میں ۲۲۲۶ میں سہل بن سعد ساعدی کی حدیث سے کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:
((اِنْ کَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْءٍ فَفِیْ الْفَرَسِ وَالْمَرْاَۃِ وَ الْمَسْکَنِ)) اور اس کی تخریج امام مسلم نے ۲۲۲۷ میں حدیث جابرؓ سے یوں کی ہے: ((اِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ فَفِیْ الرَّبْعِ وَالْخَادِمِ وَالْفَرَسِ)) ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی چیز ڈرنے کی ہوتی جس کی وجہ سے شر اور نحوست ہوتی تو یہ تمام چیزیں ہوتی اس انداز پر نہیں جو عدوی اور طیرۃ کے سلسلہ میں جاہلیت کے معتقدات تھے تقدیر اسباب میں تاثیر پیدا کرتی ہے۔ خطابی نے لکھا ہے کہ انسان عموماً گھر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا نہ معاشرت زوجہ سے الگ رہ سکتا ہے اور نہ گھوڑے کی سواری اور اسے اپنے پاس رکھنے سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ ان تینوں پر بعض اوقات ناپسندیدہ باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ اس لئے ((الشُّؤْمُ ویمن)) کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی ہے۔ محل و ظرف کے اعتبار سے گو کہ اس کا صدور قضاء الٰہی سے ہوتا ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں معمر سے نقل کیا کہ میں نے ان سے اس کی تفسیر کرتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ عورت کی نحوست بانجھ ہونا گھوڑے کی نحوست جہاد کے لئے نہ نکلنا اور گھر کی نحوست برا پڑوسی کا ملنا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری ۶/ ۴۵' ۴۸

((لَا يُوْرِدُ ذُوْعَاهَةٍ عَلٰی مُصِحٍّ))

''کہ بیمار کو صحت مند کے پاس پھٹکنے نہ دو''۔

بیمار کا صحت مند کے ساتھ گھل مل کر رہنا آپ کو ناپسند تھا کہ کہیں اس کو اس کی رطوبت متاثر نہ کر دے اور خارش یا آبلہ کا شکار نہ ہو جائے۔

چھوت کی دوسری قسم طاعون ہے۔ جو کسی آبادی میں پیدا ہوتا ہے تو چھوت کے اندیشہ سے اس شہر کو لوگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا وَقَعَ بِبَلَدٍ وَّاَنْتُمْ بِهٖ فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهُ وَاِذَا كَانَ بِبَلَدٍ فَلَا تَدْخُلُوْهُ))

''جب کسی شہر میں طاعون پھیل جائے اور پہلے سے تم وہاں موجود ہو' تو چھوت کے اندیشہ سے وہاں سے نہ نکل بھاگو اور اگر کہیں طاعون کی وباء سننے میں آئے تو اس جگہ تم نہ جاؤ''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس شہر سے جس پر یہ وبا مسلط ہے بھاگ نکلو تو کیا تم بھاگنے سے تقدیر الٰہی سے نجات پا جاؤ گے اور جس شہر میں یہ ہو اس میں داخل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے جہاں طاعون نہیں ہے۔ وہاں تم بڑے سکون واطمینان سے ہو وہاں روزی بھی میسر ہے۔ اسی طرح کی حدیث کہ عورت کی نحوست اور گھر کی نحوست بھی ہے کہ آدمی کو اس کے آنے کے بعد اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو فوراً کہہ اٹھتا ہے کہ یہ اسی کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ آپ کے فرمان ((لاعدوی))[1] سے مراد اسی قسم کا عدوی ہے۔

ایک دوسری جماعت نے کہا کہ آپ کا مجذوم وغیرہ سے بچنے کا حکم بطور استحباب واختیار کے ہے۔ اور ان کے ساتھ آپ کا کھانا جواز کے لیے ہے۔ اور اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ کوئی حرام اور ناجائز کام نہیں ہے۔

ایک اور جماعت نے یہ بیان کیا کہ ان دونوں خطاب سے آپ کا مقصد جزئی ہے نہ کہ کلی ان دونوں میں جو جس حکم کے مناسب تھا' اس کو رسول اللہ ﷺ نے اسی حکم کے ساتھ مخاطب فرمایا بعض لوگوں میں ایمان واعتقاد کی قوت غیر معمولی ہوتی ہے۔ اور اللہ پر ان کا توکل بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔ یہی اعتقادی وتوکلی قوت ان میں قوت دفاع پیدا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے چھوت کا کچھ اثر نہیں ہوتا اسی طرح طبیعت کی غیر معمولی قوت مرض کی طاقت کا مقابلہ کر کے اس کو ختم کر دیتی ہے۔

اس کے برعکس بعض لوگ اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ اس کا دفاع کر کے اس کو جڑ سے ختم کر دیں۔ اسی لئے ان دونوں احکام میں رسول اللہ ﷺ نے افراد امت کی ہر طرح حفاظت فرمائی ہے' تا کہ امت

1۔ تاویل مختلف الحدیث ص ۱۰۲ تا ۱۰۴

اپنے لئے آسان طریقہ اور مناسب راستہ اختیار کرے یہ دونوں احکام بالکل صحیح ہیں۔ایک مومن قوی کے لئے اور دوسرا طریقہ تحفظ کا ضعیف الاعتقاد مومن کے لئے ہے۔یعنی جو مومن کہ اس کا ایمان واعتقاد مضبوط اور توکل الٰہی کی قوت غیر معمولی ہے۔اس کے لئے یہ قوت اعتقادی وتوکلی ہی کافی ہے۔لیکن جس کا اعتقاد کمزور اور توکل کی قوت اس میں معمولی ہو اس کو احتیاط وتحفظ کی راہ اختیار کرنی چاہیے تاکہ ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کے لئے سنت سے تمسک اور حکم رسول اللہ سے تعلق کی راہ باقی رہے۔اس کو یوں سمجھئے کہ نبی کریم ﷺ نے داغ لگوایا اور اسے اجتناب کرنے والوں کی تعریف کی اس کا چھوڑنا توکل کی بنیاد پر تھا' اس طرح آپ نے طیرہ کو بھی ناپسند فرمایا اس طرح کی بے شمار مثالیں ملیں گی' یہ ایک عمدہ طریقہ فہمائش ہے۔جس نے اسے اختیار کر لیا اس کا پورا حق ادا کر دیا اسے اللہ کی طرف سے سمجھ عطا ہوئی' اسے خوب سمجھا اور ان تمام تعارضات کو اس کے سامنے لے آئے سنت صحیحہ کی روشنی میں اس کو دور کیا۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس سے بچنا اور دور بھاگنا انسانی فطرت ہے ہمیشہ انسان طبعی طور پر ملامست' مخالطت اور سانس کی بدبو کے صحیح وتندرست کی طرف انتقال کرنے کو بیماری تسلیم کرتا ہے جو اکثر باہمی میل جول' ملنے جلنے سے پیدا ہوتی ہے اور آپ کا کچھ دیر معمولی مقدار مجذوم کے ساتھ کھانا کسی ضروری مصلحت کے پیش نظر تھا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ چھوت ایک مرتبہ یا ایک سیکنڈ کی مخالطت سے نہیں ہوتی۔

اس لئے کہ آپ کا یہ فرمانا اس کے ذریعہ عدوی کو روکنے' اور صحت کی حفاظت کے لئے ہے۔اور آپ کا میل جول کسی ضرورت ومصلحت کے تقاضے کی بنیاد پر تھا۔لہٰذا ان دونوں احکام کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔

ایک دوسری جماعت نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا ممکن ہے۔ کہ اس کا جذام اس حالت یا اس قسم کا رہا ہو جس کا اثر نہ ہوتا ہو۔اس لئے کہ تمام جذام ایک جیسے نہیں ہوتے اور نہ ان سے چھوت ہوتی ہے بعض جذامی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نقصان دہ نہیں ہوتا ہے۔اور نہ ان سے چھوت ہوتی ہے یعنی وہ ابتدائی مرحلہ میں ہو' یا اس کا جذام آگے نہ بڑھا ہو' بلکہ جس حال میں ہو اسی پر برقرار رہا اور جسم کے باقی اجزاء تک سرایت نہ کر سکا ہو' تو جب وہ جسم کے بعض حصوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہو اور اس کا اثر ممتد نہ ہو سکا تو جو لوگ اس کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں ان پر اس کا اثر کیسے ہو سکتا ہے؟

ایک تیسری جماعت کا خیال ہے کہ دور جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ تعدیہ جن امراض میں ہوتا ہے' وہ چھوت بالطبع ہے' خالق کائنات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اس عمل سے اس غلط اعتقاد کا ابطال مقصود

تھا' چنانچہ آپ نے مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا تاکہ سب پر یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ پاک ہی مریض کرتا ہے۔ اور وہی شفاء دیتا ہے۔ اور مجذوم سے ملنے جلنے اور قریب ہونے سے جو روکا یہ اس لئے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس خیر کو اللہ نے ان کے سبیات کی جانب مفضی بنا رکھا ہے' آپ کی اس ممانعت میں اسباب کا اثبات ہے' اور آپ کے اس فعل میں اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ چیز کسی کے ساتھ مستقل طور پر نہیں ہوتی بلکہ جب اللہ تعالی چاہے۔ اس کی قوت کو سلب کر لے پھر ساری تاثیر ختم ہو جائے اور جب چاہے تو اس کی تاثیر باقی رکھے جو پورے طور پر اثر انداز ہو۔

ایک اور جماعت نے بیان کیا کہ ان تمام احادیث میں کچھ ناسخ اور کچھ منسوخ ہیں' اس لئے ان کی تاریخ پر پہلے نظر کی جائے گی' اگر ایک حدیث دوسری سے متاخر ہو تو یہ تسلیم کر لیں کہ پہلی منسوخ اور دوسری ناسخ ہے۔ ورنہ پھر ہمیں خاموش رہنا پڑے گا۔

ایک دوسری جماعت کا خیال ہے کہ ان احادیث میں سے بعض محفوظ اور بعض غیر محفوظ ہیں اور ((لاعدوی)) والی حدیث میں کلام کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث کو شروع میں ابو ہریرہؓ نے روایت کیا مگر انہیں بعد میں کچھ شک ہوا کہ میں نے جو بیان کیا ہے۔ وہ درست ہے یا نہیں' اس لئے آپ نے اس حدیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا' لوگوں نے ان کی طرف رجوع کر کے دریافت کیا کہ ہم نے آپ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کیا آپ اسے بیان کرتے ہیں؟ انہوں نے اس کے بیان کرنے سے انکار کیا۔

اس لئے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے پتہ نہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھول گئے یا دونوں حدیثوں میں سے کوئی ایک حدیث منسوخ اور دوسری ناسخ ہو گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ نبی ﷺ نے ایک مجذومی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پلیٹ میں اپنے ساتھ اس کو داخل کیا ایسی حدیث ہے جس کا نہ ثبوت ہے اور نہ صحت ہے اور ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے' اس کی نہ تصحیح کی اور نہ تحسین اور شعبہ وغیرہ نے کہا کہ ان غرائب سے بچنا ضروری ہے' ترمذی نے کہا کہ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا گیا ہے۔ جو زیادہ ثابت ہے۔ اس سلسلے میں یہ دونوں حدیثیں جن کا احادیث نہی سے معارضہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث جس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رجوع اور انکار موجود ہے۔ اور دوسرے کی صحت بھی معرض بحث ہے۔ ((کتاب الفتوح)) [1] میں اس مسئلہ پر پورے طور پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔

---

[1] مراد "مفتاح دار السعادۃ" ہے۔ ملاحظہ کیجیے جزء ثانی ص ۲۶۴'۲۷۳

٦٦-فصل

محرمات سے علاج پر پابندی کے بارے میں ہدایت نبوی

ابوداؤد نے اپنی سنن ابوداؤد میں حدیث ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یوں ذکر کیا ہے:

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِالْمُحَرَّمِ)) [1]

''ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے بیماری اور اس کی دوا دونوں ہی نازل فرمائی ہیں اور ہر بیماری کے لئے دوا بھیجی اس لئے دوا کرو مگر محرمات سے دوا نہ کرو''۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا ذکر کیا ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ)) [2]

''آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے حرام کردہ چیزوں میں شفاء نہیں رکھی''

---

[1] ابوداؤد نے ۳۸۷۴ فی الطب کے باب فی الادویة المکروهة کے تحت حدیث اسماعیل بن عباس سے اس کو نقل کیا ہے۔ جس کی سند یوں ہے: ((عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مُسْلِمِ الْخَثْعَمِيِّ الشَّامِيِّ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ.)) اس حدیث کے تمام راوی بجز ثعلبہ بن مسلم کے سب ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور ایک بڑی جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس کی شہادت حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوگئی، جس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، مصنف اس حدیث کو اس کے آگے پیش کریں گے۔

[2] بخاری نے ۶۸/۱۰ میں تعلیقاً فی الطب کے باب شراب الحلواء و العسل کے تحت نقل کیا ہے۔ قَالَ ابن مسعود فی السکر اِنَّ اللّٰهَ لم یجعل شفاءَ کم فیما حرم علیکم حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا میں نے اس اثر کو فوائد علی بن حرب الطائی عن سفیان بن عیینہ عن منصور عن ابی وائل سے روایت کیا ہے جو یوں ہے کہ ہم میں سے ایک شخص کو جسے خثیم بن عداء کہتے تھے پیٹ کی بیماری ہوئی، جس بیماری صفر کو کہتے ہیں تو اس کے لئے نشہ آور دوا یعنی شراب مفید بتائی گئی آپ نے ابن مسعودؓ کے پاس دریافت کرنے کے لئے آدمی بھیجا اس نے آ کر کہا تو انہوں نے بیان کیا اس حدیث کو اس کو ابن ابی شیبہ نے جریر عن منصور کے طریق سے روایت کیا اس کی سند شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ احمد نے اپنی کتاب ''کتاب الالشربة'' رقم ص ۱۳۰ میں اس کو بیان کیا طبرانی نے ''الکبیر'' میں ابووائل وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

اور سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِیْثِ)) [1]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبیث دواء سے منع فرمایا''

صحیح مسلم میں طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث مذکور ہے:

((اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنِ الْخَمرِ فَنَهَاهُ اَوْ کَرِهَ اَنْ یَصْنَعَهَا فَقَالَ اِنَّمَا اَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ اِنَّهٗ لَیْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰکِنَّهٗ دَاءٌ)) [2]

''طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شراب سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس سے منع کیا' یا اس کے تیار کرنے کو ناپسند فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ میں اسے دوا کے لئے تیار کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے''

اور سنن میں ہے:

((اَنَّهٗ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْخَمرِ یُجْعَلُ فِی الدَّوَاءِ فَقَالَ اِنَّهَا دَاءٌ وَلَیْسَتْ بِالدَّوَاءِ)) [3]

''آپ ﷺ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں دوا تیار کی جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ بیماری ہے دوا نہیں ہے''۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم میں طارق بن سوید حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے:

((قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ بِاَرْضِنَا اَعْنَابًا نَعْتَصِرُهَا فَنَشْرِبُ مِنْهَا فَقَالَ ''لَا''

---

[1] ابوداؤد نے ۳۸۷۰ میں ترمذی نے ۲۰۴۶ میں ابن ماجہ نے ۳۴۵۹ میں اور احمد نے ۲/۳۰۵'۴۴۶' میں ۴۷۸ میں ذکر کیا اس کی سند قوی ہے۔

[2] مسلم نے ۱۹۸۴ فی الاشربة کے باب تحریم التداوی بالخمر کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

[3] ابوداؤد نے ۳۸۷۳ فی الطب کے باب ماجاء فی الادویة المکروهة میں ذکر کیا ترمذی نے ۲۰۴۷ میں حدیث طارق بن سوید سے بیان کیا اس کی سند حسن ہے' ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن حبان نے ۱۳۷۷ میں اس کی تصحیح کی ہے۔

فَرَاجَعْتُهُ قُلْتُ اِنَّا نَسْتَشْفِيْ لِلْمَرِيْضِ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ بِشِفَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ))[1]

طارق بن سوید حضرمیؓ نے آپ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ! ہمارے یہاں انگور کی کثرت ہے ہم اسے نچوڑ کر شراب بنا لیتے اور پیتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو پھر میں نے دوبارہ کہا کہ ہم مریض کی شفاء کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ شفاء نہیں ہے بلکہ بیماری ہے"۔

سنن نسائی میں یہ حدیث مذکور ہے۔

((اِنَّ طَبِيْبًا ذَكَرَ ضِفْدَعًا فِيْ دَوَاءٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَهَاهُ عَنْ قَتْلِهَا))[2]

"ایک طبیب نے نبی ﷺ کے پاس دوا میں مینڈک کا ذکر کیا تو آپ نے اس کے مارنے سے منع فرمایا"۔

نبی کریم ﷺ سے یہ بھی روایت ہے:

((اَنَّهُ قَالَ مَنْ تَدَاوٰى بِالْخَمْرِ فَلَا شَفَاهُ اللّٰهُ))[3]

"آپ ﷺ نے فرمایا جس نے شراب کے ذریعہ علاج کیا اللہ اسے شفا نہ دے"

حرام کردہ چیزوں کے ذریعہ معالجہ شرعاً اور عقلاً قبیح ہے' شرعی طور پر اس کی قباحت کے سلسلے میں احادیث بیان کر دی گئیں ہیں لیکن عقلاً تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی خباثت کی بنیاد پر حرام قرار دیا اس امت پر کوئی پاکیزہ چیز بطور سزا حرام نہیں کی گئی' جیسا کہ بنی اسرائیل پر بطور عقوبت حرام قرار کر دیا تھا' قرآن نے بیان کیا:

((فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ)) [نساء:۱۶۰]

---

[1] مؤلف کو اس حدیث کو مسلم کی طرف منسوب کرنے میں وہم ہو گیا یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ مسند احمد ۴/۳۱۱ میں اور ابن ماجہ ۳۵۰۰ میں موجود ہے۔

[2] نسائی نے ۷/۲۱۰ فی الصید کے باب الضفدع کے تحت اور احمد نے ۳/۴۵۳'۴۹۹ کے ذیل میں حدیث عبدالرحمٰن بن عثمان سے نقل کیا ہے' اس کی سند صحیح ہے۔

[3] علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصغیر" میں اس کو ان الفاظ میں بیان کیا ((مَنْ تَدَاوٰى بِحَرَامٍ كَخَمْرٍ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ فِيْهِ شِفَاءً.)) اور اس کی نسبت ابونعیم کی طرف "الطب" میں حدیث ابوہریرہؓ سے کی ہے' اور اس سے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔

''یہودیوں کی بے جا روش پر ہم نے طیبات کو جو ان کے لئے حلال تھیں ان پر حرام کر دیا''

اس امت محمدیہ پر جو بھی چیز حرام ہوئی اس کے خبث کی وجہ سے حرام ہوئی اور اس کا حرام قرار دینا ان کے حق میں تحفظ اور بچاؤ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ امت ان خبیث چیزوں کو کھالے اس لئے ایسی چیزوں کے ذریعہ بیماری سے شفا حاصل کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ حرام چیز سے ازالہ مرض تو ہو جاتا ہے اور اس میں موثر بھی ثابت ہوتی ہے' لیکن اس کے استعمال سے بہت سے امراض دل میں پیدا ہو جاتے ہیں جو اس کے خبث کا نتیجہ ہوتے ہیں' اس لئے اس مرض سے نجات کے بدلے سے بڑا مرض دل میں پیدا ہو جائے' ایسا معالجہ کچھ بہتر نہ ہوگا

مزید برآں آپ کا کسی چیز کو حرام قرار دینے کا تقاضا یہ ہے کہ حتی الامکان اس سے بچا جائے اور اس سے دور ہی رہا جائے اس حرام کردہ چیز کو بطور دوا استعمال کرنا ایک طرح کی ترغیب اور اس سے قربت و تعلق کی دلیل ہے اور یہ چیز شارع علیہ السلام کے مقصود کو نظر انداز کر دینے کے مترادف ہے پھر نص سے بھی ثابت ہو گیا کہ جو چیز شرعاً حرام ہے وہ دوا نہیں ہو سکتی بلکہ وہ بیماری ہے جس کی وضاحت شارع علیہ السلام نے کر دی ہے' اس لئے اس کو بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اس کا استعمال طبیعت و روح دونوں میں خباثت پیدا کرتا ہے اس لئے کہ طبیعت ہمیشہ دوا کی کیفیات سے متاثر ہوتی ہے جب دوا کی کیفیت خبیث ہوگی تو طبیعت پر بھی اس کی خباثت اثر انداز ہوگی اور جو چیز فی نفسہ خبیث ہو اس سے خبث کا اثر نہ ہو یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خبیث غذا و مشروب اور خبیث ملابس کو حرام قرار دیا ہے تاکہ ان چیزوں کے استعمال سے کسی میں خباثت کی صفت نہ پیدا ہو جائے۔

مزید برآں ان محرمات کے ذریعہ علاج کی اجازت و اباحت بالخصوص جب کہ نفس انسانی کا میلان محرمات کی جانب ہو شہوت و لذت کا حرام دروازہ کھولتی ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ لوگ جانتے ہوں کہ یہ محرمات نفع بخش ہیں اور ان میں امراض کے ازالہ اور شفا کا نسخہ موجود ہے تو اس سے ان کے استعمال کی خواہشات غیر معمولی طور پر ابھرے گی' اور شارع علیہ السلام ممکن حد تک اس کا سد باب کرنا چاہتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ محرمات کے استعمال کے سد باب کرنے اور اس کے دروازے کے کھولنے کے درمیان تناقص و تعارض ہے' یہ حرام کردہ دوا ہمارے گمان کے مطابق بھی شفاء کا ذریعہ نہیں ہے' بالفرض مان بھی لیں تو آپ دیکھ بھی لیں کہ شراب میں شفاء کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا اس لئے کہ شراب حرکت عقل و دماغ کے لئے بہت زیادہ ضرر رساں ہے' اس پر تمام اطباء کا اتفاق ہے' اور فقہاء متکلمین کی ایک بڑی جماعت بھی اس کے شفاء ہونے کی منکر ہے بقراط نے امراض حارہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا

ہے کہ شراب کا سب سے زیادہ ضرر دماغ پر پہنچتا ہے کیونکہ اس کا ارتفاع بخار کی شکل میں دماغ کی طرف سرعت کے ساتھ ہوتا ہے اور اس ارتفاع کی وجہ سے اخلاط جو بدن میں مرتفع رہتے ہیں' وہ مزید مرتفع ہو جاتے ہیں اس طرح دماغ کو نقصان پہنچتا ہے۔

''الکامل'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ شراب کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دماغ اور اعصاب دونوں کو نقصان پہنچاتی ہے شراب کے علاوہ دیگر محرم دوائیں دو قسم پر ہوتی ہیں۔

قسم اول: جو نفس کو ناپسند ہوتی ہے' اور طبیعت اس کی موافقت کے لئے آمادہ نہیں ہوتی کہ مرض کا دفاع کرے جیسے زہر' سانپ کے گوشت اور اسی طرح کی دوسری ناپسندیدہ چیزیں جو طبیعت پر بار ہوتی ہیں اور استعمال کے بعد مزید گرانی پیدا کرتی ہیں اس طرح انہیں دوا نہیں بلکہ بیماری کی حیثیت حاصل ہے

دوسری قسم: جس کو نفس ناپسند نہیں کرتا جیسے وہ شراب جو عام طور سے حاملہ عورتیں استعمال کرتیں ہیں اس کا استعمال اس کے نفع سے زیادہ ضرر رساں ہے' اور عقلاً بھی اس کی تحریم مناسب ہے عقل اور فطرت اس سلسلہ میں ہمیشہ شریعت کی ہمنوا رہی ہے۔

اس سے اس نکتہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ محرمات سے کبھی بھی شفاء حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے کہ کسی دوا کے ذریعہ شفا کے حصول کی شرط یہ ہے کہ طبیعت اس کے موافق ہو اور اسے قبول کرتی ہو' اور دل میں اس کی منفعت کا اعتقاد راسخ ہو اور محرمات میں اللہ تعالیٰ نے شفا کی برکت نہیں رکھی ہے اس لئے کہ نافع بابرکت ہوتی ہے اور جو چیز سب سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے اس میں برکت بھی زیادہ ہوتی ہے چنانچہ لوگوں میں جو بابرکت ہوتے ہیں' جہاں بھی جاتے ہیں لوگ ان سے نفع حاصل کرتے ہیں اور یہ بات بھی سامنے رہنی چاہیے کہ جب مسلمان کسی چیز کو حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے تو اس کے اعتقاد برکت و منفعت کے درمیان اس کی حرمت کا اعتقاد حائل ہو جاتا ہے اس کا حسن ظن متزلزل ہو جاتا ہے اور طبیعت کی قوت قبولیت کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے اور جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا محرمات اس کی نظر میں اتنی ہی زیادہ ناپسندیدہ ہوں گی' اور اس بارے میں اس کا اعتقاد اتنا ہی خراب ہوگا' اور اسے طبعی طور پر اس سے بڑی گھٹن ہوگی ایسی حالت میں اگر اس نے اس حرام چیز کا استعمال کر لیا تو یہ اس کیلئے بیماری ہوگی نہ کہ شفاء اور نفع اسی وقت مرتب ہوگا جب اس کی خباثت کا اعتقاد دل سے نکل جائے' اور اس کا سوء ظن اور نفرت و ناپسندیدگی محبت و رغبت میں بدل جائے یہ چیز ایمان کے منافی ہے اس لئے جو مومن ہوگا اس کو ہاتھ ہی نہیں لگا سکتا' اور بفرض محال اگر اس نے اسے استعمال بھی کیا تو یہ اس کے لئے شفاء نہیں بلکہ بیماری ثابت ہوگی۔

۶۷-فصل

سر کی جوؤں کے ازالہ اور اس کے علاج کے بارے میں ہدایات نبوی

صحیح بخاری و مسلم میں کعب بن عجرہ سے روایت ہے۔

((كَانَ بِيْ أَذًى مِنْ رَأْسِيْ فَحُمِلْتُ إِلَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَرٰى الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ مَا أَرٰى.))

"میرے سر میں تکلیف تھی لوگ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اٹھا کر لے گئے میرے سر میں اتنی جوں تھی کہ چہرے پر رینگتی تھی آپ نے فرمایا واقعی تم بڑی سختی اور اذیت میں ہو"

((وَفِيْ رِوَايَةٍ فَأَمَرَهُ أَنْ يَحْلِقَ رَأْسَهُ وَ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ أَوْ يُهْدِيْ شَاةً أَوْ يَصُوْمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ.)) [1]

"دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس کو سر کے بال منڈانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ (اس کے عوض) چھ آدمیوں کی ایک جماعت کو کھانا کھلائے یا ایک بکری ذبح کرے یا تین دن روزے سے رہے"۔

بدن میں یا سر میں جوں کے پیدا ہونے کے دو سبب ہیں اس کا سبب خارج بدن سے ہوتا ہے یا داخل بدن سے۔

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۱۰/۴، ۱۳ میں کتاب الحج قول اللہ ((فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهٖ أَذًى مِنْ رَأْسِهٖ فَفِدْيَةٌ)) اور باب قول اللہ ((او صدقة)) نیز باب الاطعام فی الفدية نصف صاع اور باب النسك شاة کے تحت اس کی تخریج کی ہے اور کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ اور سورۃ بقرہ کی تفسیر میں ((فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا.)) کے تحت اور کتاب المرضی میں باب قول المریض کے ذیل میں ((انی وجع او وراساه اواشتدبی الوجع)) کو ذکر کیا ہے۔ اور کتاب الطب کے باب الحلق من الاذی اور کتاب الایمان والنذور میں باب کفارات الایمان کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم (۱۲۰۱) میں کتاب الحج میں باب جواز حلق الراس للمحرم به اذی کے ذیل میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

خارج بدن سے ہونے والا سبب میل وکچیل جو تہہ بہ تہہ جسم کے اوپر جم جائے اور دوسرا سبب خلط ردی اور عفن جس کو طبیعت جلد اور گوشت کے درمیان پھینکتی ہے تو یہ خلط ردی رطوبت دموی سے مل کر مسامات سے نکلنے کے بعد بشرہ میں متعفن ہو جاتی ہے جس سے جوں پیدا ہو جاتی ہے اور عموماً مریض کی بیماری کے بعد یہ پیدا ہوتی ہیں' اس لئے کہ بیماری کی وجہ سے میل کچیل کی کثرت ہوتی ہے اور بچوں کے سروں میں زیادتی ہوتی ہے' کیونکہ ان میں زیادہ ایسے رطوبات اور اسباب پائے جاتے ہیں جن سے جوں پیدا ہوتی ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بنی جعفر کے سروں کو منڈایا تھا۔

اس کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ سر منڈا دیا جائے تاکہ مسامات کھل جائیں جس سے بخارات نکلتے ہیں چنانچہ جڑیں کھلنے سے ردی بخارات نکل جائیں گے' اور مادہ خلط کمزور پڑ جائے گا' اور بہتر یہ ہے کہ سر منڈانے کے بعد جوں کے مارنے والی دوائیں اس پر لیپ کی جائیں جس سے سر میں جوں کا وجود نہ رہے۔

سر مونڈنا تین طرح سے ہوتا ہے' پہلی قسم نذر وعبادت ہے اور دوسری قسم بدعت وشرک ہے' اور تیسری قسم ضرورت اور دوا ہے۔

پہلی صورت میں سر مونڈنا حج عمرہ میں سے کسی ایک میں واجب ہے اور دوسری قسم میں غیر اللہ کے لئے سر منڈایا جائے جو کہ شرک ہے جیسے کہ مریدین اپنے شیوخ کے نام پر سر منڈاتے ہیں چنانچہ منڈانے والا کہتا ہے کہ میں نے فلاں شیخ کے لئے اپنا سر منڈایا اور تم نے فلاں کے لئے سر منڈایا یہ بات بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ میں نے فلاں کے لئے سجدہ کیا اس لئے کہ سر کا منڈانا خضوع' عبادت اور انکساری ہے اسی وجہ سے اس کو حج کا تتمہ قرار دیا گیا یہاں تک کہ امام شافعی کے نزدیک یہ حج کا ایک رکن ہے' جس کے بغیر حج پورا نہیں ہوگا' کیونکہ اللہ کے سامنے سر جھکانا خضوع ہے' اس کی عظمت کا اقرار ہے اور اس کی عزت کے سامنے سر جھکانا خضوع ہے اس کی عظمت کا اقرار ہے اور اس کی عزت کے سامنے فروتنی وعاجزی کا اظہار کرنا ہے' اور یہ عبودیت کی اعلیٰ ترین قسم ہے' اسی وجہ سے عرب میں رواج تھا کہ جب وہ کسی قیدی کو ذلیل کرنا چاہتے اور اس کے بعد اس کو آزاد کرنے کا ارادہ رکھتے تو اس کا سر مونڈ کر اس کو رہا کر دیتے ان کے بعد کچھ ایسے شیوخ پیدا ہوئے جو گمراہی کے دلال ہیں اور اللہ کی ربوبیت کے مخالف ہیں' جن کی مشیخت کی بنیاد ہی شرک وبدعت پر قائم ہے' وہ اپنے مریدوں سے اپنی عبادت کے خواہاں ہوتے ہیں اسی لئے انہوں نے سر مونڈنے کا ڈھونگ رچایا کہ مریدین ان کے نام پر سر منڈائیں جس طرح کہ ان کو سجدہ کرتے ہیں اور سجدہ کا مفہوم بدل کر یہ مفہوم اختیار کیا کہ سجدہ شیخ کے آگے سر جھکانے کا نام ہے اور اللہ کی قسم سجدہ صرف اللہ کے آگے سر جھکانے کا نام ہے اسی طرح انہوں

نے اپنے لئے نذر و نیاز ماننے اور توبہ کرنے اور ان کے نام کی قسمیں کھانے کی رسم ایجاد کی یہ سب در حقیقت اللہ کے علاوہ دوسرے کو اللہ ماننے اور سجدہ کرنے کی تعلیم ہے' ارشاد باری ہے:

((مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّيْنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.)) [آل عمران ۷۹' ۸۰]

''ایسا کوئی انسان نہیں کہ اللہ اسے کتاب' احکام خصوصی سے بذریعہ ملائکہ اور نبوت سے نوازے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرو' بلکہ وہ کہے گا کہ اللہ پرست بن جاؤ اس وجہ سے کہ تم کتاب اللہ کو پڑھتے اور پڑھاتے ہو' نہ یہ (مناسب ہے) کہ وہ تم کو حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنا (حقیقی) رب بنا لو' کیا وہ تم کو مسلمان ہونے کے بعد کفر کی تعلیم دے گا؟''

عبادات میں سب سے مہتم بالشان عبادت نماز ہے' جسے شیوخ' نام نہاد علماء اور جابرہ نے الگ الگ تقسیم کر لیا ہے' چنانچہ شیوخ نے سب سے اونچی تعظیم سجدوں کو اپنے لئے خاص کر لیا اور نام نہاد علماء نے رکوع پر اکتفا کیا جب ان میں سے ایک دوسرے سے ملتا ہے تو کورنش بجا لاتا ہے' اور اس کو رکوع کرتا ہے جیسا کہ اللہ کے سامنے رکوع کیا جاتا ہے اور جابرہ نے صرف کھڑے ہونے کی تعظیم ہی کو سامان آبرو سمجھا اس طرح سے کہ آزاد و غلام دونوں ہی بطور عبادت ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور خود جابرہ اپنی جگہ بیٹھے رہتے ہیں رسول اللہ نے ان تینوں قسم کے افعال سے تفصیل کے ساتھ منع کیا ہے' چنانچہ آپ نے کھل کر اس کی مخالفت فرمائی' اور غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے منع فرمایا' جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے:

((لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ)) ''کسی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کرے''۔

اور حضرت معاذؓ نے جب آپ کو سجدہ تعظیمی کیا تو بڑی سختی سے اسکا انکار کیا' اور فرمایا کہ ہٹو ہٹو[1]

---

[1] احمد نے ۵/ ۲۲۷' ۲۲۸ میں معاذ بن جبل سے روایت کیا کہ جب وہ یمن سے لوٹے تو آپ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم اس طرح کا سجدہ آپ کا نہیں کر سکتے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کو کسی دوسرے کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ لیکن یہ حدیث منقطع ہے۔ اور احمد نے ۴/ ۳۸۱ میں ابن ماجہ نے (۱۸۵۳) میں حدیث عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا کہ معاذ یمن آئے یا شام آئے' تو

(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام میں غیر اللہ کا سجدہ کرنا بوقت ضرورت بھی سراسر حرام ہے اور جس نے بھی اسے غیر اللہ کے لئے جائز قرار دیا اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی توہین کی' اس لئے یہ تو خالص قسم کی بندگی ہے اگر کوئی مشرک کسی انسان کے لئے اس کو جائز کہے تو اس نے غیر اللہ کے لئے عبودیت کو روا قرار دیا اور صاف طور سے حدیث میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے جیسے کسی دوسرے شخص سے ملتے وقت کورنش بجا لا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا گیا کیا ملاقات کے وقت اسے چمٹا لے اور اس کا بوسہ لے؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر دریافت کیا گیا' کہ کیا اس سے مصافحہ کرے تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں مصافحہ کرے۔[1]

سلام کرتے ہوئے جھکنا سجدہ ہے خود قرآن مجید میں اس کی صراحت ہے۔

((وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا.)) [بقرہ : ۵۸]

''اور مسجد کے دروازے میں جھک کر داخل ہو جاؤ''

(گذشتہ سے پیوستہ) نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور پوپ کو سجدہ کرتے ہیں' ان کے دل میں یہ بات آئی کہ رسول اللہ ﷺ تو اس سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں' جب وہ واپس آئے تو عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ میں نے نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور پوپ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ اس تعظیم کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ نے حضرت معاذؓ کی یہ بات سن کر فرمایا کہ اگر میں کسی کو غیر اللہ کے سجدے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا ہے وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے' اس کی سند حسن ہے۔ ابن ماجہ نے ۱۳۹۰ میں اس کی تصحیح کی ہے۔ نیز حدیث قیس بن سعد اس کی شاہد بھی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں حیرہ آیا تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے بزرگان کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو میں نے سوچا کہ آپ تو سجدہ کے زیادہ مستحق ہیں' جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں حیرہ گیا تو وہاں کے نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں' اے رسول اللہ ﷺ آپ اس سجدہ کے تو زیادہ مستحق ہیں آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ اگر تم میری قبر سے گذرو گے تو کیا اس پر سجدہ کرو گے' میں نے کہا نہیں' تو آپ نے فرمایا کہ ایسا کبھی نہ کرنا اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کریں۔ اس لئے کہ شوہر کے عورتوں پر حقوق ہیں۔ باب میں ابو ہریرہؓ سے ترمذی کے نزدیک ۱۱۵۹ میں حسن سند کے ساتھ حدیث مروی ہے۔ اس کو ابن حبان نے ۱۲۹۱ میں صحیح قرار دیا اور عائشہؓ سے امام احمد کے نزدیک ۱۸۵۲ میں یہ حدیث مذکور ہے۔

[1] ترمذی نے ۲۷۲۹ میں کتاب الاستئذان باب ماجاء فی المصافحہ کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۷۰۲ میں کتاب الادب باب المصافحہ کے تحت اس کو نقل کیا ہے اور احمد نے ۱۹۸/۳ میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں حنظلہ بن عبداللہ السدوسی نامی راوی ضعیف ہے' لیکن شعیب بن حجاب' کثیر بن عبداللہ مہلب بن ابی صفرہ نے اس کی متابعت کی ہے۔ ضیاء کے نزدیک ''منتقی'' میں ان کی وہ روایتیں مذکور ہیں' جو انہوں نے مرو میں سنی ۲۳/۱' ۷/۸/۲ اور ابن شاہین نے اپنی رباعیات ۲/۷/۲ میں نقل کیا ہے' اس لئے حدیث حسن ہے' جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے۔

یعنی باندازکورنش یا بحالت رکوع داخل ہو جاؤ' اس لئے کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ممکن نہیں' اور تعظیم کے طور پر کھڑے ہونے سے ممانعت آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آدمی خود بیٹھا ہو اور لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں یہ عجمی لوگوں کا طریقہ ہے حتی کہ نماز کی حالت میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے اس لئے آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اگر امام کسی عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھے تو مصلی بھی بیٹھ کر ہی نماز ادا کریں جب کہ لوگ تندرست ہوں' اور ان کو کوئی عذر نہ ہوتا کہ اس کے بیٹھتے ہوئے لوگوں کے کھڑے ہونے میں تعظیم کا مفسدہ نہ پیدا ہو' حالانکہ یہاں قیام اللہ کے لئے ہے جب اس کی اجازت نہیں دی گئی تو پھر بندے کی تعظیم کے لئے اور اس کی بندگی کے واسطے کھڑے ہونے کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ دین سے ناواقف گمراہ لوگوں نے اللہ کی عبادت کا درجہ گھٹا دیا اور اس میں ان مخلوق کو بھی شریک کر دیا جن کی دنیا میں وہ تعظیم کرتے ہیں چنانچہ غیر اللہ کو سجدہ کر بیٹھے' اس کے لئے رکوع کیا اور نمازیوں کی طرح اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور غیر اللہ کی قسم کھائی اور اس کے لئے نذر و نیاز مانی اور اسی کے نام پر سر منڈایا اور جانور ذبح کئے اور بیت اللہ کے علاوہ کا طواف شروع کر دیا اور اس کی عظمت کا اظہار محبت خوف و رجاء اور بندگی کے ذریعہ کیا جیسے کہ خالق حقیقی کی تعظیم کی جاتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تعظیم کرتے ہیں' اور جن مخلوق کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں ان کو رب العالمین کے برابر جانتے ہیں' یہی لوگ جو انبیاء کی دعوت حق کے مخالف ہیں اور یہی لوگ اپنے خود ساختہ خداؤں کو اللہ کا ہم پلہ جانتے ہیں ایسے ہی لوگ بروز قیامت جہنم میں اپنے خود ساختہ معبودان باطل کے ساتھ جھگڑیں گے اور کہیں گے۔

((تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.))(شعراء ۹۸)

''اللہ گواہ ہے کہ ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو رب العالمین کا ہم پلہ جانتے تھے''۔

اور انہی لوگوں کے بارے میں قرآن نے کہا کہ:

((وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ.)) (بقرہ – ۱۶۵)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو معبود بناتے ہیں اور ان (معبودان باطل) سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیے اور جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر دل لگا ؤ رکھتے ہیں''۔

یہ ساری چیزاور تمام طریقے شرک ہیں اور اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا' سر مونڈنے کے متعلق ہدایات نبوی کے بارے میں یہ فصل بیچ میں آگئی تھی اور اس سلسلے میں گفتگو بھی کرنی ضروری تھی' اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

روحانی مفرد و مرکب دواؤں اور طبعی دواؤں کے ذریعہ علاج میں ہدایات نبوی کے بارے میں چند فصلیں اب بیان کی جارہی ہیں۔

۶۸-فصل

نظر بد کے علاج کی بابت ہدایات نبوی

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ.))[1]

"ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظر لگنا حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر کو کاٹ سکتی ہے تو یہی نظر بد ہی کاٹتی ہے"۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بخار' نظر بد اور پھوڑے میں جھاڑ پھونک کی رخصت دی۔[2]

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَيْنُ حَقٌّ.))

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظر لگنا حق ہے"۔[3]

سنن ابوداؤد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ

---

[1] امام مسلم نے ۲۱۸۸ میں کتاب السلام باب الطب والرقی کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

[2] امام مسلم نے ۲۱۹۶ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیه من العین والنملة والحمة کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔اور نظرۃ' حمۃ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا' جس کے معنی زہر کے ہوتے ہیں۔اور قریبی مفہوم کی وجہ سے اس کا اطلاق بچھو کے ڈنک پر بھی ہوتا ہے کیونکہ ڈنک سے ہی زہر خارج ہوتا ہے۔اور نملہ پہلو میں نکلنے والے زخم کو کہتے ہیں۔

[3] بخاری نے ۱۰/۱۷۳ کتاب الطب باب العین حق کے تحت اور مسلم نے ۲۱۸۷ کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

((كَانَ يُؤْمَرُ الْعَائِنُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِيْنُ.)) [1]

"نظر بد کرنے والے کو وضو کرنے کا حکم دیا جاتا اور نظر زدہ کو اس سے غسل کرنے کا حکم دیا جاتا"۔

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

((قَالَتْ اَمَرَنِی النَّبِیُّ ﷺ اَوْ اَمَرَ اَنْ نَسْتَرْقِیَ مِنَ الْعَيْنِ.)) [2]

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یا دوسرے کو نظر بد میں جھاڑ پھونک کرنے کا حکم دیا"

امام ترمذی نے سفیان بن عیینہ کی حدیث نقل کی ہے جسے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے انہوں نے عروہ بن عامر سے انہوں نے عبید بن رفاعہ زرقی سے روایت کی روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ:

((يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ بَنِیْ جَعْفَرَ تُصِيْبُهُمُ الْعَيْنُ اَفَاَسْتَرْقِیْ لَهُمْ فَقَالَ نَعَمْ فَلَوْ كَانَ شَیْءٌ يَسْبِقُ الْقَضَاءَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ قَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.)) [3]

"اے رسول اللہ ﷺ بنو جعفر کے لوگوں کو نظر بد لگ جانے کی بیماری ہوتی ہے تو کیا میں ان کے لئے جھاڑ پھونک کروں' آپ نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرتی تو وہ نظر بد سبقت کرتی ترمذی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے"

اور امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب سے اور انہوں نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ:

((رَاٰی عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَارَاَيْتُ كَالْيَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخَبَّاَةٍ قَالَ فَلُبِطَ سَهْلٌ فَاَتٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامِرًا فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ

---

[1] ابوداؤد نے ۳۸۸۰ میں کتاب الطب باب ماجاء فی العین کے تحت اس کو نقل کیا' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور اس کی اسناد بھی صحیح ہیں۔

[2] بخاری نے ۱۰/۱۶۹-۱۷۰ میں کتاب الطب باب رقیۃ العین کے تحت اور مسلم نے ۲۱۹۵ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

[3] ترمذی نے ۲۰۵۹ میں امام احمد بن حنبل نے ۶/۴۳۸ میں اور ابن ماجہ نے ۳۵۱۰ میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند عمدہ ہے۔

وَقَالَ عَلَامَ يَقْتُلُ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ اَلَّا بَرَّكْتَ اِغْتَسِلْ لَهُ فَغَسَلَ لَهُ عَامِرٌ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَ مِرْفَقَيْهِ وَ رُكْبَتَيْهِ وَاَطْرَافَ رِجْلَيْهِ وَ دَاخِلَةَ اِزَارِهٖ فِيْ قَدَحٍ ثُمَّ صَبَّ عَلَيْهِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ.)) [1]

''عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اللہ کی قسم آج سے زیادہ کوئی عمدہ دن اور چمکتی جلد نہیں دیکھی اتنے میں سہل تڑپنے لگے' حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے پاس حضورؐ تشریف لائے' اور یہ دیکھ کر اس پر غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ کس بنیاد پر تم سے کوئی اپنے بھائی کی جان لے لیتا ہے' تم کو برکت نہ دی جائے' اسے غسل دو' چنانچہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے ان کے چہرے' دونوں ہاتھ دونوں کہنیاں اور دونوں گھٹنے اور پیر کے اطراف اور شرمگاہ کو ایک پیالے میں دھویا اور اسے ان کے اوپر بہایا تو سہل کو افاقہ ہو گیا اور چین کی سانس لی''۔

اور امام مالک رحمہ اللہ اس حدیث کو بھی محمد بن ابوامامہ بن سہلؓ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جس میں فرمایا کہ

((اِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ تَوَضَّأْلَهُ.)) [2] ''نظر بد کا لگنا حق ہے تو اس سے وضو کرو''

عبدالرزاق نے عن معمر عن ابن طاؤس میں عن ابیہ کے واسطے سے ایک مرفوع حدیث بیان کی ہے۔

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَ اِذَا اسْتُغْسِلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَغْتَسِلْهُ وَ وَصْلُهُ صَحِيْحٌ.)) [3]

''نظر بد لگنا حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر پر قابو پاتی تو نظر بد ہی قابو پاتی اگر تم میں سے کسی کو غسل کرنے کے لئے کہا جائے تو اسے غسل کرا دو''۔

---

[1] امام مالکؒ نے موطا ۲/ ۹۳۸ کے کتاب العین کے شروع میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

[2] امام مالکؒ نے موطا ۲/ ۹۳۸ میں اور ابن ماجہ نے ۳۵۰۹ میں اس کو بیان کیا اور احمد نے ۳/ ۴۸۶' ۴۸۷ میں زہری کے واسطہ سے بیان کیا کہ انہوں نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا کہ ان کے باپ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ ابن حبان نے ۱۴۲۴ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

[3] عبدالرزاق نے ''مصنف'' ۱۹۷۰ میں اس کو بیان کیا اس کی اسناد صحیح ہے' لیکن یہ مرسل ہے۔ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم ۲۱۸۸ میں وہیب عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباسؓ کی سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔

اس حدیث کا موصول ہونا ہی صحیح ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نظر بد لگانے والے کو ایک پیالہ پانی لانے کو کہا جائے گا اس میں اس کی ہتھیلی داخل کی جائے اور اس میں کلی کرائی جائے اور اس کلی کے پانی کو پیالہ میں ڈالنے کو کہا جائے' اور اس کا چہرہ پیالہ میں دھلایا جائے پھر اس کا بایاں ہاتھ برتن میں داخل کرایا جائے اور پانی کو اس کے دائیں گھٹنے پر بہایا جائے اس کے بعد دایاں ہاتھ داخل کرائیں اور اس کا پانی بائیں گھٹنے پر بہائیں پھر اس کی شرم گاہ دھلائی جائے اور پیالہ اب زمین پر نہ رکھا جائے' اس کے بعد نظر زدہ شخص کے پیچھے کی جانب سے اس کے سر پر یکبارگی پانی بہایا جائے۔ [1]

نظر بد دو قسم کی ہوتی ہے' ایک نظر بد انسانی' اور دوسرے نظر بد شیطانی۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لونڈی کو دیکھا جس کے چہرے پر سیاہ دھبہ تھا آپ نے فرمایا کہ اس پر جھاڑ پھونک کرو کیونکہ اس کو نظر بد لگ گئی ہے۔ [2]

حسین بن مسعود فراء نے کہا کہ "سفعة" یہ شیطانی نظر بد ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کو جو نظر بد لگی ہے وہ شیطانی ہے یہ نیزے کی انیوں سے بھی زیادہ تیز اثر دکھاتی ہے۔ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی جاتی ہے۔

((اِنَّ الْعَيْنَ لَتُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ.)) [4]

نظر بد انسان کو قبر تک اور اونٹ کو ہانڈی تک پہنچا دیتی ہے' یعنی بالکل فنا کر دیتی ہے

---

[1] اس کو بیہقی نے اپنی سنن ۳۵۲/۹ میں سہل کی حدیث کے بیان کرنے کے بعد نقل کیا ہے۔

[2] بخاری نے ۱۷۱/۱۰' ۱۷۲ میں کتاب الطب باب رقية العين اور مسلم نے ۲۱۹۷ میں کتاب السلام باب رقية العين والسنفعة بفتح السين کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے' سفعة کی سین کو ضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس کا معنی ہے چہرے کی سیاہی اور اسی سے سفعة الفرس ہے' گھوڑے کی پیشانی کی سیاہی اور اصمعی نے لکھا ہے کہ ایسی سیاہی جس میں سرخی کی جھلک ہو' بعضوں نے زردی مراد لی ہے اور بعض نے کسی اور رنگ کے ساتھ سیاہی مراد لی ہے۔ اور ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ یہ ایسا رنگ ہے۔ جس سے چہرے کا حقیقی رنگ بدل جائے' سبھی معنی قریب قریب ہیں۔

[3] دیکھئے شرح السنة ۱۶۳/۱۳ ہماری تحقیق کے ساتھ۔

[4] یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو ابو نعیم نے "حلیہ" ۹۰/۷ میں اور ابن عدی خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ۲۴۴/۹ میں حدیث جابر بن عبداللہ سے اس لفظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اَلْعَيْنُ لَتُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ اور شعیب بن ایوب عن معاویہ عن ہشام کے واسطہ سے اس کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ صابونی نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی کہ جو اس روایت سے تمسک پسند کرے تو وہ کر لے' ذہبی نے میزان میں شعیب کے حالات (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

ابوسعید سے مروی ہے کہ نبی ﷺ شیطان اور انسان کی نظر بد سے پناہ مانگتے تھے۔[1]

ایک جماعت نے جس کو عقل وخرد کا بہت کم حصہ ملا ہے نظر بد کا انکار وابطال کیا ہے انہوں نے اسے اوھام قرار دیا جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ وہی لوگ ہیں جو عقل وخرد سے عاری ہیں ان کی عقلوں پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں' اور ان کی طبیعتیں غیر معمولی طور پر ٹھوس اور بھدی ہیں' اور معرفت روح و نفس سے کوسوں دور ہیں اور روحانی ونفسانی صفات وخصوصیات اور اثرات سے ناآشنا ہیں دنیا کے ہر مذہب وملت کے باہوش اور دانا لوگوں نے نظر بد کے قائلین کی ہمنوائی کی' اور اس کا انکار وابطال نہ کیا یہ الگ بات ہے کہ اس کے اسباب اور انداز تاثیرات کے سلسلے میں ان کا نقطہ نظر جدا جدا رہا۔

چنانچہ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ بدنظری کرنے والا جب خود کو کیفیات رویہ سے پوری طرح متکیف کر لیتا ہے تب آنکھ سے زہریلے مادے کو چھوڑتا ہے جو نظر زدہ تک پہنچتا ہے تو اس کو ضرر کا احساس ہوتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس طرح سانپ کا اثر جسم انسانی میں سرایت کر جاتا ہے۔

اسی طرح اس کے زہریلے اثرات سے متاثر ہو کر انسان مر جاتا ہے یہ بھی مشہور ہے۔

کہ سانپ کی بعض قسمیں ایسی ہوتی ہے' جن کی طرف صرف دیکھنے سے اس کا اثر جسم انسانی میں سرایت کر جاتا ہے اور انسان ہلاک ہو جاتا ہے بالکل یہی صورت نظر بد لگانے والے کی ہے۔

ایک دوسری جماعت نے کہا کہ بعض لوگوں کی نگاہوں میں ایسا غیر مرئی جوہر لطیف ہوتا ہے جو مریض کی طرف منتقل ہو کر اسکے جسم کے مسامات میں سرایت کر جاتا ہے جس سے اس کو ضرر پہنچتا ہے۔

ایک تیسری جماعت کا خیال ہے کہ مخلوق کے ساتھ باری تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے کہ ضرر پہنچائے تو اسے ضرر پہنچا دیتا ہے خواہ مخواہ کے لئے نظر بد والے شخص کی آنکھ پر اس تہمت کے عائد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے یہ وہ لوگ کہتے ہیں جو اسباب قوی اور تاثیرات عالم کے منکر ہیں' انہوں نے اپنے اوپر تاثیرات کے اسباب کے دروازے بند کر لئے ہیں بلکہ انہوں نے ساری دنیا کے عقلاء کی مخالفت کی ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ) کے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ان کی ایک حدیث منکر ہے۔ جس کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے' ان کی مراد یہی حدیث ہے۔

[1] ترمذی نے ۲۰۵۹ میں اور نسائی نے ۲۷۱/۸ میں' ابن ماجہ نے ۳۵۱۱ میں اس کو ذکر کیا' اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا' اور پوری حدیث یوں ہے: فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ أَخَذَ بِهِمَا وَ تَرَكَ مَاسِوَىٰ ذٰلِكَ.

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ باری تعالیٰ نے اجسام و ارواح میں مختلف طبیعتیں اور مختلف قوتیں ودیعت فرمائی ہیں اور ان میں سے بہت کو کیفیات و خصوصیات موثرہ عطا فرمائی ہیں دنیا کا کوئی بھی دانش مند اجسام میں روح کی تاثیرات کا منکر نہیں ہے اس لئے کہ یہ ایک محسوس و مشاہد چیز ہے آپ شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ کسی باحشمت کو دیکھ کر یا ندامت کے وقت چہرے پر غیر معمولی سرخی دوڑ جاتی ہے اور خوفناک چیز کو دیکھ کر چہرہ زرد پڑ جاتا ہے لوگوں نے نظر بد کے مریض کا کمزور قوی شخص کے اندر اسی چیز کا مشاہدہ کیا' یہ سب تو صرف تاثیر روح ہی کا تو نتیجہ ہوتی ہیں' اور حالانکہ اس میں نگاہ کا کیا قصور بلکہ یہ محض روح کی تاثیر ہوتی ہے اور روحیں طبیعت' قوت اور کیفیات و خصوصیات کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں چنانچہ حاسد کی روح سے حسد زدہ کو ضرر پہنچتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ حاسد کے شر سے پناہ مانگا کریں۔

محسود کی ضرر رسانی میں نظر حاسد کی تاثیر ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اس کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو لباس انسانیت سے عاری ہوگا' یہی نظر بد کی تاثیر کی حقیقت ہے اس لئے کہ حاسد کا نفس خبیث بدترین کیفیات کے ساتھ جڑا ہوتا ہے اور حسد زدہ کے مقابل آتا ہے اور اس میں اسی خبیث کیفیت کی وجہ سے اثر انداز ہوتا ہے اس کی مثال کے لئے سانپ کو پیش کرنا سب سے مناسب ہے اس لئے کہ سانپ میں زہریلا مادہ بالقوۃ پوشیدہ رہتا ہے جب وہ اپنے دشمن کے مقابلہ میں آتا ہے' تو اس کی قوت غضب شدید ہو جاتی ہے اور ایک ضرر رساں خبیث کیفیت کے ساتھ یہ قوت پورے طور پر ابھر آتی ہے اور بعض اوقات یہ قوت اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ اس کے اثر سے جنین ساقط ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی قوت بصارت زائل ہو جاتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے دم بریدہ اور پھن دار سانپ کے متعلق فرمایا' کہ یہ دونوں سانپ قوت بصارت کو زائل کر دیتے اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔ [1]

---

[1] بخاری نے ۶/ ۲۴۸ میں کتاب بدء الخلق باب قول اللہ وبث فیھا من کل دابۃ کے تحت اور امام مسلم نے ۲۲۳۳ میں کتاب السلام باب قتل الحیات و غیرھا کے تحت حدیث ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے "والطفیتان" سانپ کی پشت پر دو سفید دھاریوں کو کہتے ہیں "الابتر" دم بریدہ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان "یلتمسان البصر" یہ دونوں آنکھ کو اچک لیتے ہیں' خطابی نے کہا کہ اس قول کی دو طرح سے تاویل کی گئی ہے۔ پہلی تاویل یہ کی گئی کہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں نگاہ کی روشنی اچک لے جاتے ہیں' اور ان کو بے نور کر دیتے ہیں۔ یہ صرف ان کی طرف دیکھنے کے اثر سے ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی آنکھوں میں ایسی خاصیت رکھی ہے' کہ وہ انسان کی نگاہ پر پڑتے ہی اسے بے نور کر دیتی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نگاہوں میں ڈنک مار کر یا خراش لگا کر آنکھ کو بے نور کر دینے کا دونوں ارادہ کرتے ہیں' لیکن پہلا معنی زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔

اسی طرح سے یہ کیفیت انسان میں صرف دیکھنے ہی سے اثر کر جاتی ہے' چہ جائیکہ اس کو چھوئے' اس لئے کہ ان نفوس میں خبث غیر معمولی طور سے ہوتا ہے اور ان کی کیفیات موثرہ اور تاثیرات خبیثہ محتاج مساس نہیں ہوتیں کہ جسم تک پہنچیں جیسا کہ بعض لوگ جن کو طبیعت و شریعت دونوں ہی میں دسترس نہیں ہوتی ایسا سمجھتے ہیں' بلکہ تاثیر نفس کبھی اتصال سے کبھی محض سامنا ہونے کبھی نگاہ پڑنے کبھی روح کی اثر پذیری کی طرف متوجہ ہونے سے جھاڑ' پھونک' دعا اور تعوذ سے اور کبھی وہم و تخیل کی بنیاد پر ہوتا ہے نظر بد لگانے والے کا اثر صرف رویت ہی پر موقوف نہیں بلکہ بہت سے نظر بد لگانے والے نابینا ہوتے ہیں جو بلا دیکھے ہی نگاہ ڈالتے ہی جس شخص پر نظر بد کرنا ہوتا ہے اثر انداز ہوتے ہیں' خود اللہ نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرمایا:

((وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ.))

[قلم – ۵۱]

''اگر کافروں کا بس چلے تو یہ کوشش کریں گے کہ وہ آپ کو اپنی نگاہوں کی تاثیر سے گرادیں' جب وہ قرآن سنتے ہیں''۔

دوسری جگہ فرمایا:

((قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ. وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ. وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ.)) [سورہ فلق]

''اے رسول کہہ کہ میں سفیدہ صبح کے مالک کی پناہ میں آیا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے اور گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں' اور حاسد کے حسد سے جب وہ حسد کرے''۔

ہر نظر بد والا شخص حاسد ہوتا ہے' لیکن ہر حاسد بد نگاہ نہیں ہوتا چونکہ جب ثابت ہو گیا کہ حاسد بد نگاہ سے زیادہ عام ہوتا ہے تو اس سے بھی پناہ طلب کرنا اسی طرح ہوگا' جیسے بد نگاہ سے استعاذہ کیا جاتا ہے کیونکہ نظر بد ایک تیر ہوتا ہے جو حاسد اور عائن کے نفس سے نکلتا ہے' جو حسد زدہ اور نظر زدہ کی جانب چلتا ہے کبھی نشانے پر لگتا ہے اور کبھی خطا کر جاتا ہے اس لئے اگر یہ تیر کسی ایسے شخص کو پہنچا جو بالکل سامنے ہو اس کے آتے کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس پر اثر کر جاتا ہے اور اثر کرنا ضروری بھی ہے اور اگر یہ کسی ایسے شخص کی طرف جاتا ہے' جو انتہائی محتاط ہو اور خود زرہ پوش ہو جس میں تیر کے پیوست ہونے کی کوئی گنجائش نہ ہو تو اس شخص پر یہ اثر نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات یہ تیر الٹا مارنے والے کی جانب لوٹ جاتا ہے یہ ایسا ہی ہے

جیسے کہ کوئی ہوا میں تیر پھینکے اس لئے اس کا تعلق ارواح ونفوس سے ہوتا ہے اور یہ اجسام وابدان سے متعلق ہوتی ہے اس کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ نظر بد لگانے والے شخص کو جب کوئی چیز عمدہ لگتی ہے' تو وہ اپنے نفس کی کیفیت خبیثہ کو اس کے پیچھے لگا کر اپنے تیر نظر کی سمیت کو نظر زدہ تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی آدمی خود کو ہی نظر لگا دیتا ہے اور کبھی غیر ارادی طور پر نظر بد لگ جاتی ہے بلکہ فطری اور طبعی طور پر ایسا ہو جاتا ہے' اور یہ نظر بد نوع انسان کی جانب سے نظر بد میں سب سے بری ہے' اسی لئے ہمارے فقہاء کرام نے یہ رائے دی ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کا معلوم ہو تو اسے چاہیے کہ امام وقت اس کو جیل میں بند کر دے' اور ایسی صورتیں پیدا کرے جس سے اس کی موت ہو جائے یہی رائے قطعی طور پر بہت مناسب معلوم ہوتی ہے۔

۶۹۔ فصل

''نظر بد کا طبّ نبوی سے علاج''

نظر بد کے علاج کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے کئی طریقے منقول ہیں' چنانچہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں سہل بن حنیف سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہمارا گذر ایک سیلاب زدہ ندی سے ہوا میں نے اس میں داخل ہو کر غسل کر لیا' جب باہر نکلا تو بخار زدہ تھا' یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوثابت سے کہو کہ تعوذ کریں میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا جھاڑ پھونک کرنا بہتر ہوگا' آپ نے فرمایا کہ نظر بد' بخار اور ڈنک مارنے کے علاوہ کسی چیز کے لئے جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

حدیث میں مذکور لفظ نفس سے مراد نظر بد ہے چنانچہ عربی محاورہ میں کہتے ہیں۔
((اَصَابَتْ فُلَانًا نَفْسٌ)) ''یعنی فلاں کو نظر بد پہنچی''۔ اسی طرح کہتے ہیں الناحس یعنی نظر بد لگانے والا' لدغہ' بچھو وغیرہ کے ڈنک مارنے کو کہتے ہیں۔
ہمارے یہاں' تعوذ اور جھاڑ پھونک معوذ تین سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی کے بکثرت پڑھنے کے

---

[1] ابوداؤد نے ۳۸۸۸ میں کتاب الطب باب ماجاء فی الرقی کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راویہ رباب ہیں جو عثمان بن حکیم کی دادی ہیں۔ ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ان کو ثقہ نہیں کہا ان کے علاوہ اس حدیث کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔

ذریعہ ہوتا ہے‘ اس کے علاوہ معوذات نبوی بھی منقول ہیں‘ جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ .))

’’میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کے شر سے اس کی پناہ چاہتا ہوں‘‘۔

۲۔ ((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ))

’’میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ ہر وہم میں ڈالنے والے شیطان اور ہر نظر بد سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں‘‘

۳۔ ((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّیْلِ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ .))

’’میں اللہ کے ان کلمات تامہ کے ذریعہ جن سے کسی بھی نیک و بد کو رہائی نہیں مخلوق کے تمام ظاہری و پوشیدہ شر سے اس کی پناہ چاہتا ہوں اور اس شر سے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اس شر سے جو آسمان کی طرف رخ کرتا ہے پناہ چاہتا ہوں اور اس چیز کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو زمین میں گھس جاتی ہے اور جو زمین سے نکلتی ہے اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں‘ اور رات و دن کے فتنوں اور رات کو آنے والی مصیبتوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں‘ مگر یہ کہ کوئی خیر کا پیغام لے کر آئے‘‘۔

۴۔ ((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَ عِقَابِہٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ .))

میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ اس کے غضب‘ عذاب‘ اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانی فریب سے اور موت کے وقت حاضر ہونے سے میں اس کی پناہ چاہتا ہوں۔

۵۔ ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ وَ کَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ‘ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ تَکْشِفُ الْمَاْثَمَ وَالْمَغْرَمَ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا یُھْزَمُ جُنْدُکَ وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُکَ سُبْحَانَکَ وَ بِحَمْدِکَ .))

اے اللہ میں تیری برتر و بالا ذات اور تیرے کلمات تامہ کے ذریعہ تیری گرفت ’’میں رہنے والی ہر چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں‘ اے اللہ تو ہی قرض اور گناہ کو دور کرتا ہے‘ اے اللہ

تیرے لشکر کو کبھی ہزیمت نہیں ہوئی اور تیرا وعدہ پورا ہونے والا ہے تو پاک ہے' تیری ہی تعریف مناسب ہے''

۶- ((اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَا شَيْءَ اَعْظَمُ مِنْهُ وَ بِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُ هُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَاعَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَأَ وَبَرَأَ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.))

''اللہ برتر کے چہرے کے ذریعہ جس سے بڑی کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور اس کے کلمات تامہ کے ذریعہ جن سے کوئی اچھا اور برا شخص تجاوز نہیں کر سکتا اور اللہ کے عمدہ ناموں کے واسطے سے میں ان تمام مخلوق کی ظاہری و پوشیدہ برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں' جو مجھے معلوم ہیں' اور جو مجھے معلوم نہیں اور ہر شریر کی شرارت سے جن کی برائی کی میں طاقت نہیں رکھتا' اور ہر برے کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں' جس کا تو ہی مالک ہے' بیشک میرا رب مجھے راہ راست پر لگائے''۔

۷- ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْءُ لَمْ يَكُنْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا' اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهٖ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.))

''اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور تو ہی عرش عظیم کا رب ہے جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا' اللہ کے علاوہ کسی کی طاقت و قوت نہیں' مجھے معلوم ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور علم الٰہی ہر چیز کو محیط ہے اور ہر چیز کی تعداد اس کے پاس ہے' اے اللہ میں اپنے نفس کے شر اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ چاہتا ہوں' اور ہر جاندار کی برائی سے جس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے تیری پناہ چاہتا ہوں' میرا اللہ ہی سیدھی راہ پر ہے''۔

یا اگر چاہے تو یوں کہے:

((تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلٰهِيْ وَاِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ اسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّ

بِلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِ حَسْبِيَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِ حَسْبِيَ الَّذِيْ هُوَ حَسْبِيْ حَسْبِيَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرَامِيْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ))

"میں نے لا الہ الا ھو کا قلعہ بنالیا وہی اللہ میرا اور ہر چیز کا معبود ہے میں نے اپنے رب اور ہر چیز کے رب سے بچاؤ طلب کیا' اور اس زندہ پر توکل کیا جو کبھی مرے گا نہیں' اور میں نے شر کو لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے ذریعہ دفع کیا اللہ میرے لئے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے اللہ بندوں کے مقابلہ میں میرے لئے کافی ہے اور خالق میرے لئے مخلوق کے بہ نسبت کافی ہے اور رازق مرزوق کی طرف سے میرے لئے کافی ہے میرے لئے وہ ذات کافی ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی ملکیت ہے وہ سزا دے سکتا ہے کوئی اس کو سزا نہیں دے سکتا مجھے وہ اللہ کافی ہے جس نے پکارنے والے کی پکار سنی' اور اللہ کے علاوہ میرا مقصد نہیں' اللہ میرے لئے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے"۔

جس نے ان دعاؤں اور معوذات کا تجربہ کیا اس نے اس کی منفعت کو جان لیا اور اس کی اہمیت و ضرورت اس کی نگاہ میں بڑھ گئی اس سے نظر بد کے اثرات دور ہوتے ہیں اور جس کی قوت ایمانی جتنی مضبوط ہوگی اس کا پڑھنے والا اسی قدر اس سے منفعت حاصل کرے گا' یہ چیز خود اس کی قوت نفس' اس کی استعداد و صلاحیت اور قوت توکل اور دل جمعی پر موقوف ہے اس لئے یہ ایک ہتھیار ہے' اور ہتھیار کے لئے ہتھیار چلانے کی قوت و طاقت ضروری ہے۔

۷۰-فصل

نظر بد کا فوری تدارک

اگر کسی نظر بد لگانے والے شخص کو خود اپنی نظر لگنے کا خدشہ ہو تو اسے فوراً یہ دعا پڑھ کر اس کا شر دفع کرنا چاہیے۔

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ)) "اے اللہ تو اس پر برکت نازل فرما"

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے عامر بن ربیعہ سے فرمایا جن کی نظر بد کا شکار سہل بن حنیف ہو گئے تھے کہ کیوں نہ تم نے دیکھ کر برکت کی دعا کی اور اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَیْہِ کہا؟

اسی طرح سے نظر بد کا اثر ((مَاشَاءَ اللّٰہُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ)) سے بھی ختم ہو جاتا ہے ہشام بن عروہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ کوئی چیز دیکھتے جوان کو بھلی لگتی یا اپنے باغات میں سے کسی شاداب باغ میں داخل ہوتے تو پڑھتے۔ ((مَاشَاءَ اللّٰہُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ))

اسی طرح حضرت جبریلؑ سے منقول وہ دعا ہے، جس سے آپ نے حضور ﷺ پر دم کیا تھا، اور جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

((بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنِ حَاسِدٍ اللّٰہُ یَشْفِیْكَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْكَ)) [1]

''اللہ کے نام سے میں تجھ پر دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھے اذیت دے اور ہر نظر بد کے شر اور حاسد کی نظر بد سے، اللہ تجھے شفا عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ پر دم کرتا ہوں''۔

سلف کی ایک جماعت نے آیات قرآنی کو لکھ کر اس کو پانی میں گھول کر مریض کو پلانے کی اجازت دی ہے مجاہد کا کہنا ہے کہ قرآن کو لکھ کر پانی سے دھونے کے بعد اس کا پانی پلانا قابل اعتراض نہیں ہے، اسی جیسی بات حضرت ابو قلابہ سے بھی منقول ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت کو جس کو زچگی کی تکلف تھی، قرآن کی آیت لکھ کر اسے دھو کر پلانے کا حکم دیا، ابو ایوب نے بیان کیا کہ میں نے ابو قلابہ کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن کا کچھ حصہ لکھا پھر پانی سے دھو کر اس کا پانی ایسے شخص کو پلایا جو درد سے بے قرار تھا۔

۷۱- فصل

طریقہ علاج کی حکمتیں

اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عائن اپنے کنج ران بغل، اپنے ہاتھ پیر اور اپنے ازار کے اندرونی

---

[1] امام مسلم نے ۲۱۸۵ میں کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے۔

حصہ کو دھوئے داخل ازار کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ شرم گاہ مراد ہے دوسرا قول یہ کہ اس سے مراد اس کے ازار کا وہ اندرونی کنارہ جو دائیں جانب سے اس کے بدن سے متصل رہتا ہے پھر اس پانی سے نظر زدہ کے اوپر اس کے پیچھے سے یکبارگی بہایا جائے' یہ علاج ایسا نادر ہے' جس تک اطباء کی رسائی نہیں اور جس نے اس کا انکار کیا یا اس کا مذاق اڑایا یا اس میں شک وشبہہ کیا یا اس کو عقیدہ کے طور پر نہیں بلکہ بطور تجربہ کیا تو یہ علاج ایسے شخص کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔

جب کہ طبیعت میں ایسے خواص پائے جاتے ہیں' جن کے اسباب وعلل سے اطباء کبھی بھی واقف نہیں ہو سکتے بلکہ یہ ان کے نزدیک قیاس سے بھی خارج ہے' اور بالخاصیۃ اثر انداز ہونے والی چیز ہے تو پھر زنادقہ اور ناواقف لوگ شریعت کے خواص کا انکار کریں تو اس میں کوئی تعجب نہیں' حالانکہ اس غسل کے علاج کے منافع پر تمام باہوش لوگ گواہی دیتے ہیں اور اس کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ ایک مناسب اور بہتر طریقہ علاج ہے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ سانپ کے زہر کا تریاق اس کے گوشت میں ہوتا ہے' اور غضبناک نفس کی تاثیر کا علاج غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں ہے اور آگ پر ہاتھ رکھ دینے یا اس کو چھونے سے وہ بجھ جاتی ہے اسی طرح غصہ کو ٹھنڈا کرنے سے اس کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے جیسے کوئی آدمی ایسا ہو جس کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ ہو اور وہ تم پر اسے پھینکنا چاہتا ہے تو تم اس پر پانی ڈال دو' تو یہ شعلہ اس کے ہاتھ ہی میں بجھ جائے گا' اسی لئے عائن کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ کہے' اے اللہ اس پر برکت نازل کر' تا کہ یہ کیفیت خبیثہ اس دعا کے ذریعہ جو نظر زدہ کے لئے احسان ہے ختم ہو جائے اس لئے اضداد ہی سے علاج کیا جاتا ہے اور چونکہ یہ کیفیت خبیثہ جسم انسانی کے رقیق حصوں سے نکلتی ہے' اس لئے اس میں قوت نافذہ بھی ہوتی ہے' چنانچہ آپ کو کنج ران' بغل اور داخل ازار سے جب کہ اس سے مراد فرج ہو تو اس سے رقیق حصہ کہاں ملے گا' جب اسے پانی سے دھویا جائے تو ان رقیق جگہوں سے نکلنے والی کیفیات ردیہ کی تاثیر ختم ہو جائے گی' مزید برآں یہ مقامات شیطانی ارواح کے لئے بھی مخصوص ہوتے ہیں۔

مقصد یہ کہ ان جگہوں کو پانی سے دھونے سے ناریت بجھ جاتی ہے' اور اس کا زہریلا مادہ ختم ہو جاتا ہے مزید برآں غسل کا اثر جب قلب تک پہنچتا ہے جو بدن کا سب سے رقیق ترین حصہ ہے اور وہاں تک نفوذ بھی بسرعت ہوتا ہے تو پانی سے ناریت وسمیت دونوں ختم ہو جاتی ہیں' اور نظر زدہ بالکل شفایاب ہو جاتا ہے' جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ڈنک مارنے کے بعد اگر زہریلا جانور مار ڈالا جاتا ہے' تو ڈنک زدہ پر اس زہر کا اثر بھی کمزور ہو جاتا ہے' اور مریض کو آرام مل جاتا ہے' اور اگر ڈنک مارنے کے بعد ڈنک

مارنے والا جانور زندہ رہ جائے تو زہر اپنا اثر پورے طور پر دکھاتا ہے اور اس کا غیر معمولی اثر ڈنک زدہ تک پہنچتا ہے جب تک کہ اسے مار نہ ڈالا جائے مریض کو سکون نہیں ملتا' یہ مشاہدہ ہے' اگرچہ اس کا سبب بظاہر وہ مسرت ہے' جو دشمن کے مارے جانے پر ڈنک زدہ مریض کو حاصل ہوتی ہے اور مریض کے نفس کو یک گونہ سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے اس طرح طبیعت میں اس تکلیف کو برداشت کرنے کی قوت آ جاتی ہے اور مریض اس کا دفاع کر لیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نظر بد والے شخص کے غسل سے اس کی بدنظری سے ظاہر ہونیوالی یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے' اور اس کا اس وقت غسل کرنا جب کہ وہ اس کی کیفیت میں بذات خود مبتلا ہو غیر معمولی طور پر نافع ثابت ہوتا ہے۔

خیر یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ غسل کرنے سے یہ نفع حاصل ہوتا ہے' مگر نظر زدہ پر اس پانی کے بہانے میں کیا مناسبت ہے یہ چیز سمجھ میں نہیں آتی؟ اس بات کو آپ یوں سمجھئے کہ اس میں پورے طور پر مناسبت پائی جاتی ہے' اس لئے یہ پانی ہی ایسی مائیت ہے جس سے یہ ناریت ختم ہوئی' اور جس کے ذریعہ عائن کی کیفیت ردیہ دور ہو گئی' تو جیسے یہ آگ بجھی اسی طرح سے ادھر کی بھی آگ بجھ گئی' اور اثر پذیر مقام کے اثرات اثر انداز عائن سے مختلط ہونے کے بعد ہو گئے اور جس پانی سے لوہا بجھایا جاتا ہے اس کو متعدد طبعی دواؤں میں شامل کر کے اس کے اثرات حاصل کئے جاتے ہیں یہ بات اطباء کے نزدیک معروف ومشہور ہے پھر پانی جس سے نظر بد لگانے والے کی ناریت بجھائی گئی ہے' اسے کسی مناسب دوا میں استعمال کیا جائے تو کون سی چیز مانع ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ طبائع کا علاج اور اس کا تدارک علاج نبویؐ کے طریقہ کے اعتبار سے بالکل ایسا ہی ہے' جیسے فسوں کاروں کا طریقہ علاج اپنے فن طب کے اعتبار سے ہوتا ہے' بلکہ اس سے بھی کمتر ہے اس لئے کہ ان میں اور انبیاء میں جو فرق ہے وہ غیر معمولی ہے بلکہ اس تفاوت سے بھی بڑھا ہوا ہے جو انبیاء اور فسوں کاروں کے طریقہ علاج کے درمیان ہے اس لئے کہ عام انسان کی رسائی' اس کی حقیقت تک ممکن نہیں ہوتی' اسی سے آپ کے سامنے حکمت اور شریعت کے درمیان کا تعلق پوری طرح واضح ہو گیا کہ شریعت وحکمت میں تضاد اور باہمی تناقض نہیں ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہیے صحیح راستے پر لگا دیتا ہے اور جو شخص اس کی توفیق کے دروازے پر دستک دیتا ہے اس کے لئے ہر دروازہ کھل ہی جاتا ہے' اور اسی کے لئے پوری نعمت اور بلند دلیل ہے۔

۴۷-فصل

نظر بند کا دوسرا طریقہ علاج نبوی ﷺ

اس کا ایک دوسرا طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ جس کو بدنظری کا اندیشہ ہو اس کی خوبیاں اور محاسن کو پوشیدہ رکھا جائے اور اس انداز پر رکھا جائے کہ نظر بد کا دفاع ہو سکے جیسا کہ علامہ بغوی نے اپنی کتاب شرح السنہ" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت وجاذب نظر بچے کو دیکھا تو فرمایا کہ ٹھوڑی پر سیاہ نشان لگا دو کہیں اسے نظر بد نہ لگ جائے "نونة" چھوٹے بچے کی ٹھوڑی کے گڑھے کو کہتے ہیں۔[1]

اور خطابی نے "غریب الحدیث" میں ایک حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی سے بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک بچے کو دیکھا جو نظر بد کا شکار ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ اس کی ٹھوڑی پر سیاہ نشان لگا دو۔

ابوعمرو نے بیان کیا کہ میں نے احمد بن یحییٰ سے نونة کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے چاہ ذقن مراد ہے یعنی بچے کی ٹھوڑی کا گڑھا مراد ہے کہ چاہ ذقن کو سیاہ کرنے سے نظر بد نہ لگ پائے گی اس لئے اس جگہ پر سیاہ نشان لگا دو کہ نظر بد کا دفاع ہو سکے۔

اور اسی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے یہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا' اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ[2] تھا' تدسیم بمعنی سیاہ کرنے کے استشہاد کے لئے یہ حدیث یہاں

---

[1] دیکھئے شرح السنہ ص ۱۶/۱۲ ج ۱۳ ہماری تحقیق کے ساتھ۔

[2] اس حدیث کو ہم نے مسند عائشہ میں نہیں پایا جیسا کہ مصنف نے خطابی کے واسطہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ نے ۷/۹۲ مناقب الانصار میں حدیث ابن عباس سے اس کو نقل کیا ہے۔ وہ یوں ہے کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' آپ کے اوپر ایک چادر پڑی ہوئی تھی' جس سے آپ کے دونوں مونڈھے ڈھکے ہوئے تھے آپ کے سر پر ایک سیاہ رنگ کی پٹی تھی' آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اس کے بعد فرمایا' امابعد اے لوگو! لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے مگر انصار کم ہوتے جائیں گے' حتیٰ کہ کھانے میں نمک کی طرح ہو جائیں گے' تو جو کوئی تم میں سے حاکم بنایا جائے' اور ممکن ہے اس سے کسی کو نفع یا ضرر پہنچے تو ان کی اچھی باتوں کو لے لینا' اور ان کی برائیوں سے درگذر کرنا' امام مسلمؒ نے ۱۳۸۵ میں حضرت جابرؓ سے روایت نقل کی ہے' کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یہی حدیث سنن ابی داؤد ۴۰۷۶ میں' ترمذی ۱۷۳۵' نسائی ۵/۲۰۰' ۲۰۱' ابن ماجہ ۲۸۲۲' ۳۵۸۵ میں مذکور ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم ۱۳۵۹ میں' ابوداؤد نے ۴۰۷۷ میں نسائی (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

بیان کی ہے اور شاعر نے بھی اسی معنی کو اختیار کیے ہوئے یہ شعر پیش کیا ہے:

مَا كَانَ اَحْوَجَ ذَا الْكَمَالِ اِلٰى عَيْبٍ يُوَقِّيْهِ مِنَ الْعَيْنِ

''کسی باکمال شخص کو سب سے زیادہ ضرورت ایسے عیب کی ہوتی ہیں جو اسے نظر بد سے بچا سکے''

۷۳۔فصل

نظر بد سے متعلق ایک واقعہ

وہ جھاڑ پھونک جس سے نظر بد دور ہو جائے یہ ہے کہ ابو عبداللہ الساجی سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کسی حج یا غزوہ کے سفر میں ایک خوبصورت دلکش اونٹنی پر سوار تھے' اور ان کی معیت میں ایک بدنگاہ شخص تھا جب بھی وہ کسی چیز پر نگاہ ڈالتا تو وہ برباد ہو جاتی لوگوں نے ابو عبداللہ سے کہا کہ اپنی اونٹنی کو اس بدنگاہ شخص سے بچاؤ تو انہوں نے کہا کہ بھائی اس بدنگاہ کو میری اونٹنی سے کیا لینا دینا' اس بدنگاہ شخص کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ابو عبداللہ کی غیر موجودگی کا انتظار کرتا رہا' چنانچہ موقع پا کر وہ ان کے کجاوہ کے پاس آیا اور اونٹنی پر اپنی نظر بد ڈالی ہی تھی کہ اونٹنی گر پڑی اور تڑپنے لگی' اتنے میں ابو عبداللہ آ گئے تو ان کو اطلاع دی گئی کہ بدنگاہ نے اس پر نظر بد ڈالی ہے اور انہوں نے بچشم خود اسے دیکھا تو فرمایا کہ مجھے اس بدنگاہ شخص کو دکھاؤ جب اسے دکھا دیا گیا آپ نے وہاں کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھنی شروع کی۔

((بِسْمِ اللّٰهِ حَبْسٌ حَابِسٌ وَ حَجَرٌ يَابِسٌ وَ شِهَابٌ قَابِسٌ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ.))

''اللہ کے نام سے وہ روکنے والا روک ہے خشک پتھر اور جلتا ہوا شہاب ہے میں بدنگاہ کی نظر بد کو اس پر اور اس کے نزدیک لوگوں میں سب سے محبوب ترین چیز کی طرف پھیر دیا (ذرا) اپنی نظر لوٹاؤ اور دیکھو کیا تمہیں کچھ فتور نظر آتا ہے پھر نظر بار بار لوٹاؤ نظر تمہاری طرف تھکی ماندہ واپس آئے گی''۔

(گذشتہ سے پیوستہ) نے ۲۱۲/۸ میں ابن ماجہ نے ۳۵۸۱ میں عمرو بن حریث کی حدیث نقل کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا' جس کے دونوں کنارے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکتے تھے۔

اس دعا کے پڑھنے کے یہ اثر ہوا کہ بدنگاہ کی آنکھ کے دونوں پپوٹے باہر نکل پڑے اور اونٹنی بھلی چنگی ہو کر کھڑی ہو گئی۔

۴۷-فصل

طب نبوی میں ہر بیماری کے لئے عام روحانی علاج

ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

((قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنِ اشْتَكٰى مِنْكُمْ شَيْئًا اَوْ اِشْتَكَاهُ اَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْاَرْضِ وَاغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ فَيَبْرَأُ بِاِذْنِ اللّٰهِ)) [1]

''انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کا کوئی بیمار ہو تو یہ کہے اے میرے پروردگار اے اللہ جو آسمان میں ہے تیرا نام مقدس ہے تیرا حکم آسمان و زمین میں جاری ہے جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے اسی طرح اپنی رحمت زمین پر بھی نازل کر اور ہمارے گناہ اور ہماری خطاؤں کو معاف فرما تو ہی پاکیزہ لوگوں کا پروردگار ہے اپنی جانب سے رحمت نازل فرما اور اس درد سے شفاء کلی عطا فرما جب مریض یہ دعا پڑھے گا تو شفایاب ہو جائے گا''۔

اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا:

((يَامُحَمَّدُ اِشْتَكَيْتَ؟ فَقَالَ ﴿ نَعَمْ ﴾ فَقَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاسْمِ اللّٰهِ

---

[1] ابوداؤد نے ۳۸۹۲ میں کتاب الطب باب کیف الرقی کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے' اس کی سند میں زیاد بن محمد نامی ایک راوی منکر الحدیث ہے' اس کے علاوہ دیگر تمام رواۃ ثقہ ہیں' اور اس کو امام احمد نے ۲۱/۶ میں دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ابوبکر ابن ابی مریم غسانی شامی نامی راوی ضعیف ہے۔ دارقطنیؒ نے بیان کیا کہ وہ متروک ہے۔ ابن عدی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غرائب میں سے ہے۔ ثقات نے اس کی بہت کم ہمنوائی کی ہے۔

أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ)) [1]

"اے محمد ﷺ کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو جبریل علیہ السلام نے کہا میں اللہ کے نام سے تجھ پر دم کرتا ہوں' ہر تکلیف دہ چیز سے اور ہر نگاہ بد سے اور حاسد کی بری نظر سے' اللہ تجھے شفاء کلی عطا فرمائے میں اللہ ہی کے نام سے تجھ پر دم کرتا ہوں"

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ اس حدیث کے بارے میں کیا کہیں گے' جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ جھاڑ پھونک صرف نظر بد اور ڈنک مارنے سے ہی جائز ہوتا ہے۔ اور ((حمة)) تمام زہریلے قسم کے جانور کو کہتے ہیں' جیسے سانپ بچھو وغیرہ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث سے نظر بد اور ڈنک مارنے کے علاوہ میں جھاڑ پھونک کی نفی کہاں ثابت ہوتی ہے بلکہ اس کا حقیقی مفہوم تو یہ ہے کہ ڈنک مارنے اور نظر بد ہی میں جھاڑ پھونک سب سے زیادہ موثر اور نافع ہوتا ہے اور اسی پر حدیث کا سیاق وسباق دلالت کرتا ہے' اس لئے کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا جب کہ یہ نظر بد کے شکار ہو گئے تھے کہ کیا جھاڑ پھونک میں بھی خیر ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نظر بد اور ڈنک مارنے ہی میں جھاڑ پھونک ہے اسی پر وہ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں جو جھاڑ پھونک سے متعلق وارد ہیں خواہ جھاڑ پھونک عام ہو یا خاص۔

ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت بایں طور روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

((لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ أَوْ دَمٍ يَرْقَأُ)) [2]

"جھاڑ پھونک صرف نظر بد یا زہریلے ڈنک کے لئے یا فساد دموی کے لئے ہی ہے"۔

صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے:

((رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَ الْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ))

"رسول اللہ ﷺ نے نظر بد' ڈنک مارنے اور پہلو کے پھوڑے کے لئے جھاڑ پھونک کرنے

---

[1] امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۱۸۶ میں کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی کے ذیل میں اسکو بیان کیا ہے۔

[2] ابوداؤد نے ۳۸۸۹ میں اس کو بیان کیا اس کی سند میں شریک قاضی نامی راوی سئی الحفظ ہے' لیکن بقیہ رواۃ ثقہ ہیں' امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۲۰ میں بریدہ بن حصب سے بایں طور "لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ" اس کی تخریج کی ہے۔ ابن ماجہ نے ۳۵۱۳ میں مرفوع سند کے ساتھ اس کو ذکر کیا لیکن اس کی سند میں ضعیف ہے۔ اور اس باب میں عمران بن حصین کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل نے اور ابوداؤد نے ۳۸۸۴ میں' ترمذی نے ۲۰۵۸ میں اس لفظ کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ "لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ" اس کی اسناد صحیح ہے۔

کی رخصت دی ہے"۔ [1]

۷۵-فصل

ڈنک زدہ کو سورہ فاتحہ کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی بابت ہدایات نبوی ﷺ

امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔انہوں نے بیان کیا:

((انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا حَتّٰى نَزَلُوْا عَلٰى حَيٍّ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَالِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهٗ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ اَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّهُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٍ فَاَتَوْهُمْ فَقَالُوْا يَاۤاَيُّهَا الرَّهْطُ! اِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهٗ فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْقِيْ وَلٰكِنِ اسْتَضَفْنَا كُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى قَطِيْعٍ مِنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفُلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَكَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهٖ قَلَبَةٌ قَالَ فَاَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِقْتَسِمُوْا فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰى نَاْتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَنَذْكُرَلَهُ الَّذِيْ كَانَ فَنَنْظُرَمَا يَاْمُرُنَا فَقَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرُوْا لَهٗ ذَالِكَ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ اِقْسِمُوْا فَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا)) [2]

نبی ﷺ کے اصحاب کا ایک گروہ ایک سفر میں نکل پڑا سفر کرتے کرتے عرب کے ایک قبیلہ

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[2] بخاری نے ۱۷۸/۱۰ میں کتاب الطب باب النفث فی الرقیۃ کے تحت اور مسلم نے ۲۲۰۱ میں کتاب السلام باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

میں اترے اور ان سے میزبانی قبول کرنے کی درخواست کی انہوں نے میزبانی قبول کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں ان کے سردار کو ڈنک لگا انہوں نے ہر ممکن تدبیر کر ڈالی مگر کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اس قبیلہ کے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ قافلہ جو تمہارے یہاں آیا ہے ان کے پاس چلو شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی تدبیر ہو چنانچہ وہ اصحاب رسول کے پاس آئے اور ان سے کہا اے قافلہ کے لوگو ہمارے سردار کو ڈنک لگ گیا اور ہر ممکن تدبیر ہم نے کر ڈالی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا علاج ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں' مگر ذرا سوچو کہ ہم نے تم سے مہمانداری کرنے کی درخواست کی تو تم لوگوں نے ہماری اس درخواست کو ٹھکرا دیا اور ہماری میزبانی نہ کی میں اس پر دم اسی وقت کر سکتا ہوں' جب تم اس پر کچھ اجرت مقرر کرو گے چنانچہ بھیڑ کے ایک حصہ پر معاملہ طے ہو گیا انہوں نے اس پر الحمد للہ رب العلمین پڑھتے ہوئے دم کرنا شروع کیا' اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ ایسا چنگا ہو گیا گویا کہ اسے کسی بندش سے رہائی ملی ہو اور وہ چلنے پھرنے لگا اسے کوئی تکلیف نہ تھی پھر اس نے کہا کہ ان لوگوں کو ان کی طے شدہ پوری پوری اجرت دے دو' چنانچہ انہوں نے اجرت دے دی' اس میں بعض صحابہ نے کہا کہ باہم اسے بانٹ لو' اس پر دم کرنے والے شخص نے کہا کہ جب تک ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ پہنچ جائیں اس وقت تک کچھ نہ کرو اور ہم آپ کے حکم کے معلوم ہو جانے تک اس سے توقف کریں گے چنانچہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا' یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کام رقیہ (جھاڑ پھونک) سے ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک ہی کیا اب اسے باہم بانٹ لو اور اس میں میرا بھی ایک حصہ لگانا۔''

ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((خَیْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ))[1] ''کہ سب سے موثر دوا قرآن مجید ہے''

اور یہ بات بھی اچھی طرح معلوم رہنی چاہیے کہ بعض کلام میں معلوم خواص اور مجرب منافع ہوتے ہیں پھر رب العالمین کے کلام میں یہ چیز کیوں نہ مان لی جائے' جب کہ اس کے کلام کی فضیلت تمام

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۵۰۱ میں کتاب الطب باب الاستشفاء بالقرآن کے تحت اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں حارث الاعور ایک راوی ضعیف ہے۔

کلاموں پر ایسی ہی ہے' جیسی رب العالمین کی فضیلت تمام مخلوقات پر' اس میں کامل شفاء ہے' اور پورا بچاؤ اور حفاظت ہے' نیز اس میں رہنمائی کرنے والی روشنی اور رحمت عمومی بھی ہے جس کے بارے میں خود قرآن ناطق ہے کہ اگر اس کو کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو اس کی شدت تاثیر عظمت و جلالت کی بنیاد پر پہاڑ شگافتہ ہو جاتا دوسری جگہ فرمایا:

((وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ)) [اسراء: ۸۲]

''ہم قرآن سے اس حصہ کو اتارتے ہیں' جو جملہ مومنین کے لئے شفاء اور سراپا رحمت ہے''۔

اس آیت میں ((مِنْ)) جنس کے لئے ہے تبعیضیہ نہیں ہے' مفسرین کا صحیح ترین قول یہی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

((وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا))

[فتح: ۲۹]

''اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے' سبھی سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے''۔

پھر سورہ فاتحہ کے بارے میں کیا خیال ہے' جس کی کوئی مثال نہیں' تورات انجیل اور زبور کسی میں بھی اس شان وعظمت کی سورہ نازل نہیں ہوئی جو تمام ادیان سماویہ کے معانی کو شامل ہے' اسماء الٰہی میں بنیادی اسماء کا ذکر ہے اس کی صفات کا اکٹھا بیان ہے جو اللہ' رب' رحمان اور رحیم ہے اس کی آیت میں معاد کا ثبوت ہے توحید ربوبیت اور توحید الوہیت دونوں ہی کا اس میں ذکر ہے اور اس عاجزی کا بیان ہے جس میں انسان اعانت وہدایت کی طلب میں پوری طرح اپنے رب کا محتاج ہے اپنی ان خصوصیات میں وہ یگانہ ہے اس میں سب سے عمدہ سب سے نافع اور ضروری دعا کا بھی ذکر ہے اور انسان کو سب سے زیادہ صحیح اور سیدھے راستے کی ضرورت ہوتی ہے اس میں کمال معرفت الٰہی' کمال توحید اور کمال عبادت سبھی چیزیں بدرجہ اتم موجود ہیں اللہ نے جو کرنے کا حکم دیا اس کی تعمیل اور جس سے روکا اس سے اجتناب اور موت کی گھڑی تک اسی پر برقرار رہنا' اور اس میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جن میں خلائق کی تقسیم اور ان کی اپنے منعم حقیقی کی جانب سے معرفت حق اور اس پر عمل' اس کی محبت وایثار کے مطابق موجود ہے اور جو معرفت حق کے بعد بھی پھر گئے ان کے مغضوب ہونے کا ذکر ہے اور جو پہچان نہ سکے ان کے گمراہ ہونے کا بیان ہے اور خلائق کی تقسیم تو یہی ہو سکتی ہے' اگر تقدیر کو سامنے رکھیں شریعت کو مانیں' اسماء الٰہی صفات الٰہی' معاد' نبوت' نفوس کی پاکیزگی دلوں کی اصلاح' عدل واحسان الٰہی کا ذکر اور اہل بدعت اور

باطل پرستوں کی تردید موجود ہے اس کا تفصیلی ذکر تو ہم نے اپنی کتاب ''مدارج السالکین'' میں وضاحت کے ساتھ کیا ہے وہیں ہم نے یہ بھی بتایا کہ اس سورہ مبارکہ کی کیا شان وعظمت ہے' اور اس سے شفاء کلی حاصل کی جاسکتی ہے اور ڈنک زدہ کو اس کے ذریعہ جھاڑ پھونک کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال سورہ فاتحہ میں اخلاص عبودیت اللہ تعالیٰ کی برتری تمام امور اسی کے سپرد کرنے اسی سے استعانت اور اسی پر توکل کرنے اور اسی سے ایسی نعمت کی طلب جو تمام نعمتوں کی خیر ہے' یعنی ہدایت ہے جو تمام نعمتوں کو بندے کی طرف کھینچ کر لاتی ہے اور ہر قسم کے ضرر کو دفع کرتی ہے یہ دواؤں میں سب سے اعلیٰ اور نفع بخش اور مفید دوا ہے جس سے علاج کیا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے بیان کیا کہ دم کرنے کے لئے سب سے اہم ترین یہ آیت: ((اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ)) ہے۔

بلاشبہ ان دونوں کلموں میں اس دوا کے قوی ترین اجزاء موجود ہیں' کیونکہ ان دونوں میں عموم تفویض وتوکل اور التجاء واعانت طلبی اور محتاجی وضرورت کا بیان موجود ہے اور سب سے اعلیٰ نشانی کا پتہ ہے' وہ ہے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور سب سے بہتر ذریعہ وہ استعانت ہے جو باری تعالیٰ کی عبادت پر معاون ہو اور اس کا تجربہ بھی ہے کہ ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ میں مکہ میں بیمار پڑ گیا وہاں میرے پاس نہ کوئی دوا تھی اور نہ کوئی طبیب ہی تھا' چنانچہ میں نے اپنا علاج اسی سورہ کے ذریعہ کرنا شروع کیا' میں زمزم کا پانی لے کر اس پر متعدد بار سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرتا پھر اسے پی لیتا اس سے مجھے کامل شفاء ہوئی پھر اس کا تجربہ میں نے مختلف دردوں میں کیا تو مجھے اس سے غیر معمولی نفع پہنچا۔

۷۶- فصل

فاتحۃ الکتاب کے اسرار ورموز

زہریلے جانوروں کا علاج سورہ فاتحہ وغیرہ کے ذریعہ دم کرنے کی تاثیر میں ایک نادر بھید ہے' اس لئے کہ تمام زہریلے جانوروں کی کیفیات کے اثرات ان کے خبث نفس کی بنیاد پر ہوتے ہیں' اس کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اس کا ہتھیار وہ آتشیں غصہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ڈنک مارتا ہے' اور یہ ایک حقیقت ہے کہ زہریلے جانور بغیر غصہ کے کبھی ڈنک نہیں مارتے جب جانور غضبناک ہوتا ہے تو اس میں زہر پورے طور اتر آتا ہے' جس کو وہ اپنے ڈنک کے ذریعہ خارج کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا بنائی ہے اور ہر چیز کے لئے اس کا مقابل پیدا کیا ہے دم کرنے والے کا دم جھاڑ پھونک کئے

جانے والے مریض کی سانس میں اثر کرتا ہے اور ان دونوں سانسوں کے درمیان اثر اندازی اور اثر پزیری پیدا ہوتی ہے جیسا کہ بیماری و دوا میں فعل و انفعال ہوتا ہے چنانچہ دم کرنے والے کی قوت اس جھاڑ پھونک سے اس بیماری پر غالب ہو جاتی ہے اور اس قوت کے غلبہ کے اثر سے بحکم الٰہی وہ مرض دور ہو جاتا ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ دواؤں اور بیماریوں کی تاثیر کا تمام تر مدار فعل و انفعال ہی پر ہوتا ہے اور یہ جس طرح ظاہری بیماری اور دوا پر بھی صادق آتا ہے' دم کرنے میں تھوکنا اور پھونکنا اس رطوبت ہوا کے ساتھ معاونت کرتا ہے دم کے ساتھ ہی ساتھ چلنے والی سانس میں ذکر و دعا کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے غیر معمولی تاثیر پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ دم تو دم کرنے والے کے منہ اور دل سے خارج ہوتی ہے پھر اس کے اجزاء باطنی کے ساتھ تھوک ہے اور سانس کی مدد بھی ساتھ ہی ہوتی ہے تو اس کی تاثیر میں یک گونہ اضافہ ہو جاتا ہے اس کا اثر اور نفوذ بڑھ جاتا ہے اور ان کے امتزاج سے ایک جاندار موثر کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ مرکب دواؤں کے تیار کرتے وقت دواؤں کے باہمی امتزاج سے دوا کی تاثیر غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ دم کرنے والے کا دم ان نفوس خبیثہ کے مقابل ہو جاتا ہے اور اس پھونک سے اس کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے' دم اور پھونک دونوں اس اثر کے زائل کرنے میں مدد دیتے ہیں اگر دم کرنے والے کی کیفیت زیادہ جاندار ہو تو دم کا اثر بھی مکمل ہوتا ہے اور وہ اپنی پھونک سے وہی کام لیتا ہے' جو ڈنک مارنے والا جانور کا خبیث اپنے ڈنک سے ڈنک زدہ کو پہنچاتا ہے۔

اور پھونک مارنے میں ایک اور راز ہے اس پھونک سے پاک اور ناپاک روحیں مدد چاہتی ہیں اسی وجہ سے یہ کام جادوگر بھی اس طرح کرتے ہیں جس طرح ایمان والے کرتے ہیں خود قرآن میں ہے کہ گرہوں پر پھونک مارنے والوں سے اللہ کی پناہ اس لئے کہ سانس میں کیفیت غضب و محاربہ پیوست ہو جاتی ہے پھر اسی پھونک کے ذریعہ وہ تیر چلتا ہے جو نشانہ پر صحیح لگتا ہے اسی جھاڑ پھونک کے ساتھ کسی قدر تھوک آمیز ہوتا ہے اور یہ کیفیت موثرہ سے لیس ہوتا ہے اور جادوگروں کا پھونک سے مدد چاہنا تو کھلی ہوئی بات ہے اگرچہ یہ پھونک مسحور کے جسم سے چپکتی نہیں بلکہ یہ پھونک گرہ پر ہوتی ہے جو گرہ لگاتے وقت جادوگر پھونکتا ہے' اور جادو کے کلمات اس کی زبان پر ہوتے ہیں چنانچہ اس کا اثر وہ مسحور تک ارواح خبیثہ کی وساطت سے پہنچاتا ہے' اب اس کا مقابلہ پاک اور ستھری روح دفاعی کیفیت سے آراستہ ہو کر اور دم کو زبان سے ادائیگی کے ساتھ کرتی ہے۔

اس میں پھونک سے بھی مدد ملتی ہے اب ان میں سے جو قوی ہوتی ہے اسی کے ہاتھ بازی ہوتی ہے اور بعض روحوں کا دوسری روحوں سے مقابلہ و محاربہ اور اس کا ہتھیار بعینہ اجسام پر برائیوں کے مقابلہ میں

جیسا دیکھنے میں آتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مقابلہ ومحاربہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ارواح واجسام اوران کے ہتھیاروں فوجیوں کے باہمی مقابلہ میں عمل آتا ہے' لیکن جو محسوسات کا قائل ہے اس کو ارواح کی تاثیرات اور ان کے افعال وانفعال کا بالکل احساس نہیں ہو پاتا' کیونکہ اس پر حسی ومادی چیزوں کا پورے طور پر غلبہ ہوتا ہے نیز وہ عالم ارواح ان کے احکام وتاثیرات سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب روح قوی ہوتی ہے اور فاتحہ کے معانی کی کیفیت اس پر طاری ہوتی ہے اور دم کرنے اور جھاڑ پھونک کرنے کے ذریعہ اس کو مدد حاصل ہوتی ہے تو اس کا اثر پورے طور پر مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے جو نفوس خبیثہ کی جانب سے ہوتی ہے اور بالآخر ان تاثیرات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ واللہ اعلم

۷۷۔ فصل

بچھو کے ڈنک مارے ہوئے کا دم کرنے کے ذریعہ علاج کرنے میں ہدایت نبوی ﷺ

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

((قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ اِذْسَجَدَ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فِيْ اِصْبَعِهٖ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَاتَدَعُ نَبِيًّا وَلَا غَيْرَهٗ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ وَمِلْحٌ فَجَعَلَ يَضَعُ مَوْضَعَ اللَّدْغَةِ فِي الْمَاءِ وَالْمِلْحِ وَيَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حَتّٰى سَكَنَتْ)) [1]

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہماری موجودگی میں نبی ﷺ نماز ادا فرمارہے تھے' جونہی آپ نے سجدہ کیا ایک بچھو نے آپ کی انگلی میں ڈنک لگا دیا' آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے جو نہ نبی کو نہ کسی دوسرے کو چھوڑتا ہے' پھر آپ نے پانی سے بھرا ہوا ایک برتن طلب فرمایا جس میں نمک آمیز کیا ہوا تھا اور آپ اس ڈنک

---

[1] ترمذی نے ۲۹۰۵ میں کتاب ثواب القرآن باب ماجاء فی المعوذتین کے ذیل میں اس کو ذکر کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ نامی سیئ الحفظ ہے۔

زدہ جگہ کو نمک آمیز پانی میں برابر ڈبوتے رہے اور قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھ کر اس پر دم کرتے رہے یہاں تک کہ بالکل سکون ہو گیا"۔

اس حدیث شریف میں ایسی دوا سے علاج کا گر موجود ہے جو دو چیزوں سے مرکب ہے ایک طبعی اور دوسری روحانی اس لئے کہ سورہ اخلاص کمال توحید علمی واعتقادی کا مظہر ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدت ثابت کی گئی ہے جس سے ہر قسم کی شرکت کی نفی ہو جاتی ہے نیز اس میں صمدیت کا بھی اثبات ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہر کمال کو ثابت کرتی ہے کہ باوجود اس صمدیت کے تمام مخلوقات اپنی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے اسی کی طرف ہی رخ کرتی ہیں خواہ وہ مخلوق علوی ہو یا سفلی سبھی کی مراد اللہ تعالیٰ ہی ہے' پھر اس میں اللہ تعالیٰ کے باپ اور لڑکے ہونے کی نفی بھی ہے نہ اس کا کوئی مماثل وہمتا ہے اسی سے اصل کی یگانگت ووحدت کا بھی پتہ چلتا ہے اسی طرح فرع ونظیر اور ایسی خصوصیات جو اس کی مماثلت کی حامل ہیں ان کی بھی پورے طور پر نفی ہو جاتی ہے' پھر یہ سورہ اخلاص قران مجید کا ایک تہائی حصہ ہے اس کے اسم میں حمد بھی شامل ہے جس سے ہر کمال کا اثبات اور مماثل کی نفی اور مشابہت ومماثلت سے تنزیہ مقصود ہے اور اسم احد میں ہر ذوالجلال شریک کی نفی ہے یہی تین بنیادی پتھر ہیں جن پر توحید کی پوری عمارت کھڑی ہے۔

پھر معوذتین کو لیجئے کہ اس میں ہر مکروہ وناپسند چیز سے اجمالی وتفصیلی طور پر استعاذہ کا سامان موجود ہے اس لئے کہ لفظ استعاذہ ((مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) ہر اس شرک کو عمومی طور پر شامل ہے جس سے پناہ طلب کی جاتی ہے' خواہ وہ اجسام سے متعلق ہو یا ارواح سے متعلق ہو اور استعاذہ ((مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ)) سے رات اور اس کی علامت مراد ہے یعنی جب چاندنی غائب ہو جائے' اور مکمل طور پر تاریکی چھا جائے تو اس میں ارواح خبیثہ کے شر سے استعاذہ شامل ہوتا ہے جو اس میں پھیلتی ہیں اور دن کی روشنی ان ارواح اور ان کی آزادانہ گردش کے درمیان حائل رہتی ہے' جب مکمل طور پر رات میں تاریکی چھا جاتی ہے بالخصوص جب چاند بھی غائب ہو تو اس وقت ان ارواح کو چلنے پھرنے کا پورا پورا موقعہ ہاتھ آ جاتا ہے۔

اور لفظ استعاذۃ ((مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ)) جادوگروں اور ان کے جادو کے شر سے استعاذہ کو مشتمل ہے۔

اور استعاذہ اور ((مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ)) کے مضمون سے ان تمام ارواح خبیثہ سے استعاذہ کرنا معلوم ہوتا ہے جو اپنے حسد اور نظر بد کے ذریعہ لوگوں کو اذیت پہنچاتی ہیں۔

اور دوسری سورہ میں انسان اور جن تمام شیاطین کے شر سے تعوذ کا بیان ہے غرض ان دونوں سورتوں

میں ہر طرح کے شر سے استعاذہ کا گر موجود ہے' اور ان دونوں میں تمام شیطانی وجنی شرور سے تحفظ اور قلعہ بندی کے لئے ایک عظیم شان موجود ہے کہ اس کا حملہ ہی کارگر نہ ہو سکے' اسی لئے نبیؐ نے عقبہ بن عامرؓ کو یہ وصیت فرمائی کہ ہر نماز کے بعد ان دونوں سورتوں کو ضرور پڑھا کرو' اس کو ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں نقل کیا ہے۔[1]

اس حدیث میں ایک نماز سے دوسری نماز تک پائے جانے والے وقفہ میں تمام شرور کے حملہ سے مدافعت اور بچاؤ کی ایک عجیب وغریب تعلیم موجود ہے' آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب تک شر دعا سے پناہ مانگنے والوں کو ان دونوں سورتوں سے کامل تعوذ نصیب نہیں ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ پر گیارہ گرہوں پر دم کر کے جادو کیا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان دونوں سورتوں کو لے کر آئے' اور جب آپ ان سورتوں میں سے ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی' یہاں تک کہ اسی طرح تمام گرہیں کھل گئیں اور ایک زبردست بندش سے اپنے آپ کو آزاد محسوس کرنے لگے۔

آیئے علاج طبیعی کو ذرا دیکھیں نمک بہت سے سموم کے لئے علاج ہے' بالخصوص بچھو کے ڈنک مارنے میں یہ تریاق کا کام کرتا ہے ابو علی سینا نے جو "القانون" کے مصنف ہیں' لکھا ہے کہ بچھو کے ڈنک میں نمک اور السی کا لیپ بہت مفید ہے ان کے علاوہ دوسرے اطباء نے بھی اس کو ذکر کیا ہے نمک میں قوت جاذبہ کے ساتھ قوت محللہ بھی ہوتی ہے چنانچہ نمک کے استعمال سے زہر کھنچ جاتا ہے اور تحلیل ہو جاتا ہے چونکہ بچھو کے ڈنک میں سوزش ہوتی ہے جس کی وجہ سے تبرید وجذب مادہ اور اخراج مادہ کی قوت ہوتی ہے' پھر اس سے سہل اور آسان ترین علاج کیا ہو سکتا ہے؟ نیز اس میں یہ بھی تنبیہ موجود ہے کہ اس قسم کے زہر کا علاج تبرید' جذب واخراج مادہ ہی سے ممکن ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

((قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَقِيْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ فَقَالَ اَمَا لَوْ قُلْتَ حِيْنَ اَمْسَيْتَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ)) [2]

---

[1] امام احمد نے ۴/۱۵۵ میں ترمذی نے ۲۹۰۵ میں ابو داؤد نے ۱۵۲۳ میں اور نسائی میں ۳/۶۸ میں' متعدد طرق سے علی بن رباح لخمی عن عقبہ بن عامر کے واسطہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

[2] امام مسلم نے ۲۷۰۹ میں کتاب السلام باب الذکر والدعاء کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔

''انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا' اور کہا' اے رسول اللہ ﷺ مجھے کل شام ایک بچھو نے ڈنک ماردیا' آپ نے فرمایا کہ اے کاش تو نے یہ کلمات شام ہوتے کہہ لئے ہوتے' اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ یعنی اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں' تو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی''۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ طبعی روحانی دوائیں بیماری کے ہوتے ہوئے نافع ہوتی ہیں اور اس کے وقوع کو روک دیتی ہیں' اگر بیماری ہو بھی جائے تو اس سے ضرر نہیں ہوگا' اگرچہ یہ تکلیف دہ ہو' مگر دوائے طبعی صرف بیماری کے وقوع کے بعد ہی نافع ہوتی ہے' تعوذات' اور ذکر واذکار ان اسباب کے وقوع کو روک دیتی ہیں یا صرف اس کے کمال تاثیر کو روک دیتی ہے' تعوذ کی قوت اور اس کا اثر جتنا قوی یا کمزور ہوگا اسی حیثیت سے کام کرے گا' اسی لئے جھاڑ پھونک اور تعوذ کا استعمال حفظان صحت اور ازالہ مرض کے لئے کیا جاتا ہے حفظان صحت کے لئے تعوذ جھاڑ پھونک کا ثبوت صحیحین میں مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَفَثَ فِيْ كَفَّيْهِ " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" والْمُعَوِّذَتَيْنِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَمَا بَلَغَتْ يَدُهٗ مِنْ جَسَدِهٖ))

''رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر سونے کے لئے تشریف لے جاتے تو دونوں ہتھیلیوں پر سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے' پھر اپنے چہرہ مبارک اور جسد اطہر پر جہاں تک ہاتھ کی رسائی ہوتی مسح فرماتے''[1]

اسی طرح دوسری حدیث بسلسلۂ تعوذ ابوالدرداء سے مرفوعاً روایت ہے' جو اس طرح مذکور ہے۔

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ))

''اے اللہ تو ہی میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ ہی پر میں نے توکل کیا' اور تو ہی عرش عظیم کا رب ہے''۔

اور اس حدیث کا ذکر پہلے آچکا ہے جس میں مذکور ہے کہ جو شخص ان کلمات کو دن کے ابتدائی حصہ میں پڑھے گا' اسے شام تک کوئی مصیبت نہ پہنچے گی' اور جو اسے دن کے آخری حصہ میں پڑھے گا اسے صبح

---

[1] بخاری نے اس کو ۱۱/ ۱۰۷ میں کتاب الدعوات باب التعوذ والقراءۃ عندالنوم کے ذیل میں نقل کیا' اور مسلم نے ۲۱۹۲ میں کتاب السلام باب رقیۃ المریض بالتعوذات کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔

تک کوئی مصیبت نہ گھیرے گی۔ [1]

اسی طرح صحیحین میں مروی ہے:

((مَنْ قَرَأَ الآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ))

''جس نے سورہ بقرہ کی اخیر کی دو آیتیں رات میں پڑھ لیں' پوری رات کے لئے اس کو یہ کافی ہونگی''۔ [2]

صحیح مسلم میں بھی یوں مذکور ہے:

((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَقَالَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ))

''نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی جگہ پڑاؤ ڈالے اور کہے کہ میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں' تو اس جگہ سے کوچ کرنے تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی''۔ [3]

اور ایسی ہی ایک حدیث سنن ابوداؤد میں مروی ہے۔

((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِيْ السَّفَرِ يَقُوْلُ بِاللَّيْلِ يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَ اَسْوَدٍ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ))

''نبی ﷺ سفر میں رات کے وقت کہتے تھے' کہ اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے میں تیرے شر اور تیرے اندر کے شر اور اس چیز کے شر سے جو تیری پشت پر رینگتا ہے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں' اور میں شیر' چیتا' سانپ' بچھو' شہر کے باشندوں اور والد اور لڑکے کے شر سے اللہ کی

---

[1] ابن سنی نے ''عمل الیوم واللیلہ ص ۲۰' ۲۱'' میں اس کی تخریج کی اس کی اسناد ضعیف ہے۔ پھر ایک دوسرے طریق سے بھی اسے روایت کیا ہے مگر یہ بھی ضعیف ہے' اور عراقی نے اس کی تخریج کی نسبت ایک ضعیف سند کے حوالہ سے طبرانی کی طرف کی ہے۔

[2] بخاری نے ۹/۵۰ میں کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ البقرۃ کے تحت اور مسلم نے ۸۰۸ میں کتاب المسافرین باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

[3] مسلم نے ۲۷۰۸ میں کتاب الذکر والدعاء باب التعوذ من سوء القضاء کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

پناہ چاہتا ہوں''۔[1]

دوسرے علاج کا بیان سورہ فاتحہ کے دم کرنے بچھو کیلئے جھاڑ پھونک میں مذکور ہے جیسا کہ گزر چکا ہے' اوراس کے علاوہ چیزوں کے سلسلہ میں جھاڑ پھونک کا بیان آگے آرہا ہے۔

۷۸- فصل

پہلو کی پھنسیوں کے جھاڑ پھونک میں ہدایات نبوی

پہلے حدیث انس میں جو صحیح مسلم کی روایت ہے یہ بات گذر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بخار' نظر بند' اور پہلو کی پھنسیوں میں دم کرنے کی رخصت دی ہے۔

سنن ابوداؤد میں شفاء بنت عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا۔

((دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ فَقَالَ اَلَا تُعَلِّمِیْنَ هٰذِهٖ رُقْیَةَ النَّمْلَةِ کَمَا عَلَّمْتِیْهَا الْکِتَابَةَ))

''میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی' آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں پہلو کی پھنسیوں کے دم کرنے کا طریقہ اسے سکھا دیتی جیسا کہ اسے فن کتابت سکھایا''۔[2]

''نملة'' دونوں پہلو میں نکلنے والے پھوڑوں کو کہتے ہیں' اور یہ ایک مشہور بیماری ہے اس کا نملہ نام اس لئے رکھا گیا کہ مریض یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے اوپر چیونٹی رینگ رہی ہے اور اسے کاٹ رہی ہے اس پھوڑے کی تین قسمیں ہیں۔

ابن قتیبہ وغیرہ نے بیان کیا کہ مجوس کا خیال تھا کہ بھانجا اگر اس پھوڑے پر پاؤں رکھ کر گزر جائے تو مریض شفایاب ہوجائے گا' اسی معنی پر شاعر کا یہ شعر بھی ہے۔ ؎

لَا عَیْبَ فِیْنَا غَیْرَ عُرْفٍ لِمَعْشَرٍ کِرَامٍ وَاَنَّا لَا نَخُطُّ عَلَی النَّمْلِ

''ہمارے اندر کوئی عیب نہیں ہے' عیب ہے تو صرف یہ کہ ہم شریف گھرانے کے ہیں اور ہم

---

[1] ابوداؤد نے ۲۶۰۳ میں احمد نے ۲/۱۳۲ میں اس کی تخریج کی' اس کی سند میں زبیر بن ولید شامی ایک راوی ہے۔ جس کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی نے نہیں کی' اوراس کے باقی رواۃ ثقہ ہیں۔

[2] ابوداؤد نے ۳۸۸۷ میں احمد نے ۶/۳۷۲ میں اس کی تخریج کی ہے' اوراس کی سند صحیح ہے۔

نمل (پہلو کے پھوڑوں) پر پیر رکھ کر گذرا نہیں کرتے۔''[1]

خلال نے روایت کیا کہ شفاء بنت عبداللہ دور جاہلیت میں پہلو کے پھوڑے پر جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں، جب ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور مکہ میں آپ سے بیعت توبہ کی تو عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ میں دور جاہلیت میں نملہ (پہلو کے پھوڑے) پر جھاڑ پھونک کیا کرتی، اور چاہتی ہوں کہ اسے آپ کے سامنے پیش کروں، چنانچہ انہوں نے پیش کیا۔

((بِسْمِ اللّٰهِ ضَلَّتْ حَتّٰى تَعُوْدَ مِنْ اَفْوَاهِهَا وَلَا تَضُرُّ اَحَدًا اَللّٰهُمَّ اكْشِفِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ))

''اللہ کے نام سے بھول کر اس کی زبانوں میں آ گیا، اور یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اے اللہ مصیبت کو دور کر دے، اے لوگوں کے رب!''

آپ نے فرمایا اس کو ایک لکڑی پر سات مرتبہ دم کرو اور ایک صاف ستھری جگہ بیٹھو اور پرانی شراب کے سرکہ کے ساتھ پتھر پر اسے گھسو اور اسے نملہ (پہلو پھوڑے) پر ضماد کر دو اور حدیث میں عورتوں کو فن کتابت کی تعلیم دینے کے جواز پر دلیل ملتی ہے۔

۷۹۔ فصل

مارگزیدہ پر دم کرنے میں ہدایت نبوی

آپ کا یہ قول پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ نظر بد اور زہریلے جانوروں ہی میں جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے، یعنی ان کے کاٹنے اور ڈنک مارنے کی صورت میں جھاڑ پھونک کرنا چاہئے'' حمۃ'' حاء کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ مشدد اور غیر مشدد دونوں طور پر پڑھا جاتا ہے اس سے مراد زہریلے جانور کے تمام اقسام ہیں۔

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۵۱۷ میں کتاب الطب باب رقية الحية والعقرب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، امام بخاری نے ۱۰/۱۷۵ میں کتاب الطب باب رقية الحية والعقرب کے ذیل میں اس کو ذکر کیا، اور امام مسلم نے ۲۱۹۳ میں کتاب السلام باب استحباب الرقية کے تحت حدیث عائشہ سے اس کی تخریج ان الفاظ میں کی ہے، کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ہر زہریلے جانور کو ڈسنے پر جھاڑ پھونک کی رخصت دی ہے ''حمۃ'' حاء کے ضمہ اور میم کے تخفیف کے ساتھ اس کا معنی زہر ہے اور اس سے مراد زہریلے جانور ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانپ اور بچھو کے کاٹنے میں جھاڑ پھونک کرنے کی رخصت دی ہے[1] ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول کو سانپ نے ڈس لیا' آپ نے فرمایا کہ کوئی دم کرنے والا موجود ہے؟ لوگوں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آل حزم سانپ کے ڈسنے پر جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے جب آپ نے جھاڑ پھونک سے منع کیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ عمارہ بن حزم کو بلا لاؤ لوگوں نے اسے بلایا اس نے آپ پر اپنے دم کرنے کے طریقہ کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں' آپ کی اجازت پر انہوں نے جھاڑ پھونک کیا۔

۸۰-فصل

زخموں اور جراحتوں پر دم کرنے کی بابت ہدایات نبوی

امام بخاری و امام مسلم نے صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

((قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ اَوْكَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْجُرْحٌ قَالَ بِاَصْبِعِهٖ هٰكَذَا وَ وَضَعَ سُفْيَانُ سَبَّابَتَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا))

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب کسی شخص کو بیماری لاحق ہوتی یا کوئی پھوڑا یا کوئی زخم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی انگلی سے اس طرح کرتے اور (راوی) سفیان نے اپنی انگشت سبابہ کو زمین پر رکھا پھر اسے اٹھا لیا اور یہ دعا پڑھی بسم اللہ تربۃ۔ الخ یعنی ہماری زمین کی مٹی

---

[1] حافظ نے اسے "اصابہ" ۴/۲۷۵ میں عمارہ کے ترجمہ کے سلسلہ میں ذکر کیا' اور کہا کہ اس کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں "عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۱۹۹' ۶۳ میں حضرت جابر سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے جھاڑ پھونک سے روکا تو آل عمرو بن حزم حضور کے پاس آئے' اور آپ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ ہم جھاڑ پھونک جانتے ہیں' جس سے بچھو کے ڈنک مارنے پر دم کرتے ہیں اور آپ نے اس سے منع فرمایا' راوی نے کہا کہ جھاڑ پھونک کے الفاظ پیش کیے' تو آپ نے فرمایا میرے خیال سے اس میں کوئی مضائقہ نہیں تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانا چاہے' وہ نفع پہنچائے۔

اور ہم میں سے کسی کا لعاب دہن ہمارے بیمار کو بحکم الٰہی شفا دیتا ہے'' [1]

یہ علاج آسان کے ساتھ ہی مفید اور مرکب بھی ہے' اور یہ ایک لطیف طریقۂ علاج ہے جس کے ذریعہ پھوڑوں اور رستے زخموں کا علاج کیا جاتا ہے بالخصوص جب کہ علاج کے لئے کوئی دوسری دوا میسر نہ ہو اس لئے کہ زمین تو ہر جگہ موجود ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ خالص مٹی کا مزاج بارد یابس ہوتا ہے جو رستے ہوئے پھوڑوں اور زخموں کے خشک کرنے کے لئے مفید ہے' جب کہ طبیعت اس رطوبت کو ختم کرنے اور زخم کو مندمل کرنے میں پوری طرح کام نہ کر رہی ہو' بالخصوص گرم علاقوں میں اور گرم مزاج انسانوں میں یہ بے حد مؤثر ہے' اس لئے کہ زخم اور پھوڑے عموماً سوء مزاج حار کے نتیجہ میں نکلتے ہیں اس طرح مریض میں علاقے اور مزاج اور زخم کی گرمی یکجا ہو جاتی ہے اور خالص مٹی کی طبیعت میں برودت یبوست تمام دوسری مفرد بارد دواؤں سے زیادہ ہوتی ہے اس طرح سے مٹی کی برودت مرض کی حرارت کا مقابلہ کرتی ہے خصوصاً جب کہ مٹی کو دھل کرا سے خشک کر دیا جائے اور زخم میں ساتھ ہی ساتھ رطوبات ردیہ کی کثرت اور ریزش ہوتی ہے اور مٹی اس کو جذب کرتی ہے اور یبوست اور قوت تجفیف کے سبب سے رطوبات ردیہ کو جو شفاء کی آڑ لے آتی ہے ختم کر دیتی ہے اس سے مریض کے عضو کے مزاج میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور جب مریض کے عضو کا مزاج معتدل ہو جاتا ہے تو اس کی قوت مدبرہ میں جان آ جاتی ہے اور مریض کے عضو کی اذیت بحکم الٰہی ختم ہو جاتی ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ لعاب دہن اپنی انگشت سبابہ پر لگانے کے بعد اسے مٹی پر رکھ دے اس طرح مٹی کا تھوڑا سا حصہ انگلی سے چمٹ جاتا ہے پھر اس کو زخم پر پھیر دے' اور زبان سے ایسا کلام نکالے جس میں ذکر اسم الٰہی کی برکت ہوتی ہے اور شفاء کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے اسی پر کامل بھروسہ کرے' پھر یہ دونوں علاج ایک ساتھ کرنے سے تاثیر علاج قوی ہو جاتی ہے۔

آپ کے قول '' تُرْبَةُ اَرْضِنَا'' سے کیا مراد ہے پوری دنیا کی زمین یا صرف زمین مدینہ مراد ہے؟

اس سلسلے میں دو قول ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ مٹی میں بلاشبہ یہ خاصیت ہے' اور اپنی اسی خاصیت کی بناء پر بہت سے امراض میں نافع ہے اور اسی سے بہت سی خطرناک بیماریوں سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ میں نے اسکندریہ میں بہت سے طحال کے مریضوں اور استسقاء کے

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے ۶/۱۰ ۱۷۷ ۱۷۷ میں کتاب الطب باب رقیة النبی ﷺ کے تحت اور امام مسلم نے ۲۱۹۴ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیة من العین والنملة کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

روگیوں کو دیکھا کر وہ بکثرت مصری مٹی کا استعمال کرتے ہیں اور اس کا ضماد اپنی پنڈلیوں' رانوں کلائیوں اور پٹھوں اور پہلو پر کرتے ہیں جس سے ان کو غیر معمولی نفع ہوتا ہے اور اسی ضماد سے متعفن ورموں اور ڈھیلے ڈھالے جسموں کو نفع پہنچتا ہے اس نے لکھا ہے کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جس کا پورا جسم لاغر ہو گیا تھا اس لئے کہ ناف کے زیریں حصے سے خون کی کافی مقدار ضائع ہو گئی تھی' انہوں نے جب اس مٹی کو استعمال کیا تو ان کو پوری طرح فائدہ پہنچا' اور ایک دوسری جماعت کو دیکھا کہ وہ درد مزمن (ہمیشہ اُٹھنے والا درد) میں مبتلا تھے اور یہ دردان کے اعصاب میں رچ بس گیا تھا' کہ اس کا اِدھر سے اُدھر کرنا مشکل تھا' اس مٹی سے وہ اس مرض موذی سے نجات پا گئے اور کتاب مسیحی کے مصنف نے بیان کیا کہ کنوس یعنی جزیرۂ مصطگی سے حاصل کی گئی مٹی میں جلا اور تغسیل مادہ کی زبردست قوت ہوتی ہے' جس سے زخموں میں نیا گوشت آ جاتا ہے اور زخم پوری طرح مندمل ہو جاتے ہیں۔

جب عام مٹی کا یہ حال ہے اور اس میں یہ زبردست تاثیر ہے تو پھر روئے زمین کی اعلیٰ ترین اور مبارک ترین اور پاک مٹی میں کس درجہ کی افادیت ہوگی' اور جس مٹی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن ملا ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا جھاڑ پھونک اللہ تعالیٰ کے نام سے ہو اور شفاء کا ملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو تو پھر ایسی مٹی ایسے لعاب دہن اور ایسے رقیہ کی افادیت کا کیا پوچھنا ہم اس سے پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ جھاڑ پھونک کی تاثیر میں دم کرنے والے کی حیثیت کا بڑا دخل ہے اور اسی طرح اس کے جھاڑ پھونک سے مریض کا تاثر بھی اسی حیثیت سے ہوگا یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس کا انکار دنیا کا کوئی فاضل اور عاقل طبیب نہیں کر سکتا اگر ان صفات میں سے کوئی ایک صفت نہ پائی جائے تو پھر جو چاہو کہو۔

۸۱-فصل

جھاڑ پھونک کے ذریعہ درد کے علاج کے متعلق ہدایات نبوی

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاص سے روایت کی ہے کہ:

((اَنَّہٗ شَکٰی اِلٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَجْعًا یَجِدُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ مُنْذُ اَسْلَم فَقَالَ النَّبِیَّ ﷺ ضَعْ یَدَکَ عَلَی الَّذِیْ تَاَلَّمَ مِنْ جَسَدِکَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ ثَلاَ ثًا وَقُلْ

سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)) [1]

''انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درد کی شکایت کی جو ان کے بدن میں اسلام لانے کے بعد سے پیدا ہو گیا تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ بدن کے اس حصہ پر رکھو جہاں تکلیف ہے پھر تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ ((اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ الخ)) کے ذریعہ تعوذ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت کے طفیل اس شر سے پناہ چاہتا ہوں' جو میں اپنے بدن میں پا رہا ہوں اور جس سے میں خطرہ محسوس کرتا ہوں''۔

اس تعوذ میں علاج ذکر الٰہی کے ساتھ ہے اور شفاء کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کی بنیاد پر ہے اور اللہ کی عزت و قدرت کے طفیل اس شر سے استعاذہ ہے جو اس کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا تکرار اور زیادہ نافع اور مفید ہے جیسے کہ مرض کے اخراج کے لئے دوا بار بار دی جاتی ہے اور سات میں ایسی خصوصیت ہے جو کسی دوسرے عدد میں نہیں پائی جاتی۔

صحیحین میں روایت ہے کہ:

((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَعُوْذُ بَعْضَ اَهْلِهٖ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا))

''نبی ﷺ اپنے گھر کے کسی شخص کے لئے تعوذ فرماتے' تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے بدن پر پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے کہ اے اللہ! اے لوگوں کے رب تو اس تکلیف کو دور کر اور شفاء عطا فرما تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے تمہاری شفاء کے سوا کوئی شفاء نہیں یہ ایسی شفاء ہے جو کسی بیماری کو باقی نہیں رہنے دیتی'' [2]

اس رقیہ میں کمال درجہ ربوبیت کے ذریعہ اللہ سے توسل کیا گیا ہے' اور اس کی کمال رحمت کے طفیل شفاء کی درخواست کی گئی ہے اور اس کا اقرار ہے کہ صرف وہی تن تنہا شفاء دینے والا ہے اس شفاء میں کوئی دوسرا شافی شریک نہیں اسی طرح یہ رقیہ اللہ تعالیٰ کی توحید' اس کی ربوبیت اور اس کے احسان تینوں پر مشتمل ہے۔

---

[1] مسلم نے ۲۲۰۲ میں کتاب السلام باب استحباب وضع يده على موضع الالم کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] بخاری نے ۱۰/۱۷۸ میں کتاب الطب باب النفث فی الرقية کے تحت اور مسلم نے ۲۱۹۱ میں کتاب السلام باب استحباب رقية المريض کے ذیل میں اسے ذکر کیا۔

۸۲-فصل

مصیبت زدہ اور غم زدہ کا علاج نبوی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ))

[بقرۃ : ۱۵۵ - ۱۵۷]

''اے رسول اللہ ﷺ آپ ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجئے جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں 'یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی خاص رحمتیں اور عام رحمت ہے اور یہی لوگ درحقیقت ہدایت یافتہ ہیں''۔

مسند میں نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَامِنْ اَحَدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اٰجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اٰجَارَهُ اللّٰهُ فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا مِنْهَا))

''جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے اے اللہ میری مصیبت میں مجھے پناہ دے اور مجھے اس سے بہتر اس کے بعد دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت میں اسے پناہ دے گا اس کے بعد اس مصیبت کے بدلے اسے نیکی عطا کرے گا''۔[1]

یہ کلمہ مصیبت زدہ کا اعلیٰ ترین علاج ہے جو اس کے لئے فوری اور آئندہ دونوں موقعوں پر نفع بخش ہے اس لئے کہ یہ جملہ دو عظیم بنیادوں پر مشتمل ہے' جب بندہ کو ان دونوں کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

---

[1] امام احمد نے ۴/۲۷ میں حدیث ام سلمہ کو ابو سلمہ سے روایت کیا ہے' اور یہی حدیث صحیح مسلم (۹۱۸) (۴) میں کتاب الجنائز باب مایقال عندالمصیبة کے تحت حدیث ام سلمہ سے مذکور ہے۔

پہلی بنیاد یہ کہ بندہ اس کے اہل و عیال اور اس کا مال ساری چیزیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں عاریۃً بندہ کو دی ہیں اب اگر اس نے اس کو لے لیا تو اس کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے' جیسے کہ رعایت دینے والا اپنا سامان مستعیر سے واپس لے لیتا ہے اور اس کے ساتھ دو عدم لگا ہوا ہے ایک عدم تو ملنے سے پہلے اور دوسرا عدم ملنے کے بعد ہوتا ہے اور بندہ کی اس پر ملکیت کچھ دنوں کے لئے عاریۃً تھی نیز بندہ نے اس کو عدم سے وجود نہیں بخشا کہ وہ درحقیقت اس کی ملکیت ہوتی' ورنہ اس کے وجود کے وہ تمام آفتوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے' اور نہ اس کے اوپر اس کے وجود کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری ہے' اس لئے اس کی اس میں کوئی تاثیر نہیں اور نہ مالک حقیقی ہے۔

اس میں جو اسے تھوڑا بہت حق تصرف حاصل ہے وہ آقا کے حکم سے ہے کہ اس نے ایک حد تک پابندی لگا کر تصرف کی اجازت دی ہے مالکانہ تصرف اسے حاصل نہیں اسی وجہ سے تصرفات کا بھی اسے حق نہیں بجز اس کے کہ مالک حقیقی کی اجازت ہو تو تصرفات بھی ممکن ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں اپنے پیچھے اپنا نائب چھوڑ کر اپنے رب کے پاس تن تنہا آئے جیسا کہ اسے اللہ نے پہلی بار تنہا پیدا کیا تھا اس کے پاس اس وقت اہل و عیال خاندان اور مال نہ تھا صرف اس کے پاس نیکیاں اور برائیاں ہوں گی جب انسان کی ابتدا یوں ہے اور اس کی انتہا یہ ہے تو اسے کسی موجود چیز سے مسرت اور گم شدہ سامان پر ناامیدی اور مایوسی کیوں ہوتی ہے چنانچہ مبدأ و معاد کی فکر اس بیماری کا سب سے بڑھ کر علاج ہے اور اس کو یقینی علم ہو جائے کہ اس کو یہ مصیبت اس لئے نہیں پہنچی کہ وہ گناہ کرے اور اس کی گناہ کی پاداش میں یہ مصیبت نہیں پہنچی چنانچہ ارشاد باری ہے:

((مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ)) [حدید: ۲۲-۲۳]

"کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب (لوح محفوظ) میں لکھ دی گئی' قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں' یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے' تاکہ تم اس چیز پر جو تم سے فوت ہو گئی' رنجیدہ نہ ہو جاؤ اور جو چیز تم کو عطا کی ہے' اس پر اترانے نہ لگو اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا"۔

اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اسے کیوں یہ مصیبت پہنچی تو وہ دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے

اس جیسے بہتوں کو باقی رکھا یا جو اس سے افضل تھا' اگر اس نے مصیبت پر صبر و رضا سے کام لیا تو اس کے لئے پونجی جمع کر دی جو اس مصیبت کی افتاد سے کئی گنا بڑھی چڑھی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس سے بھی بڑی افتاد میں گرفتار کر سکتا تھا۔

اس کا علاج یہ بھی ہے کہ اپنی آتش مصیبت کو اہل مصائب پر ہمدردی کا اظہار کر کے ٹھنڈی کرے اور یہ بخوبی جان لے کہ ہر وادی میں بنو سعد ا ہیں پھر دائیں جانب نظر ڈالی تو دیکھے گا کہ محنت دکاوش ہے اور بائیں رخ کر کے دیکھے تو اسے حسرت ۲ ہی حسرت نظر آئے گی۔

اور اگر پوری دنیا کی تفتیش کرے تو اسے ہر طرف مبتلائے درد و الم نظر آئیں گے یہ ابتلاء کسی محبوب کی جدائی کی وجہ سے ہوگا یا کسی مشکل سے دو چار ہوگا' دنیا کے شرور خواب کے مانند ہیں یا ڈھلتے سائے کی طرح ہیں اگر کبھی ہنس پڑے تو عرصہ دراز تک روتے رہے اور اگر ایک دن کی خوشی ملی تو عرصہ تک رنج و غم سے پالا رہا اگر تھوڑی پونجی ہاتھ آئی تو زمانے تک محرومی رہی' کسی گھر کے لوگ پھلتے پھولتے نظر آئے تو کچھ دنوں کے بعد وہی گھر اجڑا ہوا جائے عبرت دکھائی پڑا اگر کبھی ہنسی خوشی کا موقعہ ہاتھ آ گیا تو دوسرے ہی دن شر در دفتن سے سابقہ پڑا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسرت کی آغوش میں ایک غم ہے کسی گھر میں آج ہر طرف اگر خوشی ہے تو کل ماتم کدہ دکھائی دے گا' ابن سیرین نے فرمایا کہ تمہاری ہر خوشی میں گریہ وزاری مضمر ہے۔

ہند بنت نعمان نے کہا کہ ہم نے بچشم خود دیکھا کہ ہم لوگوں میں سب سے معزز اور بڑے طاقتور بادشاہ تھے' مگر ابھی سورج پورے طور پر غروب بھی نہیں ہوا تھا کہ ہم نے اپنے آپ کو سب سے کم تر درجہ کا پایا اور اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا حق ہے کہ جس گھر میں جہاں دولت کی ریل پیل ہو اس طرح برباد کر دے کہ وہ مقام عبرت بن کر رہ جائے۔

ایک شخص نے ہند بنت نعمان سے کہا کہ اپنی داستان سناؤ تو اس نے جواب دیا کہ ابھی صبح کی بات ہے کہ سارا عرب ہمارا دست نگر تھا' پھر شام اس طرح سے آئی کہ عرب کا ہر شخص ہم پر دست کرم وشفقت رکھے ہوئے تھا۔

---

۱ یہ مثل اضبط بن قریع کے اس ضرب المثل فی کل واد سعد بن زید سے لی گئی ہے' یعنی ہر طرف مصیبت ہی مصیبت ہے۔

۲ یہ بدیع الزماں ہمدانی کے ایک خط کا اقتباس ہے۔ جسے انہوں نے ابو عامر جنی کے پاس اس کے بعض اقارب کی مدت پر تعزیت کے طور پر لکھا تھا دیکھئے رسائل ص ۹۳ (مطبوعہ پریس)

ایک دن ہند کی بہن حرقہ بنت نعمان رو پڑی حالانکہ یہ بڑی شان وشوکت کی مالک تھی کسی نے اس سے اس کے رونے کا سبب دریافت کیا کہ رونے کی کیا بات ہے کیا کسی نے تم کو اذیت دی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں نے گھر میں دولت کی ریل پیل[1] دیکھی اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایسا گھر دیکھنے میں نہیں آیا جہاں مسرت کی لہر دوڑ رہی ہو کہ اچانک غم کی آندھی نہ چلی ہو۔

اسحٰق بن طلحہ نے بیان کیا کہ ایک دن میں اس لڑکی کے پاس حاضر ہوا اور اس سے کہا کہ تم نے بادشاہوں کی رفتار زندگی کیسی دیکھی؟ اس نے جواب دیا ہم آج کے اس خیر سے آشنا نہیں جیسے کل کے دن تھے' کتابوں میں منقول یہ بات ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو فارغ البال زندگی بسر کرتا ہو مگر چند ہی دنوں کے بعد وہ لوگوں کے لئے نمونہ عبرت بن جاتا ہے زمانہ بڑا ہی عجیب ہے کہ وہ کسی قوم کے عیش وعشرت کے شب وروز کو مصیبت ورنج وغم کے شب وروز میں بدل دیتا ہے پھر اس کے بعد یہ دو شعر انہوں نے سنائے۔

فَبَيْنَا نَسُوْسُ النَّاسَ وَالْأَمْرُ اَمْرُنَا　　اِذَا نَحْنُ فِيْهِمْ سُوْقَةٌ نَتَنَصَّفُ

فَاُفٍّ لِّدُنْيَا لَا يَدُوْمُ نَعِيْمُهَا　　تَقَلَّبُ تَارَاتٍ بِنَا وَتَصَرَّفُ

''ابھی ہم لوگ لوگوں پر حکمرانی کرتے تھے اور ہمارے اوپر کسی کی بالادستی نہ تھی کہ اچانک ہم میں تبدیلی آ گئی ہم ماتحت ہو گئے اور انصاف کے بھکاری بن گئے''[2]

بُرا ہو دنیا کا کہ اس کی نعمت پائیدار نہیں' رہ رہ کے تبدیلیاں رہ رہ کے انقلابات رونما ہوتے ہیں۔

اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ یہ یقین کرلے کہ نالہ وشیون سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے غم دوگنا ہو جاتا ہے اور حقیقت میں یہ مرض کو بڑھاتا ہے۔

اس کا علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ یقین کرلے کہ صبر وتسلیم کا ثواب فوت ہونا یہ وہی برکت ورحمت اور

---

[1] غضارۃ۔ فارغ البالی' مرفہ الحالی ''عقد'' کے مصنف ابن عبدربہ نے کیا ہی خوب لکھا ہے۔

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْيَا غَضَارَةُ اَيْكَةٍ　　اِذَا اخْضَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ جَفَّ جَانِبُ

''بے شک دنیا ایک گنجان درخت ہے' جس کا ایک حصہ شاداب رہتا ہے' تو دوسرا جانب خشک ہو جاتا ہے''

[2] یہ دونوں شعر المؤتلف والمختلف ص ۱۴۵ اور حماسہ ص ۱۲۰۳ پر مرزوقی کی شرح کے ساتھ اور خزانۃ الادب ص ۱۷۸ پر موجود ہے شاعر کا یہ قول الامر امرنا کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے اوپر کسی کی بالادستی نہیں ''سوقۃ'' بادشاہ کا ماتحت' نتنصف ہم خدمت کرتے ہیں' اور ناصف بمعنی خادم ہوتا ہے۔

ہدایت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے صبر کے نتیجہ میں ذمہ داری لی ہے' درحقیقت استرجاع غم مصیبت سے بھی بڑی چیز ہوتی ہے۔

اس کا علاج یہ بھی ہے کہ انسان اس بات کو بخوبی جان لے کہ نالہ وشیون سے دشمن خوش ہوتا ہے دوست ناراض ہوتا اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور شیطان کو اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے ساتھ ہی ساتھ اس کا ثواب بھی ضائع ہوتا ہے۔

اور نالہ وشیون کرنا خود اپنے آپ کو کمزور کرنے کے مترادف ہے اور جب اس نے صبر وشکیب سے کام لیا تو شیطان کو اس نے خستہ کر دیا' اور اسے نامراد لوٹا دیا' اور اپنے رب کو راضی اور اپنے دوست کو خوش کر لیا' اور دشمن کو تکلیف پہنچائی اور اپنے بھائیوں کا بار ہلکا کر دیا' اور اس نے ان کو ایسے موقع پر تسلی دی جبکہ لوگ اسے تسلی دیتے اسی کو ثبات کہتے ہیں اور یہی انتہائی کمال ہے' جس میں رخساروں پر طمانچہ مارنا اور چاک گریبانی اور چیخ وپکار کے ساتھ دعا اور تقدیر پر غصہ ورنج کا اظہار نہیں ہے۔

اس کا علاج ایک یہ ہے وہ یقین کر لے کہ صبر وشکیب سے کتنی لذت اور مسرت ملتی ہے اگر یہ مصیبت باقی رہ جاتی تو نہ جانے کس قدر لذتوں اور مسرتوں کے دروازے کھلتے اور اس کے لئے صرف وہی بیت الحمد ہی کافی ہے جو اس کو مصیبت پہنچنے اور اس پر حمد الٰہی کرنے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے کے نتیجے میں جنت میں تعمیر ہوتا ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ ان دو مصیبتوں میں سے کون سی مصیبت بڑی ہے یہ فوری طور پر پیش آنے والی مصیبت یا بیت الحمد کھو دینے کی مصیبت جو جنت خلد میں ہی تعمیر ہوتا ہے' چنانچہ جامع ترمذی میں مرفوعاً روایت مذکور ہے:

((یَوَدُّ نَاسٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنَّ جُلُوْدَھُمْ کَانَتْ تُقْرَضُ بِالْمَقَارِیْضِ فِی الدُّنْیَا لِمَا یَرَوْنَ مِنْ ثَوَابِ اَھْلِ الْبَلَاءِ))

''قیامت کے دن لوگ خواہش کریں گے کہ کاش ان کے چمڑے دنیا میں قینچیوں سے کاٹ دیئے جاتے' جب وہ مصیبت زدوں کے ثواب کو دیکھیں گے''۔[1]

بعض سلف نے بیان کیا کہ اگر دنیا کے مصائب وآلام نہ ہوتے تو ہم قیامت میں مفلس بن کر

---

[1] ترمذی نے ۲۴۰۴ میں کتاب الزھد باب مایود اھل العافیة فی الجنة کے تحت اس کو ذکر کیا ہے' حدیث عبدالرحمٰن بن معزاء سے اس طرح مروی ہے' عن الا عمش عن ابی الزبیر عن جابر'' مگر عبدالرحمٰن بن معزاء ضعیف ہیں' اعمش سے ان کی احادیث کا محدثین نے انکار کیا' اور ثقات ان کی متابعت وموافقت بھی نہیں کرتے' اس میں اعمش اور ابوالزبیر کا عنعنہ بھی موجود ہے۔

حاضر ہوتے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ مریض اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچنے والی راحت سے تسکین دے جو کہ مصائب کے بعد انسان کو حاصل ہوتی ہے اس لئے کہ ہر چیز کا بدل ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے کیوں کہ اس کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا بقول شاعر ؎

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِذَا ضَيَّعْتَهُ عِوَضٌ وَمَا مِنَ اللّٰهِ اِنْ ضَيَّعْتَهُ عِوَضٌ

''ہر چیز کا جس کو تم نے کھو دیا بدل ہے اور اللہ کو اگر کھو دیا تو اس کا کوئی بدل نہیں''۔

اس کا ایک طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ یقین کر لے کہ اس کا حظ مصیبت اس کے عمل کا نتیجہ ہوتا ہے' چنانچہ جو اس پر راضی ہو اس کے لئے مسرت ہے اور جو اس پر غضب وغصہ کا اظہار کرے اس کے لئے غصہ ہے تمہارا حصہ مصیبت سے وہی ہے' جس کو مصیبت نے تمہارے لئے ظاہر کیا' تو اب تجھے اختیار ہے کہ تو اچھا حصہ لے یا برا' اگر مصیبت اس کے غضب وغصہ اور کفر کا سبب بنی تو ہلاک ہونے والوں کے دفتر میں اس کا نام درج ہوگا' اور اگر نالہ وشیون' واجبات کے ترک کرنے میں یا حرام کام کے ارتکاب میں کوتاہی کا اظہار کیا تو کوتاہی کرنے والوں کے رجسٹر میں اس کا نام درج ہوگا' اور اگر مصیبت پر اس نے زبان شکایت دراز کی اور بے صبری کا اظہار کیا تو بیوقوفوں کے دفتر میں نام لکھا جائے گا' اور اگر اس نے اللہ اور اس کی حکمت بالغہ پر اعتراض کیا' تو گویا اس نے زندیقیت کے دروازے پر دستک دی' اور اس میں داخل ہوگیا' اور اگر مصیبت پر صبر وثبات کا اظہار اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا تو صابروں میں شمار ہوگا' اور اگر رضائے الٰہی کا اظہار کیا تو پسندیدہ لوگوں میں شمار ہوگا' اور اگر مصیبت پر حمد الٰہی اور شکر کیا تو شکر گزاروں کے دفتر میں نام لکھا جائے گا' اور حمد الٰہی کے جھنڈے کے نیچے حمد کناں کے ساتھ ہوگا' اور اگر مصیبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق اور اس کی محبت دل میں پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کے مخلص اور محبت کرنے والوں میں اس کا شمار ہوگا۔

مسند احمد' اور ترمذی میں محمود بن لبید کی حدیث مرفوعاً روایت ہے۔

((اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضٰى وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ زَادَ اَحْمَدُ وَمَنْ جَزِعَ فَلَهُ الْجَزَعُ))

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزماتا ہے اگر آزمائش پر وہ راضی رہی تو رضائے الٰہی اس کے ساتھ ہے' اور اگر وہ رنجیدہ غصہ ہوئی تو غضب الٰہی اس کے ہمراہ ہے'

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ زیادہ کیا کہ جس نے نالہ وشیون کیا اس کے لئے نالہ وشیون ہی ہے۔[1]

مصیبت کا علاج یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ یہ یقین رکھے کہ اگرچہ وہ نالہ وشیون کی آخری منزل پر پہنچ جائے مگر پھر بھی مجبوراً صبر کرنا پڑے گا اور یہ ناپسندیدہ بھی ہے' اور بلا مقصد بھی اس لئے کہ اس سے ثواب نہیں ملے گا' بعض دانشوروں کا یہ قول ہے کہ دانشمند شخص ابتدائے مصیبت ہی میں وہ کام کر گزرتا ہے جسے بیوقوف بہت دنوں کے بعد کرتا ہے اور جس نے شریفوں کی طرح صبر سے کام نہیں لیا' وہ چوپایوں کی طرح بے غم ہوگیا' اور صحیح بخاری میں مرفوعاً روایت ہے:

((اَلصَّبْرُ عِنْدَ صَدْمَةِ الْاُوْلٰی)) صبر تو پہلی چوٹ کے وقت ہے۔[2]

اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اگر تو نے ایمان واحتساب کے طور پر صبر کیا تو بہتر ورنہ چوپایوں کی طرح تم فراموش کر دیئے جاؤ گے۔

اس کا طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ یہ جان لے کہ اس کے لئے سب سے نفع بخش دوا اس کے رب کی موافقت اور اس کی رضا ہے جو اس کے حق میں پسند کرے اور ہمیشہ سے محبت کی یہ ریت چلی آ رہی ہے کہ ہر بات میں محبوب کی موافقت کی جائے جس نے کسی سے محبت کرنے کا دعویٰ کیا' پھر محبوب کے پسندیدہ امر کو ناپسند کرے اور ایسا کام کرے جس سے محبوب ناراض ہو جائے تو اس نے خود اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور محبوب کے نزدیک وہ ناپسندیدہ شمار ہوگا۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ جس کے حق میں جو فیصلہ ہوا اس پر راضی برضا رہے اور عمران بن حصین نے اس کا سبب بیان کیا کہ مجھے سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے' جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے' ابو العالیہ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے۔

---

[1] حدیث صحیح ہے' اس کو امام احمد نے مسند ۵/ ۴۲۷' ۴۲۹ میں دو طریق سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاھُمْ فَمَنْ صَبَرَ فَلَہُ الصَّبْرُ وَمَنْ جَزِعَ فَلَہُ الْجَزَعُ اور ترمذی نے ۲۴۰۳۱ میں حدیث انس کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے اِنَّ اَعْظَمَ الْجَزَاءِ مِنْ عَظَمِ الْبَلَاءِ کہ ثواب کی زیادتی مصیبت کی بڑائی پر ہوتی ہے' وَاِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاھُمْ فَمَنْ رَضِیَ فَلَہُ الرِّضٰی وَمَنْ سَخِطَ فَلَہُ السَّخَطُ' اور اللہ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے' تو اسے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے' اگر اس پر رضا کا اظہار کیا تو رضائے الٰہی کا مستحق ہے' اور اگر غصہ کا اظہار کیا تو غضب الٰہی اس کے لئے ہے۔ اس کی سند عمدہ ہے۔

[2] بخاری نے ۳/ ۱۳۸ میں کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمة الاولٰی کے تحت اور مسلم نے ۹۲۶ میں کتاب الجنائز باب فی الصبر فی المصیبة عند الصدمة الاولٰی کے تحت حدیث انس بن مالک کو بیان کیا ہے۔

یہ دوا شافی اور طریقۂ علاج صرف عشاق لوگوں کے لئے ہے ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس طریقۂ علاج کو اختیار کرے۔

اور یہ بھی ایک طریقۂ علاج ہے کہ دونوں لذتوں اور منفعتوں کے درمیان موازنہ کرے اور دونوں کی پائیداری اور ثبات کو دیکھے' ایک لذت تو اس منفعت کی ہوتی ہے جو مصیبت پہنچنے کے طفیل حاصل ہوتی ہے اور دوسری لذت ثواب الٰہی سے منفعت اندوزی کے سبب حاصل ہوتی ہے جس طرف رجحان ہو اسی راجح کو اختیار کرو اور اس کی توفیق پر اللہ کی حمد بیان کرو اور اگر ہر جانب سے مرجوح کو قبول کیا تو یہ سمجھ لو کہ اس کی مصیبت اس کی عقل' قلب اور دین میں اس مصیبت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے' جو اسے دنیا میں پہنچی۔

اس کا علاج موثر یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ اس امر پر یقین رکھے کہ جس ذات نے اس کو اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے' وہ احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی ہلاکت کی غرض سے اس پر یہ مصیبت نہیں نازل کی ہے اور نہ اس لئے کہ وہ اس کے ذریعہ عذاب دے' اور نہ اس کے ذریعہ اس کی بربادی مقصود ہے' بلکہ اس نے مصیبت میں اس کو اس لئے مبتلا کیا تاکہ اس کے صبر و ایمان اور رضائے الٰہی کو آزمائے اور اس کی تضرع و عاجزی اور گریہ وزاری سننا چاہتا ہے اور اسے اپنے دروازے پر گرا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے اور اپنے دربار میں پناہ گزین بنانا چاہتا ہے اور اپنے سامنے اسے شکستہ دل دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی شکایت و درد کی اپیل سننا چاہتا ہے۔

شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ نے فرمایا' اے میرے بیٹے مصیبت تم کو برباد کرنے کے لئے تجھ پر نہیں آتی' بلکہ تمہارے صبر و ایمان کی آزمائش کرنے کے لئے آتی ہے' اے میرے بیٹے تقدیر ایک درندہ ہے' اور درندہ مردہ نہیں کھاتا' خلاصہ کلام یہ کہ مصیبت بندہ کے لئے ایک بھٹی کی حیثیت رکھتی ہے جس میں وہ اپنی زندگی کو تپا کر اپنے موافق کر لے پھر یا تو اس سے سرخ سونا نکالے یا زنگ آلود چیز' شاعر نے خوب کہا ہے ؎

سَبَكْنَاهُ وَنَحْسِبُهُ لُجَيْنًا فَأَبْدَى الْكِيْرُ عَنْ خَبَثِ الْحَدِيْدِ

''ہم نے اسے خالص چاندی سمجھتے ہوئے پگھلایا لیکن بھٹی نے اسے زنگ آلود لوہا ظاہر کیا''۔

اگر دنیا میں یہ بھٹی اسے فائدہ نہ دے تو اس سے بھی بڑی بھٹی سامنے ہے' اگر بندے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ دنیا کی بھٹی اور کسوٹی آخرت کی بھٹی اور کسوٹی سے بہتر ہے' اور اسے دونوں میں سے کسی بھٹی کی نذر ہونا پڑے گا' تاکہ اپنے اوپر نعمت الٰہی کی قدر و اہمیت کرے جو اس نے اس موجودہ بھٹی میں پگھلا کر آزاد کر دیا۔

ایک علاج یہ بھی ہے کہ بندہ یہ سمجھ لے کہ اگر دنیاوی مصائب و آلام نہ ہوتے تو بندہ دوسری بڑی بیماریوں مثلاً تکبر' خود پسندی' ہیکڑی اور سنگدلی میں مبتلا ہو جاتا' جو اس کی دنیاوی اور اخروی ہلاکت کا سبب بنتی ہے اور یہ تو رحمت خداوندی ہے کہ اس نے مصائب کی مختلف دواؤں کے ذریعہ بندے کے مرض کی خبر گیری کی اور مہلک ردی فاسد مواد کا استفراغ کیا' وہ ذات انتہائی پاک مقدس ہے جو اپنی آزمائش کے ذریعہ رحم کی راہیں ہموار کر دیتا ہے اور اپنی نعمتوں کے ذریعہ آزماتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ۔

قَدْ يُنْعِمُ اللّٰهُ بِالْبَلْوَىٰ وَإِنْ عَظُمَتْ وَيَبْتَلِي اللّٰهُ بَعْضَ الْقَوْمِ بِالنِّعَمِ

''اللہ تعالیٰ مصیبت کے ذریعہ انعام کرتا ہے' اگرچہ وہ بڑی ہو' اور کبھی بعض لوگوں کو اللہ نعمتوں کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا کرتا ہے''۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا علاج مصائب و ابتلاء کی دواؤں سے نہ کرتا تو وہ سرکش ہو جاتے اور بغاوت کر بیٹھتے اور اکڑ جاتے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے ابتلاء و آزمائش کی دوا پلا کر اس کے مناسب حال علاج کرتا ہے' اور مہلک بیماریوں سے اس کا استفراغ کرتا ہے یہاں تک کہ جب اچھی طرح اس کو مہذب بنا دیتا ہے اور پورے طور پر اس کا تنقیہ و تصفیہ فرما دیتا ہے تو اسے دنیاوی مراتب میں سے اعلیٰ ترین منصب کے لائق بنا دیتا ہے اور یہی منصب عبودیت الٰہی ہے پھر اسے ثواب آخرت کا سب سے بلند حصہ عطا کرتا ہے' جسے رویت الٰہی اور قربت الٰہی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کا طریقۂ علاج یہ بھی ہے کہ بندہ بخوبی سمجھ لے کہ دنیا کی تلخی ہی بعینہٖ آخرت کی شیرینی ہے اور باری تعالیٰ اپنی قدرت سے تلخی کو شیرینی میں تبدیل کرتا رہتا ہے اور دنیا کی شیرینی درحقیقت آخرت کی تلخی ہے' اس لئے تھوڑی دیر کی تلخی اگر دائمی حلاوت میں تبدیل ہو کر مل جائے تو اس کے لئے اس سے بہتر ہے' کہ اس کے برعکس معاملہ ہو' اگر تم اسے ابھی تک نہ سمجھ سکے تو صادق مصدوق نبی کریم ﷺ کے قول کو سمجھو جس میں آپ نے فرمایا:

((حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَ حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ)) [1]

''جنت ناپسند چیزوں سے گھیر دی گئی ہے' اور جہنم لذائذ و شہوات سے گھیر دی گئی ہے''

---

[1] امام مسلم نے ۲۸۲۲ میں کتاب الجنة باب صفة الجنة و نعیمها کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

اسی مقام پر پہنچ کر مخلوق کی عقلوں کا اختلاف نمایاں ہو جاتا ہے اور انسانیت کے حقائق سامنے آتے ہیں چنانچہ ان میں سے اکثر لوگ چند روزہ رہنے والی حلاوت کو دائمی حلاوت پر ترجیح دیتے ہیں' حالانکہ وہ لازوال ہے' اور انہوں نے چند ساعت کی تلخی کو دوامی حلاوت کے مقابل برداشت نہ کیا اور ذرا سی دیر کی بے آبروئی دائمی آبرو کے حصول کیلئے قبول نہ کی اور نہ تھوڑی سی تکلیف دائمی عیش وعشرت کے لئے قبول کی' اس کے جو سامنے ہے وہی سب کچھ ہے' اور جس کا انتظار ہے وہ آنکھوں سے اوجھل ہے' ایمان انتہائی کمزور اور شہوت کا بادشاہ حاکم ہے' اور یہی دنیا کو ترجیح دینے اور آخرت کو ترک کرنے کا سبب ہے اور یہی حال ظاہر بینوں کا ہے' جو ظواہر امور اور ان کی اوائل ومبادی پر نگاہ رکھتے ہیں لیکن وہ گہری نگاہ جو دنیاوی پردوں کو چاک کر کے اس کی آخری حد اور نتائج تک پہنچ جاتی ہے' اس کی کچھ اور ہی شان ہے۔

چنانچہ اپنے آپ کو اس نعمت کے حصول کے لئے آمادہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اور اطاعت گزار بندوں کے لئے دائمی عیش کے نام سے تیار کر رکھی ہے' اور ابدی سعادت اور عظیم کامرانی کو ان کے حصے میں لکھا یا اس رسوائی سزا اور دائمی حسرتوں کی طرف اپنے نفس کو مائل کرو' جسے اللہ تعالیٰ نے غافلوں اور بیکار لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے اب یہ تمہارے اختیار کی چیز ہے کہ ان دونوں قسموں میں سے کون تمہارے لئے مناسب ہے ہر ایک اپنے انداز پر کام کرتا ہے اور ہر ایک اپنے مناسب حال تگ و دو کرتا ہے جسے وہ بہتر جانتا ہے یہ علاج زیادہ طویل نہیں' چونکہ طبیب اور مریض دونوں ہی کو اس علاج کی ضرورت تھی' اس لئے ذرا تفصیل سے کام لیا گیا وباللہ التوفیق۔

۸۳-فصل

"رنج وغم" بے قراری اور بے چینی کا علاج نبوی

امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ نے صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْاَرْضِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمُ))

"نبی کریم ﷺ بے چینی کے وقت فرماتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' جو انتہائی بردبار

اور عظیم ہے اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' جو عرش کا عظیم رب ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں' جو ساتوں آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کا رب کریم ہے''۔[1]

جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ قَالَ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ))

''کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی بڑا معاملہ پیش آتا تو آپ یہ دعا پڑھتے کہ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے ہمیشہ قائم رہنے والے میں تیری رحمت کے ذریعہ مدد چاہتا ہوں''۔[2]

اور جامع ترمذی ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے۔

((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَهَمَّهُ الْاَمْرُ رَفَعَ طَرْفَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَاِذَا اجْتَهَدَ فِي الدُّعَاءِ قَالَ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ))

''نبی کریم ﷺ کے سامنے جب کوئی اہم معاملہ ہوتا تو آپ اپنی نگاہ آسمان کی جانب اٹھاتے اور فرماتے پاک ہے' وہ اللہ جو عظیم ہے اور جب پورے لگن سے دعا کرتے تو فرماتے' اے سدا زندہ رہنے والے اور ہمیشہ قائم رہنے والے'' [3]

سنن ابوداؤد میں ابوبکرہ سے روایت منقول ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ دَعْوَاتُ الْمَكْرُوْبِ اللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ))

''کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مصیبت زدہ کی یہ دعا ہے اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں' مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی خود کے سپرد نہ کر اور میری سبھی حالت کو درست فرما'

---

[1] امام بخاری نے ۱۲۲/۱۱' ۱۲۳ میں کتاب الدعوات باب الدعاء عندالکرب کے تحت اور امام مسلم نے ۲۷۳۰ میں کتاب الذکر والدعاء باب دعاء الکرب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

[2] امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی کے ۳۵۲۲ میں کتاب الدعوات کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں یزید بن ابان رقاشی نامی ایک راوی ضعیف ہے۔

[3] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع ترمذی کے ۳۴۳۲ میں کتاب الدعوات باب مایقول عندالکرب کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے' اس کی سند میں ابراہیم بن فضل مخزومی ایک راوی ہے' جو متروک الحدیث ہے۔

تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔[1]

اسی سلسلہ میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں چند ایسے کلمے نہ سکھا دوں' جنہیں تو مصیبت کے موقعہ پر ورد زبان رکھے' یا مصیبت کی حالت میں اسے کہے' یہ وہ ہیں:

((اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا [2] وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهَا تُقَالُ سَبْعَ مَرَّاتٍ)) [3]

"اللہ میرا رب ہے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کلمات کو سات مرتبہ کہا جائے"

مسند امام احمد میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے' انہوں نے نبیؐ سے روایت کی آپ نے فرمایا:

((مَا اَصَابَ عَبْدًا هَمٌّ وَلَا حُزْنٌ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ ابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَ نُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ حُزْنَهٗ وَهَمَّهٗ وَاَبْدَلَهٗ

---

[1] ابوداؤد نے ۵۰۹۰ میں باب مایقول اذا اصبح کے تحت' امام احمد نے "۵/۴۲ میں' بخاری نے الادب المفرد کے ص ۷۰۱ میں اس کو بیان کیا' اس کی سند حسن ہے' ابن حبان نے ۲۳۷۰ میں اس کی تصحیح کی ہے' اور مصنف سے یہ سہو ہو گیا کہ انہوں نے اس حدیث کو مسند ابی بکر الصدیق کی حدیث قرار دیا ہے۔

[2] ابوداؤد نے ۱۵۲۵ میں کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغفار کے تحت' ابن ماجہ نے ۳۸۸۲ میں حدیث ہلال ابوطعمۃ مولیٰ عمر بن عبداللہ کو عن عمر عبدالعزیز عن عبداللہ بن جعفر عن اسماء بنت عمیس کے طریق سے روایت کیا ہے' اس کی سند حسن ہے' اس کی شاہد حدیث عائشہ ہے' جسے ابن حبان نے ۲۳۶۹ میں ذکر کیا ہے' شیخ ناصر الدین البانی نے اپنی تعلیق کلم طیب ص ۷۳ میں وہم کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر دیا کہ ہلال ابوطعمۃ مولی عمر بن عبدالعزیز کے سلسلے میں ہر مصنف کی نگاہ سے اوجھل رہی' جس نے صحاح ستہ کے رجال کے تراجم کے بارے میں تحریر کیا ہے جیسے تہذیب وتقریب اور خلاصہ کے مصنفین' حالانکہ ان سب کے نزدیک اس کا ترجمہ کنیت کے ساتھ ہے' تہذیب میں مذکور ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوطعمہ اموی مولی عمر بن عبدالعزیز کا نام ہلال ہے۔ وہ شامی ہے جو مصر میں رہا' اس نے اپنے آقا سے روایت کی اور عبداللہ بن عمر سے اور ان سے عمر بن عبدالعزیز' عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر اور عبداللہ بن لہیعہ نے روایت کی' ابوحاتم نے بیان کیا کہ ابوطعمہ قاریٔ مصر ہے' اس سے یزید بن جابر کے دونوں بیٹوں نے روایت کی ہے' اور ابن یونس نے کہا کہ ہلال مولی عمر بن عبدالعزیز کی کنیت ابوطعمہ ہے' وہ مصر میں قرآن پڑھتا تھا' ابن عمار موصلی نے کہا ابوطعمہ ثقہ ہے۔

[3] ہم کو اس روایت کے بارے میں واقفیت نہیں' البتہ طبرانی نے دعاء میں ذکر کیا کہ اسے تین بار کہا جائے گا۔

مَکَانَهُ فَرَحًا.)) [1]

''جس بندہ کو کوئی رنج یا غم پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے' اے اللہ میں تیرا بندہ اور بندے کا لڑکا اور تیری باندی کا لڑکا ہوں' میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے میرے بارے میں تیرا حکم جاری ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ سراپا عدل ہے میں تیرے ہر نام کے ذریعہ جس کو تو نے اپنے لئے منتخب کیا یا اپنی کتاب میں جسے نازل کیا' یا مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا جس کو تو اپنے علم غیب میں باثر قابل قبول بنایا اس کے طفیل میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ قرآن مجید کو میرے دل کی بہار' میرے سینے کی روشنی اور میرے غم سے نجات اور میرے رنج و افتاد سے رہائی کا سامان بنا دے تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کے کہنے کے طفیل میں اس کے رنج و غم کو دور کر کے اس کی جگہ خوشی و مسرت عطا کرے گا''۔

ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ إِذَا دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ وَلَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اُسْتُجِيْبَ لَهُ))

''حضرت یونس علیہ السلام ذوالنون کی دعا جبکہ انہوں نے مچھلی کے بطن میں اپنے رب کو پکارا یہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں یقیناً ظالموں میں سے تھا' جو مسلمان شخص کسی بھی ضرورت میں اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارے گا اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ [2]

اور دوسری روایت میں ہے:

((إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا مَكْرُوْبٌ إِلَّا فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كَلِمَةَ أَخِيْ يُوْنُسَ))

میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جب کبھی کوئی مصیبت زدہ اسے کہے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کی

---

[1] احمد نے مسند ۱/۳۹۱' ۴۵۲ میں اس کو ذکر کیا' اس کی سند صحیح ہے' ابن حبان نے ۲۳۷۲ میں اس کو صحیح قرار دیا جیسا کہ گذرا۔

[2] ترمذی نے ۳۵۰۰ میں کتاب الدعوات باب دعوۃ ذی النون فی بطن الحوت کے تحت اور احمد نے ۱/۱۷۰ میں اس کو ذکر کیا حاکم نے ۱/۵۰۵ میں اس کی تصحیح کی ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے' یہ حدیث ان دونوں کے کہنے کے مطابق ہی ہے' دوسری روایت کو ابن سنی نے ص ۱۱۱ میں بیان کیا اس کی سند میں ضعف ہے۔

مصیبت دور کر دے گا وہ میرے بھائی یونس کا کلمہ ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے بیان کیا۔

((دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالَ لَهٗ اَبُوْ اُمَامَةَ فَقَالَ يَا اَبَا اُمَامَةَ مَالِیْ اَرَاكَ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ هُمُوْمٌ لَزِمَتْنِیْ وَدُيُوْنٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلَامًا اِذَا اَنْتَ قُلْتَهٗ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَمَّكَ وَقَضٰی دَيْنَكَ؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰی يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَمِّیْ وَقَضٰی عَنِّیْ دَيْنِیْ))

''رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے' تو آپ نے انصار میں سے ایک شخص کو جسے ابوامامہ کہتے تھے دیکھا تو فرمایا کہ ابوامامہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نماز کے علاوہ وقت میں مسجد میں دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ اے رسول اللہ ﷺ مجھے غموں اور قرضوں کی کثرت نے جکڑ رکھا ہے' آپ نے فرمایا کہ تمہیں چند ایسے کلمات نہ سکھا دوں' جسے تم اپنی زبان سے ادا کرو گے' تو اللہ تعالیٰ تمہارے غم کو دور اور تمہارے قرض کو ادا کر دے گا' راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا جی ہاں ضرور اے رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ تم صبح و شام یہ کلمات کہا کرو' کہ اے اللہ میں رنج و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں' اور عاجزی اور سستی سے تیری پناہ کا طالب ہوں' بزدلی اور بخیلی' قرض کے بوجھ اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ چاہتا ہوں' ابوامامہ نے بیان کیا کہ میں نے آپ کے حکم کے مطابق کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور کر دیا' اور میرا قرض بھی ادا کر دیا''۔[1]

اور سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَ

---

[1] ابوداؤد نے ۱۵۵۵ میں کتاب الصلوۃ باب الاستغفار کے تحت اس کو ذکر کیا ہے' اس کی سند میں غسان بن عوف بصری نامی ایک راوی لین الحدیث ہے

رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ))

"جس نے استغفار کو اپنے اوپر لازم کر لیا تو اللہ اسے ہر رنج سے رہائی اور ہر تنگی سے کشادگی عطا فرمائے گا' اور ایسے ذریعہ سے روزی پہنچائے گا' جسے وہ تصور بھی نہیں کر سکتا"۔[1]

مسند میں مذکور ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ نماز کی طرف پناہ لیتے۔[2]

اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَاسْتَعِينُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ)) [بقرة: ۴۵]

"نماز اور صبر کے ذریعہ مدد طلب کرو"

اور سنن میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر جہاد فرض ہے' اس لئے کہ وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے' اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے رنج و غم کو دور فرماتا ہے۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَثُرَتْ هُمُوْمُهُ وَغُمُوْمُهُ فَلْيُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ))

"جو بہت سے مصائب و آلام کا شکار ہو اسے ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) کثرت سے کہنا چاہیے یعنی اللہ کے سوا کوئی طاقت و قوت نہیں ہے"۔

اور صحیح بخاری و مسلم سے یہ ثابت ہے کہ ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ ہے۔[4]

اور ترمذی میں مذکور ہے ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) جنت کے دروازوں میں سے ایک

---

[1] ابوداؤدؒ نے ۱۵۱۸ میں کتاب الصلوۃ باب الاستغفار کے تحت اور امام احمد نے ۲۲۳۴ اور ابن ماجہؒ نے ۳۸۱۹ میں اس کو ذکر کیا ہے' اس کی سند میں حکم بن مصعب نامی راوی مجہول ہے۔

[2] امام احمدؒ نے ۵/ ۳۸۸ میں اسے ذکر کیا اس کی سند میں محمد بن عبداللہ دؤلی اور عبدالعزیز بن ابو حذیفہ کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے۔

[3] حدیث صحیح ہے' اس کو طبرانی نے اوسط میں حدیث ابو امامہ سے اور احمد نے مسند ۵/ ۳۱۴' ۳۱۶' ۳۱۹' ۳۲۶' ۳۳۰' میں حدیث عبادہ بن صامت سے اس کو نقل کیا' حاکم نے ۲/ ۷۴' ۷۵ میں اس کو صحیح قرار دیا' اور ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔

[4] امام بخاری ۱۱/ ۱۸۰ میں کتاب الدعوات باب حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کے ذیل میں اور امام مسلم نے ۲۷۰۴ میں کتاب الذکر والدعاء کے باب استحباب خفض الصوت بالذکر تحت حدیث ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

دروازہ ہے۔[1]

یہ دوائیں پندرہ قسم کی دواؤں پر مشتمل ہیں' اگران کے ذریعہ بھی رنج وغم وحزن کی بیماری ختم نہ ہوتو سمجھ لو بیماری بہت پرانی اور جڑ پکڑے ہوئے ہے اور اس کے اسباب گہرے ہیں اس لئے مکمل استفراغ کی ضرورت ہے۔

پہلی دوا: توحید ربوبیت کا یقین۔

دوسری دوا: اللہ کے الہ ہونے میں توحید ویکتائی کا اقرار۔

تیسری دوا: توحید عملی واعتقادی۔

چوتھی دوا: اللہ تعالیٰ کو اس بات سے مبرا و پاک سمجھنا کہ وہ بندہ پر ظلم کرتا ہے' یا بلا سبب بندہ سے مواخذہ کرتا ہے۔

پانچویں دوا: بندہ کا یہ اعتراف کرنا کہ وہ خود ظالم ہے۔

چھٹی دوا: اللہ کی محبوب ترین چیز کے ذریعہ وسیلہ کرنا جو اس کے اسماء وصفات ہیں اور ان اسماء و صفات میں سے سب سے مکمل طور پر معانی کا جامع اسم اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔

ساتویں دوا: صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنا۔

آٹھویں دوا: بندے کا پرامید انداز میں اس کا اقرار۔

نویں دوا: اللہ پر پورا بھروسہ اور اسی کے سپرد تمام معالات اور اس بات کا اعتراف کہ اسکی پیشانی اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جسے جس سمت چاہے پھیر دے۔ اور یہ کہ حکم الٰہی اس پر جاری ہے اور قضائے الٰہی سراپا عدل وانصاف ہے۔

دسویں دوا: اپنے دل کو قرآن کے باغات میں چرنے دے اور قرآن کو اپنے دل کے لئے ایسی بہار سمجھے جیسی بہار جانوروں کے لئے خوشگوار ہوتی ہے اور قرآن کے ذریعہ شبہات وخواہشات نفسانی کی تاریکیوں کو روشن کرے اور اس کے ذریعہ ہر فوت شدہ چیز سے تسلی حاصل کرے اور ہر مصیبت کا مداوا قرآن پاک کو سمجھے اور سینے کی تمام بیماریوں سے شفا قرآن پاک کے ذریعہ حاصل کرے تو اس کا غم جاتا رہے گا رنج وغم سے رہائی نصیب ہوگی۔

گیارہویں دوا: استغفار

---

[1] امام ترمذی نے ۳۵۷۶ میں کتاب الدعوات کے باب فضل حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے تحت حدیث سعد بن عبادہ سے اس کو ذکر کیا ہے' اس کی سند حسن ہے۔

بارہویں دوا: توبہ و ندامت

تیرہویں دوا: اللہ کی راہ میں سرفروشی

چودہویں دوا: نماز کی پابندی اوقات کے ساتھ ادائیگی

پندرہویں دوا: طاقت وقوت سے برأت اور ان دونوں کو اس ذات کے سپرد کرنا جس کے قبضہ قدرت میں یہ دونوں ہیں۔

۸۴- فصل

ان امراض میں مذکورہ دواؤں کی افادیت کی توجیہہ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اور اس کے تمام اعضاء کو پیدا فرمایا اور ہر عضو کو ایک کمال سے نوازا اگر وہ عضو ضائع ہو جائے تو انسان کو صدمہ پہنچتا ہے ان اعضاء کے بادشاہ دل کو بھی کمال سے نوازا جب اس کا یہ کمال ضائع ہو جاتا ہے تو اسے مختلف بیماریاں اور مصائب و آلام' رنج و غم' افسردگی گھیر لیتی ہے۔

جب آنکھ قوت بصارت کھو بیٹھے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے' اور کان قوت سماعت کو ضائع کر دے اور زبان قوت گویائی سے بے بہرہ ہو جائے جو اس کی پیدائش کا حقیقی مقصد ہے تو پھر اس کے کمالات ضائع ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے دل کو اپنی معرفت و محبت اور اپنی توحید کا اقرار کرانے نیز رضائے الٰہی کے حصول کے لئے پیدا کیا ہے۔ تاکہ اس کی محبت و رضا مندی سے شاداں رہے اسی پر بھروسہ کرے اور اسی کے لئے کسی سے دوستی اور دشمنی کرے۔

اور اسی کے لئے باہم دوستی و تعلق اور باہم دشمنی کرے' اور ہمہ وقت اس کے ذکر و اذکار کو جاری رکھے اور قلب کو زندگی بخشنے کا سبب یہ ہے کہ تمام دنیا سے زیادہ لگاؤ اس کا اللہ رب العزت سے ہو اور اسی سے ہر قسم کی امید رکھے نہ کہ غیر سے اور اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری بات ہو گی' تو اس دل کی موت ہے' اسے کوئی نعمت و لذت اور فرحت و مسرت حاصل نہیں اور ظاہر ہے کہ زندگی انہی چیزوں سے برقرار رہتی ہے اور یہ چیزیں دل کے لئے غذا صحت اور زندگی کی حیثیت رکھتی ہیں' جب غذا' صحت نہ ملے اور زندگی اجیرن ہو جائے تو پھر رنج و غم اور افسردگی ہر چہار جانب سے قلب کو گھیر لیتی ہے اور ایک طرح وہ مضبوط بندش میں جکڑ جاتا ہے۔

سب سے بڑی دل کی بیماری شرک' گناہ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور محبوب چیزوں سے غفلت و لاپرواہی تمام معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے سے گریز اور اس پر اعتماد کی کمی اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی طرف میلان' تقدیر الٰہی پر غضب و ناراضگی کا اظہار اور اس کے وعدہ و وعید میں شک و شبہ کرنا ہے۔

جب آپ دل کی بیماریوں پر غور کریں گے' تو ان مذکورہ چیزوں اور ان جیسی چیزوں کو آپ ان کے حقیقی اسباب و وجوہات سمجھیں گے' اس کے علاوہ ان چیزوں کا کوئی دوسرا سبب نہیں ہے اس لئے اس کی دوا بھی وہی ہوگی جس کے سوا کوئی دوسری دوا ہو ہی نہیں سکتی یعنی ان معالجات نبویہ کے ساتھ ان امور کا علاج کیا جائے جو ان بیماریوں کے متضاد ہوں اس لئے کہ مرض تو مقابل دوا ہی سے دور کیا جاتا ہے اور حفظان صحت اس جیسی دوا سے کی جاتی ہے' لہٰذا دل کی صحت ان ہی امور نبویؐ سے ممکن ہے اور دل کے امراض کو اس کی قابل دواؤں سے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔

توحید الٰہی سے بندہ کے لئے بھلائی لذت' مسرت و فرحت اور شادمانی کا دروازہ کھل جاتا ہے اور توبہ کے ذریعہ ان تمام فاسد اخلاط اور مواد کا سدہ کا استفراغ ہو جاتا ہے جن سے دل کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور اختلاط سے دل بچانے سے ہی شرور کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں چنانچہ توحید سے سعادت و بھلائی کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور توبہ و استغفار سے برائیوں کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

بعض ائمہ متقدمین فن طب نے یہ بات لکھی ہے کہ جو جسم کی عافیت چاہتا ہو تو اسے کم کھانا پینا چاہئے اور جو دل کی حفاظت کا خواہاں ہے اسے گناہوں سے باز آ جانا چاہیے ثابت بن قرہ نے فرمایا کہ جسم کو سکون کم کھانے میں ہے اور روح کی راحت کم گناہوں میں ہے اور زبان کی حفاظت کم گفتاری میں ہے۔

گناہ دل کے لئے زہر کا کام کرتا ہے' اگر ہلاک نہیں کرتا تو کم از کم اسے کمزور تو کر ہی دیتا ہے اور یہ ضروری ہے کہ دل کی قوت جب کمزور پڑ جائے گی تو امراض کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے امراض قلب کے ماہر طبیب عبداللہ بن مبارک نے کیا خوب عمدہ بات کہی ہے۔

رَأَيْتُ الذُّنُوْبَ تُمِيْتُ الْقُلُوْبَ ۔۔۔ وَقَدْ يُوْرِثُ الذُّلَّ اِدْمَانُهَا

''میری نگاہ میں گناہ دلوں کو مردہ کر دیتا ہے اور گناہوں پر اصرار کرنے سے ذلت و پستی ملتی ہے''۔

وَتَرْكُ الذُّنُوْبِ حَيَاةُ الْقُلُوْبِ ۔۔۔ وَخَيْرٌ لِنَفْسِكَ عِصْيَانُهَا

''اور گناہوں کا چھوڑنا دلوں کے لئے زندگی ہے اور تمہارے نفس کے لئے بہتر ہے کہ تم اس کی نافرمانی کرو''۔

خواہشات نفسانی تمام بیماریوں کی جڑ ہے اور اس کی مخالفت بہترین علاج ہے اور نفس درحقیقت فطری طور پر ناواقف اور ظلم وزیادتی پر رکھا گیا ہے اس کی اس فطرت ہی کی وجہ سے اسے اپنی خواہشات کی پیروی میں شفاء نظر آتی ہے جب کہ اس اتباع نفس میں اس کی ہلاکت و بربادی ہوتی ہے اور اپنی اس بے راہ روفطرت کی وجہ سے خیر خواہ معالج کی بات نہیں مانتا بلکہ بیماری کو دوا سمجھ کر اسی پر بھروسہ کر لیتا ہے اور دوا کو بیماری سمجھ کر اس سے پرہیز کرنے لگتا ہے تو اس خلاف واقع بیماری کو ترجیح دینے اور دوا سے گریز کرنے سے مختلف قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں جن کے علاج کرنے پر ڈاکٹر بھی قدرت نہیں رکھتا اور ان بیماریوں سے شفایابی بہت مشکل نظر آنے لگتی ہے اور سب سے بڑی خام خیالی یہ ہے کہ وہ اسے تقدیر الٰہی سمجھنے لگتا ہے اور خود کو اس سے بری سمجھ کر زبان حال سے پروردگار کو ہمہ وقت ملامت کرتا ہے اور یہ ملامت و بیزاری تدریجی طور پر بڑھتے بڑھتے کھل کر زبان پر آ جاتی ہے۔

جب کوئی بیمار اس حد تک گر جائے تو پھر اسے صحت یاب ہونے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے' ہاں یہ دوسری بات ہے کہ رحمت الٰہی بڑھ کر اس کا تدارک کر دے اور اسے نئی زندگی عطا کرے' اور کوئی عمدہ راستہ ہموار کر دے اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مصیبت زدہ کیلئے جو دعا بتائی گئی ہے وہ توحید الوہیت' توحید ربوبیت دونوں کو شامل ہے اور آپ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عظمت وحلم کی صفت سے متصف فرمایا اور یہی وصفات ایسی ہیں جو کمال قدرت' کمال رحمت دونوں کو مستلزم ہیں اور احسان اور درگزر اس کے ہمراہ ہے اور آپ کی توصیف کمال ربوبیت الٰہی عالم علوی وسفلی اور اس عرش کو جو مخلوقات کے لئے چھت ہے! اور مخلوقات میں سب سے بڑی ہے مستلزم ہے اور ربوبیت تامہ کے ساتھ توحید ربوبیت بھی لگی ہوئی ہے اور اس کو بھی مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ذات ہے جس کے لئے ہر طرح کی عبادت ومحبت خوف ورجاء اور عظمت وجلالت اور طاعت لائق ہے اور اس کی عظمت مطلق کا تقاضا ہے کہ ہر کمال کا اثبات اسی کے لئے کیا جائے اور ہر قسم کے نقص وعیب اور مماثلت کی نفی اس سے کی جائے اور اس کی حلم وبردباری اس کی کمال رحمت اور احسان خلق الٰہی کو مستلزم ہے۔

اس طرح قلب کے علم ومعرفت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی محبت وجلالت وعظمت اور توحید کا اظہار ہوتا ہے اسی وجہ سے اسے رنج وغم والم کے صدمات کے ختم ہونے کے بعد لذت وسرور اور شادمانی حاصل ہوتی ہے آپ دیکھتے ہیں کہ جب مریض پر مسرت وشادمانی کی کیفیت طاری ہوتی ہے' تو اس کے نفس کو تقویت ملتی ہے تو اس سے طبیعت حسی مرض کے دفع کرنے پر قوی ہو جاتی ہے' پھر باطنی امراض کے لئے قلب میں اس سے قوت پیدا ہو کر صحت یاب ہونا ایک کھلی حقیقت ہے۔

پھر جب مصیبت وغم کی تنگی اور ان اوصاف کی کشائش کے درمیان جو اس دعائے کرب میں پوشیدہ ہے موازنہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ دعا اس تنگی مصیبت کو دور کرنے کے لئے کتنی عمدہ تدبیر ہے' اور دل کو اس قید و بند سے رہائی دلا کر مسرت وشادمانی کے ایک کشادہ میدان میں لا کھڑا کرتی ہے ان باتوں کی تصدیق اور اس حقیقت کو وہی تسلیم کر سکتا ہے' جو ان کی روشن کرنوں سے فیضیاب ہوا ہو گا یا جس کا دل ان حقائق کا ہمنوا ہو گا۔

اور آپ کا یہ قول ((يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ)) تاثیر کے اعتبار سے اس بیماری کو دور کرنے میں ایک اچھوتی مناسبت کا حامل ہے اس لئے کہ صفت حیات تمام صفات کمالیہ کو شامل اور مستلزم ہے اور قیوم ہونے کی صفت تمام صفات افعال کو متضمن ہے اسی لئے یہ اسم اعظم شمار کیا جاتا ہے' جو دعا بھی ان اسماء کے ساتھ کی جائے گی' ضرور قبول ہو گی' اور جس چیز کا سوال کیا جائے گا' وہ ضرور ملے گی' اور وہ اسم "الحی القیوم" ہے۔

اور پائیدار زندگی تمام امراض وتکالیف کے متضاد ہے' اسی لئے اہل جنت کو کوئی غم رنج' تکلیف نہ ہو گی اور نہ کسی آفت سے ان کو سابقہ پڑے گا کیونکہ ان کو حیات کاملہ مل چکی ہو گی اور حیات میں جس قدر نقص ہو گا افعال میں اسی قدر کمی آئے گی اور یہ قیومیت کے منافی ہے چنانچہ کمال قیومیت کمال حیات کے ساتھ ہے لہٰذا حی مطلق جو حیات کاملہ والی ذات ہو گی اس میں صفت کمال کا فقدان ہو گا اور قیوم پر کوئی فعل ممکن مشکل نہیں ہوتا اس لئے صفت حیات وقیومیت کے ذریعہ توسل ایک ایسی تاثیر رکھتا ہے جو حیات کے منافی چیزوں اور افعال میں نقص پیدا کرنے والی چیزوں کو پوری طرح زائل کر سکے۔

اس کی بہترین مثال جناب نبی کریم ﷺ کا اپنے رب کے سامنے اس کی ربوبیت سے توسل کرنا ہے جس کا تعلق' جبریل' میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام سے ہے کہ جب حق کے تعیین کے بارے میں اختلاف ہو تو بحکم الٰہی وہ صحیح راہ دکھلا دیں اس لئے کہ وہ دل کی زندگی تو ہدایت ہی سے برقرار ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان تینوں مذکورہ فرشتوں کو حیات کا وکیل مقرر کیا ہے چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کے سپرد وحی کی گئی جو دلوں کی زندگی ہے' اور حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد قطرہ آب (بارش) ہے جو اجسام وحیوان کے لئے زندگی ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام اس نفخ صور پر متعین ہیں' جو دنیا کی دوبارہ زندگی اور ارواح کو دوبارہ اجساد کی جانب واپسی سے تعلق رکھتا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ کی جانب ان ارواح عظیمہ کے ساتھ توسل جو زندگی کے لئے متعین ہیں مطلوب کے حصول میں غیر معمولی تاثیر رکھتا ہے۔

حاصل یہ کہ اسم حی و قیوم کو دعاؤں کی قبولیت اور مصیبتوں کے دور کرنے میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔

سنن اور صحیح ابو حاتم میں مرفوعاً روایت مذکور ہے۔

((اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ فِیْ هَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ.﴾)) [بقرہ : ۱۶۳]

''کہ اسم اعظم باری تعالیٰ ان دونوں آیتوں میں ہے تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن اور رحیم ہے''۔

اور سورۃ آل عمران کی آیت:

((الٓمّٓ ۔ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ.))

''الم اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی اور قیوم ہے''۔

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔[1]

صحیح ابن حبان اور سنن میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص نے دعا کی جس میں کہا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ' بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یَاحَیُّ الْقَیُّوْمُ فَقَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَقَدْ دَعَا بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰی.))

''اے اللہ تعالیٰ میں تم سے سوال کرتا ہوں اس کے ذریعہ کہ تیرے لئے ہی حمد و ثنا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو منان ہے آسمانوں اور زمینوں کو وجود میں لانے والا ہے اے جلال و اکرام والے اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اے قیوم' یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس

---

[1] ترمذی ۳۴۷۲ میں کتاب الدعوات باب ماجاء فی جامع الدعوات عن رسول الله ﷺ کے تحت ذکر کیا' ابن ماجہ نے کتاب الدعاء کے باب اسم الله الاعظم کے تحت ابوداؤد نے ۱۴۹۶ میں کتاب الصلوۃ کے باب الدعاء کے تحت اور احمد نے ۶/ ۴۶۱ میں اور دارمی نے ۲/ ۴۵۰ میں حدیث عبید اللہ بن ابی زیاد سے عن شہر بن حوشب عن اسماء بنت یزید کے واسطہ سے ذکر کیا ہے' اور عبید اللہ قوی نہیں' اور شہر بن حوشب کے بارے میں بہت سے محدثین نے کلام کیا ہے' لیکن اس کی ایک شاہد حدیث ہے جس سے اس کو تقویت ہوتی ہے' وہ ابوامامہ کی مرفوع حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے بسم الله الاعظم الذی اذا دعی به اجاب فی سور ثلاث البقرة وطه عمران ولہ اس کو ابن ماجہ نے ۳۸۵۶ میں اور طحاوی نے مشکل الآثار ۱/ ۶۳ میں اور حاکم نے ۱/ ۵۰۶ میں اس کی تخریج کی ہے' اس کی سند حسن ہے۔

نے اسم اعظم باری تعالیٰ کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جس کے ذریعہ جب بھی دعا کی جائے قبول ہوگی اور جب اس کے ذریعہ کوئی چیز کا سوال کیا جائے تو وہ عطا فرمائے گا''۔[1]

اس لئے نبی ﷺ جب دعا میں کوشش کرتے تو یہ فرماتے:

((یَاحَيُّ یَاقَیُّوْمُ))

''اے سدا زندہ رہنے والے ہمیشہ قائم رہنے والے''

اور آپ کا قول ہے:

((اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ))

''اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں لہٰذا تو ایک لحہ بھی مجھے میرے سپرد نہ کر اور میری تمام حالت کو سنوار دے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے''۔

آپ کی اس دعا میں اس ذات سے امید کی وابستگی ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام خیر ہے اور صرف اسی ایک ذات پر اعتماد منحصر ہے اور اسی کے سپرد تمام معاملات ہیں اور اسی سے التجا وزاری ہے کہ وہ اس کی حالت سنوارنے کی طرف توجہ فرمائے اور اسے خود اس کے حوالے نہ چھوڑ دے اور توحید الٰہی کے ذریعہ توسل میں اس بیماری کو دور کرنے کی بڑی زبردست تاثیر ہے اس طرح آپ کی دعا ((اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا)) کا بھی حال ہے۔

اور ابن مسعودؓ کی اس مذکورہ دعا ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ اِبْنُ عَبْدِكَ)) میں معارف الٰہیہ اور عبودیت کے ایسے اسرار ورموز مضمر ہیں جس کے لئے دفتر کافی نہیں' اس لئے کہ اس میں صرف اپنی بندگی کا بھی اقرار ہے اور یہ کہ اس کی پیشانی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے اسے پھیر دے اس لئے کہ بندہ خود اپنے ضرر و نفع موت وحیات کا مالک نہیں اور نہ حیات بعد الممات کا اسے اختیار ہے بلکہ تمام اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اس لئے کہ جس کی پیشانی دوسرے ہاتھ میں ہو پھر اسے کسی چیز کا اختیار کیسے ہوسکتا ہے بلکہ وہ تو خدمت گزار اور اس کی دسترس و قبضہ میں ہے اور اس کی زبردست طاقت وقدرت کے ماتحت ذلیل ہے۔

---

[1] ابوداؤد نے ۱۴۹۵ میں کتاب الصلوۃ کے باب الدعاء کے تحت اور نسائی نے ۳/۵۲ میں کتاب السہو باب الدعاء بعد الذکر کر کے ذیل میں اور ابن ماجہ نے ۳۸۵۸ میں اس کو ذکر کیا ہے' اس کی اسناد صحیح ہے' ابن حبان نے ۲۳۸۲ میں اور حاکم نے ۱/۵۰۳-۵۰۴ میں اس کو صحیح قرار دیا' اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

اور آپ کے اس قول ((مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُ كَ)) میں دو عظیم بنیادی باتیں ہیں جن پر توحید کی پوری عمارت قائم ہے۔

پہلی اصل: اثبات تقدیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے بندے پر نافذ ہے اور اسی کا حکم جاری ہے اس سے ایک منٹ کے لئے بندے کو چھٹکارا نہیں اور نہ اس کے دفاع کے لئے کوئی تدبیر کارگر ہے۔

دوسری اصل: یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان تمام احکام میں سراسر انصاف پر ہے اور اپنے بندے پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا' بلکہ ان احکام میں عدل واحسان کے اسباب سے اپنے آپ کو الگ نہیں کرسکتا' اس لئے کہ ظلم کا حقیقی سبب ظالم کی ذاتی ضرورت یا اس کی جہالت و نادانی ہوتی ہے' چنانچہ ان تینوں چیزوں کا صدور ایسی ذات سے محال ہے جو ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے اور ہر چیز سے بے نیاز ہے' ہر چیز اسی کی محتاج ہے اور وہ احکم الحاکمین ہے' اس لئے ایک ذرہ بھی اس کی حکمت اور حمد کے حدود سے باہر نہیں ہوسکتا' جیسا کہ اس کی قدرت ومشیت کی حد سے نہیں نکل سکتا۔

اس لئے اس کا حکم اس کی مشیت وقدرت کے مطابق نافذ ہے اسی لئے اللہ کے نبی ھود علیہ السلام نے فرمایا جب ان کی قوم نے ان کو اپنے خود ساختہ معبودوں سے ڈرایا اور دھمکایا۔

((اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.)) [هود :۵۴- ۵۶]

''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم لوگ بھی اس بات پر شاہد بن جاؤ کہ میں ان معبودان باطل سے الگ ہوں' جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کا شریک ٹھہراتے ہو' تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو پھر مجھے بھی مہلت نہ دو میں نے تو اپنے اللہ تعالیٰ پر جو میرا اور تمہارا رب ہے بھروسہ کیا دنیا میں کوئی جاندار نہیں جس کی پیشانی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ نہ ہو بیشک میرا رب سیدھے راستے پر ہے''۔

باوجود یہ کہ تمام مخلوقات کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور وہ اس پر تصرف کا اختیار رکھتا ہے مگر بایں ہمہ ظلم وتعدی اس کا طریقہ نہیں بلکہ انصاف وعدل حکمت ورحمت اور احسان کے ساتھ ان کے تصرف کرتا ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے آپ کا قول ''مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ'' بالکل ارشاد الٰہی ((مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا)) کا ترجمان ہے اور نبی ﷺ کا قول عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُ كَ ' ارشاد

باری اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کا نقیب ہے۔

پھر یہ توسل اللہ کے ان اسماء کے ذریعہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے طور پر اختیار فرمایا جن میں سے کچھ اسماء تو بندوں کو معلوم ہو گئے اور کچھ اسماء سے ابھی تک نا آشنا ہیں اور بعض اسماء ایسے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں اس نے کسی مقرب فرشتہ اور کسی نبی مرسل کو اس سے آگاہ نہیں فرمایا یہی وسیلہ تمام وسائل سے بڑھ کر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت محبوب ہے اور مطلوب کے حصول کے لئے اقرب بھی ہے۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ قرآن پاک کو میرے دل کے لئے ایسا لہلہاتا شاداب کشت زار موسم بہار بنادے جس میں جانور بلا روک ٹوک چرتے ہیں اور اسی طرح قرآن مجید دلوں کے لئے موسم بہار کی حیثیت رکھتا ہے اور قرآن کو میرے غم و رنج کا مداوا بنادے چنانچہ قرآن مجید رنج و غم کے لئے ایسے مداوا کا مقام رکھتا ہے جو بیماری کو جڑ سے ختم کر دے اور جسمانی صحت اور اعتدال بازیاب ہو جائے اور اے اللہ اس قرآن کو میرے غم کیلئے ایسی جلاء بنادے جو طبیعتوں اور دماغ وغیرہ کو نور بخشتا ہے پھر اس علاج کی خوبی کا کیا کہنا کہ خود مریض پکار اٹھے اس دوا کے استعمال سے اس کی بیماری جاتی رہی اور بعد ازاں شفائے کلی حاصل ہوئی اور صحت و عافیت نصیب ہوئی اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

رہ گئی حضرت یونس علیہ السلام کی دعا تو اس میں کمال توحید اور باری تعالیٰ کے لئے کمال تنزیہہ ہے اور بندہ کا اپنے ظلم و زیادتی اور گناہ کا اعتراف ہے جو درد رنج و غم کی سب سے مؤثر دوا ہے اور حاجت روائی کے لئے اللہ تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے اس لئے کہ توحید اور تنزیہہ سے ہر کمال اللہ کے لئے ثابت ہوتا ہے اور اس سے ہر نقص و عیب اور ہر تمثیل کی نفی ہو جاتی ہے اور بندہ کا اپنے ظلم کے اعتراف سے شریعت ثواب و عقاب پر اس کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور اس کے انکسار و عجز کا یہ سبب بھی ہے اور اس کے اللہ کی طرف رخ کرنے کا اظہار ہوتا ہے اور اپنی لغزش سے خود کو الگ کرنے اور بندگی اور پروردگار کے احتیاج کا اعتراف ہوتا ہے گویا ان چار چیزوں سے یہاں توسل کرنا ثابت ہوتا ہے' توحید' تنزیہہ' عبودیت اور اعتراف۔

لیکن حضرت ابو امامہ کی یہ حدیث ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ)) میں آٹھ چیزوں سے پناہ طلب کی گئی ہے ان میں سے ہر دو ایک دوسرے کے لازم و متصل ہیں چنانچہ رنج و غم دونوں لازم و ملزم ہیں عجز و کسل دونوں بھائی بھائی ہیں اور بخیلی اور بزدلی کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور قرض کا بوجھ لوگوں کا غلبہ دونوں ہم جنس ہیں اس لئے کہ جو ناپسندیدہ تکلیف دہ چیز دل پر وارد ہوتی ہے

اس کا سبب کوئی گذشتہ امر ہوتا ہے جس سے انسان کو رنج وغم پہنچتا ہے یا اس کا سبب آئندہ پیش آنے والا کوئی متوقع امر ہو تو غم وفکر لاحق ہوتی ہے اور بندہ کے اپنے مصالح سے پیچھے رہ جانے یا اس کے فوت ہو جانے کا سبب بندہ کی عدم قدرت اور اس کی عاجزی ہوتی ہے یا ارادہ کی صفت نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے جسے کسل کہتے ہیں اور بندہ کسی اپنے خیر یا نفع کو خود سے یا اپنے ہم جنس سے روک لیتا ہے اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ بندہ اپنے بدن سے اس نفع کو روک لیتا ہے اسے بزدلی کہتے ہیں دوسری وجہ یہ کہ بندہ اسے اپنے مال سے روکتا ہے اسے بخیلی کہتے ہیں اور بندہ پر لوگوں کا غلبہ کسی حق کی بنیاد پر ہوتا ہے اسے قرض کے بوجھ سے تعبیر کرتے ہیں یا غلبہ باطل طور پر ہوتا ہے تو اسے غلبۃ الرجال کہتے ہیں۔

غرض حدیث میں ہر شر سے پناہ طلب کی گئی ہے اور رنج وغم اور تنگی کے دفعیہ میں استغفار کی تاثیر کے متعلق ہر ملت ومذہب کے لوگوں نے اور ہر امت کے عقلاء نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ معاصی وفساد رنج وغم، خوف، تنگ دلی اور قلبی امراض کا باعث ہوتے ہیں چنانچہ جن لوگوں کے اندر یہ بیماری پائی جاتی ہے جب یہ اپنی حاجت وخواہش پوری کر لیتے ہیں اور ان کے نفوس ان سے اکتا جاتے ہیں تو یہ بیماریاں اچانک ان چیزوں کی شکار ہو جاتی ہیں جب ان کے سینوں میں پائی جانے والی تنگی، رنج وغم کا دفاع اور خاتمہ ہوتا ہے جیسا کہ ایک فاسق شاعر[1] نے کہا۔

وَكَاسٍ شَرِبْتُ عَلٰى لَذَّةٍ وَأُخْرٰى تَدَاوَيْتُ مِنْهَا بِهَا

"بہت سے جام میں نے لذت وسرور کے طور پر پیے پھر اسی سے ہی میں نے اپنی اس بیماری کا علاج کیا"۔

جب دلوں پر گناہوں کی تاثیر اس طرح راسخ ہو جائے تو پھر توبہ واستغفار کے سوا اس کا کوئی دوسرا علاج نہیں نماز کی شان دل کی فرحت وشگفتگی بخشنے اور اسے تقویت پہنچانے اور اسے کشادہ وشاداب کرنے اور اس کو لذت پہنچانے میں عجیب وغریب ہے نماز سے دل اور روح دونوں اللہ سے قریب ہو جاتے ہیں اس کا قرب نصیب ہوتا ہے اس کے ذکر کی نعمت کے حصول سے دل کھل جاتا ہے اس کی مناجات سے مسرت حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور اور اس کی عبودیت میں اپنے

---

[1] یہ شاعر اعشیٰ میمون بن قیس ہے' یہ شعر اس کے دیوان کے ص ۱۲۱ میں موجود ہے' اسی کے مفہوم کو اپنے اس شعر میں ابونواس نے ادا کیا ہے۔

دَعْ عَنْكَ لَوْمِيْ فَإِنَّ اللَّوْمَ إِغْرَاءٌ وَدَاوِنِيْ بِالَّتِيْ كَانَتْ هِيَ الدَّاءُ

"ملامت چھوڑ دے' کیونکہ ملامت سے طبیعت اور ابھر آتی ہے' اور پھر میری دوا تو بیماری ہی میں ہے' اسی سے شفا ملتی ہے"۔

تمام بدن اور اعضاء اور تمام قوتوں کو استعمال کرنے میں ہر عضو کو بندگی کا پورا پورا لطف حاصل ہوتا ہے وہ مخلوق کے تعلق باہم میل جول اور ملنے جلنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس کے دل کی ساری قوتیں اور اس کے سارے اعضاء اپنے رب فاطر کی جانب کھنچ جاتے ہیں اور بحالت نماز وہ اپنے دشمن سے بے پرواہو کر آرام پا جاتا ہے اور نماز اس کے لئے سب سے بڑا علاج بن جاتی ہے مفرحات قلب میں سب سے زیادہ نماز ہی کو اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور اسے ایسی غذائیں میسر آتی ہیں جو صحت مند قلوب کے لئے اور بھی زیادہ مفید ہیں لیکن بیمار دلوں کا معاملہ ان بیمار اجسام جیسا ہوتا ہے جن کے لئے صرف عمدہ غذائیں ہی نفع بخش ہوتی ہیں۔

اس لئے نماز دنیا و آخرت کے مصالح کے حصول اور دنیا و آخرت کے مفاسد کو دفع کرنے میں سب سے عمدہ معاون مددگار ہے نماز گناہ سے روکتی ہے اور قلوب کے امراض کو دفع کرتی ہے اور جسم سے بیماری کو دور کر دیتی ہے دل کو روشن، چہرہ کو تابندہ کرتی ہے نفس اور اعضاء کو نشاط بخشتی ہے روزی کو کھینچ کر لاتی ہے ظلم کا دفعیہ کرتی ہے اور مظلوم کے لئے مددگار ہے خواہشات نفسانی کے اخلاط کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی ہے نعمت کی محافظ اور عذاب کو دور کرنے والی اور رحمت کے نزول کا باعث ہے اور غم و بے چینی کو دور کرنے والی ہے اور شکم کی بہت سی بیماریوں کے لئے دوا ہے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حدیث مجاہد کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا میں سویا ہوا تھا اور دردشکم سے بیقرار تھا آپ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تجھے دردشکم ہے کیا؟ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا کہ اٹھو نماز ادا کرو اس لئے کہ نماز میں شفاء ہے۔[1]

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے موقوفاً بھی روایت کی گئی ہے اور مجاہد سے جو ذکر ہوا وہ اسی کے قریب ہے اور اس فارسی لفظ کا ترجمہ ہے کہ کیا تمہارے شکم میں درد ہے؟

اگر زندیق اطباء کا دل اس طریقہ سے مطمئن نہ ہو تو انہیں صنعت طب سے سمجھانا چاہئے کہ نماز نفس اور بدن دونوں کے لئے ریاضت ہے اس لئے کہ اس میں قیام وقعود سجدہ ورکوع اور قعدہ کی مختلف حرکتیں ہوتی ہیں اور آدمی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اس کی وضع بدلتی رہتی ہے اور نماز میں جسم کے اکثر جوڑ جنبش کرتے رہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اکثر باطنی اعضاء معدہ آنتیں، آلات تنفس اور قناۃ غذا ان سب کی وضع حرکات میں تغیر آ جاتا ہے، پھر ایسی صورت میں کون سی بات مانع ہے کہ ان حرکات سے بعض اعضاء توانا اور بعض مواد غیر ضرور یہ تحلیل نہ ہو جائیں گے بالخصوص جب کہ

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۴۵۸ میں کتاب الطب کے باب الصلوۃ شفاء کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے، اس کی اسناد ضعیف ہے۔

نماز میں قوت نفس اور انشراح میں اضافہ ہو۔

جس سے طبیعت قوی ہو کر الم کا پورے طور پر دفاع کر لیتی ہے لیکن ملحدین وزنادقہ کی بیماری تو ان حقائق کا انکار ہے جو انبیاء ورسل لے کر آئے اور اس کے بجائے اس کے قائم مقام ان کا وہ الحاد ہے جو موت کی طرح لا علاج مرض ہے اس کا علاج صرف وہ بھڑکتی آگ ہے جس میں ان منکرین کو داخل کیا جائے گا جن کی زندگی انکار حق اور الحاد کے لئے وقف تھی۔

رہ گئی رنج وغم کو دور کرنے میں جہاد کی تاثیر تو اس کی قوت تاثیر وجدانی طور پر معلوم ہو چکی ہے اس لئے کہ نفس جب باطل کے غلبہ وصولت اور قبضہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوتا ہے تو اسے شدید رنج وغم پہنچتا ہے اور اس کی بے قراری اور خوف میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے لیکن جب وہ اللہ کے لئے جہاد پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس رنج وغم کو فرحت ومسرت اور نشاط وقوت میں بدل دیتا ہے جیسا کہ خود فرمایا۔

((قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ.)) [توبة: ۱۴- ۱۵]

''ان سے مقاتلہ کرو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دینا چاہتا ہے اور ان کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور ان پر تمہیں مظفر ومنصور کرنا چاہتا ہے اور مومنوں کے سینوں کو بیماریوں سے پاک کرنا چاہتا ہے اور ان کے دلوں سے غیظ کو ختم کرنا چاہتا ہے''۔

چنانچہ دل کے درد والم رنج وغم دور کرنے کے لئے جہاد سے بڑھ کر کوئی مفید دوا نہیں۔

اور ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) کی تاثیر اس بیماری کے دفاع میں اس لئے ہے کہ اس میں اعلیٰ ترین خود سپردگی کا اظہار اور ہر طرح کی قوت وطاقت سے عاجزی کا اعتراف ہے اور اس کا اثبات ایک ہی ذات کے لئے ہے اور پورے طور پر اپنے تمام معاملات کو اللہ کے حوالے کر دینا ہے اور کسی بھی معاملہ میں اس کی مخالفت نہ کرنا ہے اور ایک حال سے دوسرے حال پر جانا خواہ وہ عالم علوی میں ہو یا سفلی میں اللہ کے سوا کسی کے لئے اسے تسلیم نہ کرنا ہے اور یہ اقرار کرنا کہ اس تحول کی ساری طاقت واختیار صرف اللہ کو ہی حاصل ہے لہٰذا اس کلمہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا کلمہ ہو ہی نہیں سکتا۔

بعض آثار میں ہے کہ کسی فرشتہ کا آسمان سے زمین پر نزول اور پھر زمین سے آسمان پر صعود ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) کی علوی طاقت ہی کے ذریعہ ہوتا ہے اور اسی لئے شیطان کو بھگانے میں اس کے اندر غیر معمولی تاثیر ہے۔

۸۵-فصل

بے خوابی اور گھبراہٹ کی بیماری کا علاج نبوی

ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں حضرت بریدہؓ سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔

((شَكٰى خَالِدٌ اِلَى النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَنَامُ اللَّيْلَ مِنَ الْاَرَقِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَقُلْ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَ رَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضَلَّتْ كُنْ لِّیْ جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا اَنْ يَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَوْ يَبْغِیَ عَلَیَّ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ.))

''حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے شکایت کی اور کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ میں بے خوابی کی بیماری کی وجہ سے رات میں سونہیں پاتا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یہ دعا پڑھ لیا کرو اے ساتوں آسمانوں اور ان کے اندر رہنے والی تمام چیزوں کے رب اور اے زمینوں اور جو چیز بھی اس کے اوپر ہے ان کے رب اور شیطانوں اور جس کو انہوں نے گمراہ کیا ان کے رب تو میرے لئے اپنی تمام مخلوق کے شر سے پناہ بن جا کہ ان میں سے کوئی مجھ پر زیادتی نہ کرے یا میرے خلاف اٹھ کھڑا ہو آپ کی پناہ بلند ہے اور آپ کی تعریف اعلیٰ ہے اور آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں'' [1]

اور ترمذی ہی میں عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو خوف کے وقت یہ دعا سکھاتے تھے۔

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ.))

''میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ اس کے غضب اس کے عذاب اور اس کے بندوں کے شر اور شیاطین کے وسوسے سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں

---

[1] ترمذی نے ۳۵۱۸ میں کتاب الدعوات میں اس کو ذکر کیا اس کی سند میں حکم بن ظہیر نامی ایک راوی متروک ہے ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور حکم بن ظہیر کی حدیث کو بعض محدثین نے متروک قرار دیا ہے۔

اس بات سے کہ وہ (شیاطین) بوقت موت میرے پاس حاضر ہوں"

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے سمجھ دار لڑکے کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور جو نا سمجھ ہوتے تو ان کلمات کو لکھ کر ان کی گردن میں لٹکا دیتے۔[1]

اس تعوذ وعلاج میں جو مناسبت ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

۸۶-فصل

آتش زدگی اور اس کو بجھانے کا طریقہ نبوی

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے اور یہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ۔

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَاَيْتُمُ الْحَرِيْقَ فَكَبِّرُوْا فَاِنَّ التَّكْبِيْرَ يُطْفِئُهُ.))

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو بآواز بلند تکبیر کہو اس لئے کہ تکبیر آگ کو بجھا دیتی ہے"[2]

چونکہ آتش زنی کا سبب آگ ہوتی ہے اور آگ یہی وہ مادہ ہے جس سے شیطان کی تخلیق عمل میں آئی اور اس میں عمومی فساد ہوتا ہے جو شیطان کے مادے اور اس کے فعل کے عین مطابق ہے اس لئے کہ شیطان کی پوری مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے اور اس کے ارادہ کا نفاذ اسی کے ذریعہ ہوتا ہے آگ کی طبیعت میں رفعت پسندی اور فساد ہے اور یہ دونوں چیزیں زمین میں رفعت پسندی اور شیطانی فساد کی سوغات ہیں۔ اور شیطان اسی کی دعوت دیتا ہے۔ اور اسی کے ذریعے بنی آدم کو ہلاک و برباد کرتا ہے اس طرح آگ اور شیطان دونوں ہی زمین میں رفعت اور فساد کے خواہاں ہیں اور اللہ کی کبریائی شیطان اور آگ دونوں کا توڑ ہے۔

---

[1] امام ابوداؤدؒ نے ۳۸۹۳ میں کتاب الطب کے باب کیف الرقی کے تحت اور امام ترمذیؒ نے ۳۵۱۹ میں امام احمدؒ نے "مسند" ۶۶۹۶ میں اور امام حاکمؒ نے ۱/۵۴۸ میں اس کو ذکر کیا ہے اس کی تمام رواۃ ثقہ ہیں اور اس کی تائید میں ابن السنی کی ایک مرسل حدیث بھی ہے۔

[2] ابن سنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۲ میں اس کی تخریج کی ہے اس کی سند میں قاسم بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم عمری ایک راوی متروک ہے اس پر امام احمد بن حنبل نے جھوٹ کا الزام لگایا ہے۔

اسی بنا پر اللہ کی کبریائی کا اعلان آگ بجھانے میں خاص اثر رکھتا ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل کی کبریائی کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا' چنانچہ جب ایک مسلمان اپنے رب کی کبریائی کرتا ہے تو اس کی تکبیر آگ بجھانے اور شیطانی منصوبوں کی آتش فشانی کو بجھانے میں جو شیطان کا مادہ ہے پوری طرح اثر دکھاتی ہے' اور آگ بجھ جاتی ہے اور ہم نے اور دوسروں نے اس کا جب بھی تجربہ کیا تو اسی طرح ہم نے اس کو پایا۔

۸۷-فصل

حفظان صحت کی بابت ہدایات نبوی

چونکہ جسم انسانی کی صحت واعتدال اس رطوبت کی وجہ سے برقرار ہے جو حرارت کا مقابلہ کرتی رہتی ہے اس لئے رطوبت ہی مادہ انسانیت ہے اور حرارت سے اس میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور جو فضلات ہوتے ہیں اسے خارج کر دیتی ہے اور اس میں اصلاح ولطافت پیدا کرتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو بدن فاسد ہو جائے اور اس کی بقا ممکن نہ رہے اسی طرح رطوبت حرارت کی غذا بھی ہے اگر یہ رطوبت نہ رہے تو بدن جل کر خشک ہو جائے اور اس میں فساد پیدا ہو جائے' اس طرح دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے اور ایک دوسرے کے بغیر کسی کا قوام وقیام ممکن ہی نہیں' اور بدن کا قوام بھی ان ہی دونوں کا مرہون منت ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے مادہ کی حیثیت رکھتا ہے' چنانچہ حرارت رطوبت کے لئے ایک ایسا مادہ ہے جو اس حرارت سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور یہی حرارت رطوبت کو فساد واستحالہ غیر ضرور یہ سے روکتی ہے اور رطوبت حرارت کے لئے مادہ ہے' جو اسے غذا فراہم کرتا ہے اور اسے لے کر چلنا رطوبت ہی کا کام ہے ان میں سے کوئی اگر دوسرے سے "زیادہ ہو جائے تو بدن کے مزاج میں اسی کمی وزیادتی کے تناسب سے انحراف پیدا ہو جائے گا چنانچہ حرارت برابر رطوبت کو تحلیل کرتی رہتی ہے اور بدن کو برابر اس چیز کی ضرورت رہتی ہے جو حرارت کی تحلیل سے کم ہو کر لوٹتی ہے اس لئے کہ بدن انسانی کو اسے باقی رکھنا ہوتا ہے اس لئے اس ضرورت کی تلافی بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تلافی طعام وشراب ہی سے ہو سکتی ہے اسی طرح اگر تحلیل ہونے کی مقدار اپنے تناسب سے بڑھ جائے تو حرارت میں کمی آجائے گی اور وہ بدن کے فضلات کو تحلیل نہ کر پائے گی۔

پھر اس تحلل سے مواد ردیہ کی افزائش ہوگی جس سے بدن میں خرابی اور فساد پیدا ہوگا پھر اس مواد ردیہ اور اعضاء کے قبول مواد اور استعداد وقبولیت کی بنا پر مختلف قسم کے امراض پیدا ہوں گے اس پوری

تفصیل کے لئے قرآن مجید کا یہ ایک ٹکڑا کافی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا.)) [اعراف - ۳۱] کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ بدن میں کھانے پینے کی اس قسم کو داخل کرو جو بدل ما یتحلل ہو سکے اور کھانے پینے کی مقدار و کیفیت ایسی ہو جو بدن کو نفع پہنچا سکے اس سے جہاں آگے بڑھا تو اسراف کا شکار ہوا اور یہی دونوں چیزیں صحت کے لئے مضر اور بیماری کا باعث ہیں یعنی بالکل نہ کھانا نہ پینا یا کھانے پینے میں زیادتی اور اسراف۔

اس سے معلوم ہوا کہ حفظان صحت کے لئے قرآن مجید کے یہ دو کلمے کتنی اہمیت رکھتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بدن ہمیشہ تحلل اور مکافات تحلل میں لگا رہتا ہے' اور جب یہ تحلل زیادہ ہوگا تو اس کے مادہ رطوبت کے ختم ہونے کی وجہ سے حرارت میں ضعف پیدا ہو جائے گا' کیونکہ کثرت تحلل سے رطوبت ختم ہو جاتی ہے جو حرارت کا مادہ ہے' اور جب حرارت میں ضعف پیدا ہوگا تو ہضم میں کمزوری پیدا ہوگی اور یہ سلسلہ برابر آگے بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ رطوبت بالکل ختم ہو جاتی ہے جس سے حرارت کلیۃً بجھ جاتی ہے' پھر انسان کی مقررہ مدت آ جاتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے کہ وہ وہاں تک ضرور پہنچے گا۔

انسان کا اپنا علاج اور کسی غیر کا علاج صرف بدن کی اس حد تک حفاظت کرنا ہے کہ وہ کبھی اس حالت تک نہ پہنچ جائے اس علاج کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے' کہ حرارت و رطوبت جن پر صحت و جوانی کی بقاء اور ان کی قوت کا انحصار ہے' ہمیشہ برقرار رہیں گے اس لئے کہ یہ چیز تو پوری برادری میں کسی کو بھی نصیب نہیں بلکہ ڈاکٹر اور طبیب کا مطمع نظر یہ ہوتا ہے کہ وہ رطوبت کو مفسدات مثلاً عفونت وغیرہ سے محفوظ رکھے اور حرارت کو ایسی چیزوں سے بچائے جو اس کو کمزور کر دیتی ہیں اور ان دونوں میں کسی ایسی تدبیر سے توازن قائم کر دے جس سے انسانی بدن برقرار رہے کیونکہ اسی توازن سے آسمان و زمین اور تمام مخلوقات قائم ہیں اگر توازن نہ ہو تو سب برباد ہو جائیں اور جس نے بھی ہدایات نبوی پر بنظر عمیق غور کیا تو اسے یہی ہدایت سب سے افضل و اعلیٰ معلوم ہوگی جس کے ذریعہ حفظان صحت ممکن ہے' اس لئے کہ حفظان صحت کا سارا دار و مدار کھانے پینے' رہنے سہنے' پہننے' ہوا' نیند بیداری' حرکت و سکون' جماع استفراغ اور احتباس کی عمدہ تدبیر پر ہوتا ہے' اگر انسان کو یہ تمام چیزیں بدن' جائے قیام عمر اور عادت کے مناسب و مطابق ملتی رہیں تو وہ ہمیشہ صحتمند رہے گا' یا صحت کا غلبہ اس پر رہے گا یہاں تک کہ موت کا مقررہ وقت آ پہنچے۔

چونکہ صحت و عافیت اللہ تعالیٰ کی اپنے بندہ پر سب سے بڑی اور اہم نعمت ہے اور اس کے عطیات و

انعامات میں سب سے عمدہ ترین اور کامل ترین ہے بلکہ مطلق عافیت ہی اس کی سب سے بڑی اور اعلیٰ نعمت ہے لہٰذا اس شخص کے لئے ضروری ہے' جسے توفیق الٰہی کا کوئی حصہ ملا ہو' کہ وہ اپنی صحت و عافیت کی حفاظت و مراعات اور اس کی نگہبانی اور نگرانی ان تمام چیزوں سے کرے جو صحت کے منافی ہیں اور جس سے صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةَ وَالْفَرَاغُ.))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو نعمتیں انسان پر ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ غفلت کر جاتے ہیں ایک صحت اور دوسرے فارغ البالی''[1]

امام ترمذی وغیرہ نے عبیداللہ بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَصْبَحَ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ آمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا.))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صبح کی اور اس کا جسم بہ عافیت رہا وہ اپنے خاندان میں مامون ہوگا اس کے پاس اس دن کی روزی ہوگی گویا پوری دنیا اس کے سامنے لا کر رکھ دی گئی ہے''[2]

ترمذی ہی میں حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے۔

((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اَوَّلُ مَايُسْاَلُ عَنْهُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُّقَالَ لَهٗ اَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَ نُرْوِكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ.))

''نبی ﷺ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے عطا کردہ نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا' اور یوں کہا جائے گا کہ ہم نے تمہارے جسم

1۔ بخاری نے ۱۱/۱۹۶ کتاب الرقاق میں اس کو ذکر کیا ہے۔

2۔ ترمذی نے ۲۳۴۷ میں' ابن ماجہ نے ۴۱۴۱ میں ہر دو نے کتاب الزہد کے تحت اس کو نقل کیا ہے' اور امام بخاری نے ''الادب المفرد'' ۳۰۰ میں اور حمیدی نے اپنی مسند کے صفحہ ۴۳۹ میں اس کو بیان کیا ہے' اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے' لیکن اس کی تائید ابو درداء کی اس حدیث سے ہوئی' جسے ابن حبان نے ۲۵۰۳ میں ذکر کیا ہے' اور اس کا دوسرا شاہد ابن عمر کی حدیث ہے' جسے ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے لہٰذا یہ حدیث ان دونوں شواہد سے قوی ہو جاتی ہے۔

کو تندرست نہیں بنایا تھا اور تمہیں آبِ سرد سے ہم نے سیراب نہیں کیا تھا؟''[1]

اسی قسم کا وہ قول بھی ہے جو ہمارے اسلاف نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے۔

((ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ.)) [تکاثر - ۸]

''پھر اس دن نعمت کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا یعنی صحت کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا''۔

مسند امام احمد میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے عباس اے رسول اللہ کے چچا دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ سے عافیت مانگئے۔[2]

مسند احمد ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ سَلُوْا اللّٰهَ الْيَقِيْنَ وَالْمُعَافَاةَ فَمَا اُوْتِيَ اَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِيْنِ خَيْرًا مِّنَ الْعَافِيَةِ.))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ سے یقین اور عافیت طلب کرو اس لئے کہ کسی کو یقین کے بعد سب سے بڑی دولت ملی ہے وہ عافیت ہے'' [3]

اس حدیث میں دنیا و آخرت دونوں کی عافیت کو یکجا کر دیا کیوں کہ دنیا و آخرت میں بندہ کی پورے طور پر اصلاح یقین و عافیت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی چنانچہ یقین کے ذریعہ آخرت کے عذاب کا دفاع ہوتا ہے اور عافیت سے دنیا کے تمام قلبی و جسمانی امراض دور ہوتے ہیں۔

سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((سَلُوْا اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فَمَا اُوْتِيَ اَحَدٌ بَعْدَ يَقِيْنٍ خَيْرًا مِنْ مُعَافَاةٍ.))

''اللہ تعالیٰ سے تم فضل و عافیت اور صحت طلب کرو اس لئے کہ کسی کو یقین کے بعد

---

[1] ترمذی نے ۳۵۵۵ میں کتاب التفسیر کے باب ومن سورۃ الھاکم التکاثر کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے اس کی اسناد صحیح ہے ابن حبان نے ۲۵۸۵ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] امام احمد نے ۱۷۸۳ میں اور ترمذی نے ۳۵۰۹ میں کتاب الدعوات کے تحت اس کی تخریج کی ہے اس کی سند میں یزید ابی زیاد کوئی نامی راوی ضعیف ہے۔

[3] احمد نے ۵/ ۱۷ میں ابن ماجہ نے ۳۸۴۹ میں اس کو ذکر کیا ہے یہ حدیث صحیح اور ہماری تعلیق علی مسند ابی بکر الصدیق میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

صحت مندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں عطا کی گئی ہے'' [1]

ان تینوں کے ذریعہ ہر طرح کے شروں سے بچنا ممکن ہے' شرور ماضیہ کا ازالہ فضل کے ذریعہ اور موجود شرور کا دفاع عافیت کے ذریعہ اور آئندہ کے متوقع شرور سے بچاؤ صحت کے ذریعہ ممکن ہے' اگر تینوں حاصل ہو جائیں تو دائمی اور دوامی عافیت نصیب ہو جائے۔

ترمذی میں مرفوعاً ہے۔

((مَاسُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْعَافِيَةِ.))

''اللہ سے جس چیز کا سوال کیا جاتا ہے' اس میں سب سے اس کے نزدیک پسندیدہ عافیت کا سوال ہے'' [2]

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے صحت و عافیت دی جائے اور میں اس پر شکر ادا کروں یہ بہتر ہے اس سے کہ مجھے آزمائش میں مبتلا کیا جائے اور اس پر میں صبر کروں یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی تمہارے ساتھ عافیت ہی کو بہتر سمجھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور آپ سے عرض کیا کہ پنج گانہ نماز کی ادائیگی کے بعد میں اللہ سے کس چیز کا سوال کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے عافیت طلب کرو' اس کو آپ نے دو بار کہا اور تیسری مرتبہ فرمایا کہ دنیا اور آخرت دونوں میں عافیت طلب کرو۔

جب صحت و عافیت کا یہ مقام ہے تو اس کی مناسبت و رعایت سے ہم یہاں ہدایات نبوی اور سنن کا ذکر کریں گے جو شخص ان میں غور و فکر کرے گا اسے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی کہ مطلقاً یہ کامل ترین ہدایات ہیں جن سے جسمانی و قلبی صحت کی حفاظت کلی طور پر کی جا سکتی ہے اس کے ساتھ دنیوی و اخروی زندگی کی حفاظت ہو سکتی ہے اللہ ہی مددگار اور اسی پر بھروسہ ہے اس کے سوا کوئی طاقت و قوت نہیں۔

---

[1] نسائی نے ((عمل الیوم واللیة)) میں اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] امام ترمذی نے ۳۵۱۰ میں کتاب الدعوات کے تحت اس کو نقل کیا ہے' اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر ملیکی ایک راوی ہے' جو ضعیف ہے۔

۸۸-فصل

نبی اکرم ﷺ کے کھانے پینے کی عادات

کھانے پینے کے سلسلے میں آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ خود کو کسی خاص غذا کا پابند نہ بناتے کہ اس کے علاوہ کسی دوسری غذا کا استعمال آپ کے لئے دشوار ہو اس لئے کہ یہ طبیعت کے لئے مضر ہے اور کبھی کبھی اس سے طبیعت پر بڑی گرانی ہوتی ہے اگر عادت کے خلاف غذا کا استعمال نہ کرے تو پھر نہ کھانے کے سبب کمزوری کا اندیشہ ہے یا ہلاکت کا خطرہ ہے' اور اگر خلاف عادت کوئی غذا استعمال کرتا ہے' تو طبیعت اسے قبول نہیں کرتی بلکہ اس کو اس سے نقصان ہوتا ہے اس لئے کسی ایک انداز کے کھانے کا معمول خواہ وہ عمدہ ترین غذا کیوں نہ ہو ایک زبردست خطرہ ہے۔

بلکہ آپ اپنے شہر کے باشندوں کے مزاج کے مطابق ہی غذا استعمال کرتے' خواہ وہ از قسم گوشت ہو پھل ہو' یا روٹی ہو' کھجوریں ہوں' ان تمام چیزوں کا ذکر ہم آپ کے ماکولات کی بابت ہدایات کے بیان میں کر چکے ہیں' اس لئے ان کی طرف آپ مراجعت کر لیں۔

اگر ماکول ومشروب میں سے کسی ایک میں ایسی کیفیت ہو جس کے توازن واصلاح کی ضرورت ہوتی تو آپ اس کی اصلاح اس کی ضد سے کرتے اور امکانی حد تک توازن کرتے اور اگر دشوار ہوتا تو پھر اسی انداز سے تناول فرما لیتے مثال کے طور پر آپ کھجور کے استعمال کے وقت تربوز کو بھی ملا لیتے تاکہ کھجور کی حرارت اور تربوز کی برودت سے توازن پیدا ہو جائے اگر یہ چیز دستیاب نہ ہوتی تو آپ اپنی خواہش کے مطابق اور حسب ضرورت غذا استعمال کرتے اس میں تکلف نہ فرماتے کہ اس سے طبیعت کو کوئی ضرر پہنچے۔

اگر کھانے سے طبیعت گریز کرتی تو آپ نہ کھاتے اور طبیعت کو کھانے پر زبردستی آمادہ نہ کرتے یہی حفظان صحت کا بنیادی اصول ہے اسلئے کہ جب انسان طبیعت کے گریز کے باوجود اور خواہش نہ ہونے پر بھی کھانا کھا لیتا ہے تو اس سے نفع سے کہیں زیادہ نقصان ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔[1]

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث انس کی ہے' مصنف کو یہاں وہم ہو گیا' چنانچہ یہ حدیث ابو ہریرہؓ ہی سے مشہور ہے' امام بخاری نے ۹/۷۷۴ میں مسلم میں نے ۲۰۶۴ میں ابو داؤد نے ۳۷۶۳ میں ترمذی نے ۲۰۳۲ میں ابن ماجہ نے ۳۲۵۹ میں اور احمد نے ۲/۴۷۴' ۴۷۷' ۴۸۱' ۴۹۵ میں اور ابو الشیخ نے ''اخلاق النبی'' ص ۱۸۹' ۱۹۰' ۱۹۱' میں اور ترمذی نے ''الشمائل'' میں اس کو ذکر کیا ہے۔

((مَاعَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ وَاِلَّا تَرَكَهٗ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ وَلَمَّا قُدِّمَ اِلَيْهِ الضَّبُّ الْمَشْوِيُّ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَقِيْلَ لَهٗ اَهُوَ حَرَامٌ؟ قَالَ ((لَا)) وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ.))

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا' اگر کھانے کی خواہش ہوتی تو تناول فرماتے وگرنہ چھوڑ دیتے' اور اسے تناول نہ فرماتے چنانچہ جب گوہ کا بھنا ہوا گوشت آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اسے نہیں کھایا آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں' لیکن ہماری سرزمین عرب کا یہ جانور نہیں' اس لئے میری طبیعت اس سے گریز کرتی ہے''۔[1]

اس میں آپ نے اپنی عادت اور خواہش کی رعایت فرمائی چونکہ عرب میں اس کے کھانے کا رواج نہ تھا اور آپ کی خواہش بھی نہ تھی اس لئے آپ خود اس سے رک گئے اور جس کو اسے کھانے کی خواہش تھی اسے منع بھی نہ کیا اور حکم دیا کہ جو عادی ہو اسے کھائے۔

آپ کو گوشت بہت پسند تھا' اور دست کا گوشت تو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے' بالخصوص بکری کے اگلے دست کا' اسی لئے اس میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا گیا تھا صحیحین میں روایت ہے کہ:

((اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ.))

''رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانے میں گوشت پیش کیا گیا اور دست کا گوشت آپ کی طرف بڑھایا گیا اور آپ کو دست کا گوشت بہت پسند تھا''۔[2]

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ضباعہ بنت زبیر کا واقعہ نقل کیا ہے' کہ انہوں نے اپنے گھر میں ایک بکری ذبح کی آپ نے ان کو کہلا بھیجا کہ اپنی بکری میں سے ہمیں بھی کھلانا انہوں نے قاصد سے کہا کہ اب تو صرف گردن ہی باقی رہ گئی ہے' اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجوں' قاصد نے واپس جا کر جب آپ کو یہ خبر دی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ جاؤ اور اس سے کہو کہ وہی بھیج

---

[1] بخاری نے ۹/۵۷۲' ۵۷۴ میں کتاب الاطعمة باب الضب کے تحت اور مسلم نے ۱۹۴۶' کتاب الصید باب اباحة الضب کے تحت حدیث خالد بن ولید سے اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] بخاری نے ۶/۲۶۴' ۲۶۵ میں کتاب الانبیاء کے باب قول اللہ عزوجل ولقد ارسلنا نوحا الی قومه' کے تحت اور مسلم نے ۱۹۴ میں کتاب الایمان باب ادنی اهل الجنة منزلة کے ذیل میں حدیث ابوہریرہؓ سے اس کو نقل کیا ہے۔

دے' اس لئے کہ وہ بکری کا اگلا حصہ ہے' اور بکری کی گردن کا گوشت خیر کے زیادہ قریب اور اذیت سے دور ہوتا ہے۔[1]

اور یہ حقیقت ہے کہ بکری کے گوشت میں سب سے لطیف حصہ گردن پہلو یا دست کا گوشت ہوتا ہے اس کے کھانے سے معدہ پر گرانی نہیں ہوتی اور زود ہضم بھی ہوتا ہے اور غذا کے سلسلے میں ایک اصولی بات ہے کہ جس غذا میں یہ تین اوصاف پائے جائیں وہی اعلیٰ درجہ کی غذا ہوگی۔

پہلا وصف: یہ کہ غذا کثیر النفع ہو اور اعضاء پر پوری طرح اثر انداز ہو۔

دوسرا وصف: غذا لطیف ہو تاکہ معدہ گرانی نہ محسوس کر سکے بلکہ معدہ پر ہلکی ہو۔

تیسرا وصف: غذا زود ہضم ہو۔

غذا کی بہترین قسم ان خوبیوں کی حامل ہوتی ہے' اگر اس غذا کا تھوڑا حصہ بھی استعمال کر لیا جائے تو وہ کثیر مقدار کی غذا سے کہیں زیادہ نفع بخش ثابت ہوگی۔

آپ ﷺ حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے' اور یہ تینوں چیزیں یعنی گوشت شہد اور حلوا سب سے عمدہ ترین غذا ہے' اور یہ بدن اور جگر اور اعضاء کے لئے بے حد مفید ہے اگر کوئی ان چیزوں کو بطور غذا استعمال کرے تو اس سے صحت وقوت کی حفاظت میں غیر معمولی فائدہ ہوگا اور ان چیزوں کو وہی شخص ناپسند کر سکتا ہے جس کو کوئی مرض لاحق ہوگا یا کسی افتاد کا شکار ہوگا۔

آپ ﷺ روٹی سالن کے ساتھ استعمال فرماتے اگر سالن میسر آتا اور آپ کبھی سالن میں گوشت لیتے اور فرماتے' کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں کے کھانے کا سردار ہے' اس کو ابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔[2] اور کبھی آپ تربوز اور کبھی کھجور کے ساتھ روٹی تناول فرماتے چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے جو کی روٹی کے ایک ٹکڑے پر کھجور رکھ کر فرمایا کہ یہ کھجور اس روٹی کا سالن[3] ہے۔ اور یہ بہترین غذا کی صورت ہے' اس لیے کہ جو کی روٹی یابس بارد ہوتی ہے' اور کھجور اطباء کے دو قول میں سے اصح قول کے مطابق حار رطب ہے' چنانچہ جو کی روٹی اس سالن کے ساتھ عمدہ ترین غذا ہے بالخصوص ان لوگوں کے لئے جو اس

---

[1] امام احمد نے ۳۶۰/۶' ۳۶۱ میں اور نسائی نے اس کو بیان کیا ہے' اس کی سند میں فضل بن فضل مدنی ایک راوی ہے' جس کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے' اس کے بقیہ رواۃ سب ثقہ ہیں۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۳۰۵ میں کتاب الاطعمۃ کے باب اللحم کے تحت اس کو بیان کیا ہے' اس کی سند میں سلیمان بن عطاء جزری نامی راوی منکر الحدیث ہے' اور مسلمہ بن عبداللہ جہنی اور ابو مشجعہ یہ دونوں مجہول ہیں۔

[3] ابوداؤد نے ۳۲۵۹ میں حدیث یوسف بن عبداللہ بن سلام سے اس کو نقل کیا ہے' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں' لیکن یہ حدیث منقطع ہے' اس کو ابوداؤد نے ۳۲۶۰ میں اور ترمذی نے ''الشمائل'' ۱۸۴ میں ذکر کیا اس کی سند مجہول ہے۔

کے عادی ہوں جیسے اہل مدینہ اس کے عادی ہوتے ہیں' اور کبھی آپ روٹی سرکہ کے ساتھ تناول فرماتے اور یہ فرماتے کہ سرکہ بہترین سالن ہے' سرکہ کی یہ تعریف حالات کے مقتضی کے مطابق ہے اس سے کوئی شخص دوسرے سالنوں پر سرکہ کی فضیلت نہ سمجھ بیٹھے' جیسا کہ بعض ناوانوں نے اس سے سرکہ کی فضیلت سمجھ لی ہے' حدیث کا موقف سمجھنے کے لئے یہ سمجھیں کہ ایک روز آپ گھر میں تشریف لائے تو گھر والوں نے آپ کے سامنے روٹی پیش کی تو آپ نے فرمایا کیا شوربہ بھی ہے؟ لوگوں نے کہا۔ کہ ہمارے یہاں اس وقت سرکہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اس موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ بہترین سالن سرکہ ہے''[1]

مقصود کلام یہ ہے کہ سالن کے ساتھ روٹی کھانا حفظان صحت کے اصول میں سے ہے صرف ان میں سے کسی ایک کے استعمال سے بہتر ہے کہ دونوں کا ایک ساتھ استعمال کیا جائے اوام کا لغوی معنی اصلاح کے ہیں گویا سالن سے روٹی کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ حفظان صحت کے لئے مناسب معلوم ہوتی ہے آپ کا یہ قول بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ نے پیغام دینے والے سے فرمایا کہ مخطوبہ کو دیکھ لینا مستحب ہے اس لئے کہ اس سے باہمی موافقت وملائمت کی راہ ہموار ہوتی ہے جب شوہر بیوی کو دیکھ کر شادی کرتا ہے تو ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں اور شرمندگی سے دوچار ہونا نہیں پڑتا۔

آپ اپنے علاقے کے پھلوں کا استعمال اس کے موسم میں فرماتے تھے' اور اس سے پرہیز نہ کرتے یہ بھی حفظان صحت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے ذریعہ ہر علاقہ میں پھل پیدا کئے جو اس علاقے کے باشندوں کے لئے موسم میں سودمند ہوتا ہے اور لوگ اس کے بہتات کے وقت استعمال کر کے آسودہ ہو جاتے ہیں اس سے ان کی صحت وتوانائی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے اور یہ پھل انہیں کتنی ہی دواؤں سے بے نیاز کر دیتے ہیں اور بہت کم ایسے لوگ ہیں جو اپنے علاقے کے پھلوں سے بیماری کے خوف سے پرہیز کرتے ہیں ہاں ایسے شخص کو پرہیز کرنا مناسب ہے جو بہت زیادہ بیمار رہتا ہے اور اس کی صحت وقوت کی بازیابی کی کوئی توقع بھی نہ ہو۔

ان پھلوں میں جو رطوبت کی کثرت ہوتی ہے وہ موسم اور زمین کے موافق ہوتی ہے اور معدہ کی حرارت پکا کر اس کی مضرت کو ختم کر دیتی ہے مگر اس کے کھانے میں بداحتیاطی نہ کی جائے اور پھل کا استعمال طبیعت کی قوت برداشت سے زیادہ بھی نہ ہو کہ اسے برداشت نہ کر سکے اور نہ اتنا کھا لے کہ غذا کو

---

[1] مسلم نے ۲۰۵۱ میں کتاب الاشربۃ باب فضیلۃ الخل کے تحت اور ابوداؤد نے ۳۸۲۰ میں' ترمذی نے ۱۸۴۰ میں ابن ماجہ نے ۳۳۱۷ میں' نسائی نے ۷/۱۴ میں کتاب الایمان کے باب اذا حلف الا یاتدم فاکل خبزا بخل کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

ہضم ہونے سے پہلے ہی فاسد کر دے اور نہ اس کے استعمال کے بعد مزید پانی استعمال کر کے اسے فاسد کیا جائے اور نہ غذا کا استعمال پانی کے استعمال کے بعد کیا جائے اس لئے کہ عموماً قولنج کی بیماری اسی سے پیدا ہوتی ہے جو شخص پھلوں کی اتنی مقدار اس وقت استعمال کرے جو وقت اس کے استعمال کے لئے مناسب تھا اور اسی انداز پر استعمال کرے جس طرح کرنا چاہیے تھا تو پھل اس کے لئے اکسیر کا کام کرے گا۔

۸۹-فصل

کھانے کی نشست کا طریقۂ نبوی ﷺ

صحیح حدیث سے آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا[1] بلکہ میں بیٹھ کر کھاتا ہوں' اور نوکر کی طرح میں بیٹھتا ہوں اور نوکر جس طرح کھاتا ہے' اسی طرح میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔[2]

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ آپ نے ایک شخص کو منہ کے بل لیٹ کر کھانے سے منع فرمایا۔[3]

اتکاء کا ترجمہ پالتی مار کر بیٹھنے سے کیا گیا اور بعض نے کسی ایسی چیز پر ٹیک لگانے سے کیا کہ اگر وہ

---

[1] امام بخاری نے ۹/۴۷۲ میں کتاب الا طعمة کے باب الاکل متکئًا کے تحت حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] ابوالشیخ نے اس کو حدیث عائشہ سے نقل کیا ہے' اس کی سند میں عبیداللہ بن ولید وصافی راوی ضعیف ہے' لیکن ابن سعد ۱/۳۸۱ کے نزدیک یہ حدیث دوسرے طریقوں سے مروی ہے' اس کی شاہد حسن کی ایک مرسل حدیث ہے جسے امام احمد نے کتاب الزہد ص ۶۰۵ میں روایت کیا ہے' اس کی سند صحیح ہے' چنانچہ یہ حدیث اس طرح قوی ہو جاتی ہے' اور صحیح قرار پاتی ہے۔

[3] ابن ماجہ نے ۳۳۷۰ میں کتاب الا طعمہ باب النھی عن الاکل منبطحا کے تحت اس کو ذکر کیا ہے' اور ابو داؤد نے ۳۷۷۵ میں حدیث جعفر بن برقان کو عن الزہری عن سالم عن ابیہ کے واسطے سے ذکر کیا ہے' اور فرمایا کہ اس حدیث کو جعفر نے زہری سے نہیں سنا ہے' وہ منکر الحدیث بھی ہے'' چنانچہ حدیث یوں مروی ہے' حدثنا ھارون بن زید بن ابی الزرقاء حدثنا ابی حدثنا جعفر أنه بلغه عن الزھری بھذا الحدیث۔

ہٹالی جائے تو ٹیک لگانے والا گر جائے اور کسی نے اس کا مفہوم پہلو پر ٹیک لگانے سے ادا کیا ہے ٹیک لگانے کی یہ تین صورتیں ہیں ان تینوں صورتوں میں سے پہلو پر ٹیک لگا کر کھانے کی صورت ضرر رساں ہے اس لئے کہ مجری طعام اس سے اپنی طبعی حالت پر نہیں رہ جاتا جس کی وجہ سے کھانا معدہ کی طرف تیزی سے نہیں پہنچ پاتا' بلکہ معدہ دبا رہتا ہے اس لئے غذا لینے کے لئے پوری طرح نہیں کھل پاتا اس کے علاوہ ایک طرف کو ڈھلکا ہوا رہتا ہے اور وہ اپنے انداز انتصاب پر برقرار رہتا ہے لہٰذا غذا آسانی معدہ تک نہیں پہنچ پاتی۔

اور بقیہ دونوں صورتوں تو متکبرین کی نشست کا انداز ہے جو عبودیت کے منافی ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں غلام کی طرح کھانا کھاتا ہوں' آپ کھانا کھاتے وقت اقعاء (اکڑوں) کے انداز پر ہوتے۔[1] یہ بھی آتا ہے کہ آپ کھانے کے وقت سرین اور زانو پر بیٹھتے بایں طور کہ بائیں پیر کی کف پا دائیں پیر کی پشت پر رکھتے کہ اس انداز نشست میں اللہ تعالیٰ کے لئے فروتنی کا ظہار ہے' اور اس کا کمال ادب ہے' اور کھانے اور کھلانے والے کا احترام بھی ہے اور یہی انداز نشست کھانے کی تمام نشستوں سے بہتر ہے اس لئے کہ اس انداز میں تمام اعضاء اپنی طبعی حالت پر رہتے ہیں' جس انداز اور ادب پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جب انسان کے اعضاء اپنی حالت پر ہوں تو غذا بھی ہضم کا پورا لطف اٹھاتی ہے اور یہ صورت صرف اسی انداز پر پیدا ہو سکتی ہے جب انسان طبعی حالت پر کھڑا ہو' کھانے کی بدترین صورت پہلو پر ٹیک لگا کر کھانے کی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ مری اور نگلنے والے دوسرے حصہ قناۃ غذا اس وقت تنگ ہو جاتے ہیں اور معدہ بھی طبعی انداز پر نہیں رہ جاتا اس لئے کہ وہ زمین سے متصل شکم کی وجہ سے انچوڑ کھاتا ہے اور پشت اس حجاب سے متصل ہوتی ہے جو آلات غذا اور آلات تنفس میں فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر اتکاء سے مراد گاؤ تکیہ اور نرم گدا پر ٹیک لگانا ہو جو بیٹھنے والے کے نیچے ہوتا ہے تو اس وقت نبی اکرم ﷺ کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ میں نرم گدوں اور گاؤ تکیوں پر ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا جیسا کہ متکبرین اور زیادہ کھانے والے لوگ کرتے ہیں' بلکہ میں بقدر کفاف کھاتا ہوں جتنے پر گذارہ ہو جائے' اور نوکر بھی بقدر کفاف ہی کھاتا ہے۔

---

[1] امام مسلم نے ۲۰۴۴ میں حدیث انس بن مالک سے یوں روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ کو اکڑوں بیٹھ کر کھجور کھاتے ہوئے دیکھا ''اقعاء'' کا معنی ہے کہ آدمی اپنی سرین کے دونوں حصوں پر اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھتے ہوئے بیٹھے (اکڑوں بیٹھنا)۔

۹۰-فصل

نبی اکرم ﷺ کے کھانے کی ترکیب

رسول اللہ ﷺ اپنی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے' اور یہی کھانے کے طریقوں میں سب سے نافع طریقہ ہے اس لئے کہ ایک یا دو انگلی سے کھانے سے کھانے والے کو لذت نہیں ملتی اور نہ خوشگوار معلوم ہوتا ہے' اور نہ آسودگی ہی ہوتی ہے مگر جب اس طور پر دیر تک کھایا جائے اور غذا کا لقمہ بھرپور نہ ہونے کی وجہ سے قناۃ ہضم معدہ کو فرحت نہیں ہوتی بلکہ وقفہ وقفہ سے غذا معدہ میں پہنچتی ہے' جیسے کوئی دانہ چن کر اٹھائے اور کھائے تو اس طرح کھانا نہ مزہ دیتا ہے' اور نہ خوشگوار ہوتا ہے اور پانچوں انگلیوں اور ہتھیلی تک کھانے میں آلودہ کر لینے سے آلات ہضم و معدہ پر غذا کا بار پڑتا ہے' اور بعض اوقات کثرت غذا سے کھانا اٹک جاتا ہے اور موت ہو جاتی ہے اور بعض وقت آلات غذا کو اچھو لگنے کی وجہ سے غذا کو باہر کر دیتے ہیں' معدہ اس کی قوت برداشت نہیں رکھتا اور نہ کھانے میں لذت حاصل ہوتی ہے اور نہ فرحت ملتی ہے اس لئے آپ کے کھانے کا طریقہ سب سے زیادہ نافع ہے اور جو آپ کے کھانے کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے تین انگلی سے کھائے وہ بھی اس نفع سے متمتع ہو سکتا ہے

۹۱-فصل

نبی ﷺ کے کھانوں کا بیان

جس نے رسول اللہ ﷺ کی غذاؤں پر غور کیا اور آپ کے ماکولات کے بارے میں تحقیق کی اسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آپ نے دودھ اور مچھلی کبھی ایک ساتھ استعمال نہیں کی اور نہ دودھ کے ساتھ ترشی استعمال کی نہ آپ نے کبھی دو گرم غذاؤں کو ساتھ ساتھ لیا' نہ دو ٹھنڈی غذا کو ایک ساتھ کھایا نہ دو لیسدار چیزوں کو اکٹھا کیا نہ دو قابض چیزیں ساتھ تناول فرمائیں نہ دو مسہل غذا اور نہ دو غلیظ غذا کو یکجا کیا نہ دو نرم کرنے والی غذا کو لیا اور نہ دو ایسی غذاؤں کو ہمراہ لیا جو کسی ایک خلط میں تبدیل ہو جائیں نہ دو متضاد و مختلف چیزوں کو جیسے ایک قابض اور دوسری مسہل کو یکجا استعمال فرمایا یا زود ہضم اور دیر ہضم غذا ایک ساتھ کھائی' اور نہ بھنی ہوئی اور پکائی ہوئی چیز کو اور نہ تازہ اور خشک غذا کو ساتھ ساتھ استعمال فرمایا' اسی طرح نہ آپ نے دودھ اور انڈا' گوشت اور دودھ ایک ساتھ تناول فرمایا' اور یہ بھی آپ کا معمول تھا کہ بہت

زیادہ گرم کھانا نہ کھاتے اور نہ کوئی باسی چیز دوسرے دن گرم کر کے کھاتے اسی طرح آپ ایسا کھانا بھی نہ کھاتے جس میں سڑاند آ گئی ہو یا وہ نمکین ہو گیا ہو جیسے سالن یا سڑا سرکہ یا سرکہ کی طرح سڑا ہوا نمکین گوشت اس طرح کی تمام چیزیں آپ کبھی استعمال نہ فرماتے' اس لئے کہ یہ ساری چیزیں نقصان دہ صحت کو برباد کرنے والی اور بے اعتدالی پیدا کرنے والی ہیں' آپ بعض غذا کو دوسری غذاؤں کے ذریعہ درست کر لیتے اگر اس کی کوئی صورت آپ کو سمجھ میں آتی' چنانچہ آپ ایک کھانے کی حرارت کو دوسری کی برودت' ایک غذا کی خشکی کو دوسرے کی تری سے درست فرما لیتے اسی طرح آپ ککڑی کو تر کھجور کے ساتھ کبھی کھاتے اور کبھی چھوہارے کو گھی کے ہمراہ استعمال فرماتے' اسی کھانے کو عرب میں حیس کہا جاتا تھا اور کبھی آپ بھگوئے ہوئے چھوہارے کا شربت نوش فرماتے تھے جس سے سخت غذاؤں کے کیموس کو لطیف بنانے میں مدد ملتی ہے۔

شام کے کھانے کا آپ حکم فرماتے خواہ ایک مشت چھوہارا ہی کیوں نہ ہو آپ نے فرمایا کہ شام کے وقت کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپے کو دعوت دینا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع ترمذی میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں [1] اس کو بیان کیا ہے اور ابونعیم نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے دل کو تکلیف پہنچتی ہے اسی وجہ سے اطباء نے اپنے وصیت ناموں میں تحریر کیا ہے کہ جو حفظان صحت کا خواہاں ہو اسے چاہئے کہ وہ کھانے کے بعد چند قدم پیدل چلے گو کہ سو ہی قدم کیوں نہ چلے اور کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے اس لئے کہ یہ چیز بہت زیادہ نقصان دہ ہے اور مسلمان اطباء نے لکھا ہے کہ شام کے کھانے کے بعد چند رکعت نماز ادا کر لے تاکہ غذا قعر معدہ تک پہنچ جائے اور بآسانی ہضم ہو جائے اور اس طرح غذا اچھی طرح ہضم ہو جائے گی۔

آپ کی ہدایت یہ نہیں کہ کھانا کھانے کے بعد پانی پی لے کہ اس سے کھانا فاسد ہو جاتا ہے بالخصوص جب کہ پانی بہت زیادہ گرم یا زیادہ ٹھنڈا ہو تو بہت زیادہ نقصان دہ ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وَلَا تَكُنْ عِنْدَ اَكْلٍ سُخْنٍ وَبَرْدٍ   وَدُخُوْلُ الْحَمَّامِ تَشْرَبُ مَاءً

گرم و سرد کھانے کے بعد اور حمام میں داخل ہونے کے وقت پانی پینے سے پرہیز کرو۔

---

[1] ترمذی نے ۱۸۵۷ میں کتاب الاطعمة کے باب ماجاء فی فضل العشاء کے تحت حدیث انس بن مالک سے اس کو نقل کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ضعیف اور مجہول ہے اور ابن ماجہ نے ۳۳۵۵ میں کتاب الاطعمة باب ترک العشاء کے ذیل میں حدیث جابر سے اس کو ذکر کیا ہے اس میں ابراہیم بن عبدالسلام بن عبداللہ باباہ مخزومی نامی راوی ضعیف ہے۔

فَإِذَا مَا اجْتَنَبْتَ ذَالِكَ حَقًّا لَمْ تَخَفْ مَا حُيِيتَ فِي الْجَوْفِ دَاءً

اگر تم نے اس سے صحیح معنوں میں پرہیز کر لیا' تو جب تک تم زندہ رہو گے بیماری کا کوئی خطرہ نہیں۔

اسی طرح ورزش' تھکن اور جماع کے بعد فوراً پانی کا استعمال کرنا اچھا نہیں اسی طرح کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اور پھل کے استعمال کے بعد بھی پانی استعمال نہ کرنا چاہئے اگرچہ پانی پینے کی ترتیب میں بعض کمتر درجہ اور بعض بہت زیادہ سہولت کی حامل ہو اور جماع کے بعد اور سو کر بیدار ہونے کے بعد پانی پینا حفظان صحت کے اصول کے بالکل منافی ہے' اس لئے کہ طبائع الگ الگ ہوتے ہیں۔

۹۲-فصل

نبی کریم ﷺ کے استعمال مشروبات کا انداز

پانی پینے میں آپ کا طریقہ سب سے کامل ترین ہے اگر ان طریقوں کی رعایت کی جائے تو حفظان صحت کے اعلیٰ ترین اصول ہاتھ آ جائیں آپ شہد میں ٹھنڈا پانی ملا کر پیتے تھے اس میں حفظان صحت کا وہ باریک نکتہ پنہاں ہے جہاں تک رسائی بجز فاضل اطباء کے کسی کی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ شہد نہار منہ چاٹنے اور پینے سے بلغم پگھل کر خارج ہوتا ہے خمل معدہ صاف ہو جاتا ہے اور اس کی لزوجت (چپک) ختم ہو جاتی ہے اور فضلات دور ہو جاتے ہیں اور معدہ میں معتدل گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے سدے کھل جاتے ہیں اور جو بات معدہ میں اس کے استعمال سے ہوتی ہے وہی گردہ جگر اور مثانہ میں اس کا اثر ہوتا ہے اور معدہ کے لئے یہ ہر شیریں چیز سے زیادہ مفید ہے البتہ معمولی طور پر جن لوگوں میں صفراء کا غلبہ ہوتا ہے انہیں اس سے ضرر پہنچتا ہے اس لئے کہ اس کی حدت سے حدت صفراء دوگنی ہو جاتی ہے اور کبھی صفراء میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی مضرت کو دور کرنے کے لئے اس کو سرکہ کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جس سے غیر معمولی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور شہد کا پینا شکر وغیرہ کے دیگر مشروبات کے مقابل بہت زیادہ نہ ہے بالخصوص جن کو ان مشروبات کی عادت نہ ہو اور نہ ان کی طبیعت اس کی خوگر ہو اس لئے کہ اگر وہ اس کو پیتا ہے تو اس سے وہ بات نہیں پیدا ہو گی جو شہد کے پینے سے ظاہر ہوتی ہے اس سلسلہ میں اصل چیز عادت ہے اس لئے کہ عادت ہی اصول کو منہدم کر کے نئے اصول مرتب کرتی ہے۔

اور جب کسی مشروب میں حلاوت و برودت دونوں ہی موجود ہوں تو اس سے بدن کو غیر معمولی نفع پہنچتا ہے اور حفظان صحت کی سب سے اعلیٰ تدبیر ہے اس سے ارواح و اعضاء میں بالیدگی آتی ہے اور جگر اور دل کو اس سے بے حد لگاؤ ہے اور اس سے بڑی مدد حاصل ہوتی ہے اور اس میں جب دونوں وصف ہوں تو اس سے غذائیت بھی حاصل ہوتی ہے اور غذا کو اعضاء تک پہنچانے کا کام بھی ہو جاتا ہے اور جب غذا اعضاء تک پہنچ جائے تو کام پورا ہو جاتا ہے۔

آب سرد تر ہے یہ حرارت کو توڑتا ہے اور جسم کی رطوبات اصلی کی حفاظت کرتا ہے اور انسانی بدن کو بدل ما یتحلل کو پیش کرتا ہے اور غذا کو لطیف بنا کر رگوں میں پہنچاتا ہے۔

اطباء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آب سرد سے بدن کو غذائیت حاصل ہوتی ہے یا نہیں اس سلسلے میں اطباء کے دو قول منقول ہیں ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس میں تغذیہ ہے اس لئے کہ مشاہدہ ہے کہ آب سرد کے استعمال کے بعد طبیعت میں جان آ جاتی ہے اور جسمانی نمو ہوتا ہے خاص طور پر شدید ضرورت کے وقت پانی پینے سے غیر معمولی توانائی آ جاتی ہے۔

لوگوں نے بیان کیا کہ حیوانات و نباتات کے درمیان چند چیزوں میں قدر مشترک ہے پہلی چیز نمو، دوسری غذائیت اور تیسری چیز اعتدال ہے اور نباتات میں حسی قوت موجود ہے جو اس میں اس کی حیثیت سے پائی جاتی ہے اسی لئے نباتات کا تغذیہ پانی سے ہوتا ہے پھر حیوان کے لئے پانی میں کوئی تغذیہ نہ ہو تو سمجھ سے بالاتر چیز ہے بلکہ پانی کو حیوان کی کامل غذا کا ایک حصہ ہونا چاہیے۔

لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہم تو یہ نہیں کہتے کہ پانی کا غذائیت میں کوئی حصہ نہیں بلکہ ہم تو صرف اس کا انکار کرتے ہیں کہ پانی سے تغذیہ نہیں ہوتا انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کھانے میں غذائیت پانی ہی کی وجہ سے ہوتی ہے اگر یہ چیز نہ ہوتی تو کھانے سے غذائیت ہی حاصل نہ ہوتی۔

لوگوں نے یہ بھی بیان کی ہے کہ حیوانات و نباتات کا مادہ پانی ہے اور جو چیز کسی شے کے مادہ سے قریب ہوتی ہے اس سے تغذیہ حاصل ہوتا ہے تو ایسی صورت میں جب پانی ہی مادہ اصل ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

((وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ .)) [انبیاء : ۳۰]

''ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو زندگی بخشی''۔

تو پھر اس چیز کے تغذیہ سے کیسے ہم انکار کر سکتے ہیں جو مطلقاً مادہ حیات ہو مزید برآں ہم پیاسوں کو دیکھتے ہیں کہ جہاں ٹھنڈے پانی سے ان کی تشنگی بجھی ان میں دوبارہ جان آ گئی اور ان کی قوت و نشاط

اور حرکت تینوں بازیاب ہو گئے اگر کھانا نہ بھی ملے تو صبر کر لیتے ہیں بلکہ تھوڑے کھانے پر اکتفا کر لیتے ہیں اسی طرح ہم نے پیاسے کو دیکھا کہ کھانے کی زیادہ مقدار کھا کر بھی اس کی تشنگی نہیں جاتی اور نہ اس کے بعد اسے قوت کا احساس ہوتا ہے نہ غذائیت کا شعور ہوتا ہے ہمیں اس سے انکار نہیں کہ پانی غذا کو اجزائے بدن تک پہنچاتا ہے اور غذائیت کی تکمیل پانی ہی کے ذریعہ ہوتی ہے بلکہ ہم تو اس شخص کی بات بھی تسلیم نہیں کرتے جو پانی کے اندر قوت تغذیہ بالکل نہیں مانتا اور غالباً ہمارے نزدیک اس کی یہ بات امور وجدانی کے ہم پلہ ہے۔

ایک جماعت نے پانی سے تغذیہ کے حصول کا انکار کیا ہے اور انہوں نے ایسی چیزوں سے استدلال کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ صرف پانی پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا اور پانی کھانے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس سے اعضاء کو نمو نہیں ہوتا اور نہ وہ بدل ما یتحلل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی طرح کی باتیں استدلال میں پیش کرتے ہیں جن کا قائلین تغذیہ نے بھی انکار نہیں کیا وہ تو کہتے ہیں کہ پانی میں غذائیت اس کے جوہر اس کی لطافت ورقت کے مطابق ہوتی ہے اور ہر چیز اپنی حیثیت ہی سے مفید تغذیہ ہو سکتی ہے چنانچہ مشاہدہ ہے آہستہ خرام ٹھنڈی تازہ ہوا بدن کو بھلی لگتی ہے اور اپنی حیثیت سے وہ ہوا تغذیہ بدن کرتی ہے اسی طرح عمدہ خوشبو سے بھی ایک قسم کا تغذیہ ہوتا ہے اس بیان سے پانی کی غذائیت کی حقیقت منکشف ہو گئی۔

حاصل کلام یہ کہ جب پانی ٹھنڈا ہو اور اس میں شہد کشمش یا کھجور یا شکر کی شیرینی آمیز ہو تو بدن میں جانے والی تمام چیزوں میں سے سب سے زیادہ نفع بخش ہوگا اور اسی سے صحت کی حفاظت ہوگی اس لئے رسول اللہ ﷺ کو ٹھنڈا شیریں مشروب بہت زیادہ مرغوب تھا اور نیم گرم پانی نفاخ ہوتا ہے اور اس کے مخالف عمل کرتا ہے۔

باسی پانی پیاس کے وقت پینا بہت زیادہ نافع اور مفید ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوالہیثم بن التیہان کے باغ میں تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا کسی مشکیزہ میں باسی پانی ہے؟ ابوالہیثم نے باسی پانی پیش کیا آپ نے نوش فرمایا اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے الفاظ یوں ہیں اگر کسی مشکیزہ میں باسی پانی موجود ہو تو ہم منہ لگا کر پی لیں۔[1]

باسی پانی خمیر آرد کی طرح ہے اور اسے اپنے وقت سے نہار منہ پیا جائے تو افطار صوم کی طرح ہے دوسری بات یہ کہ رات بھر گزرنے کی وجہ سے باریک سے باریک اجزاء ارضی تہ نشین ہو جاتے ہیں اور

---

[1] بخاری نے ۱۰/۷۷ میں کتاب الاشربہ باب الکرع فی الحوض میں اس کو ذکر کیا ہے۔

پانی بالکل صاف شفاف ہو جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نبیؐ کے لئے پانی شیریں کیا جاتا تھا اور آپ باسی پانی پینا پسند فرماتے تھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے پینے کے لئے پانی سقیا[1] کے کنویں سے لایا جاتا۔

مشکیزوں اور مٹکوں کا پانی مٹی اور پتھر وغیرہ کے برتنوں میں رکھے ہوئے پانی سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے بالخصوص جب چمڑے کا مشکیزہ ہو اسی وجہ سے آپ نے چمڑے کے پرانے مشکیزے کا باسی پانی طلب فرمایا اور دوسرے برتنوں کا پانی آپ نے نہیں مانگا اس لئے کہ چمڑے کے مشکیزے میں جب پانی رکھا جاتا ہے تو وہ دوسرے برتنوں کے مقابل زیادہ لطیف ہوتا ہے اس لیے کہ ان مشکیزوں میں مسامات ہوتے ہیں جن سے پانی رستا رہتا ہے اسی وجہ سے مٹی کے برتن کا پانی جس سے پانی رستا رہتا ہے دوسرے برتنوں کے بہ نسبت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے کیونکہ ہوا ان مسامات سے گزر کر اس کو ٹھنڈا کر دیتی ہے چنانچہ اللہ کی رحمتیں اور درود نازل ہوں اس ذات پر جو مخلوق میں سب سے کامل سب سے زیادہ شریف النفس اور سب سے افضل طور پر رہنمائی کرنے والی ہے جنہوں نے اپنی امت کے سب سے زیادہ نفع بخش اور بہتر امور کی طرف رہنمائی کی جو قلوب واجسام اور دین و دنیا ہر ایک کے لئے بہت زیادہ مفید اور نافع ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ مرغوب شیریں اور ٹھنڈا مشروب تھا[2]

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد شیریں پانی ہو جیسے چشمے، کنویں کے شیریں پانی ہوتے ہیں اس لئے کہ آپ کے سامنے شیریں پانی پیش کیا جاتا اور دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد شہد آمیز پانی

---

[1] ابوداؤد نے ۳۷۳۵ میں کتاب الاشربة باب فی ایکاء الآنیة کے تحت ذکر کیا ہے اور ابوالشیخ نے اخلاق النبی ص ۲۲۵ میں حدیث عائشہ سے بایں الفاظ روایت کیا ((قَالَتْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُسْتَعْذَبُ وَلَهُ الْمَاءُ مِنْ بِئْرِ سُقْيَا)) اس کی سند حسن ہے اور حاکم نے ۴/ ۱۳۸ میں اس کو صحیح قرار دیا، اور ذہبی نے بھی اس کا اثبات کیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے، اپنی کتاب ''الفتح'' میں کہ اس کی سند عمدہ ہے، اور ''سقیا'' حرہ کے ایک سرحدی مقام پر واقع ہے، اور حرہ ضواحی مدینہ کا علاقہ ہے، جہاں کالے پتھر ہوتے ہیں طرفھا سرحدی پٹی کے معنی میں ہے۔

[2] امام احمدؒ نے ۶/ ۳۸، ۴۰ میں امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی ۱۸۹۶ میں اور الشمائل ۱/ ۳۰۲ میں اس کو ذکر کیا اس کی سند صحیح ہے، اس کو حاکم نے ۴/ ۱۳۷ میں صحیح کہا ہے، اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، اور باب میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، جس کو امام احمد نے ۱/ ۳۳۸ میں اس طرح روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کون سا مشروب زیادہ لذیذ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا شیریں اور ٹھنڈا مشروب سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے، اس کی سند حسن ہے، اور اس کی شواہد بہت سی روایات ہیں۔

ہو یا چھوہارے اور کشمش کا مشروب مراد ہو لیکن بہتر بات یہی ہے کہ اس سے دونوں ہی معنی مراد ہوں تاکہ یہ سب کو شامل ہو جائے۔

صحیح حدیث میں آپ کے اس قول: ((اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِي شَنٍّ وَ اِلَّا كَرِعْنَا.)) یعنی (اگر تمہارے مشکیزہ کا باسی پانی موجود ہو تو ہم منہ لگا کر پی لیں) سے منہ لگا کر پانی پینے کا جواز نکلتا ہے خواہ پانی حوض کا ہو یا کسی مشکیزے وغیرہ کا یہ کوئی خاص واقعہ ہو جس میں منہ لگا کر پانی پینے کی ضرورت پیش آئی ہو یا آپ نے اسے بیان جواز کے لئے ایسا کیا اس لئے کہ بہت سے لوگ اسے برا سمجھتے ہیں اور اطباء تو اسے حرام قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس سے معدہ کو نقصان پہنچتا ہے ایک حدیث جس کی صحت کا مجھے علم نہیں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیٹ کے بل پانی پینے سے منع فرمایا اور یہی کرع ہے اور اس بات سے منع فرمایا کہ ہم ایک ہاتھ کے چلو سے پانی پئیں آپ نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی کتے کی طرح پانی نہ پئے اور رات میں کسی برتن سے پانی نہ پئے یہاں تک کہ اسے اچھی طرح دیکھ بھال کر لے ہاں اگر وہ برتن ڈھکا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں [1]

اور بخاری کی حدیث اس سے زیادہ صحیح ہے اگر یہ حدیث ہو تو ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ اس وقت شاید ایک ہاتھ سے پانی پینے میں دشواری ہوتی تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ ہم منہ لگا کر پانی پی لیں گے اور منہ سے پانی پینا اس وقت ضرر رساں ہے جب پینے والا اپنے منہ اور پیٹ پر جھکا ہو جیسے کہ نہر اور تالاب سے پانی پیا جاتا ہے لیکن اگر کھڑے ہو کر کسی بلند حوض سے منہ لگا کر پانی پیا جائے تو ایسی صورت میں ہاتھ سے اور منہ لگا کر پانی پینے میں کوئی فرق نہیں۔

۹۳- فصل

نبی اکرم ﷺ کے پانی پینے کا طریقہ

آپ کا طریقہ بیٹھ کر پانی پینے کا تھا عموماً آپ کی عادت شریفہ یہی تھی اور آپ سے مروی حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۴۳۱ میں کتاب الاشربۃ کے باب الشرب بالا کف والکرع کے تحت اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند کا کچھ حصہ رہ گیا ہے، یہ حدیث مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کی گئی ہے، اور اس کا روای زیاد بن عبداللہ ہے جو معروف نہیں۔

پانی پینے والے کو قے کرنے کا حکم دیا اور صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنفسہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔

ایک جماعت نے اس حدیث کو ناسخ برائے نہی مانا ہے اور دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس میں یہ صراحت ہے کہ نہی تحریم کے لئے نہیں ہے بلکہ صحیح بات کی طرف رہنمائی ہے اور کھڑے ہو کر نہ پینے کا حکم ہے ایک دوسری جماعت نے بیان کیا کہ ان دونوں حدیث میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ آپ نے کسی خاص ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر پانی پیا ہوگا۔

چنانچہ آپ آب زمزم کے پاس تشریف لائے' لوگ پانی پی رہے تھے' آپ نے بھی پینا چاہا لوگوں نے آپ کے سامنے ڈول پیش کر دیا آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا یہاں ضرورت کی بنیاد پر ایسا کیا۔

کھڑے ہو کر پانی پینے میں چند دشواریاں پیش آتی ہیں پہلی دشواری تو یہ کہ اس سے پوری طرح آسودگی نہیں ہوتی دوسری یہ کہ اس سے پانی معدہ میں اتنی دیر نہیں ٹھہرتا کہ جگر اسے دوسرے اعضاء تک ان کا حصہ پہنچا سکے۔

اور تیزی کے ساتھ معدہ کی طرف آتا ہے جس سے خطرہ رہتا ہے کہ اسکی حرارت سرد پڑ جائے اور اس میں پیچیدگی پیدا ہو جائے اور زیریں بدن کی طرف تیزی سے بلا رعایت تدریج منتقل ہو جائے بہر حال ان سب سے پانی پینے والے کو نقصان پہنچتا ہے اگر اتفاقاً یا بوقت ضرورت ایسا ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور جو لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کے عادی ہوں تو انکا معاملہ دیگر ہے' اس لئے کہ عادتیں طبیعت ثانیہ بن جاتی ہیں اسکے احکام دوسرے ہیں جو فقہاء کے نزدیک خارج از قیاس کی طرح ہوتے ہیں اور یہ انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

فصل-۹۴

رسول اللہ ﷺ کے طریقہ آب نوشی کی حکمتیں

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا وَ يَقُوْلُ إِنَّهٗ أَرْوٰى وَ أَمْرَأُ وَ أَبْرَأُ.))

"رسول اللہ ﷺ پانی تین سانس میں پیتے تھے اور فرماتے کہ اس سے بڑی سیرابی'

خوشگواری اور بیماریوں سے نجات ملتی ہے''۔[1]

شارع اور حاملین شرع کے نزدیک ''شراب'' پانی کو کہتے ہیں اور ''تنفسہ فی الشراب'' کا معنی یہ ہے کہ پانی کا پیالہ منہ سے ہٹا کر سانس لینا پھر دوبارہ منہ لگا کر پانی پینا' جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس کی صراحت کی گئی ہے کہ جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو پیالہ میں سانس نہ لے بلکہ پیالہ کو منہ سے الگ کر کے سانس لے۔[2]

اس طریقہ شرب میں بڑی حکمتیں اور اہم فوائد ہیں چنانچہ آپ نے الفاظ میں ان حکمتوں کو بیان فرمایا کہ یہ طریقہ آسودگی والا پوری طرح نفع بخش اور شفا دینے والا ہے یعنی معدہ کو پیاس کی شدت اور اس کی بیماریوں سے نجات دیتا ہے اس لئے کہ بھڑکتے ہوئے معدہ پر چند دفعات میں وارد ہوتا ہے پہلی مرتبہ سے جو سکون نہیں ملا تھا دوسری مرتبہ سے مل جاتا ہے اگر دوسری مرتبہ میں سکون نہ ہوا تو تیسری دفعہ میں اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور اس سے حرارت معدہ بھی باقی رہ جاتی ہے اس لئے کہ ٹھنڈک اگر ایک ہی مرتبہ میں پہنچ جائے اور ایک ہی انداز میں تو اس سے معدہ کے سرد پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ معدہ کی سیرابی حرارت تشنگی کے یکا یک برودت سے آشنا ہونے کی وجہ سے نہیں ہو پاتی بلکہ سیرابی بتدریج استعمال سے ہوتی ہے اس لئے کہ کئی بار میں اس کا ہیجان ختم ہوتا ہے اور اگر تشنگی ختم بھی ہو جائے تو پورے طور پر نہیں ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ اور بتدریج استعمال سے پوری

---

[1] امام مسلم نے ۲۰۲۸ میں کتاب الاشربہ باب الشرب من زمزم قائما کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۴۲۷ میں حدیث ابو ہریرہؓ کو مرفوعاً بایں الفاظ روایت کیا ((اذا شرب احدکم فلا یتنفس فی الاناء فاذا اراد ان یعود فلینح الاناء ثم لیعد ان کان یرید)) جب تم میں کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اگر دوبارہ پینا چاہے تو برتن کو دور کر دے' پھر اگر چاہے تو دوبارہ پیئے' بوصیری نے الزوائد ۲۳۱ میں اس کو ذکر کیا ہے' اس کی اسناد صحیح ہے' اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں' اور امام مالکؒ نے موطا ۲/ ۹۲۵ میں ترمذی نے ۱۸۸۸ میں' احمد نے ۳/ ۲۶' ۳۲ میں دارمی نے ۲/ ۱۱۹ میں حدیث ابو سعید خدریؓ سے اس کو نقل کیا ہے' کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا' اس پر ایک شخص نے آپ سے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ میں ایک سانس میں آسودہ نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا کہ پیالہ کو منہ سے الگ کر دو' پھر سانس لو' اس نے کہا کہ مجھے اس میں تنکے دکھائی دیتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ اس کو نکال کر پھینک دو' اس کی اسناد صحیح ہے' اور بخاری نے ۱/ ۲۲۱' ۲۲۲ میں اور مسلم نے ۲۶۷ (۶۵) میں حدیث ابو قتادہؓ کو مرفوعاً نقل کیا ہے' جو اس طرح ہے اذا شرب احدکم فلا یتنفس فی الاناء کہ جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔

طرح پیاس جاتی رہتی ہے۔

نیز یہ طریقہ نتیجہ کے اعتبار سے بہت مناسب ہے اور ہر طرح کی آفت سے مامون ہے جو یکبارگی پانی پینے سے پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ اس وقت شدت برودت اور اس کی مقدار کی زیادتی کے باعث اس کی حرارت غریزیہ کے پوری طرح بجھ جانے کا اندیشہ رہتا ہے یا اس طریقہ سے اس کو ضعف کا خطرہ رہتا ہے تو پھر ضعف کی صورت میں معدہ اور جگر کا مزاج فاسد ہوسکتا ہے اور گرم علاقے کے لوگوں میں تو اس سے امراض ردیہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسے حجاز و یمن وغیرہ کے باشندے ہیں اسی طرح گرم موسم میں یکبارگی پانی پینا بڑے خطرات کا حامل ہے اس لئے کہ ان مقامات کے باشندوں کی حرارت غریزی اندورنی جانب پہلے ہی سے کمزور ہوتی ہے اور گرمیوں کے موسم میں خصوصیت کے ساتھ۔

آپ ﷺ کا فرمان ((اَمْرَاُ)) افعل التفضیل ہے ((مَرِئی)) فعل سے بمعنی بدن میں کھانے پینے کا داخل ہونا اور اس کا جزو بدن با آسانی ہونا اور لذت وفائدہ کا پایا جانا اس کی تائید میں اللہ کا یہ قول ہے:

((فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا)) [نساء : ۴]

''یعنی اس کو کھاؤ وہ نتیجہ کے اعتبار سے لذت وذائقہ کے اعتبار سے خوشگوار ہے''۔

اور بعض لوگوں نے اَمْرَاُ کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ مری سے تیزی سے گزر جائے اس کے سہل اور اس پر لطیف ہونے کی وجہ سے' اس لئے کہ اگر پانی زیادہ ہوگا تو مری سے اس کا بآسانی گزرنا مشکل ہوگا۔

اور یک بارگی پانی پینے سے اچھو لگنے کا خطرہ ہوتا ہے کہ پانی کی زیادتی کی وجہ سے مجری غذا میں بندش پیدا ہو جائے جس سے اچھو لگ جائے اگر سانس لے کر ٹھہر گیا پھر پانی پیا تو اس کا خطرہ نہیں رہتا۔

ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب پینے والا پہلی مرتبہ پانی پیتا ہے تو گرم بخارات دخانی جو پہلے سے قلب وجگر پر ہوتے ہیں اس جگہ آب سرد پہنچنے کی وجہ سے اوپر کی بھاپ کی شکل میں اٹھتے ہیں جس کو طبیعت دفع کرتی ہے مگر جب ایک ہی مرتبہ میں پانی پی لیا جائے تو ادھر سے ٹھنڈا پانی جاتا ہے اور ادھر سے بخارات آتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی مدافعت میں باہم ٹکرا جاتے ہیں جس کی وجہ سے اچھو لگ جاتا ہے اور اس طرح پینے والے کو پانی سے پورے طور پر سیرابی بھی نہیں نصیب ہو پاتی اور نہ خوشگواری حاصل ہوتی ہے عبداللہ بن مبارک اور بیہقی وغیرہ نے نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

((اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَمَصَّ الْمَاءَ مَصًّا وَلَا يَعُبَّ عَبًّا فَاِنَّهُ مِنَ الْكُبَادِ))

''جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو اسے ٹھہر ٹھہر کر چسکی لے کر پیئے اور غٹا غٹ نہ پیئے کیونکہ اس سے جگر کی بیماری یا درد جگر ہوتا ہے''۔[1]

((کُبَادِ)) کاف کے ضمہ اور باء کے تخفیف کے ساتھ درد جگر کو کہتے ہیں اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہے کہ یکا یک پانی جب جگر پر پہنچتا ہے تو اس سے تکلیف ہوتی ہے اور اس میں کمزوری بھی پیدا ہوتی ہے اس کا اصل سبب وہ ٹکراؤ ہے جو اس کی حرارت اور آب سرد کی برودت کے مابین ہوتی ہے خواہ وہ کیفیت کے اعتبار سے ہو یا کمیت کے اعتبار سے اگر تدریجی طور پر پہنچے تو اس کی حرارت سے نہیں ٹکرائے گا اور نہ اس کو کمزور کرے گا مثال کے طور پر گرم ابلتی ہوئی ہانڈی میں ٹھنڈا پانی ڈالتے ہوئے دیکھیے کہ تھوڑا تھوڑا پانی ڈالنے سے ہانڈی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع ترمذی میں نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔

((لَا تَشْرَبُوْا نَفَسًا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَ ثُلَاثَ وَ سَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَ احْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ فَرَغْتُمْ.))

''اونٹ کے پانی پینے کی طرح تم ایک سانس میں پانی نہ پیو بلکہ تم دو یا تین سانس میں پانی پیا کرو اور پینے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو اور پینے کے بعد حمد وثناء الٰہی بیان کرو''۔[2]

کھانے پینے کے شروع میں تسمیہ اور کھانے کے بعد باری تعالیٰ کی حمد وثناء میں اس کے نفع اور خوشگواری کے لئے عجیب وغریب تاثیرات ہیں اور اس کے ضرر کے دفاع میں بھی اس کا بڑا ہاتھ ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جب کھانے میں چار باتیں اکٹھی ہو جائیں تو سمجھ لو کہ کھانا مکمل ہو گیا کھانے کے شروع میں بسم اللہ اور کھانے کے بعد حمد باری تعالیٰ اور کھانے والوں کی زیادتی یعنی بہت سے لوگ ایک ہی ساتھ بیٹھ کر کھائیں اور کھانا ازقسم حلال ہو۔

1۔ یہ حدیث ضعیف ہے، صحیح نہیں ہے۔

2۔ ترمذی نے ۱۸۸۶ میں کتاب الاشربہ کے باب مَاجَاءَ فِي التَّنَفُّسِ مِنَ الْاِنَاءِ کے تحت اس کو نقل کیا ہے، اس کی سند میں یزید بن سنان ابو فروہ رہاوی نامی ایک راوی ضعیف ہے، اور اس کا شیخ بھی اس میں مجہول ہے، اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ۱۰/۸۱ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۹۵- فصل

برتنوں کی حفاظت کے متعلق ہدایات نبوی

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے جابر کا بیان ہے کہ۔

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ غَطُّوْا الإِنَاءَ وَاَوْكُوْا السِّقَاءَ فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيْهَا وَبَاءٌ لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ اَوْسِقَاءٌ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ إِلَّا وَقَعَ فِيْهِ مِنْ ذَالِكَ الدَّاءِ.))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے برتنوں کو ڈھانک دو اور مشکیزوں کو باندھ رکھو اس لئے کہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں بلا نازل ہوتی ہے جن برتنوں پر ڈھکن نہ ہو یا جن مشکیزوں میں بندھن نہ ہو ان میں اس وبا کی بیماری گر پڑتی ہے''[1]

ان باتوں تک اطباء کے علوم و معارف کی رسائی کہاں؟ اس کو تو عقلاء ہی اپنے تجربہ سے معلوم کر لیتے ہیں لیث بن سعد راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایران کے لوگ سال میں ماہ دسمبر کی ایک رات میں احتیاط برتتے تھے اور صحیح حدیث میں آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے برتنوں کو ڈھانک کر رکھنے کا حکم دیا' خواہ ایک لکڑی ہی اس پر کھڑی کر دی جائے[2] لکڑی کو پانی پر ڈالنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے برتن کو ڈھانکنے سے غفلت نہ ہوگی بلکہ اس کی عادت بن جائے گی اس میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ کبھی اگر کوئی جانور رینگتا ہوا پانی میں گر جائے تو لکڑی کے سہارے رینگ کر باہر آ جائے گا گویا

---

1. امام مسلم نے ۲۰۱۴ میں کتاب الاشربة باب الامر بتغطية الاناء کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

2. امام بخاری نے ۱۰/۷۷ میں کتاب الشرب کے باب تغطیة الاناء کے تحت مسلم نے (۲۰۱۲) (۹۷) میں حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بایں الفاظ نقل کیا ((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ جَنَحَ اللَّيْلُ اَوْ اَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقُوْا الْبَابَ وَاذْكُرِا اسْمَ اللّٰهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَاَوْكُوْا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرُوْا اٰنِيَتَكُمْ وَاذْكُرِا اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْاَنْ تَعْرِضُوْا عَلَيْهِ شَيْئًا وَاَطْفِئُوْا مَصَابِيْحَكُمْ)) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رات اپنا بازو پھیلائے یا شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو روکو اس لئے کہ شیاطین اس وقت پھیلتے ہیں' جب رات کا ایک پہر گذر جائے تو انہیں الگ بستر پر سلا دو اور دروازہ بند کر دو اور اللہ کا نام لو کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا' اور مشکیزوں کو باندھ دو اور اللہ کا نام لو اور اپنے برتنوں کو ڈھانک رکھو اور بسم اللہ پڑھو' خواہ اس پر کوئی چیز کھڑی کر کے ہی ڈھانکو اور چراغوں کو بجھا دو۔

یہ لکڑی اس کے لئے پل کا کام دے گی وہ گرنے سے بچ جاتا ہے یا اگر گر گیا تو اس کے ذریعہ نکل آئے گا۔
یہ روایت بھی صحیح ہے کہ آپ نے مشکیزہ کو باندھتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کا حکم دیا اس لئے کہ برتن ڈھانکنے کے وقت تسمیہ سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے اور کیڑے مکوڑے بھی اس کی بندش کی وجہ سے اس سے دور رہتے ہیں اسی لئے ان دونوں جگہوں میں ان ہی دونوں مقاصد کے پیش نظر تسمیہ کا حکم دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا۔[1]

اس حدیث شریف میں پانی پینے کے چند آداب بتائے گئے ہیں پہلا یہ کہ پینے والے کی سانس کی آمد و رفت سے خراب اور سڑاند کی بدبو پیدا ہوتی ہے جس سے آدمی کو پینے میں کراہیت ہوتی ہے۔

دوسرا ادب یہ کہ پانی کی زیادہ مقدار پیٹ میں داخل ہوتی ہے تو اس سے اس کو نقصان پہنچتا ہے۔

تیسرا ادب یہ کہ بسا اوقات پانی میں کوئی جاندار چیز کیڑا مکوڑا پڑا ہوتا ہے اور پینے والے کو اس کا پتہ نہیں ہوتا اس سے اذیت پہنچتی ہے۔

چوتھا ادب یہ کہ پانی میں گندگی وغیرہ ہوتی ہے جس کو پینے والا پیتے وقت دیکھ نہیں پاتا اس طرح یہ گندگی شکم میں پہنچ جاتی ہے۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ اس طرح پانی پینے سے پانی کے ساتھ ہوا بھی پیٹ میں داخل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ضرورت کے مطابق پانی کی مقدار شکم میں جانے سے رہ جاتی ہے۔ یا ہوا اس کی مزاحمت کرتی ہے یا اس کی اذیت پہنچاتی ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے حکمتیں ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جامع ترمذی کی اس حدیث کا کیا کریں گے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر ایک مشکیزہ طلب فرمایا اور یہ حکم دیا کہ مشکیزہ کے منہ کو موڑ دو پھر آپ نے اس کے منہ سے پانی پیا[2] اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے متعلق ترمذی کی اس عبارت کو پیش کرنا ہی ہم کافی سمجھتے ہیں۔ ((هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِصَحِيْحٍ.)) کہ اس حدیث

---

[1] امام بخاریؒ نے ۱۰/۷۹ میں کتاب الاشربۃ کے باب الشرب من فم السقاء کے تحت اس کو نقل کیا اور اس کو حدیث ابوہریرہ سے بھی نقل کیا ہے۔

[2] ابوداؤد نے انہی الفاظ کے ساتھ ۳۷۲۱ میں کتاب الاشربہ باب فی اختناث الاسقیۃ کے تحت اس کو بیان کیا ہے اور ترمذی نے ۱۸۹۲ میں بایں الفاظ اس کو نقل کیا۔ ((رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ اِلٰى قِرْبَةٍ (بقیہ آئندہ)

کی سند صحیح نہیں ہے اور اس میں عبداللہ بن عمر العمری ضعیف الحفظ ہے جس کے بارے میں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس نے عیسیٰ سے حدیث سنی ہے یا نہیں عیسیٰ سے مراد عیسیٰ بن عبداللہ ہیں جن سے انصار کے ایک شخص نے روایت کی ہے۔

۹۶۔فصل

پانی پینے میں احتیاط

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا۔

((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَاَنْ يُنْفَخَ فِي الشَّرَابِ.))

"رسول اللہ ﷺ نے پیالے کے رخنہ سے پانی پینے سے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا"۔[1]

اس ادب میں پینے والے کی بہت سی مصلحتیں پوشیدہ ہیں اس لئے کہ پیالے کے شگاف سے پانی پینے میں چند نقصانات ہیں۔

پہلی مضرت یہ ہے کہ پانی کے اوپر گندگی وغیرہ ہوتی ہے جو پیالے کے شگاف کی طرف آ جاتی ہے برخلاف صحیح حصہ کے تو پینے والے کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔

دوسری مضرت یہ ہے کہ بسا اوقات اس سے پینے والے کو الجھن ہوتی ہے اور شگاف سے پینے میں دقت آتی ہے۔

تیسری مضرت یہ کہ سوراخ میں میل کچیل جمع ہو جاتے ہیں وہ دھونے سے نکل نہیں پاتا جیسا کہ درست حصہ صاف ستھرا ہوتا ہے وہ صفائی اس حصہ میں نہیں ہو پاتی۔

(گذشتہ سے پیوستہ) مُعَلَّقَةٍ فَخَنَثَهَا ثُمَّ شَرِبَ مِنْ فِيْهَا.

اختناث۔ یہ ہے کہ مشکیزہ کا بالائی منہ دہرا کر موڑنا اور اس سے پانی پینا اور مخنث کو اسی لئے مخنث کہتے ہیں کہ اس کا عضو تناسل مڑا ہوا ہوتا ہے۔

[1] ابوداؤد نے ۳۷۲۲ میں کتاب الاشربۃ کے باب الشرب من ثلمۃ القدح کے تحت اس کو ذکر کیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے ۳/۸۰ میں اس کی تخریج کی ہے اس کی سند میں ایک راوی قرۃ بن عبدالرحمن ضعیف ہے بقیہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

چوتھی مضرت یہ کہ پیالہ کا شگاف محل عیب ہے اور یہ پیالے کی سب سے خراب جگہ ہے اسلئے اس سے طبعی طور پر بچنا ضروری ہے اور درست حصہ سے ہی پینا چاہئے' اسلئے کہ ہر چیز کا خراب حصہ خیر سے خالی ہوتا ہے۔ سلف کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ کسی بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ردی چیز خرید رہا ہے اس سے کہا کہ ایسا نہ کرو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے ہر ردی چیز سے برکت اٹھالی ہے۔

پانچویں مضرت یہ ہے کہ شگافتہ حصہ میں دھار یا تیزی ہوتی ہے جس سے اچانک پینے والے کے ہونٹ مجروح ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ دیگر بہت سی خرابیاں اور نقصانات ہیں جن کا بہر حال لحاظ کرنا ضروری ہے پانی میں پھونک مارنے سے ممانعت اس لئے ہے کہ پھونک مارنے والے کے منہ سے بدبو خارج ہوتی ہے جس کی وجہ سے کراہت ہوتی ہے بالخصوص جب کہ کسی کا منہ خراب ہو اور اس میں کسی چیز کے استعمال سے گندگی آ گئی ہو۔

الغرض پانی میں پھونک مارنے والے کی سانس کی گندگی پانی میں آمیز ہو جاتی ہے جس سے نقصان پہنچتا ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے ہر دو سے ممانعت کو اس حدیث میں جمع کر دیا ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے پانی کے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیحین میں مروی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا کیا جواب دیں گے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ برتن میں تین سانس لیتے تھے[2] تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس حدیث کو بھی قبول کرتے ہیں اور ان دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی تعارض بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ پانی پینے میں تین سانس لیتے تھے۔ اور حدیث میں برتن کا ذکر محض آلہ شرب ہونے کی وجہ سے ہے اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ابراہیم آپ کے فرزند

1۔ ترمذی نے ۱۸۸۹ میں ابوداؤد نے ۳۷۲۸ میں' ابن ماجہ نے ۳۴۲۸ اور ۳۴۲۹ میں احمد نے ۱۹۰۷ میں اس کی تخریج کی ہے' اس کی سند صحیح ہے۔

2۔ امام مسلمؒ نے ۲۰۲۸ میں کتاب الاشربۃ باب الشرب من ماء زمزم قائما کے تحت اس کو ذکر کیا ہے' اور لفظ اسی کا ہے' اور بخاری نے ۱۰/۸۱ میں حدیث ثمامہ بن عبداللہ کو یوں نقل کیا ہے۔ ((قَالَ كَانَ اَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا۔

چھاتی میں مرے یعنی ایام رضاعت ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔[1]

۹۷-فصل

نبی اکرم ﷺ کے دودھ پینے کا طریقہ

کبھی آپ تازہ دودھ پیتے اور کبھی پانی ملا کر پیتے اور ان گرم علاقوں میں شیریں دودھ تازہ یا پکا کر جو پیتے ہیں وہ حفظان صحت کے لئے بہت زیادہ مفید ہے اس سے صحت برقرار رہتی ہے بدن کو تازگی ملتی ہے جگر کی پیاس مٹتی ہے بالخصوص ایسے جانور کا دودھ تو اور زیادہ نفع بخش ہے جن کو شیح،[2] قیصوم[3] اور خزامی[4] اور ان جیسے چارے کھلائے جائیں ایسے جانوروں کا دودھ غذا کی غذا' پانی کا پانی اور دوا کی دوا بھی ہے چنانچہ جامع ترمذی میں آپ سے یہ حدیث مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِنْهُ وَاِذَا سُقِیَ لَبَنًا فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهُ لَیْسَ شَیْءٌ یُجْزِیُٔ مِنَ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنُ' قَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ.))[5]

''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے کہ اے اللہ اس میں برکت دے اور اس سے بہتر

---

[1] امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۳۱۶ میں کتاب الفضائل کے باب رحمة صلی الله علیه وسلم الصبیان والعیال کے تحت حدیث انس رضی اللہ عنہ کو نقل کیا ہے' پوری حدیث یوں ہے' وان له لظئر بن تلملان رضاعه فی الجنة اس کے لئے جنت میں دو انائیں ہونگی جو اس کی رضاعت کی تکمیل کریں گی۔

[2] شیح: ایک قسم کی گھاس کا نام ہے۔

[3] قیصوم: ایک طرح کا جانور کا چارہ ہے' جس سے دودھ میں اضافہ ہوتا ہے۔

[4] خزامی: ایک قسم کی نبات جس کا پھول بہت خوشبودار ہوتا ہے۔

[5] ترمذی نے ۳۴۵۱ میں کتاب الدعوات کے باب مَایَقُوْلُ اِذَا اَکَلَ طَعَامًا کے تحت اس کو نقل کیا ہے' اور ابو داؤد نے ۳۷۳۰ میں کتاب الاشربة کے باب مَایَقُوْلُ اِذَا شَرِبَ لَبَنًا کے ذیل میں اس کو ذکر کیا ہے' اور امام احمد نے ۱/۲۲۵' ۲۸۴ میں اس کی تخریج کی ہے' اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے' اور عمر بن حرملة مجہول ہے' لیکن ایک دوسرے طریق سے اس کی تقویت ہو جاتی ہے اور یہ حدیث حسن ہو جاتی ہے' جس کو ابن ماجہ نے ۳۳۲۲ میں ذکر کیا ہے۔

کھانا ہمیں کھلا اور جب دودھ پیئے تو کہے کہ اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور اس میں زیادتی عطا فرما اس لئے کہ دودھ کے سوا' کوئی چیز کھانے پینے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے"

۹۸-فصل

نبیذ پینے کا طریقہ نبوی ﷺ

صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ رات کے ابتدائی حصہ میں آپ ﷺ کے لئے نبیذ بنائی جاتی اور آپ اسی دن کی صبح آنے والی رات میں اور دوسرے دن اور دوسری رات میں اور دوسرے دن عصر کے وقت تک نوش فرماتے تھے۔[1] اگر اس کے بعد بھی بچ جاتی تو اسے خادم کو پلا دیتے یا اس کو پھینک دینے کا حکم فرماتے یہ ایسی ہی نبیذ ہوتی جس میں حزماؤال کر اس کو شیریں بنالیتے یہ غذا اور شراب دونوں ہی ہے قوت میں اضافہ اور حفظان صحت کے لئے اس میں غیر معمولی فائدہ ہے آپ تین دن کے بعد اس کا استعمال نہ فرماتے اس اندیشہ سے کہ اس میں کہیں نشہ نہ آ گیا۔

۹۹-فصل

ملبوسات کے استعمال کا طریقہ نبوی ﷺ

لباس پہننے اور اتارنے میں نبی ﷺ کا طریقہ سب سے زیادہ کامل اور بدن کے لئے سب سے نفع بخش اور سب سے ہلکا اور آسان طریقہ تھا آپ اکثر چادر اور تہبند پہنتے تھے اس لئے کہ دوسرے ملبوسات کے مقابل بدن پر ہلکا معلوم ہوتا تھا آپ کرتا بھی زیب تن فرماتے بلکہ یہ آپ کو بہت زیادہ پسند تھا اس کے پہننے اور استعمال کرنے میں دوسرے کپڑوں کے بہ نسبت زیادہ آسانی ہوتی آپ کے کرتے کی آستینیں نہ زیادہ لمبی ہوتیں اور نہ بہت زیادہ کشادہ ہوتیں بلکہ آپ کرتے کی آستینیں پہنچے تک ہوتیں اس سے بڑی نہ ہوتیں کہ پہننے والے کو دقت کا سامنا کرنا پڑے اور معمولی حرکت اور گرفت سے مانع ہو اور نہ اس سے چھوٹی ہوتیں کہ سردی اور گرمی میں پریشانی ہو آپ کے کرتے اور تہبند کا دامن نصف پنڈلی

---

[1] امام مسلم نے ۲۰۰۴ میں کتاب الاشربۃ باب اباحۃ النبیذ الذی لم یشتد کے ذیل میں اس کو نقل فرمایا ہے۔

تنگ ہوتا ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتا کہ چلنے والے کو تکلیف ہو اور قدم کو گرانبار کر کے تھکا دے اور قیدی کی طرح بنا دے اور عضلہ ساقیہ سے اوپر بھی نہ ہوتا کہ موسم سرما و گرما میں پنڈلی کے کھلے رہنے کی وجہ سے تکلیف ہو آپ کا عمامہ بہت بڑا نہ ہوتا کہ سر کو اس کے بوجھ سے تکلیف ہو اور اس کو کمزور کر کے مشکلات و آفات کا مرکز بنا دے جیسا کہ بہت سے عمامہ برداروں کو دیکھا جاتا ہے اسی طرح آپ کا عمامہ نہ اتنا مختصر ہوتا جو سر کو سردی اور گرمی سے نہ بچا سکے بلکہ آپ کا عمامہ درمیانی ہوتا آپ عمامہ کے کنارے کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کر لیتے اس میں چند در چند فوائد ہیں اس سے گردن سردی و گرمی کے اثرات سے محفوظ رہتی ہے دوسرے یہ کہ اس سے عمامہ کا ٹھہراؤ بہتر طور پر ہوتا ہے بالخصوص گھوڑے اور اونٹ کی سواری کے وقت یہ طریقہ بہت عمدہ ہے جب کہ تیز رفتاری کی وجہ سے عمامہ کے گر جانے کا اندیشہ رہتا ہے اس دور میں اکثر لوگ عمامہ کے سرے کو ٹھوڑی کے نیچے ڈال دینے کے بجائے کانٹے کا استعمال کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں میں نفع اور زینت کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے اگر آپ ان طریقہ ملابس پر غور کریں گے تو آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ قوت میں اضافہ اور حفظان صحت کے لئے یہ ملبوسات کس قدر نفع بخش اور پروقار ہیں ان میں کتنی سادگی ہے تکلف کا پتہ نہیں اور بدن کو اس سے پریشانی کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑتا آپ سفر میں ہمیشہ موزے استعمال فرمایا کرتے آپ اکثر حالات سفر میں پیروں کو سردی و گرمی سے محفوظ رکھنے کے پیش نظر موزے استعمال فرماتے اور کبھی حالت حضر میں بھی موزے استعمال فرمایا کرتے۔

کپڑوں کے لئے سب سے بہتر رنگ آپ کے نزدیک سفید یا زرد ہوتا سفید کپڑا استعمال فرماتے اور زرد رنگ کی یمنی چادر استعمال فرماتے آپ سرخ' سیاہ' رنگین اور چمکدار کپڑا نہ پہنتے تھے اور جو آتا ہے کہ آپ نے سرخ جوڑا زیب تن فرمایا تو وہ یمنی چادر تھا جس میں سیاہی سرخی اور سفیدی تینوں موجود تھی صرف سرخ نہ تھا اسی طرح آپ نے سبز جوڑا بھی زیب تن فرمایا ہے ہم اس کا بیان پہلے کر چکے ہیں کہ جس نے یہ سمجھا کہ آپ نے گہرے سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن فرمایا اس کا خیال غلط ہے۔

۱۰۰- فصل

رہائش گاہ کے سلسلے میں آپ ﷺ کا طریقہ

آپ ﷺ کو اس کا یقین تھا کہ آپ دنیا میں اس طرح ہیں جیسے کوئی مسافر سواری کی پشت پر رہا

کرتا ہے یہ دنیا مسافر کی فرودگاہ ہے جہاں وہ مدت تک پڑاؤ ڈالتا ہے پھر یہاں سے آخرت کی جانب چل پڑتا ہے آپ اور آپ کے اصحاب کرام اور آپ کے پیروکاروں کا یہ طریقہ نہ تھا کہ وہ عالی شان اور بلند بلڈنگیں بناتے نہ اسے پختہ اور پچی کاری کرتے اور نہ آراستہ اور کشادہ کرتے بلکہ مسافر کے گھر کی طرح سب سے بہترین گھر سادہ ہوتا جس سے گرمی اور سردی سے محفوظ رہا جائے شہر سے دور ہو اور جانوروں کے گھر میں گھس آنے سے بچاؤ کے لائق ہو اس کی چھتیں اور دیواریں ایسی نہ ہوں کہ اس کی گرانباری سے سر پر آ پڑیں اور رہنے والے دب کر ہلاک ہو جائیں اور نہ اتنے بڑے ہوں کہ درندے اور موذی جانور اسے اڈا بنالیں اور نہ اتنے بلند ہوں کہ تیز وتند اور ہر طرح کی تکلیف دہ ہواؤں کے برابر اس پر یلغار رہے۔

اور نہ زمین دوز ہوں کہ رہنے والے تکلیف اٹھائیں اور نہ انتہائی بلندی پر واقع ہوں کہ دشواری کا سامنا کرنا پڑے بلکہ مکانات ہر حیثیت سے درمیانی ہوں ایسا ہی مکان سب سے عمدہ نفع بخش ہوتا ہے سردی وگرمی دونوں کم ہوتی ہے اور رہنے والے کو تنگی کا احساس نہیں ہوتا اور یہ اتنا کشادہ بھی نہیں کہ بیکار اور ویران پڑا رہے اور موذی جانور اس کی خالی جگہوں پر جم جائیں اور اس میں کھڈیاں (بیت الخلاء) بھی نہ رہیں کہ اس کی بدبو سے رہنے والوں کو اذیت ہو بلکہ گھر کی فضا خوشگوار اور معطر ہو اس لئے کہ نبی ﷺ خوشبو پسند فرماتے تھے اور آپ خوشبو ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور آپ کی خوشبو سب سے عمدہ ہوتی تھی آپ کا پسینہ عرق گلاب تھا آپ کے گھر میں کوئی بیت الخلاء نہ تھا کہ جس سے بدبو پیدا ہو ان صفات کا متحمل مکان یقیناً سب سے بہتر معتدل وموزوں اور بدن اور حفظان صحت کے لئے سب سے زیادہ مفید تر مکان ہو سکتا ہے۔

فصل-۱۰۱

سونے جاگنے کا طریقہ نبوی ﷺ

جس نے آپ کے خواب وبیداری کے طریقہ پر غور کیا ہوگا اسے بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کی نیند نہایت معتدل اور اعضاء وجوارح اور بدن کے لئے نفع بخش ہوتی تھی آپ ابتدائے شب میں سوجاتے اور رات کے نصف ثانی کے شروع میں بیدار ہو جاتے اور جاگنے کے بعد مسواک کرتے وضو فرما کر حسب ہدایت الٰہی نمازیں ادا کرتے آپ کے بدن اور اعضاء وجوارح کو نیند اور آرام کا پورا حصہ

ملتا اور زیادتی اجر کے ساتھ ریاضت کا حق بھی حاصل ہو جاتا یہی اصلاح قلب و بدن اور دین و دنیا کی فلاح کی غایت وانتہا ہے۔

آپ بقدر ضرورت ہی سوتے تھے اس سے زیادہ سونے کی عادت نہ تھی اور خود بقدر ضرورت جاگنے کی خو ڈالتے ایسا نہ تھا کہ غیر معمولی تھکن میں مبتلا کر دیں آپ دونوں چیزیں بدرجہ اتم انجام دیتے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنے دائیں کروٹ سو جاتے ذکر الٰہی سے رطب اللسان رہتے یہاں تک کہ آنکھیں نیند کے غلبہ سے موند لیتے کچھ کھانے پینے کی وجہ سے نیند کا غلبہ نہ تھا آپ ننگی زمین پر نہ سوتے اور نہ آپ کو اونچے گدے پر سونے کی عادت تھی بلکہ آپ کا بستر چمڑے کا ہوتا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے ہوتے آپ کبھی تکیہ پر لیٹتے اور کبھی اپنے رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ کر سو جاتے آگے ہم نیند کا بیان ایک فصل میں کریں گے اور نفع بخش و ضرر رساں نیند کا بیان الگ ہوگا۔

۱۰۲- فصل

نیند کی حقیقت

نیند بدن پر طاری ہونے والی ایک ایسی حالت ہے جس کے طاری ہوتے ہی حرارت غریزیہ اور قوی نفسانی اندرون بدن کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تا کہ کچھ دیر آرام کر سکے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) طبعی (۲) غیر طبعی۔

(۱) طبعی نیند قوی نفسانی بے حس و حرکت ارادی سے تعبیر کرتے ہیں اس کا اپنے افعال سے رک جانا ہے جب یہ قوتیں تحریک بدن سے رک جاتی ہیں تو بدن ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور وہ رطوبات و بخارات جو حرکات و بیداری کی بناء پر تحلیل و متفرق ہوتے رہتے اور مجتمع ہو جاتے ہیں اور دماغ جو ان قوتوں کا مرکز ہے وہاں پہنچ کر جسم پر بے حسی اور ڈھیلا پن پیدا کر دیتے ہیں یہی طبعی نیند ہے۔

(۲) غیر طبعی نیند کسی خاص عارضہ یا بیماری کی بنا پر ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ رطوبات کا دماغ پر ایسا غلبہ ہو جائے کہ بیداری اس کے متفرق و منتشر کرنے پر قادر نہ ہو یا بخارات رطبہ کی کثیر مقدار پر اٹھیں جیسا کہ کھانے پینے کے بعد پیدا ہونے والے امتلاء سے دیکھا جاتا ہے ان بخارات خام کی بناء پر دماغ میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں استرخائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اس طرح بے حسی سی پیدا ہو جاتی ہے اور قوئ نفسانی اپنے افعال کے انجام دینے پر قادر نہیں رہتے اور نیند آ جاتی ہے۔

نیند سے دو بڑے فائدے ہوتے ہیں:

اول یہ کہ نیند سے جوارح کو سکون اور راحت ملتی ہے اس لئے کہ جب ان میں تکان آ جاتی ہے تو اس کی مکافات بلاسکون و راحت کے ممکن نہیں ہوتی اس طرح حواس کو بیداری کی چوکسی سے نجات مل جاتی ہے اور تکان و تعب دور ہو جاتی ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نیند سے غذا ہضم ہو جاتی ہے اور اخلاط میں پختگی آ جاتی ہے اس لئے کہ حرارت غریزی نیند کے وقت اندرون شکم کی طرف چلی جاتی ہے اس سے ہضم میں مدد ملتی ہے اسی وجہ سے سونے والے کا جسم ٹھنڈا ہوتا ہے اور قدرتی طور پر چادر کی ضرورت ہوتی ہے۔

بہترین نیند یہ ہے کہ دائیں کروٹ سویا جائے اس لئے کہ اس طرز پر سونے سے کھانا معدہ میں اچھی طرح ٹھہر جاتا ہے کیونکہ معدہ معمولی طور پر بائیں جانب مائل ہوتا ہے پھر تھوڑی دیر کے لئے بائیں کروٹ پر آ جائے تاکہ ہضم بسرعت ہو سکے اس لئے کہ معدہ جگر پر جھکا ہوا ہے پھر دائیں کروٹ ہو کر اپنی نیند پوری کرے تاکہ غذا طبعی طور پر جلد از جلد معدہ سے اتر کر آنتوں میں آ جائے اس طرح دائیں کروٹ نیند ابتداء اور انتہاء ہو گی اور بائیں کروٹ زیادہ سونے سے دل کو نقصان پہنچتا ہے اس لئے کہ تمام اعضاء کا جھکاؤ دل ہی کی طرف ہو جاتا ہے اور مواد فضلیہ کا انصاب بائیں جانب ہو جانے کا اندیشہ بھی لاحق ہوتا ہے۔

اور بدتر نیند پیٹھ کے بل سونا ہے ویسے اگر صرف آرام کے لئے چت لیٹے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر نیند کے لئے مضر ہے اسی طرح منہ کے بل سونا تو اور بھی زیادہ ضرر رساں ہے چنانچہ ''مسند'' اور ''سنن ابن ماجہ'' میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:

((قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى رَجُلٍ نَائِمٍ فِي الْمَسْجِدِ مُضْطَجِعٌ عَلٰى وَجْهِهٖ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ ﴿ قُمْ اَوِاقْعُدْ ﴾ فَاِنَّهَا نَوْمَةٌ جَهَنَّمِيَّةٌ.)) [1]

''انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو مسجد میں منہ کے بل سویا ہوا تھا

[1] ابن ماجہ نے ۳۷۲۵ میں کتاب الادب کے باب النھی عن الاضطجاع علی الوجہ کے تحت اس کو ذکر کیا اس کی سند ضعیف ہے، اسی باب میں ابو ہریرہ کی حدیث بھی ہے جو یوں ہے: ((قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰی بَطْنِهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ ضَجْعَةٌ لَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ)) امام احمد نے ۲/ ۲۸۷، ۳۰۴ میں ترمذی نے ۲۷۶۹ میں اس کو ذکر کیا ہے، اس کی سند حسن ہے، اس کی شاہد یعیش بن طخفہ کی ایک حدیث ہے، جس کو ابوداؤد نے ۵۰۴۰ میں اور ابن ماجہ نے ۵۲ ۷ اور ۳۷۲۷ میں نقل کیا ہے، اس کی سند قوی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے پیر سے اسے ٹھونکا دیا اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ یا بیٹھ جاؤ اس لئے کہ یہ جہنمیوں کے سونے کا انداز ہے"

بقراط نے اپنی کتاب "تقدمہ" میں تحریر کیا ہے کہ مریض کا اپنے منہ کے بل سونا اگر اس کی تندرستی کی حالت میں عادت نہ رہی ہو تو اس سے اس کے اختلاط عقل کا اندازہ ہوتا ہے' یا یہ کہ اسے اپنے شکم کے کسی حصہ میں درد ہے' جس کی بناء پر وہ منہ کے بل سوتا ہے بقراط کی کتاب کے شارحین نے لکھا ہے کہ اس نے اپنی اچھی عادت کو چھوڑ کر بری ہیئت کو اختیار کیا جب کہ اسے کوئی ظاہر' باطنی بیماری یا عذر نہیں ہے۔

اور معتدل نیند سے قویٰ طبعی کے افعال سکون پذیر ہوتے ہیں اور قویٰ نفسانی کو راحت ملتی ہے اور اس سے جوہر میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس میں ارخاء کی وجہ سے جوہر ارواح کا تحلل رک جاتا ہے دن میں سونا مضر ہے اس سے امراض رطوبی اور نوازل پیدا ہوتے ہیں رنگ خراب ہوتا ہے طحال کی بیماری پیدا ہوتی ہے اعصاب میں ڈھیلا پن پیدا ہو جاتا ہے بدن میں سستی چھا جاتی ہے اور شہوت کے اندر ضعف پیدا ہو جاتا ہے ہاں موسم گرما میں دوپہر کو سونا کچھ برا نہیں اور دن کی سب سے بدترین نیند ابتدائے دن میں ہے اور اس سے بدترین نیند عصر کے بعد ہے حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنے ایک لڑکے کو صبح سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اٹھ بیٹھ تم ایسے وقت سوتے ہو جب روزی تقسیم کی جاتی ہے۔

مشہور ہے کہ دن کی نیند تین طرح کی ہوتی ہے ایک عمدہ عادت دوسری سوزش اور تیسری حماقت ہے۔

عمدہ عادت گرمی کی دوپہر میں سونا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی اور سوزش والی نیند چاشت کے وقت سونا ہے جس میں انسان اپنے دنیوی اور اخروی کاموں سے غافل ہو جاتا ہے۔

اور حماقت والی نیند عصر کے وقت سونا ہے بعض سلف صالحین کا بیان ہے کہ جو عصر کے بعد سویا اس کی عقل اچک لی جاتی ہے پھر وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اَلَا اِنَّ نَوْمَاتِ الضُّحٰی تُوْرِثُ الْفَتٰی خَبَالًا وَنَوْمَاتُ الْعُصَیْرِ جُنُوْنٗ

"سن لو کہ چاشت کے وقت کا سونا جوان کو بے عقلی عطا کرتا ہے اور عصر کے بعد کا سونا پاگل پن ہے"۔

صبح کے وقت سونے سے روزی کم ہوتی ہے اس لئے کہ یہی ایسا وقت ہوتا ہے جس میں دنیا اپنی

روزی کی تلاش میں نکلتی ہے اور اسی وقت اللہ کی جانب سے روزی تقسیم کی جاتی ہے اس لئے یہ نیند محرومی کا باعث ہے ہاں اگر کسی خاص عارض یا ضرورت کی وجہ سے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں دوسرے اس سے جسم کو بھی بے حد نقصان پہنچتا ہے کیونکہ بدن ڈھیلا ہو جاتا ہے اور اس میں فساد آ جاتا ہے اس لئے کہ وہ فضلات جن کی تحلیل ریاضت سے ممکن تھی اور زیادہ ہو جاتے ہیں جس سے بدن ٹوٹتا ہے اور تکان اور ضعف سے دوچار ہوتا ہے اور اگر یہ قضائے حاجت سے پہلے یا حرکت ریاضت سے پہلے آ جائے یا معدہ کو کسی غذا میں مشغول کرنے سے پہلے آ جائے تو یہ لاعلاج قسم کی مختلف بیماریوں کا پیغام ہے جس سے بہت سی مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

دھوپ میں سونے سے جان لیوا بیماری ابھرتی ہے اور سونے کے وقت جسم کا بعض حصہ دھوپ میں ہو اور بعض حصہ سائے میں تو اور زیادہ خرابی ہے چنانچہ ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِى الشَّمْسِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ فَصَارَ بَعْضُهُ فِى الشَّمْسِ وَ بَعْضُهُ فِى الظِّلِّ فَلْيَقُمْ.))

''جب تم میں سے کوئی دھوپ میں ہو اور سایہ سمٹ جائے کہ بعض حصہ دھوپ میں اور بعض سایہ میں ہو تو کھڑا ہو جائے یعنی وہ جگہ چھوڑ دے''۔[1]

اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں بریدہ بن حصیب سے روایت ہے:

((اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ نَهٰى اَنْ يَّقْعُدَ الرَّجُلُ بَيْنَ الظِّلِّ وَ الشَّمْسِ.))

''نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ آدمی دھوپ چھاؤں میں بیٹھے''۔

---

[1] ابوداؤد نے ۴۸۲۱ میں کتاب الادب کے باب فی الجلوس بین الظل و الشمس کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے اس کی سند ضعیف ہے اس لئے کہ ابن منکدر اور ابوہریرہ کے درمیان واسطہ مجہول ہے اور امام احمد نے ۳۸۳/۲ میں اس کی تخریج اس کی سند صحیح ہے اگر ابن منکدر کا سماع حضرت ابوہریرہ سے ثابت ہو اس کی شاہد ایک قوی سند ہے جس کو احمد نے ۴۱۳/۳ میں ایک صحابی رسول سے نقل کیا جو یوں ہے نَهٰى ان يَّجْلِسَ بَيْنَ الضِّحِّ وَالظِّلِّ وَقَالَ مَجْلِسُ الشَّيْطَانِ آپ نے دھوپ چھاؤں میں بیٹھنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کا مقام ہے اس کو حاکم نے ایک دوسرے طریق سے ۲۷۱/۴ میں ذکر کیا ہے جس میں صحابی کا نام ابوہریرہ بتایا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے ابن ماجہ نے ۳۷۲۲ میں حدیث بریدہ کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی نقل کیا ہے اس کی سند حسن ہے اس حدیث کو مصنف آگے بیان کریں گے۔

اس حدیث سے سایہ اور دھوپ کے درمیان ہونے سے منع کے متعلق تنبیہ وارد ہے کہ دھوپ و سایہ کے درمیان ہونے سے پرہیز کیا جائے۔

صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ اِلَیْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَ رَهْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجَاً مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ كَلَامِكَ فَاِنْ مِتَّ مِنْ لَیْلَتِكَ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ.))

”جب سونے کے لئے بستر پر جانے لگو تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرو پھر اپنے دائیں کروٹ لیٹ کر یہ دعا پڑھو اے اللہ میں نے اپنے آپ کو اور اپنے معاملہ کو تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت کی ٹیک تیری طرف لگائی تجھ سے بیم ورجا کرتے ہوئے تیرے سوا میرا کوئی ٹھکانہ اور پناہ گاہ نہیں میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جسے تو نے نازل فرمایا اور تیرے اس رسول پر میں ایمان لایا جس کو تو نے مبعوث فرمایا اور تو ان کلمات کو اپنا آخری کلمہ بنا اگر تم اسی رات مرگئے تو تمہاری موت دین الٰہی پر ہوگی“۔[1]

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعت سنت ادا فرما لیتے تو اپنے دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔[2]

دانشوروں کا بیان ہے کہ دائیں کروٹ سونے کی حکمت یہ ہے کہ سونے والے کو گہری نیند نہ آئے اس لئے کہ دل بائیں جانب جھکا رہتا ہے جب کوئی دائیں کروٹ سوتا ہے تو دل اپنے مقام بائیں جانب کا طالب ہوتا ہے اور اسی وجہ سے سونے والے کو گہری نیند سے اور روک دیتا ہے۔ اور اس کے لئے خواب غفلت دشوار ہوتی ہے برخلاف اس کے کہ وہ بائیں کروٹ سوئے تو اس حالت میں دل اپنی جگہ پر ہی رہ جائے گا اور اس سے سونے والے کو نہایت سکون ملے گا اور انسان خواب غفلت میں کھو جائے گا اور

---

[1] (بخاری نے ۱۱/ ۹۳، ۹۵ میں کتاب الادب باب الضجع علی الشق الایمن کے تحت اور امام مسلم نے ۲۷۱۰ میں کتاب الذکر و الدعاء کے باب مایقول عندالنوم واخذ المضجع کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

[2] امام بخاریؒ نے ۳/ ۳۵ میں کتاب التہجد کے باب الضجعة علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر کے ذیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

اسے گہری نیند آئے گی جس سے وہ اپنے دینی و دنیوی دونوں ہی مفاد کی نگرانی نہ کر پائے گا۔

چونکہ نیند اور موت برابر ہے اور نیند موت کی بہن کہلاتی ہے اس لئے سونے والا مردہ ہے اسی وجہ سے حی لایموت پر نیند کا طاری ہونا محال ہے اور جنتیوں کو بھی جنت میں نیند نہ آئے گی سونے والا اس بات کا ضرورت مند ہوتا ہے کہ کوئی اس کی حفاظت کرے اور اس نفس کی حفاظت کرے جس کو آفات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے اور وہ اپنے جسم کو بھی اچانک آفات کے آنے سے محفوظ رکھے اور صرف اس کا رب جو اس کا پیدا کرنے والا ہے وہی اس کا حافظ و نگراں ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سونے والے کو سکھایا کہ وہ سونے کے وقت ایسے کلمات زبان سے ادا کرے جو خود سپردگی والتجا اور بیم ورجا پر دلیل ہے کہ اسے باری تعالیٰ کی حفاظت کا یقین کامل ہو جائے کہ وہی اس کی اور اس کے جسم کی حفاظت کرتا ہے اس کے ساتھ ہی اسے اس بات کی بھی ہدایت فرمائی کہ ایمان ویقین کے ساتھ اللہ کو یاد کرتا رہے اور اسی حالت میں اسے نیند آ جائے اور یہی ذکر الٰہی اس کی آخری گفتگو ہو اس لئے کہ بسا اوقات نیند ہی کی حالت میں موت آ جاتی ہے پھر جب ایمان ویقین اس کا آخری کلام ہو گا تو اس کا جنت میں جانا بھی یقینی ہو جائے گا نیند کے متعلق یہ ہدایت نبوی دل بدن اور روح کے مصالح خواب و بیداری دونوں حالت میں اور دنیا وآخرت کے مصالح کی نگراں ہے۔

اللہ کی بے شمار رحمتیں اور سلامتی اس ذات پر نازل ہوں جس کی بدولت اس کی امت نے ہر خیر و سعادت حاصل کر لی اور دعا کے یہ الفاظ ((اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ)) کا مفہوم ہے کہ میں نے خود کو تیرے سپرد کر دیا جیسے ایک تابعدار غلام خود کو اپنے آقا اور مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے چہرے کو اللہ کے سامنے پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے پوری طرح سے متوجہ ہو کر آیا ہے اور اپنے قصد وارادہ میں وہ بالکل سچا ہے اور اسے اپنی عاجزی فروتنی اور درماندگی کا پورا اعتراف ہے اللہ نے خود اس طرز خود سپردگی کو پسند فرمایا چنانچہ قرآن میں تعلیم دی۔

((فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ.)) [آل عمران — ۲۰]

”تو اگر وہ تجھ سے تکرار کریں تو کہو کہ میں اور میرے اتباع اللہ کے تابعدار ہو گئے ہیں“

اور چہرے کا ذکر خصوصی طور پر اس لئے کیا کہ وہ انسان کے جسم کا سب سے اشرف حصہ اور حواس خمسہ کا مرکز ہے نیز اس میں قصد و توجیہہ کا بھی معنی پایا جائے شاعر نے اسی مفہوم کو اپنے اس شعر میں ادا کیا ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ذَنْبًا لَسْتُ مُحْصِيَهُ   رَبَّ الْعِبَادِ اِلَيْهِ الْوَجْهُ وَ الْعَمَلُ

''میں اپنے بے شمار گناہوں سے اللہ سے استغفار کرتا ہوں اے بندوں کے پروردگار تیری ہی طرف توجہ اور عمل ہے''۔[1]

تفویض کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز کلیۃً اللہ کو دے دی جائے اس سے قلبی سکون وطمانیت حاصل ہوتی ہے اور قضائے الٰہی سے رضامندی اور اس کو اللہ کے لئے پسند کرنا اور اس سے راضی رہنے کا اظہار ہوتا ہے اور تفویض بندگی کا اعلیٰ ترین مقام ہے اس میں کوئی عیب نہیں اور یہی مخصوص مقام ہے، بہت سے لوگوں نے اس کے خلاف گمان کیا ہے مگر ان کا خیال درست نہیں۔

اور اپنی پشت کے لئے اللہ کو سہارا بنانا اس پر کامل اعتماد اور پورے بھروسہ کی دلیل ہے اور اسی سے دل کو سکون اور اسی پر توکل کا ثبوت ہے اس لئے کہ جو اپنی پشت کسی مضبوط ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا پھر اس کو گرنے کا اندیشہ کیسے ہو سکتا ہے۔

دل میں دو قوتیں کارفرما ہوتی ہیں ایک قوت طلب جسے قوت رغبت بھی کہتے ہیں اور دوسری قوت ھرب ہے جسے خوف سے تعبیر کرتے ہیں اور بندہ ہمیشہ اپنے مصالح کا طالب رہتا ہے اور اپنے ضرر سے دور بھاگتا رہتا ہے اور یہ دونوں باتیں اس تفویض وتوجہ سے حاصل ہو جاتی ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا کہ تم سے بیم ورجا کرتے ہوئے میری یہ درخواست ہے پھر اس کے بعد اپنے رب کی تعریف شروع کی کہ اس کے سوا بندہ کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں اور اس کی جانب سے آنے والے خطرات کے لئے پناہ اس کے سوا کہیں نہیں اس لئے اللہ ہی کی ذات ایسی ہے جس طرف بندہ اپنا ٹھکانہ بناتا ہے تاکہ وہ اس کو اس کے نفس سے رہائی دلا دے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں مروی ہے۔

((اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ.))

''میں تیری رضا کے ذریعہ تیری ناراضگی سے اور تیری معافی کے ذریعہ تیری گرفت سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری طرف سے آنے والی سختیوں سے تیری پناہ کا طالب ہوں''۔[2]

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی اپنے بندے کو پناہ دیتا ہے اور اپنی گرفت سے نجات دیتا ہے جو خود اس کی مشیت وقدرت کی وجہ سے بندے کی طرف آتی ہے اسی کی جانب سے آزمائش بھی ہوتی ہے اور وہی دستگیری بھی فرماتا ہے اور اسی سے بندہ نجات مانگتا ہے اور اسی سے نجات کے لئے درخواست بھی کی جاتی

---

[1] یہ شعر ''کتاب'' ۱/۱۷ سے لیا گیا ہے' اسے بغدادی نے ''خزانۃ الادب'' ۱/۴۸۲ میں نقل کیا ہے' اور بیان کیا ہے کہ یہ ان پچاس اشعار میں سے ہے' جن کو سیبویہ نے لکھا ہے' اور ان کے قائل کا پتہ نہیں چلتا کہ کون ہے؟

[2] یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے' جس کو امام مسلم نے ۴۸۶ میں کتاب الصلوٰۃ کے باب مایقال فی الرکوع والسجود کے تحت حدیث عائشہ سے نقل کیا ہے۔

ہے اور اسی سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ جس چیز میں گرفتار ہے اس سے رہائی دے اور اس کی جانب سے آنے والی بلا سے اسی سے پناہ طلب کی جاتی ہے اور وہی تمام چیزوں کا پروردگار ہے اور اس کی مشیت کے بغیر کائنات میں کوئی چیز نہیں ہوتی خود قرآن کہتا ہے:

((وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ.)) [انعام :۱۷]

''اگر اللہ تجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو پھر اس کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں''

دوسری جگہ فرمایا:

((قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً.))

[احزاب :۱۷]

آپ کہہ دیجئے کہ کون تم کو اللہ کی دستبرد سے بچائے گا اگر وہ تمہارے ساتھ برا کرنا چاہے یا تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہے۔

پھر اپنی دعا کتاب الٰہی اور اللہ کے رسول پر ایمان کے اقرار کے ساتھ ختم کرے اور یہی اقرار نجات کا ذریعہ اور دنیا وآخرت کی کامیابی کی کنجی ہے نیند کے سلسلے میں آپ کا یہی طریقہ تھا۔

لَوْ لَمْ یَقُلْ اِنِّیْ رَسُوْلٌ لَكَا نَ شَاهِدٌ فِیْ هَدْیِهٖ یَنْطِقُ

''اگر آپ یہ نہ فرماتے کہ میں رسول اللہ ہوں تو آپ کے طریقے خود بول اٹھتے کہ آپ ضرور نبی ہیں اور آپ کی گواہی دیتے۔''

۱۰۳- فصل

نبی کریم ﷺ کی بیداری کا انداز

آپ کا طریقہ بیداری یہ تھا کہ آپ علی الصباح بانگ مرغ کے ساتھ بیدار ہوتے پھر اللہ کی حمد کرتے اور اس کی تکبیر بجالاتے اور کلمہ توحید الٰہی پڑھتے اور اس سے دعا کرتے پھر مسواک کرتے اور وضو کی تیاری فرماتے وضو کے بعد اپنے رب کے سامنے نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہوجاتے اپنی گفتگو کے ذریعہ اس سے مناجات کرتے اور اس کی حمد وثنا بیان کرتے اور اس سے امید کرتے اس میں ذوق وشوق کا اظہار فرماتے اور اس کی گرفت سے خائف رہتے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ دل وجسم اور روح وقوئ ظاہری وباطنی اور دنیا وآخرت کی نعمتوں کی حفاظت کا اس سے بہتر طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟

۱۰۴- فصل

ریاضت جسم انسانی

آپ کی حرکت وسکون کا انداز یعنی آپ کی ریاضت کے سلسلے میں پوری ایک فصل بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کے طریقہ کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ آپ کی ریاضت کا انداز نہایت درجہ کامل بہتر اور موزوں ترین تھا یہ بات بالکل واضح ہے کہ بدن اپنی بقاء کے لئے غذا ومشروب کا محتاج ہے اور غذا کا ہر جز وجزو بدن بن جائے ایسا بھی نہیں ہوتا بلکہ ہر ہضم کے موقع پر غذا کا کچھ نہ کچھ حصہ باقی رہ جانا ضروری ہے جب ہضم کا یہ پسماندہ حصہ جو جزو بدن نہیں ہو سکا تھا ایک مدت تک جمع ہوتے ہوئے بڑی مقدار میں اکٹھا ہو جاتا ہے اور اس کی کمیت کے ساتھ کیفیت میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے تو پھر کمیت سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ سدے پیدا کر دیتا ہے اور بدن میں گرانی کا سبب بن جاتا ہے اس سے مرض احتباس پیدا ہوتا ہے اور اگر استفراغ کیا جائے تو بدن میں دواؤں کی وجہ سے ہونے والے استفراغ سے اذیت پہنچ جاتی ہے اس لئے کہ مستفرغ دوائیں اکثر تیز ہوتی ہیں یہاں تک کہ ان کی تیزی اور سمیت دور دور تک سرایت کر جاتی ہے اور اس استفراغ سے بدن کے اچھے اجزاء بھی بدن سے خارج ہو جاتے ہیں اور کبھی کیفیت سے ضرر پہنچتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بدن میں سخونت پیدا ہو جاتی ہے یا بدن متعفن ہو جاتا ہے یا کبھی بالکل سرد پڑ جاتا ہے یا اس کی کیفیت کے اثرات یہاں تک پہنچتے ہیں کہ حرارت غریزی اس کی پختگی نہیں کر پاتی۔

فضلات کے سدے بہر حال نقصان دہ ہیں چھوڑ دیئے جائیں تب بھی اور اگر استفراغ کیا جائے تب بھی مضر ہیں اور فضلات کی افزائش کو روکنے میں سب سے زیادہ معاون حرکت انسانی ہے اس لئے کہ حرکت انسانی سے اعضاء میں حرارت آ جاتی ہے اور اعضاء سے فضلات اس حرارت کے باعث باہر نکل پڑتے ہیں اور اس حرکت کی وجہ سے فضلات اور سدے بہت دنوں تک اکٹھا نہیں ہو پاتے اور بدن میں پھرتی اور نشاط جاری ساری ہو جاتی ہے اور اس میں غذا قبول کرنے کی صلاحیت ابھرتی ہے جوڑ مضبوط ہوتے ہیں رگوں اور پٹھوں میں جان پڑ جاتی ہے اور تمام مادی امراض سے رہائی ہو جاتی ہے اور اکثر امراض سوء مزاجی سے بھی نجات مل جاتی ہے بشرطیکہ ریاضت مقررہ مقدار میں وقت متعین پر کی جائے اس سے دوسری تدابیر بھی درست ہو جاتی ہیں۔

ریاضت کا وقت غذا کے معدہ سے خالی ہو جانے اور پورے طور پر ہضم ہو جانے کے بعد ہی ہے اس معتدل ریاضت سے بشرہ میں سرخی آجاتی ہے سانس بڑا ہوتا ہے اور بدن نم ہوتا ہے لیکن جس ریاضت میں پسینہ بہہ پڑے تو وہ مفرط ہے جس میں عضو کو بھی ریاضت میں لگا دیا جائے اس سے اس کی قوت بڑھ جاتی ہے بالخصوص مذکورہ بالا طریقہ پر بلکہ ہر قوت کے لئے حرکت و ریاضت ضروری ہے لہذا جو اپنے حافظہ کو مشق پر لگا دے اس کا حافظہ قوی ہو جاتا ہے اور جو اپنی فکر کو کام میں لگا دے اس کی قوت مفکرہ قوی ہو جاتی ہے بدن کے ہر عضو کے لئے الگ الگ ریاضت کا انداز ہے سینے کے لئے تجوید قرآن ریاضت ہے اس میں ابتداء مدھم آواز سے شروع کرے پھر بتدریج آواز بلند کی جائے کان کی ریاضت بتدریج آواز کے سننے سے ہوتی ہے اور زبان کی ریاضت گفتگو کے ذریعہ اسی طرح نگاہ کی ریاضت دیکھنے سے اور پیروں کی ریاضت بتدریج آہستہ آہستہ چلنے سے ہو جاتی ہے لیکن گھوڑے کی سواری' تیر اندازی' پہلوانی' کشتی اور دوڑنے میں مقابلہ سب جسم کی ریاضت ہیں اس سے مزمن (دائمی) امراض ہمیشہ کے لئے جڑ سے ختم ہو جاتے ہیں جیسے جذام استسقاء اور قولنج وغیرہ۔

نفس انسانی کی ریاضت کا طریقہ حصول علم و ادب' مسرت و شادمانی صبر و استقلال پیش قدمی اور سخاوت کار خیر وغیرہ ہیں جن سے نفس کی ریاضت ہوتی ہے اور نفس کی سب سے بڑی ریاضت مستقل مزاجی محبت' شجاعت اور احسان ہے چنانچہ ان چیزوں کے ذریعہ آہستہ آہستہ نفس کی ریاضت برابر ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ یہ صفات نفوس انسانی میں راسخ ہو جاتی ہیں اور ملکات کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔

اب اگر اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو بہ نظر غائر دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کا طریقہ حفظان صحت اور حفظان قویٰ کا اعلیٰ ترین فارمولہ ہے اور اسی سے سعادت دارین بھی وابستہ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نماز فی نفسہ حفظان صحت کا اعلیٰ اصول ہے اس کی ادائیگی سے اخلاط جسم انسانی اور فضلات ردیہ میں کمی آتی ہے اور یہ چیز بدن کے لئے مفید ترین ہے مزید برآں ایمان کی حفاظت اور اس کی تقویت بھی اس سے حاصل ہوتی ہے اور سعادت دارین کا راز مضمر ہے اسی طرح رات کو نماز پڑھنا حفظان صحت کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے اور امراض مزمنہ میں سے اکثر کو روکنے کے لئے مفید ترین نسخہ ہے اور اس سے بدن روح اور دل میں نشاط پیدا ہوتا ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

((يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلَى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ فَإِنْ هُوَ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ثَانِيَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.)) [1]

''شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر تین گرہ لگاتا ہے جب وہ سوتا ہے اور ہر گرہ پر پڑھتا ہے کہ رات گہری لمبی ہے سوتے رہو اگر اس نے بیدار ہو کر اللہ کو یاد کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وضو کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے نماز پڑھ لی تو پھر ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور سونے والا چاق و چوبند ہو جاتا ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو نفس کی خباثت کے ساتھ طبیعت میں کسل پیدا ہو جاتا ہے''

شرعی روزے کے حفظان صحت کے لئے مفید ہونے اور نفس اور بدن دونوں ہی کے لئے بہترین ریاضت ہونے کا کون انکار کر سکتا ہے جس کو بھی عقل سلیم ہوگی وہ اس کی خوبیوں کا بہر حال اعتراف کرے گا۔

اسی طرح جہاد کو دیکھئے کہ اس میں کتنی حرکات و ریاضت ہیں جن سے جسم انسانی میں قوت پڑتی ہے اور یہ حفظان صحت بدن و دل کی پختگی اور ان دونوں کے فضلات ردیہ کو خارج کرنے کا بہترین طریقہ ہے اور اسی سے رنج و غم اور حزن و ملال دور ہوتا ہے جس کی اہمیت صرف خوش نصیب لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں اسی طرح سے حج اور اس کے اعمال قربانی گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ' نیزہ بازی' تیراندازی' اور ضروریات زندگی کے لئے چلنا پھرنا بھائیوں کی خبر گیری ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان میں سے بیمار لوگوں کی مزاج پرسی اور ان کے جنازوں کو کندھا دے کر مدفن تک پہنچانے کا حال ہے اور ایسے ہی جمعہ اور دوسری نمازوں کی جماعت میں شرکت کرنے کے لئے مسجدوں تک چل کر آنا جانا وضو اور غسل کرنا' حرکات وغیرہ۔

---

[1] بخاری نے ۳/۲۲۱۹ میں کتاب التهجد باب عقد الشیطن علی قافیة الراس اذا لم یصل کے ذیل میں نقل کیا ہے' اور امام مسلمؒ نے ۷۷۶ میں کتاب صلوة المسافرین باب ماروی فی من نام اللیل اجمع حتی اصبح کے تحت اس کو حدیث ابو ہریرہؓ سے ذکر کیا ہے۔

دیکھا آپ نے کہ یہ وہ ریاضتیں ہیں جن سے حفظانِ صحت کے اصول کی نشاندہی ہوتی ہے ایک مسلمان کی صحت ان ریاضتوں اور اعمال کے ذریعہ بازیاب ہوتی ہے جسم سے غیر ضروری فضلات خارج ہوتے ہیں یہ تو دنیاوی منافع رہے پھر اس کی شریعت محمدی اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں تک پہنچنے کے لئے بنایا اور دنیا و آخرت کے شرور کے بچنے کا ذریعہ بنایا یہ مستزاد منافع ہیں۔

اس بیان سے آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کی سنت میں معروف طب سے کہیں زیادہ دلوں اور جسموں کی حفاظت اور صحت کے لئے نسخے موجود ہیں اور اسی طریقہ نبوی کو اپنا کر حفظانِ صحت ممکن ہے اور دلوں اور جسموں کی جملہ بیماریوں کا علاج کیا جاسکتا ہے جس کو پیغمبر کے علم بالغ وہدایت کامل کا یقین ہو گیا وہ جانتا ہے کہ اس سے آگے کوئی دوسرا راستہ خیر اور بھلائی کا نہ جسم کے لئے نہ قلب کے لئے اور دنیا و آخرت کے دوسرے مراحل کے لئے ہے۔

۱۰۵-فصل

طبِّ نبوی ﷺ میں مباشرت کے اعلیٰ قوانین

جماع اور قوت باہ کے سلسلہ میں بھی آپ کی ہدایات تمام ہدایات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں ان کو اپنا کر صحت کی حفاظت کرنی ممکن ہے اور اسی کے ذریعہ لذت و سرور کا پورا پورا سامان فراہم کیا جاسکتا ہے اور جماع اور قوت باہ کی وضع جن مقاصد کے پیش نظر کی گئی ہے ان کا حصول بھی آپ ہی کے طریق پر چل کر ممکن ہے جماع تین باتوں کے لئے وضع ہوتی ہے اور یہی جماع کے حقیقی مقاصد ہیں:

پہلا مقصد: نسل انسانی کا بقاء و دوام جماع ہی کے ذریعہ پوری نبی نوع انسانی کا بقاء ممکن ہے اور اللہ نے انسانوں کی جو تعداد بھی اپنے علم کے مطابق دنیا میں متعین فرمائی ہے اس کی تکمیل کا واحد ذریعہ جماع ہے

دوسرا مقصد: اس رطوبت کا اخراج جس کے رک جانے اور جمع ہو جانے سے سارے بدن کو نقصان وضرر سے دوچار ہونا پڑتا ہے

تیسرا مقصد: خواہش پوری کرنا لطف اندوزی اور نعمت الٰہی سے بہرہ ور ہونا ہے اور یہی ایک نفع ہے جو انسان کو جنت میں حاصل ہوگا کیونکہ وہاں نہ اضافہ نسل ہوگا اور نہ احتقان منی کو بذریعہ جماع استفراغ کرنا مقصود ہوگا۔

دنیا کے تمام بڑے فاضل اطباء کا خیال ہے کہ جماع حفظان صحت کا ایک بہترین ذریعہ ہے حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ منی کے جوہر پر نار اور ہوا کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کا مزاج حار رطب ہے اس لئے کہ اس کا وجود اس خالص صاف خون سے ہوتا ہے جو اعضائے اصلیہ کے غذا کے کام آتا ہے جب منی کی حقیقت واضح ہوگئی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کو بدن سے جدا کرنا اور خارج کرنا کسی بڑے مقصد کے پیش نظر ہی ہوسکتا ہے اور وہ نسل انسانی کی حفاظت اور جمع شدہ منی کو اخراج کرنا ہے چنانچہ جس کی منی رک گئی وہ بہت سے موذی امراض کا شکار ہوتا ہے مثلاً وسوسے' جنون' مرگی' وغیرہ قاتل اور مہلک امراض سے دوچار ہوتا ہے۔ اور اس کے صحیح استعمال سے انسان ان امراض خبیثہ سے اکثر محفوظ رہتا ہے اس لئے کہ اگر زیادہ دنوں تک رکی رہ جائے تو فاسد ہو جاتی ہے اور زہریلی صورت سے جماع نہ کرنے کے باعث جب منی کی کثرت ہو جاتی ہے تو طبیعت اس کو احتلام کے ذریعہ نکال دیتی ہے۔

بعض دانشوروں کا کہنا ہے کہ انسان کو خود سے تین معاہدے کر لینا چاہئیں پہلا تو یہ کہ چہل قدمی کرنا نہ ترک کرے اگر کبھی کسی ضرورت کے پیش نظر ترک کر دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں دوسرا یہ کہ کھانا ترک نہ کرے کہ اس سے آنتوں میں تنگی ہو جاتی ہے اور تیسرا معاہدہ یہ کہ جماع کرنا نہ چھوڑے اس لئے کہ جس کنویں سے پانی نہیں نکالا جاتا وہ خشک ہو جاتا ہے اور محمد بن زکریا کا بیان ہے کہ جو عرصہ تک جماع نہ کرے تو اس کی اعصابی قوت جاتی رہے گی اور منی کے راستے مسدود ہو جائیں گے اور اس کا عضو تناسل سکڑ جائے گا مزید بیان کیا کہ میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ اس نے خشک مزاجی اور زہد و ورع کے باعث جماع کرنا چھوڑ دیا تو ان کے جسم ٹھنڈے پڑ گئے اور ان کے نقل و حرکت دشوار ہوگئی اور ان پر بغیر کسی سبب کے مشکلات کا نزول ہوا ان کی خواہشات ختم ہوگئیں اور ہاضمہ کمزور ہو گیا۔

جماع کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی کی نگاہ پست ہو جاتی ہے نفس پر کنٹرول ہو جاتا ہے اور حرام کاری سے محفوظ رہتا ہے اور اسی جذبہ کے تحت اسے نکاح کی خواہش اور عورت کے حصول کی تمنا ابھرتی ہے جس سے اسے دنیاوی و اخروی دونوں نفع حاصل ہوتے ہیں اور عورت سے الگ نفع اٹھاتا ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اس کا بے حد لحاظ رکھتے اور اسے پسند فرماتے آپ خود فرماتے تھے کہ تمہاری دنیا کی دو چیزیں مجھے بہت پسند ہیں ایک عورت اور دوسری خوشبو۔[1]

کتاب ''الزہد'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں ایک لطیف نکتہ بیان کیا

---

[1] امام احمد بن حنبل نے ۳/۱۲۸' ۱۹۹' ۲۸۵' میں' نسائی نے ۷/۶۱ میں کتاب عشرۃ النساء کے باب حب النساء کے ذیل میں اس کو حدیث انس بن مالک سے نقل کیا ہے' اس کی سند حسن ہے' اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

ہے کہ میں کھانے پینے سے تو رک سکتا ہوں لیکن عورتوں سے جماع سے رکنا میرے لئے مشکل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو شادی کرنے کی ترغیب دلائی آپ نے فرمایا۔

((تَزَوَّجُوْا فَإِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْأُمَمَ.))

''شادی کرو اس لئے کہ میں بروز قیامت دیگر امتوں کے مقابل تمہاری کثرت پر فخر کروں گا''۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

((خَیْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَکْثَرُهَا نِسَاءً.))

''اس امت کا بہترین وہ شخص ہے جس کے پاس زیادہ بیویاں ہوں''[2]

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّیْ أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ وَ أَنَامُ وَأَقُوْمُ وَأَصُوْمُ وَأُفْطِرُ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ.))

''میں عورتوں سے ہم بستری کرتا ہوں' سوتا ہوں' جاگتا ہوں' روزہ رکھتا ہوں اور بلا روزہ بھی رہتا ہوں لہٰذا جس نے میری سنت وطریقہ سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں''[3]

دوسری جگہ آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

((یَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْفَظُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.))

---

[1] حدیث صحیح ہے' اسی لفظ کے ساتھ بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث ابوامامہ سے بیان کیا ہے' اور ابوداؤد نے ۲۰۵۰ میں اس کی تخریج کی' نسائی نے ۶/۶۵' ۶۶ میں حدیث معقل بن یسار کو بایں الفاظ مرفوعاً نقل کیا ہے۔ ((تَزَوَّجُوْا فَإِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْأُمَمَ.)) یعنی زیادہ بچہ جننے والی اور بے پناہ پیار محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو' اس لئے کہ میں دوسری امتوں کے مقابل تمہاری کثرت پر بروز قیامت فخر کروں گا' اس کی سند حسن ہے' انس بن مالک کی حدیث اس کی شاہد ہے' جس کو امام احمد نے ۳/۱۵۸' ۲۴۵ میں نقل کیا ہے' اس کی سند حسن ہے' اس کو ابن حبان نے ۱۲۲۸ میں صحیح قرار دیا ہے۔

[2] اس حدیث کو بخاری نے ۹/۹۹ میں بیان کیا ہے۔

[3] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۹/۸۹' ۹۰ میں کتاب النکاح کے باب الترغیب فی النکاح کے تحت اور امام مسلم نے ۱۴۰۱ میں کتاب النکاح کے باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

''نوجوانو! جن کو قوت مباشرت ہو اسے شادی کر لینی چاہیے اس لئے کہ اس سے نگاہ محفوظ رہتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا اسے روزہ سے رہنا چاہئے اس لئے کہ روزہ اس کے لئے ڈھال ہے'' [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب ایک شادی شدہ عورت سے نکاح کیا تو آپ نے فرمایا:

((هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ.))

''تو نے کنواری عورت سے شادی کیوں نہ کی کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی'' [2]

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّلْقَی اللّٰهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْیَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرِ.))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے پاک وصاف حالت میں ملنا چاہتا ہے اسے آزاد عورتوں سے شادی کرنی چاہئے'' [3]

اور سنن ابن ماجہ میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے آپ نے فرمایا کہ دو اٹوٹ پیار ومحبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بہتر کوئی چیز ہم نے نہیں پائی۔ [4]

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج ۹/۹۲، ۹۵ میں اور مسلم نے ۱۴۰۰ میں حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ ((الباءة)) نکاح سے کنایہ ہے اور جماع پر بھی باءة کا اطلاق ہوتا ہے اس کی اصل وہ جگہ ہے جہاں انسان پناہ لیتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو نکاح سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے کہ جب کوئی کسی عورت سے شادی کرتا ہے تو اسے کسی مقام پر ٹھہرایا ہے' الوجاء دونوں خصیوں کو کاٹنا اور بے طاقت بنا دینا'' الاخصاء'' دونوں خصیوں کو باہر نکال دینا' یہاں مراد یہ ہے کہ روزہ شہوت کو کمزور اور ختم کر دیتا ہے جیسا کہ خصیہ باہر نکالنے سے قوت باہ کمزور ہو جاتی ہے۔

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۹/۱۰۴، ۱۰۶ میں کتاب النکاح کے باب تزویج الثیبات کے تحت اور امام مسلم نے ۳/۱۲۲۱ میں کتاب المساقاة باب بیع البعیر واستثناء رکوبه کے تحت اس کو ذکر کیا ہے حدیث نمبر ۱۱۰ ہے اور ۲/۱۰۸۷ میں کتاب الرضاع کے باب استحباب النکاح البکر کے ذیل میں نقل کیا ہے' حدیث نمبر ۵۶، ۵۷ ہے۔

[3] ابن ماجہ نے ۱۸۶۲ میں کتاب النکاح باب تزویج الحرائر والولود کے تحت اس کو بیان کیا ہے اس کی سند میں کثیر بن سلیم راوی ضعیف ہے اور سلام بن سلیمان بن سوار ایک راوی ہے' جس کے بارے میں ابن عدی کا کہنا ہے کہ اس کی روایت میں منکر احادیث پائی جاتی ہے۔

[4] ابن ماجہ نے ۱۸۴۷ میں کتاب النکاح کے باب ماجاء فی فضل النکاح کے تحت اور حاکم نے ۲/۱۶۰ میں اور بیہقی نے ۷/۷۸ میں اس کو ذکر کیا ہے' اس کی سند حسن ہے۔

صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ.))

''دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے عمدہ پونجی نیک بیوی ہے''[1]

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لوگوں کو حسین وجمیل دیندار کنواری عورتوں سے شادی کرنے کی ترغیب دلاتے تھے اور سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ۔

((سُئِلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَیُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ؟ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّہٗ اِذَا نَظَرَ وَ تُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُہٗ فِیْمَا یَکْرَہُ فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِہٖ.))

''نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ بہترین عورت کی کیا خصوصیت ہے آپ نے فرمایا جب شوہر اسکی طرف دیکھے تو اسکو خوش کر دے اور جب کسی کام کا حکم دے تو اس کی تعمیل کرے اور شوہر کی مخالفت اپنے بارے میں اور اس کے مال میں نہ کرے''[2]

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

((تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ لِمَالِھَا وَلِحَسَبِھَا وَلِجَمَالِھَا وَلِدِیْنِھَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ.))

''عورت سے شادی اس کے مال اس کے حسب ونسب اس کے حسن و جمال یا اس کی دینداری کی بنیاد پر کی جاتی ہے تو دیندار عورت سے شادی کرنے میں کامیابی حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں''[3]

---

1. امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۱۴۶۷ میں کتاب الرضاع کے باب خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔
2. نسائی رحمہ اللہ نے ۶/۶۸ میں کتاب النکاح باب ای النساء خیر کے تحت اس کو بیان کیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ۲/۲۵۱ میں اس کی تخریج کی ہے اس کی سند حسن ہے۔
3. امام بخاری رحمہ اللہ نے ۹/۱۱۵، ۱۱۶ میں کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین کے تحت اور امام مسلم نے ۱۴۶۶ میں کتاب الرضاع باب استحباب نکاح ذات الدین کے ذیل میں حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کو نقل کیا ہے نبی ﷺ کا قول تربت یداك کا معنی ابھارنا اور ترغیب دلاتا ہے۔ اصل میں یہ محتاجی کی دعا ہے کہا جاتا ہے ترب الرجل جب وہ محتاج ہو اس کا مقصد بددعا کرنا نہیں بلکہ یہ ایک کلمہ تھا جو اہل عرب کی زبان پر جاری تھا جیسے وہ کہتے ہیں۔ لاارض لك' لا ام لك' دلا ابالك. وغیرہ یہ سب تکیہ کلام ہے ان کا حقیقی معنی مقصود نہیں۔

آپ ﷺ زیادہ بچہ جننے والی سے شادی کرنے کی ترغیب دلاتے اور بانجھ عورت کو ناپسند فرماتے جیسا کہ سنن ابوداؤد میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایسی عورت سے عشق ہو گیا ہے جو عالی خاندان کی ہے اور حسین وجمیل بھی ہے مگر وہ بانجھ ہے کیا میں اس سے شادی کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَزَوَّجُوْا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمْ.))

"زیادہ بچہ جننے والی بے انتہا پیار ومحبت کرنے والی عورت سے شادی کرو کہ میں بروز قیامت تمہاری کثرت کو دیکھ کر دیگر امتوں پر فخر کروں گا"۔[1]

ترمذی میں معقل بن یسار سے مرفوعاً روایت مذکور ہے:

((اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ النِّكَاحُ وَالسِّوَاكُ وَالتَّعَطُّرُ وَالْحِنَّاءُ.))

"انبیاء کی چار سنتیں ہیں شادی، مسواک، خوشبو اور حنا"۔[2]

جامع میں "حناء" نون اور یاء کے ساتھ یعنی حناء اور حیاء دونوں مروی ہیں۔[3]

میں نے ابوالحجاج کو کہتے سنا کہ صحیح لفظ ختان ہے اور نون کنارے سے ساقط ہو جانے کی وجہ سے حناء لوگوں نے پڑھ دیا اسی طرح کی بات محاملی نے ابوعیسیٰ ترمذی کے استاذ سے ذکر کی ہے۔

آدمی کو جماع کرنے سے پہلے بیوی کے ساتھ کھیل کود بوسہ بازی کرنا اور زبان چوسنا چاہیے رسول اللہ ﷺ جماع سے قبل اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ نبی ﷺ جماع سے پیشتر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لیتے اور ان کی زبان چوستے تھے۔[4]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی تمام ازواج

---

[1] اس کی تخریج جلد ہی گذر چکی ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔

[2] ترمذی نے ۱۰۸۰ میں کتاب اول النکاح کے تحت اور احمد نے ۵/۴۲۱ میں اس کی تخریج کی ہے اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔

[3] مسند میں "والحیاء" لفظ صراحتاً مذکور ہے۔

[4] ابوداؤد نے ۲۳۸۶ میں کتاب الصوم باب الصائم یبلع الریق کے تحت اور احمد نے ۶/۱۲۳، ۲۳۴ میں اس کو نقل کیا ہے اس کی سند محمد بن دینار ازدی سئی الحفظ ہے اور ان کے استاد محمد بن اوس عبدی بھی غلط بیانی میں معروف ومشہور ہیں۔

مطہرات کے ساتھ جماع کرتے پھر ایک بار غسل کرکے پاکی حاصل کرلیتے اور کبھی ہر ایک کے لئے الگ الگ غسل فرماتے امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت انس ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے مباشرت فرماتے پھر ایک مرتبہ غسل فرمالیتے ۔[1]

ابوداؤد نے سنن میں ابورافع مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات تمام ازواج مطہرات سے مباشرت فرمائی اور ہر ایک سے مباشرت کے بعد غسل فرمایا میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ سب کے بعد ایک مرتبہ غسل فرمالیتے آپ نے فرمایا ہاں یہ بات تو درست ہے مگر صفائی طہارت اور پاکیزگی میں یہ بڑھا ہوا ہے۔[2]

جب جماع کرنے والا ایک مرتبہ عورت سے جماع کرنے کے بعد غسل سے پہلے ہی دوسری مرتبہ جماع کی خواہش کرے تو اس کے لئے شریعت نے دو جماع کے وقفہ میں وضو کا حکم دیا ہے چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ اَھْلَہٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یَّعُوْدَ فَلْیَتَوَضَّأْ.))

''جب کوئی اپنی بیوی سے ہم بستر ہو اور پھر دوبارہ مباشرت کرنا چاہے تو اسے وضو کرلینا چاہیے''[3]

جماع کے بعد غسل اور وضو کرلینے سے ایک قسم کا نشاط پیدا ہوتا ہے دل کو شگفتگی حاصل ہوتی ہے اور جماع سے بعض تحلل کی تلافی بھی ہو جاتی ہے اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور طہارت ہو جاتی ہے اور اس کے ذریعہ حرارت عزیزی بدن کے اندرونی حصہ میں اکٹھا کرنے کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے جب کہ جماع کی وجہ سے یہ حرارت منتشر ہو جاتی ہے اور نظافت کا برعکس طریقہ بھی ختم ہو جاتا ہے جو جماع کے لئے اعلیٰ درجہ کی تدبیر ہے اور قویٰ جسمانی اور صحت کی پوری حفاظت بھی ہو جاتی ہے۔

---

[1] امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۳۰۹ میں کتاب الحیض کے باب جواز نوم الجنب کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

[2] ابوداؤد نے ۲۱۹ میں کتاب الطھارۃ کے باب الوضوء لمن اراد ان یعود کے تحت اس کو نقل کیا ہے' اور ابن ماجہ نے ۵۹۰ میں اس کو بیان کیا ہے' اس کی سند حسن قرار دینے کے قابل ہے۔

[3] امام مسلمؒ نے اس کی تخریج ۳۰۸ میں کی ہے۔

۱۰۶-فصل

جماع کا بہترین وقت اور دیگر زریں اصول

جماع کا بہترین وقت یہ ہے کہ جماع غذا کے ہضم ہونے کے بعد کیا جائے بدن میں اعتدال ہو نہ گرمی ہو نہ ٹھنڈک نہ خشکی ہو اور نہ رطوبت نہ امتلاء شکم ہو اور نہ شکم بالکل خالی ہو البتہ پرشکم ہو کر جماع کرنے سے جو ضرر ہوتا ہے وہ خالی پیٹ جماع کرنے سے ہونے والے ضرر کے مقابل کمتر ہوتا ہے اسی طرح کثرت رطوبت کے موقع پر جماع کرنے سے جو ضرر ہو گا وہ برودت کے وقت جماع کرنے سے ہونے والے ضرر سے کم ہو گا اور حرارت بدن کے وقت جماع برودت کے وقت کئے جانے والے جماع سے کم نقصان دہ ہو گا آدمی کو پوری طرح جوش اور شہوت کے وقت ہم بستر ہونا چاہیے کہ آدمی کا عضوتناسل پوری طرح ایستادہ ہو اور اس استادگی میں کسی تکلف اور کسی تخیل صورت کو دخل نہ ہو اور نہ بار بار عورت کو دیکھنے کے باعث ہوئی ہو اور یہ بھی مناسب نہیں کہ خواہ مخواہ شہوت جماع کو ابھارے اور خود کو بلاضرورت اس میں مشغول کرے البتہ اگر کثرت منی ہو استادگی پوری ہو اور شہوت بھی پورے طور پر ہو اور جماع کرنے کی غیر معمولی خواہش ہو تو جماع کرنا چاہئے ایسی بوڑھی عورتوں اور کمسن لڑکیوں سے جماع نہ کریں جن سے لوگ عادتاً جماع نہیں کرتے یا ایسی عورت جس کو خواہش جماع نہ ہو مریضہ بدشکل نفرت انگیز عورتوں سے جماع کرنے سے قویٰ جسمانی کمزور ہوتے ہیں اور یوں بھی جماع کی خاصیت ضعف پیدا کرنا ہے اور بعض اطباء کا جو یہ خیال ہے کہ شادی شدہ عورتوں سے جماع کرنا کنواری لڑکیوں سے زیادہ مفید اور صحت کے لئے نفع بخش ہے ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے اور ان کا یہ قیاس مبنی برفساد ہے اس سے بہتیروں نے گریز کیا اور یہ بات عقلاء اور دانشوروں کے خلاف ہے اور اس پر طبیعت و شریعت کا بھی اتفاق نہیں۔

کنواری عورتوں سے جماع کرنے میں عجیب خاصیت ہے اس عورت اور اس سے جماع کرنے والے مرد کے درمیان گہری محبت پیدا ہو جاتی ہے عورت کا دل شوہر کے پیار و محبت سے لبریز ہوتا ہے اور وہ دونوں کی محبت کے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں ہوتی اور یہ تمام لذت و محبت شادی شدہ عورت میں پائی نہیں جاتی۔

چنانچہ نبی ﷺ نے خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیوں نہیں تو نے کسی کنواری عورت سے

شادی کر لی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنت میں جن حوروں کو ازدواجی تعلق کے لئے رکھ چھوڑا ہے وہ کنواری ہوں گی کسی نے ان کو چھوا بھی نہیں ہوگا صرف وہی جنت میں چھو سکیں گے جن کے حصے میں وہ آئیں گی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ کا گزر ایسے درخت سے ہو جس میں اونٹ چر گیا ہو اور ایسے دوسرے درخت سے گزر ہو جس میں سے ابھی کسی اونٹ نے منہ نہ لگایا ہو تو ان دونوں میں سے اپنے اونٹ کو آپ کہاں چرانا پسند کریں گے؟ آپ نے فرمایا جس میں ابھی تک کسی اونٹ نے منہ نہ لگایا ہو۔[1] اس تمثیل سے مراد وہ کنواری لڑکی ہے جس کو ابھی تک کسی مرد نے ہاتھ نہ لگایا ہو وہ میں ہی ہوں۔

کسی پسندیدہ عورت سے جماع کرنے کے بعد کثرت منی کے استفراغ کے باوجود بدن میں کمتر کمزوری کا احساس ہوتا ہے اور قابل نفرت ناپسند عورت سے جماع کرنے کے بعد بدن کو بے حد کمزوری کا احساس ہوتا ہے گو کہ استفراغ منی کم ہو اور حائضہ عورت سے جماع کرنا فطرت وشریعت دونوں کے خلاف ہے اور نہایت ضرر رساں ہے تمام اطباء اس سے کلی طور پر پرہیز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

جماع کی سب سے عمدہ صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے اوپر ہو اور ملاعبت اور بوسہ بازی کے بعد عورت کو چت لٹا کر اس سے جماع کرے اسی وجہ سے عورت کو فراش کہتے ہیں خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''الولد للفراش'' [2] یعنی لڑکا عورت کے لئے ہے یہاں عورت کو فراش سے تعبیر کیا گیا اور یہ مرد کا عورت پر مکمل حاکمیت کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

((اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ.)) [نساء - ۳۴]

''مرد عورتوں پر حاکم مقرر کئے گئے ہیں''۔

اسی طرح اس شعر میں بھی کہا گیا ہے

اِذَا رُمْتُهَا كَانَتْ فِرَاشًا يُقِلُّنِيْ ۔۔۔ وَعِنْدَ فِرَاغِيْ خَادِمٌ يَتَمَلَّقُ

''جماع کے وقت جب میں فرج میں دخول کرتا ہوں تو بے چین ہوتی ہے اور انزال ہو جانے کے بعد ایک چاپلوس نوکر بن جاتی ہے''۔

---

[1] امام بخاریؒ نے ۹/۱۰۴ میں کتاب نکاح الابکار کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔

[2] امام بخاریؒ نے ۵/۲۷۸ میں کتاب الوصایا باب قول الموصی لوصیہ تعاہد ولدی کے تحت اور امام مسلمؒ نے ۱۴۵۷ میں کتاب الرضاع باب الولد للفراش کے ذیل میں اس کو حدیث عائشہ سے نقل کیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ.)) [بقرہ :۱۸۷]

''وہ (عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں اور تم (مرد) ان کی پوشش ہو''۔

اور اس انداز میں جماع کرنے سے لباس کا معنی پورے طور پر صادق آتا ہے اس لئے کہ مرد کا فراش اس کے لئے لباس ہے اور اسی طرح عورت کا لحاف اس کا لباس ہے غرض جماع کا یہ عمدہ انداز اسی آیت سے ماخوذ ہے اور یہی انداز شوہر بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے کے لئے لباس ہونے کا استعارہ بہتر طور پر کام دیتا ہے اور اس میں ایک دوسرا پہلو بھی ہے وہ یہ کہ جماع کے وقت عورت کبھی کبھی مرد سے بالکل چمٹ جاتی ہے اس طرح عورت مرد کے لئے ایک لباس کی طرح بن جاتی ہے شاعر نے کیا خوب منظر کشی کی ہے۔[1]

إِذَا مَا الضَّجِيعُ ثَنَى جِيدَهَا ... وَتَثَنَّتْ فَكَانَتْ عَلَيْهِ لِبَاسًا

''جماع کرنے کے وقت جب سونے والی اپنی صراحی دار گردن گھماتی ہے تو مجھ سے اس طرح چمٹ جاتی ہے جیسے کہ وہ میرا لباس ہو''۔

جماع کی بدترین صورت یہ ہے کہ عورت مرد کے اوپر ہو اور مرد پشت کے رخ سے عورت سے جماع کرے یہ طبعی شکل کے بالکل مخالف ہے۔ جس انداز پر اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو پیدا فرمایا ہے بلکہ یوں کہئے کہ نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

اس میں بہت سی خرابیاں ہیں منجملہ ان خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ ہے کہ منی کا پوری طرح سے اخراج دشوار ہوتا ہے اور کبھی عضو مخصوص میں منی کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے جو متعفن ہو کر فاسد ہو جاتا ہے جس سے جامع نقصان ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ فرج کی رطوبات عضو تناسل میں بہہ کر چلی جاتی ہے اس طرح سے رحم کو پوری طرح سے منی کو قابو میں رکھنا اور روکنا مشکل ہوتا ہے چنانچہ تخلیق میں دقت ہوتی ہے نیز طبعی اور شرعی طور پر اس کام کے لئے عورت مفعول ہے تو جب فاعل بن جائے گی تو یہ طبیعت و شریعت دونوں کے خلاف ہوگا اور اہل کتاب اپنی عورتوں سے جماع ان کے پہلو کے بل کنارے سے کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ طریقہ جماع عورت کے لئے آسان ترین ہوگا۔

---

[1] اس شاعر کا نام نابغہ جعدی ہے' یہ شعر اس کے شعر کے دیوان کے ص ۸۱ پر اور الشعر والشعراء کے صفحہ ۲۹۶ پر موجود ہے۔

قریش اور انصار اپنی عورتوں سے پیچھے کی طرف جماع کرنا پسند کرتے تھے اس کو یہود نے معیوب قرار دیا اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

((نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ.)) [بقرہ ۲۲۳]

"تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں جس طرف سے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ"۔[1]

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ یہود کا خیال تھا کہ جب کوئی مرد اپنی عورت سے پیچھے کی طرف سے اس کی فرج میں جماع کرتا ہے تو بچہ احول (بھینگا) پیدا ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ ((نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا الخ.)) نازل فرمائی۔

صحیح مسلم کی ایک روایت بایں الفاظ ہے کہ اگر خواہش ہو تو آگے یا پیچھے کی جانب سے جماع کرے اس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ یہ یاد رہے کہ جماع صرف ایک ہی سوراخ یعنی فرج میں ہو۔[2]

مجبیتہ: اوندھے منہ ہونا اور صمام واحد ہے مراد عورت کی شرم گاہ جو کھیتی و افزائش نسل کا مقام ہے لیکن عورت کی سرین میں جماع کرنے کو تاریخ میں کسی نبی برحق نے مباح نہیں قرار دیا اور جس نے بعض اسلاف کی طرف یہ نسبت کی کہ انہوں نے عورت کی سرین میں جماع کرنے کو مباح قرار دیا انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔

چنانچہ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ أَتَى الْمَرْأَةَ فِيْ دُبُرِهَا.))

"کہ وہ شخص ملعون ہے جو عورت کی سرین میں جماع کرے"۔[3]

احمد اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ تو اس سے بھی زیادہ سخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف

---

[1] ابوداؤد نے ۲۶۲۳ میں کتاب النکاح باب فی جامع النکاح کے تحت اس کو ذکر کیا ہے اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اس کی شاہد حدیث ام سلمہ ہے جس کو اسی طرح احمد نے ۶/ ۳۰۵، ۳۱۰، ۳۱۸ میں روایت ہے اور ترمذی نے ۲۹۸۳ میں دارمی نے ۱/ ۲۵۶ میں ذکر کیا اس کی اسناد صحیح ہے۔

[2] بخاری نے ۸/ ۱۴۳ میں کتاب التفسیر باب نساؤکم حرث لکم کے تحت اور امام مسلم نے ۱۴۳۵ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

[3] احمد نے ۲/ ۴۴۴، ۴۷۹ میں ابوداؤد نے ۲۱۶۲ میں اس کی تخریج کی اور بوصیری نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا اس کی شاہد ایک حدیث ہے جس کو ابن عدی نے ۲۱۱/ ۱ میں اور طبرانی نے "اوسط" میں اسی طرح "المجمع" ۴/ ۱۹۹ میں حدیث عقبہ بن عامر سے روایت کیا اس کی سند حسن ہے جس سے اس کی تقویت ہو جاتی ہے۔

نظر رحمت نہیں کرے گا جس نے اپنی عورت کی مقعد میں جماع کیا۔[1]

اور ترمذی رحمہ اللہ واحمد بن حنبل رحمہ اللہ کے الفاظ یوں ہیں:

((مَنْ اَتٰی حَائِضًا اَوِ امْرَاَۃً فِیْ دُبُرِھَا اَوْ کَاھِنًا فَصَدَّقَہٗ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ.))

''جو شخص حائضہ عورت سے یا اپنی بیوی سے اس کی مقعد میں جماع کرے یا کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا کلیۃً انکار کیا''۔[2]

اور بیہقی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ مردوں اور عورتوں میں سے جس نے بھی کسی مقعد میں کچھ کیا تو اس نے کفران نعمت الٰہی کیا۔

مصنف وکیع میں روایت ہے کہ مجھ سے زمعہ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے طاؤس سے انہوں نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے عمرو بن ربیع سے روایت کی ہے اور عمرو بن ربیع نے عبداللہ بن یزید سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا عورتوں کی سرین میں تم لوگ جماع نہ کرو اور ایک مرتبہ فرمایا کہ ان کی مقعدوں میں جماع نہ کرو۔[3]

ترمذی میں طلق بن علی سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی سرین میں جماع نہ کر اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔[4]

---

[1] امام احمدؒ نے ''مسند'' ۲/۲۷۲، ۳۴۴ میں ابن ماجہ نے ۱۹۲۳ میں اس کو بیان کیا اس کی شاہد ایک حدیث ہے جس کی سند حسن ہے، جس کو ترمذی نے حدیث ابن عباسؓ سے ذکر کیا ہے، اور ابن حبان نے ۱۳۰۲ میں اس کو صحیح کہا ہے۔

[2] امام ترمذیؒ نے ۱۳۵ میں ابن ماجہ نے ۶۳۹ میں اور امام احمدؒ نے ۲/ ۴۰۸، ۴۷۶ میں اور ابوداؤد نے ۳۹۰۴ میں اور دارمی نے ۱/ ۲۵۹ میں حدیث ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے، اس کی سند قوی ہے۔

[3] زمعہ بن صالح ضعیف راوی ہے، منذری نے ''الترغیب والترھیب ۳/ ۲۰۰ میں اس کا ذکر کر کے بیان کیا ہے کہ اس ابویعلی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' ۴/ ۲۹۸، ۲۹۹ میں اس کا ذکر کیا اور اس کی نسبت طبرانی نے ''الکبیر'' اور بزار بڑھا دی ہے، اور کہا کہ ابویعلی کے رواۃ صحیح کے ہیں، یعلی بن یمان اس سے الگ ہیں، کیونکہ یہ ثقہ ہیں۔

[4] ترمذی نے ۱۱۶۴ میں دارمی نے ۱/ ۲۶۰ میں ذکر کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا، اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے، اس کی شاہد حدیث خزیمہ بن ثابت شاہد ہے، جس کو امام شافعیؒ نے ۲/ ۳۶۰ میں، امام احمد نے (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اور "الکامل" میں ابن عدی کی ایک حدیث ہے جس کو محاملی سے انہوں نے سعید بن یحییٰ بن جبیر اموی سے روایت کیا انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے زید بن رفیع سے انہوں نے ابوعبیدہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی سرین میں جماع نہ کرو۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بھی مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورتوں یا مردوں کی مقعد میں جماع کرے وہ اللہ ورسول کا منکر ہے۔

اسمٰعیل بن عیاش نے سہیل بن ابی صالح نے انہوں نے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے شرم کرو کہ اللہ حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا کہ عورتوں کی مقعد میں جماع نہ کرو اسی حدیث کو دار قطنی نے ان لفظوں میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے شرماتا نہیں تمہارے لئے جائز نہیں کہ عورتوں کی سرین میں جماع کرو۔[2]

علامہ بغوی نے بیان کیا کہ مجھ سے ہدبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ قتادہ سے پوچھا گیا کہ جو شخص اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے عمرو بن شعیب نے عن ابیہ عن جدہ کے واسطہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لواطت صغریٰ ہے۔

امام احمد نے "مسند" میں **حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا همام اخبرنا عن قتادة عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده** سے حدیث بیان کر کے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔[3]

(گذشتہ سے پیوستہ) ۲/۲۱۳ میں اور طحاوی نے ۲/۵۲ میں بیان کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ابن حبان نے ۱۲۹۹ میں اور ابن ملقن نے "خلاصۃ البدر المنیر" میں اس کو صحیح قرار دیا ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۸/۱۴۲ میں بیان کیا کہ یہ حدیث صالح الاسناد احادیث میں سے ہے۔

[1] ابوعبیدہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں اور اس باب میں حضرت علیؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس کو امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کیا ہے اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

[2] امام دار قطنی نے ۳/۲۸۸ میں اس کو ذکر کیا اور ہیثمی نے "المجمع" میں اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

[3] امام احمدؒ نے ۶۷۰۶ اور ۶۹۶۷ میں اس کی تخریج کی اس کی سند حسن ہے اس کو منذری نے "الترغیب والترہیب" ۳/۲۰۰ میں بیان کیا اور اس کی نسبت بزار کی طرف کر دی اور فرمایا کہ ان دونوں حدیثوں کے تمام رواۃ صحیح ہیں اور ہیثمی نے "المجمع" ۴/۲۹۸ میں اس کو نقل کیا ہے اور اس کی نسبت "اوسط" میں طبرانی کی طرف کی اور کہا (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اور مسند میں بھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ آیت ((نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ الخ)) انصاریوں کے حق میں نازل ہوئی رسول اکرم کی خدمت اقدس میں آ کر آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ آگے پیچھے کی کوئی بات نہیں جماع فرج میں کرنا چاہئے چاہے جس طرح سے بھی ہو۔ [1]

مسند میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں تشریف لائے اور عرض کیا یارسول اللہ میں تو برباد ہو گیا آپ نے دریافت کیا کہ تمہاری بربادی کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ کل رات میں نے اپنی بیوی سے پیچھے سے جماع کر لیا' آپ نے کوئی جواب نہ دیا کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت کریمہ ((نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ.)) رسول اللہ پر نازل ہوئی یعنی آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی جماع کر و اس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ حائضہ عورت اور عورت کی دبر میں جماع کرنے سے بچو۔ [2]

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر کرم نہیں کرے گا جو عورت یا مرد کی سرین میں جماع کرے۔ [3]

ہم اس سے پہلے ابوعلی حسن بن حسین بن دوما کی حدیث بیان کر چکے ہیں جو براء بن عازب سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس امت کے دس قسم کے لوگ اللہ عزوجل کے منکر ہیں قاتل'

(گذشتہ سے پیوستہ) کہ احمد کے رواۃ سب صحیح ہیں' لیکن ان دونوں کے مذکورہ قول قابل غور ہیں' اس لئے کہ محدثین کی مشہور اصطلاح تو یہ ہے کہ اس طرح کا اطلاق صرف ان راویوں پر ہوتا ہے جن سے شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے روایت کی ہو' اور عمرو بن شعیب سے شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے بھی روایت نہیں کی اور طبرانی نے ۲/۲۲۴ میں' احمد نے ۶۹۶۸ میں بیہقی نے ۷/۱۹۹ میں قتادہ سے روایت نقل کیا ہے' جو یوں ہے' حدثنی عقبة بن وساج عن ابی الدرداء قال فی اتیان المرأة فی دبرها وهل یفعل الا کافر یعنی عورتوں کی دبر میں صرف کافر شخص ہی جماع کر سکتا ہے' اس کی سند صحیح ہے۔

[1] احمد نے ۱/۲۶۸ میں اس کو بیان کیا اس کی سند میں رشدین سعد ضعیف ہے' لیکن اس کی شاہد حدیث کا ذکر گذر چکا ہے۔

[2] احمد نے ۱/۲۹۷ میں ترمذی نے ۲۹۸۴ میں اس کو بیان کیا اس کی سند حسن ہے۔

[3] ترمذی نے ۱۱۶۵ میں اس کی تخریج کی اس کی سند حسن ہے' اور ابن حبان نے ۱۳۰۲ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

[1] سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس کو بیان کیا ہے' اور اس کو ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے' اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جادوگر، دیوث، بیوی کی سرین میں جماع کرنے والا، زکوۃ نہ دینے والا اور جو شخص وسعت رکھتے ہوئے فریضہ حج ادا کئے بغیر مر گیا شراب خور فتنہ برپا کرنے والا، اسلام کے خلاف برسرپیکار لوگوں کو ہتھیار بیچنے والا اور جو شخص ذوی المحارم سے نکاح کرے[1]

عبداللہ بن روہب نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ بن لہیعہ نے مشرح بن ھاعان عن عقبہ بن عامر کے واسطہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ يَّأْتِي النِّسَآءَ فِيْ مَحَاشِهِنَّ يَعْنِيْ أَدْبَارِهِنَّ.))

''وہ شخص ملعون ہے جو عورتوں کی سرین یعنی ان کی مقعد میں جماع کرتا ہے''[2]

اور مسند ''حارث بن ابی اسامتہ'' میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکورہ ہے۔

ان دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے ہم لوگوں کو خطبہ دیا اور مدینہ طیبہ میں آپ کا یہ آخری خطبہ تھا اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا اس خطبہ میں آپ نے ہم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

((مَنْ نَكَحَ اِمْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا أَوْ رَجُلًا أَوْ صَبِيًّا حُشِرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيْحُهُ أَنْتَنُ مِنَ الْجِيْفَةِ يَتَأَذّٰى بِهِ النَّاسُ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّارَ وَأَحْبَطَ اللّٰهُ أَجْرَهُ وَلَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا وَيُدْخَلُ فِيْ تَابُوْتٍ مِنْ نَّارٍ وَيُشَدُّ عَلَيْهِ مَسَامِيْرُ مِنْ نَارٍ.))

''جو شخص کسی عورت کی سرین یا مرد یا لڑکے کی مقعد میں مباشرت کرے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس سے مردار سے بھی زیادہ بدبو آئے گی جس سے تمام لوگ پریشان ہو جائیں گے تا آنکہ وہ داخل جہنم ہو جائے گا اللہ اس کے اعمال خیر کو برباد کر دے گا اور اس کو اس کی واپسی یا معاوضہ نہ ملے گا اور آتشیں تابوت میں اس کو داخل کیا جائے گا اور اس کے اوپر آتشیں کیلیں بھی ٹھونکی جائیں گی''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس نے اس فعل بد سے توبہ نہ کی اس کے لئے یہ عذاب ہے۔

---

[1] سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس کو بیان کیا ہے، اور اس کو ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے، اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

[2] اس کی سند حسن ہے، ابن عدی نے ''الکامل'' ۲۱۱/۱ میں اس کی تخریج کی ہے، اور اس کی شاہد ابو ہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے۔

ابو نعیم اصبہانی نے خزیمہ بن ثابت کی حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اظہار حق میں نہیں شرماتا تم اپنی بیویوں کی سرین میں جماع نہ کرو۔[1]

امام شافعی رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ مجھ کو میرے چچا محمد بن علی بن شافع نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ مجھ کو عبداللہ بن علی بن سائب نے خبر دی انہوں نے عمرو بن احیحہ بن جلاح سے انہوں نے خزیمہ بن ثابت سے روایت کی کہ ایک شخص نے عورتوں کو پیچھے سے جماع کرنے کی بابت سوال کیا آپ نے فرمایا حلال ہے جب وہ مڑا تو آپ نے اس کو بلا کر دریافت کیا کہ تو نے کس طرح کہا تھا دونوں سراخوں یا دونوں شگافوں میں سے کس میں یا دونوں سرینوں میں سے کس سوراخ میں کہا کیا اس کے پیچھے سے اس کی فرج میں جماع کرنے کے متعلق سوال کیا تھا؟ اگر تو نے یہ سوال پوچھا تھا تو یہ جائز ہے اور اگر عورت کے پیچھے سے اس کی دبر میں جماع کرنے کے بارے میں تیرا سوال ہے تو یہ جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ اظہار حق سے شرم نہیں کرتا تم عورتوں سے ان کی سرین میں جماع نہ کرو۔[2]

ربیع نے بیان کیا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اب آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے چچا ثقہ ہیں اور عبداللہ بن علی بھی ثقہ ہیں اور عمرو بن جلاح کے بارے میں لوگ اچھی رائے ہی رکھتے ہیں اور خزیمہ بن ثابت کے ثقہ ہونے کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن میں دبر میں جماع کرنے کی رخصت نہیں دیتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں میں کہتا ہوں کہ اس بیان سے یہ بات واضح طور سے ثابت ہوگئی کہ اس روایت سے اس غلط روایت کا کیسے شیوع ہوا جس سے ہمارے اسلاف کے متعلق دبر میں جماع کرنے کی اباحت کا مسئلہ مشہور ہوگیا حالانکہ یہ بھی ایک طریقہ جماع تھا کہ آدمی عورت کے پیچھے سے اس کی فرج میں جماع کرتا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ پیچھے سے اس کی دبر میں جماع کرے اور سننے والے کو من اور فی لفظ میں اشتباہ ہوگیا اور اسی بناء پر دونوں میں تمیز نہ کرسکے اباحت سلف وائمہ کا حقیقی مسئلہ یہ رہا اور کسی غلط بیان نے اس کو غلط انداز میں پیش کرکے فحش غلطی کی قرآن نے خود اعلان کردیا۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء ۸/۳۷۶ اس کی سند ضعیف ہے۔

[2] یہ حدیث صحیح ہے' اس کو امام شافعی نے ۲/۲۶۰ میں ذکر کیا' اور ان ہی سے بیہقی نے ۷/۱۹۶ میں اس کو نقل کیا ہے' اور طحاوی نے ۲/۲۵ میں نسائی نے ''العشرۃ'' میں ابن حبان نے ۱۲۹۹ اور ۱۳۰۰ میں اس کی تخریج کی ہے' اور ابن ملقن نے ''خلاصۃ البدر المنیر'' میں اور ابن حزم نے ''المحلی ۱۰/۷۰ میں اس کو بیان کیا اور منذری نے ۳/۲۰۰ میں اس کو جید قرار دیا ہے۔

((فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ.)) [بقرہ - ۲۲۲]

یعنی عورتوں سے اسی مقام میں جماع کرو جہاں کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے اس آیت ((فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ.)) کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس مقام میں جماع کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہیں جماع کرو اور ایام حیض میں جماع سے بچے رہو اور علی بن ابی طلحہ نے ان سے نقل کیا کہ آپ فرماتے تھے کہ صرف فرج میں جماع کرنا ہے اور اس کے سوا کسی دوسری جگہ روا نہیں ہے۔

یہ آیت کریمہ عورت کی دبر میں جماع کرنے کی حرمت پر دو سبب سے دلالت کرتی ہے پہلا سبب یہ کہ عورتوں سے جماع کرنا کھیتی کے مقام یعنی پیدائش کے مقام میں مباح ہے یعنی فرج میں مباح ہے نہ کہ مقعد میں جو آلائش کا مقام ہے اور اللہ کے قول ((فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ.)) سے مراد کھیتی کا مقام یعنی فرج ہے اور ایک دوسری آیت فاتو حرثکم انی شئتم سے بھی فرج میں جماع کرنا موکد ہو جاتا ہے اور اسی آیت سے عورت کے پیچھے سے اس کی فرج میں جماع کرنا بھی ثابت ہو گیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انی شئتم یعنی جس انداز سے بھی آگے یا پیچھے سے تم چاہو فرج میں جماع کرو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ((فَأْتُوا حرثکم.)) میں حرث سے مراد عورت کی فرج ہی ہے۔

اور قابل غور بات یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایام حیض میں عارضی ضرر کی وجہ سے فرج میں جماع کرنا حرام قرار دیا تو پھر مقعد میں جماع کرنا کیسے قابل قبول ہوگا جو دوامی آلائش کا مقام ہے مزید برآں اس کے مفاسد بھی غیر معمولی ہیں اس لئے کہ اس سے انقطاع نسل کا مفسدہ تو ہے ہی پھر یہ اباحت عورتوں کی مقعد سے لڑکوں تک پہنچ کر مزید مفاسد کا ذریعہ بن جائے گی۔

اس کے علاوہ اس سے حقوق نسوانی کا تلف کرنا بھی لازم آئے گا اس لئے کہ عورت سے جماع کرنا عورت کا حق ہے اور مقعد میں جماع کرنے سے یہ حق بری طرح مجروح ہوتا ہے نہ عورت کی خواہش کی تکمیل ہوگی اور نہ مقصود جماع حاصل ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ مقعد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہے اور نہ اس کی تخلیق کا یہ مقصد ہے بلکہ جماع کے لئے فرج ہی ہے لہٰذا جو لوگ فرج کو چھوڑ کر مقعد کی طرف رخ کرتے ہیں وہ شریعت اور حکمت الٰہی دونوں ہی کے منکر ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مردوں کے لئے ضرر رساں بھی ہے اسی لئے تمام عقلاء واطباء اس سے روکتے ہیں

اور فلاسفہ بھی اس کو سفاہت و جہالت پر محمول کرتے ہیں اس لئے کہ فرج میں قوت جاذبہ ہوتی ہے جو مرد کی رکی ہوئی منی کو جذب کر لیتی ہے جس سے مرد کو آرام ملتا ہے اور مقعد میں جماع کرنے سے رکی منی کا پوری طرح اخراج نہیں ہو پاتا ایک تو مقعد کے بیرونی سوراخ کی تنگی دوسرے مفعول کے متاذل ہونے کی وجہ سے عضو مخصوص کو جلد از جلد اس سے باہر نکالنے کی خواہش ہوتی ہے اس لئے کہ لواطت غیر طبعی مجامعت ہے۔

اس سے ایک دوسرے طریقہ سے بھی ضرر پہنچتا ہے وہ یہ کہ مقعد کے سوراخ کی تنگی کے باعث عضو مخصوص کو اس میں داخل کرنے میں بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے جس سے آدمی جلد ہی تھک جاتا ہے اور خلاف امر فطری کا احساس الگ ہوتا ہے۔

مقعد گندگی اور آلائش کا مقام ہے اور لواطت کرتے وقت اپنی تمام آلائشوں کے ساتھ سامنے ہوتی ہے اور بعض اوقات عضو مخصوص الائش سے آلودہ ہو جاتا ہے۔

عورت کو بھی اس سے سخت نقصان ہوتا ہے اس لئے کہ یہ کام اس کے لئے خلاف طبیعت وفطرت بالکل نادر ہوتا ہے جس سے انتہائی نفرت اور غیر معمولی وحشت پیدا ہوتی ہے۔

اس فعل بد کے باعث انسان کو رنج وغم سے دوچار ہونا پڑتا ہے مستقبل میں افزائش نسل کی طرف سے مایوسی اور ماضی میں ضیاع قوت کا غم لاحق ہوتا ہے دوسرے فاعل اور مفعول ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں اس سے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور سینے کا نور ختم ہو کر ظلمت آ جاتی ہے اور دل کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے اور اس کے چہرے پر ہونق کی طرح وحشت برستی رہتی ہے جس کو ادنیٰ فراست والا دیکھ کر بھانپ لیتا ہے آخر میں سخت نفرت اور باہمی بغض وکینہ دونوں کے درمیان پیدا ہو جاتا ہے اور ازدواجی تعلق ٹوٹنے کی منزل تک پہنچ جاتا ہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا اس کار بد کا انجام بہر حال بھگتنا ہی پڑے گا۔

علاوہ ازیں فاعل ومفعول (شوہر و بیوی) کے حالات اس حد تک پیچیدہ ہو جاتے ہیں جن کی اصلاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی البتہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق عطا کر دے تو اصلاح ممکن ہے۔

نیز اس کار بد سے دونوں کے محاسن یکسر ختم ہو جاتے ہیں اور مصائب اس کی جگہ لے لیتے ہیں اس طرح دونوں کے درمیان محبت والفت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ باہمی بغض وکینہ ایک دوسرے پر طعن وتشنیع ان کا شیوہ بن جاتا ہے۔

اور یہ فعل نعمتوں کے زوال اور غضب الٰہی کے نزول کا سب سے بڑا سبب ہے اس لئے کہ یہ لعنت و غضب الٰہی کا سب سے بڑا سبب بنتا ہے اور اللہ اس کے فاعل سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور فاعل کی طرف ذرا بھی التفات نہیں کرتا اس قابل نفریں میں فعل کے بعد ہر چیز کی توقع ختم ہو جاتی ہے اور انسان کسی بھی برائی سے محفوظ نہیں رہتا اور وہ بندہ کس طرح زندہ رہ سکتا ہے جس پر لعنت الٰہی اور غضب خداوندی برس رہا ہو اور اللہ نے اس سے اپنی رحمت کی نظر پھیر لی اور اس کی طرف کبھی بھی نظر کرم نہیں کرتا۔

لواطت سے حیاء وشرم کا کلیۃً خاتمہ ہو جاتا ہے اور حیاء وشرم ہی سے دلوں کی زندگی برقرار رہتی ہے جب دل اسے گنوا دے گا تو پھر ہر قبیح چیز حسین وجمیل اور ہر اچھائی برائی لگنے لگتی ہے اس وقت انسان کا فساد قلبی اس مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے لوٹنا ممکن نہیں ہوتا۔

لواطت سے اس کی طبیعت مسخ ہو جاتی ہے جس ترکیب پر اللہ نے اس کی تخلیق فرمائی تھی وہ ختم ہو جاتی ہے انسان اپنی فطرت سے نکل کر ایسی طبیعت میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ اللہ نے اس انداز پر کسی حیوان کو مرکب نہیں فرمایا بلکہ وہ طبع منکوس ہے اور جب طبیعت مسخ ہو گئی تو دل بھی مسخ ہو جاتا ہے نہ کوئی عمل خیر باقی رہتا ہے نہ ہدایت تو اس وقت اعمال خبیثہ اور ھیئات شیطانیہ کو عمدہ سمجھنے لگتا ہے اور اب اضطراری طور پر اس کی حالت اس کا عمل اور اس کا انداز گفتگو سب بد سے بدتر ہو جاتا ہے۔

اور اعمال قبیحہ کی انجام دہی میں وہ اتنا جری ہو جاتا ہے کہ اس سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہ بے حیائی آنے والی نسلوں کے لئے ترکہ بن جاتی ہے کمینہ پن سفلہ پن اور ذلت کی سب سے نچلی سطح پر اتر آتا ہے۔

اور انسان بے شرمی اور نفرت کا لبادہ پہن لیتا ہے اور لوگ بھی اس کو اسی لبادہ میں دیکھنا پسند کرتے ہیں لوگ اسے کمینہ وذلیل سمجھتے ہیں اور ہر شخص اس کو ایک گھٹیا اور کمتر انسان جانتا ہے۔

اللہ کی بیشمار رحمتیں اور اس کی سلامتی اس ذات اقدس پر نازل ہو جس کی ہدایت وشریعت کی اتباع سے ہم کو سعادت دارین نصیب ہوئی اور جس کی مخالفت نے ہم کو دونوں جہاں کی تباہ و بربادی کے راستے پر ڈال دیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

۱۰۷-فصل

مضرت رساں جماع

مضرت رساں جماع کی دو قسم ہے ایک تو شرعی طور پر مضر ہے اور دوسرے فطری طور پر نقصان دہ ہے شرعی طور پر مضرت رساں جماع حرام ہے اس کے چند درجات ہیں جو اپنی نوعیت و مراتب کے اعتبار سے مختلف الامکان ہے بعض بہت زیادہ بدتر ہوتی ہے اور تحریم کی سطح بری ہوتی ہے تحریم عارض تحریم لازم سے کمتر درجہ کی ہے جیسے حالت احرام روزے اعتکاف میں جماع کی تحریم یا کفارہ ادا کرنے سے پہلے ظہار کرنے والے کے جماع کی تحریم یا حائضہ عورت سے وطی کرنے کی تحریم وغیرہ کہ ان تمام صورتوں میں جماع کرنے پر کوئی شرعی حد جاری نہیں ہوتی۔

تحریم لازم کی دو قسم ہے پہلی صورت یہ ہے کہ اس میں حلت کی کوئی صورت نہ ہو جیسے محرم عورتوں سے جماع کرنا یہ بدترین قسم کی مباشرت ہے ایسے لوگوں کو علماء کی ایک جماعت مثلاً امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے نزدیک قتل کر دینا واجب ہے اس سلسلے میں ایک حدیث مرفوع بھی موجود ہے۔[1]

---

[1] امام احمدؒ نے ۲/ ۲۹۵ میں ابوداؤد نے ۴۴۵۷ میں ترمذی نے ۱۳۶۲ میں نسائی نے ۶/ ۱۰۹ میں ابن ماجہ نے ۲۶۰۷ میں براء بن عازبؓ سے روایت نقل کی ہے یوں ہے: ((لَقِيتُ خَالِي وَمَعَهُ رَايَةٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ تُرِيدُ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةَ أَبِيهِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضْرِبَ عُنُقَهُ آخُذُ مَالَهُ.)) یعنی میں اپنے اماموں سے ملا جو جھنڈا لئے ہوئے تھے میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ نے ایسے لوگوں کی طرف بھیجا ہے جنھوں نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا کہ میں اسے قتل کر کے اس کا مال ضبط کر لوں اس حدیث کی سند حسن ہے اس کو ابوداؤد نے بھی ۴۴۵۶ میں مسدد کی حدیث سے عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِي الْجَهْمِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ کی سند کے ساتھ بایں الفاظ نقل کیا ہے: ((قَالَ بَيْنَا أَنَا أَطُوفُ عَلَى إِبِلٍ لِي ضَلَّتْ إِذَا قَبَلَ رَكْبٌ أَوْ فَوَارِسُ مَعَهُمْ لِوَاءٌ فَجَعَلَ الأَعْرَابُ يُطِيفُونَ بِي لِمَنْزِلَتِي مِنَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا أَتَوا قُبَّةً اسْتَخْرَجُوا مِنْهَا رَجُلًا فَضَرَبُوا عُنُقَهُ فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَذَكَرُوا أَنَّهُ أَعْرَسَ بِامْرَأَةِ أَبِيهِ.)) میں اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں تھا کہ ایک قافلہ جھنڈا کے ہمراہ میرے سامنے آیا اور دیہات کے لوگ میرے بارے میں تفتیش کرنے لگے کہ میرا حضور اکرمؐ سے کیا تعلق ہے پھر سب ایک قبہ کے پاس پہنچے اور اس میں سے ایک شخص کو ڈھونڈھ نکالا اور اس کو قتل کر دیا میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا۔ اس کی سند صحیح ہے اور یہ مسند ۴/ ۲۹۵ میں اسباط عن مطرف عن ابی الجھم عن ابی البراء کے طریق سے منقول

دوسری قسم یہ ہے کہ جس کا حلال ہونا ممکن ہو جیسے کسی شادی شدہ اجنبی عورت سے زنا کرنے میں دو طرح کے حقوق کا ضیاع ہوتا ہے ایک حق خداوندی اور دوسرا شوہر کا حق اور اگر جبراً اس کے ساتھ کیا گیا تو تین حقوق تلف ہوتے ہیں اور اگر اس کے اعزہ واقربا ہوں جو اس فعل شنیع کو عار سمجھتے ہوں تو چار حقوق پامال ہوتے ہیں اور اگر وہ زانی کی محرم ہے تو اس میں پانچ حقوق تلف ہوتے ہیں ایسی جماع کی مضرتیں تحریم کے درجہ تناسب سے شمار کرنی چاہئیں۔

اور طبعاً ضرر رساں جماع کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس میں ضرر کیفیت کے اعتبار سے ہو جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس میں مقدار وکمیت کے لحاظ سے مضرت ہو مثلاً کثرت جماع کہ اس سے قوت گر جاتی ہے اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں رعشہ فالج اور تشنج جیسی مہلک بیماریاں گھیر لیتی ہیں اور نگاہ اور دیگر اعضاء میں کمزوری آ جاتی ہے حرارت غریزی بجھ جاتی ہے اور مجاری بدن کشادہ ہو جاتے ہیں جو فضلات ردیہ موذیہ کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

جماع کا بہترین وقت غذا کے معدہ میں ہضم ہو جانے کے بعد ہی ہے ساتھ ہی ساتھ موسم کی مناسبت بھی ضروری ہے بھوک کے وقت جماع کرنا ممنوع ہے اس سے حرارت غریزی کم ہو جاتی ہے اور پر شکمی کی حالت میں بھی جماع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ایسے وقت میں جماع کرنے سے شدید امراض پیدا ہوتے ہیں اسی طرح آدمی تھکا ماندہ ہو تب بھی جماع مضر ثابت ہوتا ہے نیز غسل کرنے اور استفراغ کے بعد اور اسی طرح کسی نفسانی کیفیت مثلاً رنج وغم یا فرط مسرت وشادمانی کے وقت بھی جماع بے حد مضر ہے اور جماع کا عمدہ وقت رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد ہے جب کہ غذا کا ہضم اس کا مقابل نہ ہو پھر جماع کے بعد غسل یا وضو کرے اور سو جائے جماع کے بعد غسل کرنے کے بعد سونے سے اس کی ضائع شدہ قوت بازیاب ہو جاتی ہے اور جماع کے بعد حرکت وریاضت سے پرہیز کرے کیونکہ اس سے غیر معمولی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ) ہے اور آپ کے قول اعرس کے بارے میں خطابی نے بیان کیا کہ اس نے باپ کی بیوی کو اپنی بیوی بنا کر اس سے جماع کیا' اس کی حقیقت جماع کا گناہ ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذوات المحرم سے جماع کرنا زنا کے درجہ میں ہے۔ اور لفظ عقد کے مذکور ہونے کی وجہ سے حد ساقط نہیں ہوگی' ابن ماجہ نے ۲۶۰۸ میں صحیح سند کے ساتھ عن معاویہ بن قرۃ عن ابیہ کے طریق سے یوں روایت کیا ((قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلٰی رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃَ اَبِیْہِ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَہٗ وَاَصْفِی مَالَہٗ۔))

فصل-۱۰۸

مرض عشق کا علاج نبوی ﷺ

عشق کا شمار امراض قلب میں ہوتا ہے جو اپنے وجود اسباب اور علاج تینوں اعتبار سے دیگر امراض سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے جب یہ دل میں راسخ ہو جاتا ہے اور پوری طرح گھر کر لیتا ہے تو اس کا علاج اطباء کے لئے دشوار ہو جاتا ہے اور خود مریض بھی اس بیماری سے برگشتہ نظر آتا ہے۔

عشق کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو گروہوں کے متعلق کیا ہے ایک عورتوں سے عشق اور دوسرا امرد بچوں سے عشق پہلے قسم کا معاشقہ حضرت یوسف علیہ السلام سے عزیز مصر کی بیوی زلیخا کی والہانہ شیفتگی سے متعلق ہے اور دوسرے عشق کا تعلق قوم لوط سے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ○ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ○ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ.))

[حجر: ۶۷-۷۲]

"اور شہر والے فرشتوں کی حسین صورتیں دیکھ کر ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہوئے آئے حضرت لوط نے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں لہذا مجھے رسوا نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تم کو تمام دنیا کے (لوگوں کی مہمانیوں) سے منع نہیں کیا تھا؟ لوط نے کہا کہ یہ میری لڑکیاں حاضر ہیں اگر تم کرنا چاہتے ہو (تو ان سے عقد کر لو) تو جان کی قسم وہ اپنی مستی میں جھوم رہے تھے"۔

اور بعضوں نے جن کو رسول اللہ ﷺ کے مرتبت و منزلت کا صحیح طور پر علم نہیں آپ پر افتراء پردازی کی کہ آپ کو زینب بنت جحش سے عشق ہو گیا تھا اور آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا سبحان اللہ مقلب القلوب' اے دلوں کے پھیرنے والے خدا تو پاک ہے اور زینب کو دل دے بیٹھے اور زید بن حارثہ سے فرمایا کہ زینب کو روکے رکھو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

((وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِىْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ

اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ.)) [احزاب :۳۷]

''اور جب تو اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے انعام کیا ہے کہہ رہا تھا کہ تو اپنی بیوی کو روک رکھ اور خدا سے ڈر اور تو اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہا تھا جس کو (آخرکار) اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو (اس کے اظہار میں) لوگوں سے ڈرتا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو'' [1]

اسی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے یہ بدگمانی کی ہے کہ یہ شان عشق محمدی سے ہے' اور بعضوں نے تو غضب ہی کر دیا کہ عشق پر پوری ایک کتاب ہی لکھ ڈالی' جس میں انبیاء کے عشق کا ذکر کیا' اور اسی کی مناسبت سے اس واقعہ کو بھی بیان کیا' حالانکہ یہ بات اس کے قائل کی جہالت و نادانی اور قرآن سے ناواقفیت اور منزلت انبیاء و رسل سے بے بصیرتی پر دلالت کرتی ہے کہ اس نے قرآن کے حقیقی مفہوم کو بدل کر ایک دوسری بات لکھ دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کی نسبت کی جس سے خدا نے آپ کی برات ظاہر کی ہے' اس لئے کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں' جن کو نبی اکرم ﷺ نے بیٹا بنالیا تھا چنانچہ ان کو زید بن محمد کے نام پکارا جانے لگا اور زینب

---

[1] یہ بالکل بے بنیاد بات ہے' اس کو ابن سعد نے طبقات ۸/۱۰۱' ۱۰۲ میں بیان کیا اور حاکم نے ۴/۲۳ میں محمد بن عمر واقدی کے طریق سے بیان کیا ہے' جو متروک ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن عامر اسلمی سے روایت کیا ہے۔ جو ضعیف راوی ہے' اور عبداللہ نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت کی ہے' لیکن یہ ثقہ ہونے کے باوجود تابعی ہیں۔ اور اس کی روایت مرسل ہے۔ اس حدیث کے باطل ہونے پر بہت سے ناقدین حدیث نے متنبہ کیا ہے۔ اور فرمایا کہ اس حدیث کے نقل کرنے والوں اور اس سے استدلال کرنے والوں نے فہم آیت میں مقام نبوت کو کما حقہ نہیں پہچانا' اور ان کی عقل عصمت نبی کی حقیقت کا پہنچنے میں بڑی حد تک قاصر رہی اور نبی اکرم صلعم نے جو راز رکھا اور آپ تک اسے محدود کیا' جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا وہ آپ کے متعلق خبر تھی کہ زینب عنقریب آپ کی زوجہ ہوگی۔ اور اس کو چھپانے کا اصلی سبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا اندیشہ تھا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی' اور یہاں اللہ کو جاہلیت کی مروجہ رسم باطل کی تردید کرنی مقصود تھی' کہ متبنیٰ بنانے کی رسم کا پوری طرح ابطال ہو جائے کہ آپ نے اپنے (لے پالک) بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔ اور یہ عمل لوگوں کے سردار اور ان کے امام کے ذریعہ عمل میں آیا تا کہ وہ اس کو قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کریں' دیکھیے ابن عربی کی کتاب احکام القرآن ۳/۱۵۳۰' ۱۵۳۲' فتح الباری ۸/۴۰۴' تفسیر ابن کثیر ۳/۴۹۰' ۴۹۲ اور روح المعانی ۲۲/۲۴' ۲۵

چونکہ اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں' اس لئے ان کے اندر شان رفعت کے آثار موجود تھے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی اسی کو محسوس کرتے تھے اسی لئے انہوں نے ان کی طلاق کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے مشورہ کیا' رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس موقعہ پر فرمایا:

((اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ.))

''اپنی بیوی کو اپنے پاس روک رکھو اور اللہ سے ڈرو''۔

اس کے ساتھ ہی آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر زید نے ان کو طلاق دے دی تو میں خود اس سے شادی کرلوں گا البتہ ذہن میں یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر میں شادی کرلوں گا تو لوگ چہ میگوئیاں کریں گے کہ لیجئے پیغمبر نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی اس لئے کہ زید آپ کے بیٹے مشہور تھے' یہی وہ بات تھی جس کو آپ نے اپنے دل میں چھپایا تھا' اور یہی خدشہ لوگوں سے آپ کو درپیش تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی عطا کردہ نعمتوں کا شمار کرایا اور آپ پر معاتبہ نہیں کیا بلکہ آپ کو آگاہ کیا کہ جس چیز کو خدا نے آپ کے لئے حلال کردیا' اس بارے میں آپ کو لوگوں سے نہیں ڈرنا چاہئے اور صرف خدا ہی سے ڈرنا چاہئے' پھر جب خدا نے ایک چیز کو حلال کردیا تو پھر اس بارے میں لوگوں کی چہ میگوئیوں کا کوئی اندیشہ آپ اپنے دل میں نہ لائے اس کے بعد خدا نے اطلاع دی کہ زید کے ترک تعلق کے بعد پورے طور پر زینب بنت جحش کو آپ کے نکاح میں دے دیا تاکہ امت محمدیہ اس راہ پر چلنے میں آپ کی تابعداری کرے اور جو چاہے اپنے (لے پالک) بیٹے کی بیوی سے شادی کرے البتہ اس کے اپنے حقیقی لڑکے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں اس کی تحریم کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

((وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ.)) [احزاب — ۴۰]

''اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام کردی گئیں ہیں''۔

اور دوسری سورۃ میں فرمایا:

((وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ.)) [احزاب — ۴۰]

''اور محمد (ﷺ) تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں''

اسی سورۃ کے شروع میں فرمایا:

((وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ.))(احزاب:۴]

"اور اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا صلبی بیٹا نہیں بنایا یہ تو تمہاری اپنی منہ سے نکالی ہوئی باتیں ہیں"۔

رسول اللہ ﷺ سے اس دفاع کو سمجھنے کی کوشش کرو اور الزام تراشوں کی الزام تراشی کا جو دفاع ہم نے کیا ہے اس پر ذرا غور وفکر کرو۔

یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازدواج مطہرات سے والہانہ محبت فرماتے تھے اور ان میں سب سے زیادہ محبوب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں' لیکن ہر ایک سے محبت کی ایک حد تھی' خواہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں یا کوئی اور ان کی محبت کو وہ مقام حاصل نہ تھا' جو محبت آپ کو باری تعالیٰ سے تھی آپ سے یہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا.))

"اگر میں اہل مدینہ میں سے کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر کو اپنا دوست بناتا"۔[1]

((وَاِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ.))

"بیشک تمہارا ساتھی تو رحمٰن کا دوست ہے"[2]

۱۰۹-فصل

عشق الٰہی کا بیان

حسین صورتوں پر جان دینا اور عشق کرنا ایک بلا ہے جس میں وہی دل مبتلا ہوتے ہیں' جو محبت الٰہی سے خالی ہوتے ہیں اور خدا سے اعراض کرنے والے ہی اس کا شکار ہوتے ہیں اور جو خدا کی محبت کی تلافی اس کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز سے کرنا چاہتے ہیں لیکن جس کسی کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی

---

[1] بخاری نے ۷/۱۵ میں کتاب فضائل اصحاب النبی کے باب "لو کنت متخذاً خلیلا" کے تحت حدیث عبداللہ بن عباس سے اس کی تخریج کی ہے۔ اور امام مسلم نے ۲۳۸۳ میں کتاب فضائل الصحابہ کے باب من فضائل ابی بکر کے ذیل میں حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے اس کو نقل کیا ہے۔ اور شیخین حدیث ابوسعید خدری سے اس کی تخریج کرنے پر متفق ہیں۔

[2] امام مسلمؒ نے ۲۳۸۳ (۷) میں کتاب فضائل الصحابة کے تحت حدیث ابن مسعودؓ سے اس کو ذکر کیا ہے' اور امام ترمذی نے ۳۶۵۶ میں بایں الفاظ ((وَلٰكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ.)) نقل کیا ہے' یعنی لیکن تمہارا ساتھی اللہ کا دوست ہے۔

ہے' اور اللہ سے ملاقات کا شوق موجزن ہوتا ہے' تو پھر صورتوں سے شیفتگی کا مرض ختم ہو جاتا ہے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

((كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ.)) [یوسف : ۲۴]

''ہم اسی طرح اس کو بچاتے رہے تاکہ برائی اور بے حیائی کو اس سے پھیر دیں' کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں تھا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اخلاص عشق صوری کے دفاع کا سبب ہے بلکہ اس عشق صوری سے جو برائی اور بے حیائی کے نتائج برآمد ہوتے ہیں اس کا بھی یہ دفاع کرتا ہے' اس لئے سبب یعنی فحشاء کو ختم کر دیا تو اس کے خاتمہ کے بعد سبب بھی ختم ہو جائے گا اسی وجہ سے بعض سلف کا قول ہے کہ عشق خالی دل کی حرکت کا نام ہے' یعنی اس کے دل معشوق کے علاوہ ہر چیز سے بالکل خالی ہو' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا ذکر قرآن میں کیا ہے:

((وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ.)) [قصص :۱۰]

''اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل ہر چیز سے خالی تھا' مگر محبت کے اظہار کا اندیشہ تھا''۔

یعنی ان کا دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ ہر چیز سے خالی تھا' اس لئے کہ ماں کو موسیٰ سے بے پناہ محبت اور غیر معمولی تعلق تھا۔

عشق دو چیزوں سے مرکب ہوتا ہے' معشوق کو اچھا سمجھنا اور اس تک پہنچنے کی حرص کی حد تک خواہش جب ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز نکل جاتی ہے تو عشق کا نشہ بھی ہرن ہو جاتا ہے اور مرض عشق نے بہت سے دانشوروں کو بے دست و پا کر دیا اور بعضوں نے اس سلسلے میں ایسی گفتگو اور بحث کی کہ اس کی روشنی میں حقیقت تک رسائی دشوار ترین نظر آئی۔

ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا ہمیشہ سے اس کے خلق و امر میں یہ انداز رہا ہے کہ ہم جنسوں میں باہمی مناسبت اور وابستگی خود بخود ہو جائے اور طبعی طور پر ہر چیز کا رجحان اور کھنچاؤ اپنے مناسب و ہم جنس کی طرف ہوتا ہے' اور اپنے مخالف سے گریز کرتا ہے اور اس سے طبعاً نفرت پیدا ہوتی ہے اس لئے عالم علوی اور عالم سفلی دونوں میں ایک دوسرے کے مزاج سے قربت اور باہم دونوں میں یکسانیت کا راز تناسب و تشاکل میں مضمر ہے اور باہم دوری اور ایک دوسرے سے جدائی کا راز باہمی عدم تناسب اور عدم موافقت میں مضمر ہوتا ہے اسی پر پوری کائنات کا نظام قائم ہے ایک مثل دوسری ہم

مثل چیز کی طرف مائل ہوتی ہے اور اپنے موافق کی طرف اس کا رجحان ہوتا ہے اور مخالف اپنے مخالف سے گریز کرتا ہے اور اس سے دوری اختیار کرتا ہے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا.))

''وہی وہ معبود برحق ہے جس نے تم کو ایک جان آدم سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے تسکین قلبی حاصل کرے''۔ [اعراف:۱۸۹]

اللہ تعالیٰ نے مرد کے سکون قلبی کا سبب عورت کو بنایا کیونکہ وہ اس کی ہم جنس وہم جوہر ہے چنانچہ اس مذکورہ سکون کی علت حقیقی مرد وزن کے درمیان باہمی والہانہ محبت وشیفتگی ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت نہ خوبصورتی ہے اور نہ قصد وارادہ میں باہمی موافقت ہے اور نہ ہی وجود وہدایت کی یکسانیت ہے بلکہ یہ تمام چیزیں سکون قلبی اور محبت کے اسباب میں سے ہیں:

صحیح بخاری کی یہ مرفوع روایت بھی درست ہی معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا:

((اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ.))

''روحیں گروہ در گروہ ہیں ان میں سے جو ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں ان میں محبت ہو جاتی ہے اور جو ایک دوسرے سے نفرین ہوتی ہیں مختلف ہو جاتی ہے اور دور رہ جاتی ہے''۔[1]

اور مسند احمد وغیرہ میں اس حدیث کا پس منظر بیان کیا گیا کہ مکہ میں ایک عورت تھی جو لوگوں کو اپنی باتوں سے ہنساتی تھی وہ مدینہ آئی تو اس نے ایک ایسی عورت کے پاس قیام کیا جو خود مسخری تھی اسی موقعہ پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ.)) ''کہ روحیں گروہ در گروہ ہیں''۔[2]

---

[1] امام بخاری نے ۷/۲۶۳ میں کتاب الانبیاء کے باب اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ کے تحت حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ سے تعلیقاً اس کو نقل کیا ہے۔ اور امام مسلم نے ۲۶۳۸ میں کتاب البر والصلۃ کے باب اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ کے تحت حدیث ابو ہریرہ سے اس کو موصولاً بیان کیا ہے۔

[2] امام احمد نے ۲/۲۹۵، ۵۲۷ میں ابو داؤد نے ۴۸۳۴ میں اس کو بیان کیا اس کی اسناد صحیح ہے لیکن اس میں حدیث کے پیش کرنے کا سبب بیان نہیں کیا اور ابو یعلیٰ نے اس کو عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

((قَالَتْ كَانَتْ امْرَاَةٌ بِمَكَّةَ مَزَّاحَةٌ فَنَزَلَتْ عَلٰى امْرَاَةٍ مِثْلِهَا فِي الْمَدِيْنَةِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ صَدَقَ حِبِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ۔)) انہوں نے بیان کیا کہ مکہ میں ایک مسخری عورت تھی وہ جب مدینہ میں آئی تو اپنی جیسی مسخری ایک عورت کے پاس قیام کیا یہ خبر جب عائشہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فرمایا کہ میرے محبوب نے سچ فرمایا میں نے سنا کہ آپ فرمار ہے تھے کہ روحیں گروہ در گروہ ہیں۔

اللہ نے ہمیں شریعت مطہرہ میں ایک چیز کے حکم میں اس کے مثل حکم کا لحاظ رکھا ہے اس لئے شریعت میں دو متماثل چیزوں کا حکم الگ الگ نہیں ہو سکتا اور نہ دو متضاد چیزیں ایک حکم میں ہو سکتی ہیں' جس نے اس کے خلاف کوئی نئی بات پیدا کی تو اس کا سبب یہ ہوگا کہ شریعت سے وہ نا آشنا ہے یا اسے تماثل واختلاف کا پورے طور پر عرفان نہیں' یا وہ شریعت کی طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے' جس پر اللہ کی جانب سے کوئی دلیل و برہان نہیں نازل ہوئی بلکہ وہ لوگوں کی اپنی ذاتی رائیں ہیں' اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے مخلوق و شریعت دونوں کا وجود ہوا اور اس کے عدل و انصاف اور میزان کی بنیاد پر مخلوق و شریعت کا قیام عمل میں آیا' اور وہ عدل وانصاف اور حکمت کیا ہے؟ محض وہ حکمت دو متماثل چیزوں کے درمیان یکسانیت اور دو مختلف چیزوں کے درمیان تفریق ہے۔

اور یہ اصول جس طرح دنیا میں نافذ ہے' اسی طرح قیامت کے دن بھی اس کا نفاذ ہوگا خود باری تعالیٰ نے فرمایا:

((اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ.)) [صافات :۲۲' ۲۳]

''ظالموں (مشرکوں) اور ان کے ساتھیوں کو اور اللہ کے سوا جن معبودان باطل کی یہ پرستش کرتے تھے سب کو جمع کر کے جہنم کے راستے کی طرف لے جاؤ''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں ((اَزْوَاجَهُمْ)) سے ان کے ہم مثل اور ہم جنس لوگ مراد ہیں

ارشاد باری ہے:

((وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ.)) [تکویر :۷]

''اور جب نفوس کو ان کے مماثل کے ساتھ ملا دیا جائے گا''۔

یعنی ہر عمل کرنے والے کو اس کے ہم مثل وہم جنس کے ساتھ ملا دیا جائے گا چنانچہ دو محبان خدا جنت میں اکٹھا ہوں گے اور شیطان کی اطاعت میں جان دینے والے جہنم میں ساتھ ساتھ ہوں گے' اسی طرح آدمی اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت تھی خواہ بخوشی محبت ہو یا بکراہت۔

اور مستدرک حاکم وغیرہ میں نبی ﷺ سے مروی یہ روایت ہے' آپ نے فرمایا:

((لَا يُحِبُّ الْمَرْءُ قَوْمًا اِلَّا حُشِرَ مَعَهُمْ.))

''آدمی جس قوم سے محبت کرتا ہے' ان ہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا''۔[1]

محبت کی بہت سی قسمیں ہیں' ان میں سب سے قابل قدر اور عمدہ وہ محبت ہے جو اللہ کے لئے ہو' اور خدا ہی سے ہو اور یہ محبت محبان خدا سے محبت کو مستلزم ہے اور محبت الٰہی سے رسول اللہ کی محبت بھی ثابت ہوتی ہے۔

اور اسی محبت کی ایک قسم اور ہے جو کسی خاص طریقہ' دین یا مذہب یا صلہ رحمی یا پیشہ یا اسی طرح کی بہت سی چیزوں میں اتفاق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

ایک محبت محبوب سے کسی غرض کے حصول کی بنیاد پر ہوتی ہے کہ محبوب سے کوئی رتبہ یا مال حاصل ہو گا یا اس سے تعلیم اور رہنمائی حاصل ہوگی' یا اس سے اپنی کوئی ضرورت پوری ہو جائے گی ایسی محبت عارضی ہوتی ہے جو ضرورت پوری ہوتے ہی زائل ہو جاتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جس نے کسی ضرورت کے تحت تم سے دوستی کی وہ ضرورت پوری ہوتے ہی تم سے تعلق ختم کر لے گا۔

لیکن محبوب اور عاشق میں باہمی مناسبت و یکسانیت کی بنیاد جو محبت پیدا ہوتی ہے وہی دائمی محبت ہے جو جلدی فنا نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی عارض پیش آ جائے' جس سے وقتی طور پر ختم ہو جائے ایسا ممکن ہے

---

[1] امام احمدؒ نے ۶/۱۶۰،۱۵۴ میں اس کی تخریج کی اور نسائی نے حدیث عائشہ سے اس کو بایں طور نقل کیا ہے۔ ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلَاثٌ اَحْلِفُ عَلَيْهِنَّ لَا يَجْعَلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ لَهُ سَهْمٌ فِي الْاِسْلَامِ كَمَنْ لَا سَهْمَ لَهُ فَاَسْهُمُ الْاِسْلَامِ ثَلَاثَةٌ اَلصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالزَّكَاةُ لَا يَتَوَلَّى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا فَيُوَلِّيْهِ غَيْرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُحِبُّ رَجُلٌ قَوْمًا اِلَّا جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعَهُمْ، وَالرَّابِعَةُ لَوْ حَلَفْتُ عَلَيْهَا رَجَوْتُ اَنْ لَا آثَمَ لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں' جس کو خدا نے اسلام سے حصہ دیا اور جس کیلئے اسلام سے کوئی حصہ نہیں' دونوں کو یکساں نہ کرے گا۔

اسلام کے تین حصے ہیں' نماز' روزہ' اور زکوۃ اور خدا کسی بندہ کا دنیا میں ولی بن کر اس کو بروز قیامت کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے گا۔ اور جو آدمی جس قوم سے محبت رکھتا ہے۔ انہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کو رکھے گا۔ اور چوتھی چیز اگر میں اس پر قسم کھاؤں تو امید ہے کہ میں گنہگار نہ ہوں گا۔ جس بندے کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عیب پوشی کی قیامت کے دن بھی اس کی عیب پوشی کرے گا۔ اس کے تمام روای ثقہ ہیں۔ صرف ایک راوی شیبہ خضری ضعیف ہے۔ اور مسند میں خضری کے بجائے خضرمی ہے' جو کہ تحریف ہے۔ اس کا راوی عروہ ہے۔ جس کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں قرار دیا' لیکن حدیث ابن مسعود جو ابو یعلیٰ سے مروی ہے۔ اس کی شاہد ہے' اور حدیث طبرانی جو ابو امامہ سے مروی ہے۔ اس کی شاہد ہے۔ ان دونوں روایتوں سے یہ صحیح ہو جاتی ہے۔

اور عشق والی محبت اسی انداز کی ہوتی ہے' اس لئے کہ اس میں روحانی طور پر ایک دوسرے کو بہتر سمجھتے ہیں اور نفسیاتی یکسانیت بھی بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے' اس لئے کہ جب محبت ہوگئی تو پھر اس کو وساوس' عطیات' متعلقین سے تعلقات تیز راہ عشق میں پیش آنے والی چیزوں کو ضیاع و برباد کر دینے سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تمہارے بیان کے مطابق جب عشق کا حقیقی سبب اتصال اور روحانی تناسب ہے تو پھر یہ تناسب ہمیشہ عشق و معشوق دونوں طرف سے کیوں نہیں ہوتا؟ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عموماً یہ اتصال و تناسب صرف عاشق کی طرف سے ہی ہوتا ہے اگر اس تناسب نفسانی اور امتزاج روحانی کو عشق کے اندر دخل ہے تو پھر محبت دونوں میں یکساں طور پر مشترک ہونی چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی سبب سے مسبب مختلف ہو جاتا ہے' اس کی وجہ بعض شرائط کا فقدان ہوتا ہے' یا کوئی چیز مانع ہوتی ہے اور دوسری جانب سے محبت نہ ہونے کے سبب تین ہوتے ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ محبت میں کوئی خرابی ہو وہ یہ کہ محبت عارضی ہو' ذاتی نہ ہو اور عارضی محبت میں اشتراک ضروری نہیں ہوتا' بلکہ ایسی محبت میں محبوب سے نفرت بھی ہو جاتی ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ راہ محبت میں کوئی قوی مانع پیدا ہو جاتا ہے' جو محبوب کی محبت سے روک دیتا ہے مثلاً اس کا اخلاق یا اس کی بناوٹ یا اس کا کوئی طریقہ یا اس کی کوئی حرکت اس کو ناپسند ہو یا اس کا کوئی کام وغیرہ اس کو پسند نہیں' جس کے باعث محبت ہونے سے رہ جاتی ہے۔

تیسرا سبب محبوب سے متعلق ہوتا ہے وہ یہ کہ محبوب کی محبت میں کسی دوسرے کی شرکت مانع ہو جاتی ہے' اور اگر یہ مانع نہ ہو تو پھر عاشق سے اس کو ایسی ہی محبت ہو گی' جیسی اس کو اس کے مثل ایک دوسرے عاشق سے تعلق ہے کیونکہ عاشق راہ محبت میں کبھی شرکت گوارہ نہیں کر سکتا اگر یہ مواقع ختم ہو جائیں اور محبت ذاتی ہو تو پھر اس صورت میں جانبین سے یکساں طور پر محبت پائی جائے گی' اور حقیقت تو یہ ہے کہ کبر وحسد اور ریاست کا لالچ اور کفار کی دشمنی مانع نہ ہوتی تو انبیاء و رسل ان کی نگاہوں میں ان کے نفسوں' مالوں' اور اہل و عیال سے زیادہ محبوب ہوتے' چنانچہ ان کے بعد آنے والی نسل سے یہ چیز جب ختم ہو گئی تو رسولوں اور پیغمبروں سے محبت میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ ان کے اپنے اموال' جان اور اہل و عیال کی مطلق پرواہ نہ رہی۔

۱۱۰- فصل

علاج عشق

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق چونکہ دوسری بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہے' اس لئے اس کا علاج بہر حال ہونا چاہئے اس علاج کے لئے مختلف صورتیں ہیں ایک طریقہ علاج یہ ہے کہ اگر عاشق کو وصال محبوب کی کوئی صورت میسر آ جائے خواہ یہ شرعاً ہو یا خوش قسمتی سے ایسا مقدر ہو تو یہ وصال ہی اس کا علاج ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مذکور ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْیَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ.))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ نوجواناں تم میں سے جس کو جماع کی طاقت ہو اسے شادی کر لینا چاہئے' اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ روزے رکھے اس لئے کہ روزہ اس کے لئے ڈھال ہے۔"[1]

اس حدیث سے عاشق کے لئے دو طریقہ علاج بتلائے گئے ہیں' ایک اصلی اور دوسرا امکافاتی۔

اور آپ نے اس میں علاج اصلی کی ہدایت فرمائی اور یہی علاج اس بیماری کے لئے قدرتی طور پر وضع ہوا ہے' اس لئے کسی دوسرے علاج کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے جبکہ مریض یہ علاج کر سکتا ہو۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حدیث ابن عباسؓ کو مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّیْنِ مِثْلَ النِّکَاحِ.))

"دو محبت کرنے والوں کے لئے شادی جیسی کوئی چیز ہم نے نہیں دیکھی۔"[2]

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آزاد عورتوں اور لونڈیوں کو بوقت ضرورت حلال کرنے کے بعد اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

1. اس حدیث کی تخریج صفحہ نمبر ۴۲۴ پر گزر چکی ہے۔
2. اس کی تخریج صفحہ نمبر ۴۲۵ پر گزر چکی ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

((یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا.)) [نساء:۲۸]

''اللہ تمہاری تکلیف میں تخفیف کرنا چاہتا ہے' (کیونکہ) انسان کی خلقت (عموماً) ضعیف ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ انسان کی تکلیف کو تخفیف کرنے کا ذکر کیا اور اس کے ناتواں وضعیف ہونے کی اطلاع دی تاکہ معلوم ہو جائے کہ انسان اپنی خواہشات نفسانی کو قابو رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا' چنانچہ خدا نے اس کمزوری کا علاج ایک' دو تین اور چار پسندیدہ عورتوں سے شادی کرنے کو مباح کر کے شہوت کی زیر باری سے ہلکا کر دیا علاوہ ازیں لونڈیوں کو بھی اس کام کے لئے مباح فرمایا تاکہ انسان اگر ضرورت محسوس کرے تو اس شہوت کے علاج کے طور پر باندیوں سے بھی نکاح کرے اور اس کا یہ ضعف کہ دوسروں کی طرف متوجہ ہو' لونڈیوں سے شادی کر کے جائز طور پر اپنے اس بوجھ کو ہلکا کرے یہ اللہ تعالیٰ کی اس پر بہت بڑی رحمت ہے۔

۱۱۱-فصل

یاس وحرماں کے ذریعہ علاج عشق

اگر عاشق کو وصال محبوب کا کوئی راستہ نظر نہ آئے نہ شرعاً اور نہ یہ مقدر ہی ہو یا دونوں حیثیتوں سے یہ ادا کرنا اس کے لئے مشکل ہو حالانکہ یہ ایک مہلک بیماری ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے دل میں محبوب کی جانب سے مایوسی کا شعور پیدا کرے' اس لئے کہ نفس جب کسی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے تو اسے سکون مل جاتا ہے پھر اس کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتا اگر مایوسی سے بھی مرض عشق زائل نہ ہو اور طبعیت پوری طرح انحراف کرتی ہو تو اس کا دوسرا علاج تلاش کرنا چاہئے یعنی اپنی عقل کا علاج بایں طور کرنا چاہئے کہ خود کو سمجھانا چاہئے کہ ایسی چیز کی طرف دل کو متوجہ کرنا جس کا حصول ناممکن ہو ایک طرح کا جنون ہے' اس کا یہ عشق ایسا ہی ہے جیسے کوئی سورج سے عشق کر بیٹھے اور اس کی روح اس کی طرف پرواز کرتی رہے اور اسی کیساتھ آسمان میں گردش کرتی رہے ایسا شخص تو تمام دانشوروں کی نگاہ میں پاگلوں کے زمرہ میں شمار ہوگا۔

لیکن اگر وصال محبوب شرعاً مشکل ہو نہ کہ تقدیری طور پر تو اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنے کو تقدیر کے اسباب کی بناء پر معذور سمجھ لے اس لئے کہ خدا نے جس چیز کی اجازت نہیں دی ہے تو بندے کے علاج

اور اس کی نجات اس سے پرہیز کرنے پر موقوف ہے انسان اپنے آپ کو یہ سمجھائے کہ یہ ایک موہوم چیز ہے جس کے حصول کی کوئی صورت نہیں اور دنیا کے دیگر محالات کی طرح یہ بھی ایک محال چیز ہے اگر نفس امارہ اس بات کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو تو اسے دو باتوں میں سے کسی ایک کی بناء پر چھوڑ دو خشیت الٰہی کی بنیاد پر یا یہ کہ وہ محبوب جو اس کے نزدیک بہت زیادہ پیارا تھا اس کے لئے نفع بخش اور اس سے بہتر تھا نیز اس کی لذت اور سرور دائمی اور لازمی تھی وہ فوت ہو چکا ہے اس لئے کہ جب کوئی دانشمند جلد مٹنے والے محبوب کے حصول اور اپنے سے عظیم ترین محبوب شخصیت کے فوت ہونے کے درمیان موازنہ کرے گا جو اس سے زیادہ نافع دائمی اور پر کیف تھا تو اسے دونوں میں نمایاں فرق معلوم ہوگا اس لئے دائمی لذت جو لازوال ایسی چند ساعت کی لذت کے بدلے جو آنی جانی ہے فروخت نہ کرو اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خواب کی باتیں ہیں یا ایسا خیال ہے جس کے لئے ثبات نہیں جہاں یہ تصور ذہن میں آیا اسی سے یہ لذت ختم ہو جائے گی اور اس کی تلخی باقی رہے گی شہوت فنا ہو جائے گی اور بدنصیبی باقی رہے گی۔

دوسرا علاج کسی ناپسندیدہ چیز کا حصول جو اس محبوب کے فوت ہونے سے بھی زیادہ اس پر شاق گزرے بلکہ یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ اس سے دوچار ہوں ایک تو یہ کہ جو محبوب اس سے بھی زیادہ پیارا ہے فوت ہو جائے اور دوسرے کہ ایسی چیز کا حصول جو اس محبوب کے فوت ہونے سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہے ایسی صورت میں جب اسے یقین ہو جائے گا نفس کو اگر محبوب کی جانب سے اس کا حصہ دیا جائے تو یہ دونوں چیزیں سامنے آئیں گی تو اس کا چھوڑنا اس پر آسان ہوگا اور سمجھ لے گا کہ محبوب کے فوت ہونے پر صبر کر لینا ان دونوں پر صبر کرنے کے مقابل زیادہ آسان ہوگا چنانچہ اس کی عقل و دین اس کی مروت و انسانیت اس معمولی ضرر کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گی جو تھوڑے دنوں کے بعد ان دونوں چیزوں کے ختم ہو جانے کے بعد لذت و سرور اور فرحت و مسرت میں بدل جائے گی اور اس کی نادانی خواہش نفسانی اس کا ظلم و غضب اور اس کی خفت اسے اس بات کا حکم دیتی ہے کہ اس وقتی محبوب کو حاصل کر لو خواہ کچھ آئے یا جائے اور معصوم وہی شخص ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اگر اس کا نفس اس دوا کو بھی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو اور اس طریقہ علاج کی پرواہ نہ کرے تو اسے انتظار کرنا چاہئے کہ یہ شہوت فوری طور پر کتنی مشکلات لاتی ہے اور اس کی کتنی بھلائیوں کو روکتی ہے اس لئے کہ شہوت مفاسد دنیاوی کا سب سے بڑا مرکز ہے اور کتنی ہی بھلائیوں کو مٹانے میں اہم رول ادا کرتی ہے اس لئے کہ شہوت بندے اور اس کی بھلائی کے درمیان جو اس کے جملہ امور اور مفاد کی مضبوط بنیاد ہے حائل ہو جاتی ہے اور اس کے سارے کام بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔

اگر اس دوا کو بھی نفس نہ قبول کرے تو محبوب کی برائیاں اور اس کے عیوب ذہن نشین کرنا چاہئے اور وہ ساری باتیں سامنے رکھے جس سے محبوب سے نفرت پیدا ہو اس لئے کہ اگر محبوب کے پاس پڑ کر اس کے حصول کے متعلق تدبر و تفکر کرتا رہا تو پھر اس کی خوبیاں دوگنی ہو کر سامنے آئیں گی جس سے محبت میں اور اضافہ ہوگا اور اس کے قریبی لوگوں سے اس کے ان عیوب کو دریافت کرے جو اس پر مخفی ہیں' اس لئے کہ محاسن عشق و محبت کی پکار ہیں' اور ارادہ کے لئے رہنما کا کام کرتی ہیں' بالکل اسی طرح برائیاں اور عیوب و نقائص نفرت کے داعی اور بغض کے پیامبر ہوتے ہیں' اس لئے دونوں داعیوں کے درمیان موازنہ کرنا چاہئے اور ان میں جو کامیابی کے دروازے تک جلدی پہنچانے والا اور اس کے زیادہ قریب ہو اسی کو پسند کرنا چاہئے اور صرف رنگ روپ سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے کیونکہ بعض وقت جسم کا رنگ سفید ہوتا ہے' مگر برص زدہ ہوتا ہے اور جزام والا ہوتا ہے' لہذا نگاہ کو خوبصورتی ہی تک محدود نہ کرے بلکہ قبیح افعال و عادات پر ہی نظر ہونی چاہئے' اور خوش منظر چہرے اور خوبصورت و سڈول جسم کے دائرے سے آگے اس کی بھی اندرونی خرابیوں اور دل کی ہر آلائشوں پر بھی نظر رکھے۔

اگر ان تمام مذکورہ دواؤں سے بھی کام نہ چلے تو پھر صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ اس دربار میں عاجزی اور التجا کرے جو مجبور کی پکار کو سنتا ہے اور خود کو فریادی بنا کر آہ وزاری کرتے ہوئے ذلیل بن کر مسکنت کے انداز میں اسی کے دروازے پر ڈال دے جب بھی توفیق الٰہی ہوگی توفیق کے دروازے پر دستک ہونے کا موقع ملے گا اور پاکدامنی وعفت کا دامن ہاتھ میں مضبوط پکڑے ہوئے محبت کو پوشیدہ رکھے اور بار بار محبوب کی خوبیاں بیان کر کے اس کو سر بازار رسوا نہ کرے بلکہ حتیٰ الامکان اسے کوئی تکلیف نہ ہونے دے ورنہ وہ ظالم اور سرکش ہو جائے گا۔

اور رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی گئی اور موضوع حدیث سے کبھی دھوکا نہ کھائے' جس کو سوید بن سعیدؒ نے عن علی بن مسھر عن ابی یحییٰ القتات عن مجاھد عن ابن عباس عن النبی ﷺ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور اسی روایت کو علی بن مسہر نے بھی ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ عن النبی ﷺ کے طریق سے روایت کیا ہے اور اس روایت کو زبیر بن بکار نے عن عبدالملک بن عبدالعزیز بن ماجشون عن عبدالعزیز ابن ابی حازم عن ابی بخیح عن مجاھد عن ابن عباس عن النبی ﷺ کی اسناد کے ساتھ بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

((اَنَّهٗ قَالَ مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ.))

''آپؐ نے فرمایا کہ جس نے عشق کیا اور عفت و پاکدامنی اختیار کی پھر اس کی موت ہو گئی تو

وہ شہید مرا"۔

ایک دوسری روایت بایں الفاظ مذکور ہے:

((مَنْ عَشِقَ وَ كَتَمَ وَعَفَّ وَصَبَرَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.))

"جس نے عشق کیا اور اسے پوشیدہ رکھا' باعفت رہا اور صبر کیا تو خدا اسے بخش دے گا' اور اس کو جنت میں داخل کرے گا"۔[1]

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں اور نہ یہ کلام رسول ہی ہو سکتا ہے' اس لئے کہ شہادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بلند مقام ہے جو صدیقیت کے مقام کے برابر ہے' اس کے لئے خاص قسم کے اعمال واحوال کی ضرورت ہوتی ہے' جو درجہ شہادت کے حصول کے لئے شرط ہیں۔

چنانچہ اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک عام اور دوسری خاص خاص شہادت یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جان دے دینا۔

اور عام شہادت پانچ ہیں' جن کا ذکر صحیح بخاری[2] کی حدیث میں آیا ہے' ان میں عشق کا کوئی ذکر

---

[1] خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ۵/۱۵۶'۲۶۲'۶/۵۰'۵۱ اور ۱۳/۱۸۴ میں اور ابن عساکر وغیرہ نے اس حدیث کو مختلف طرق سے بیان کیا ہے۔سوید بن سعید حدثنی علی بن مسھر عن ابی یحییٰ القتات عن مجاہد عن ابن عباسؓ یہ سند حدیث ہے' اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں سوید اور ابو یحییٰ دونوں ضعیف ہیں۔ ائمہ حدیث متقدمین اس حدیث کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔ اور اس میں سعید پر سب سے زیادہ جرح کی ہے۔ مولف نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے' خرائطی کے نزدیک اس کے دیگر طرق بھی ہے۔ "اعتدال القلوب" میں' مولفؒ نے "روضۃ المحبین" صفحہ نمبر ۱۸۲ میں تحریر کیا ہے کہ یہ یعقوب بن عیسیٰ کی روایت ہے۔ جو ضعیف راوی ہے اسکو دلیل میں نہیں لایا جاسکتا" ناقدین حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے اور اس کو کذاب قرار دیا ہے۔

[2] امام بخاریؒ نے ۶/۳۲'۳۲ میں کتاب الجہاد کے باب الشہادۃ سبع سوی القتل کے تحت اور امام مسلم نے ۱۹۱۴ میں کتاب الامارۃ کے باب بیان الشہداء کے ذیل میں حدیث ابو ہریرہ کو بایں الفاظ نقل کیا ہے۔((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِقُ وَ صَاحِبُ الْهَدَمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.)) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء کل پانچ قسم کے لوگ ہیں' مرض طاعون میں مرا ہو۔ پیٹ کی بیماری سے مرے۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والا' کسی عمارت سے دب کر مرنے والا' اور خدا کی راہ میں مرنے والا' اور امام مالکؒ نے موطا ۱/۲۳۳'۲۳۴ میں' ابوداؤد نے ۳/۱۱ میں' نسائی نے ۴/۱۳'۱۴ میں اور ابن ماجہ نے ۲۸۰۳ میں حدیث جابر بن عتیک کی مرفوع سند کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔((اَلشُّهَدَاءُ سَبْعَةٌ سِوَى الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِقُ شَهِيْدٌ وَ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْحَرِقُ شَهِيْدٌ وَالَّذِيْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدَمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْاَةُ تَمُوْتُ بِجَمْعٍ شَهِيْدَةٌ.)) شہداء کل سات ہیں۔ (بقیہ آئندہ)

نہیں ہے' اور اس کا ذکر بھی کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ عشق محبت میں ترک ہو گیا ہے۔

شرکت کا درجہ میں ہو' اور عشق الٰہی سے دل خالی اور روح وقلب دونوں کو خدا کے سوا کسی دوسرے کے سپرد کرنا ہوتا ہے' اور اللہ کے سوا کسی سے محبت وعشق کر کے درجہ شہادت کا حصول ایک محال بات ہے' اس لئے کہ دل کا صورتوں پر نچھاور کرنا تمام مفاسد میں سے سب سے بڑا مفسدہ ہے بلکہ وہ روح کی شراب ہے جس سے اس پر نشہ طاری ہو جاتا ہے اور یہ نشہ اس قدر مدہوش کر دیتا ہے کہ ذکر الٰہی' عشق خدا اور اس سے مناجات کا سرور وکیف اور اس سے انسیت کا جزبہ یک لخت ختم ہو جاتا ہے' اور دل کی عبادت کا رخ دوسرے کی طرف ہو جاتا ہے اس لئے کہ عاشق کا دل معشوق کی بندگی میں منہمک رہتا ہے' یہ الگ بات ہے کہ عشق خلاصہ عبودیت ہے' اس لئے کہ عاشق محبت میں اپنے محبوب سے ذلت وانکساری اور محبت وتعظیم میں لگا رہتا ہے پھر ایسی صورت میں جب کہ دل غیر اللہ کا پجاری ہو کیونکہ اس کو موحدین کے اعلیٰ ترین لوگوں اور سرداروں میں شمار کیا جائے' اور اولیاء اللہ کے مخصوص لوگوں کے زمرہ میں اسے گردانا جائے' یہ کیسے ممکن ہے۔

اگر بالفرض اس حدیث کی سند سورج کی طرح بالکل واضح ہو تو یہ غلطی اور وہم پر محمول ہوتی ہے کیونکہ کسی بھی صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے عشق کا لفظ ثابت نہیں ہے۔

پھر عشق کی بعض صورتیں حلال اور بعض حرام ہیں' پھر کیسے یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر ایسے عاشق کو جو عشق چھپائے اور عفیف بن کر رہے' اس کے شہید ہونے کا حکم لگائیں گے' آپ اگر مشاہدہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بہتیرے غیروں کی بیویوں سے عشق کرتے ہیں اور بہت سے امرد لڑکوں اور زانی عورتوں پر جان دیتے ہیں کیا ایسے عشق سے درجہ شہادت مل سکتا ہے اور بدیہی طور پر کیا یہ دین محمدی کے خلاف نہیں ہے؟ پھر یہ کیسے ممکن ہے جب کہ عشق ایک خطرناک بیماری ہے جس کی

(گذشتہ سے پیوستہ) راہ خدا میں قتل ہونے کے علاوہ' طاعون زدہ شہید ہے۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والا شہید' ذات الجنب کی بیماری میں مرنے والا شہید' پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید' جل کر مرنے والا شہید ہے عمارت سے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے' اور حالت زچگی میں مرنے والی عورت بھی شہید ہے' ابن حبان نے ۱۶۱۶ میں' حاکم نے ۱/۳۵۲ میں اس کو صحیح قرار دیا' اور ذہبی نے اس کو موافقت کی اسی باب میں حاکم نے ۲/۱۰۹ میں عمر سے اور ابو داؤد نے ۲۴۹۹ میں ابو مالک اشعری سے' اور حاکم نے ۲/۷۸ میں ابو مالک ہی سے اور بخاری نے ۱۰/۱۶۲' ۱۶۴ میں انس اور عائشہ سے اور امام احمد بن حنبل نے ۴/۲۰۱ اور ۵/۳۲۳ میں عبادہ بن صامت سے اور دارمی نے بھی ۲/۲۰۸ میں عبادہ ہی سے اور امام احمد بن حنبل نے ۴/۱۵۷ میں عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے۔

دوائیں شرعی اور فطری دونوں حیثیتوں سے اللہ نے بنائی ہیں' اگر عشق حرام قسم کا ہو تو اس کا علاج کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

اگر آپ ان امراض و آفات پر ذرا سا بھی غور و فکر کریں گے' جن کو رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے لئے شہادت قرار دیا تو آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ یہ ایسی بیماریاں ہیں جو لا علاج ہیں جیسے طاعون زدہ اسہال کا مریض' مجنون' آتش زدہ' پانی میں ڈوب کر مرنے والا شخص اور اس عورت کی موت جو زچگی کے عالم میں ہو یہ ساری بیماریاں اللہ کی جانب سے ہیں اس میں انسانی کاوش کا کوئی دخل نہیں اور نہ اس کا کوئی علاج ہی ہے اور ان کے اسباب میں بھی حرمت کا کوئی شائبہ نہیں اور نہ اس پر فساد قلب اور غیر اللہ کی عبودیت مرتب ہوتی ہے جو عشق کا خاصہ ہے۔

اگر اس حدیث کے بطلان کے لئے پیش کردہ حقائق کافی نہ ہوں تو پھر ناقدین حدیث کی طرف رخ کرنا چاہئے جو احادیث اور اس کے علل کو بخوبی جاننے والے ہیں اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی امام حدیث نے بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کی گواہی نہیں دی اور نہ کسی نے اس کو حسن ہی قرار دیا ہے بلکہ انہوں نے کھلے لفظوں میں حدیث سوید کا انکار کیا ہے' اور انہوں نے اس کو اس حدیث کی وجہ سے مرتکب کبائر گردانا ہے' اور بعض محدثین نے اس حدیث کی بنیاد پر اس سے جنگ وقتال کو مباح قرار دیا ہے چنانچہ ابو احمد بن عدی نے اپنی ''کامل'' میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث سب سے زیادہ منکر ہے' جس کو سوید نے بیان کیا ہے امام بیہقی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس پر محدثین کا انکار موجود ہے' اسی طرح ابن طاہر ''ذخیرہ'' میں بیان کیا ہے' اور حاکم نے ''تاریخ نیسابور'' میں اس کو ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس حدیث پر تعجب ہے' اگر اس میں سوید راوی نہ ہوتا تو یہ شاید صحیح اور ثقہ ہوتی۔

علامہ ابو الفرج ابن جوزی نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں اس کو بیان کیا ہے اور ابو بکر رزاق پہلے اس حدیث کو سوید سے بسند مرفوع روایت کرتے تھے جب ان پر ملامت کی گئی تو انہوں نے اسناد سے نبی ﷺ کو گرا دیا اور مسند کو ابن عباس تک محدود رکھا۔

اور سب سے بڑی مصیبت اس حدیث میں یہ ہے کہ اس کی سند ہشام بن عروہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی ﷺ تک لے جائی گئی ہے' جس کو حدیث کی ادنیٰ معرفت ہو گی اور جو اس کے علل سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہو گا' وہ اس کو کبھی حدیث تسلیم ہی نہیں کر سکتا اور نہ وہ یہ مان سکتا ہے کہ یہ حدیث ((ماجشون عن ابن ابی حازم عن ابن ابی نحیح عن مجاهد عن.)) ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعاً ثابت ہے اور اس حدیث کے ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونے کی صحت کی بات بھی قابل

غور ہے اس لئے کہ سوید جو اس حدیث کا راوی ہے اس پر لوگوں نے بڑی لعن طعن کی ہے' اور یحییٰ بن معین نے تو اس حدیث کا سختی سے انکار کیا ہے اور کہا کہ یہ ساقط کذاب ہے' اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں اس سے قتال کرتا' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سوید متروک الحدیث ہے امام نسائی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ یہ ثقہ نہیں ہے' امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ نابینا ہوگیا' ایسی حدیثیں بیان کی جو حدیث رسول ہو ہی نہیں سکتیں ابن حبان نے کہا وہ ثقہ راویوں سے مفصل روایتیں نقل کرنے کا عادی ہے لہٰذا اس کی روایت سے اجتناب کرنا چاہئے اس سلسلہ میں سب سے بہتر بات ابو حاتم رازی کی ہے کہ وہ سچا تو ہے مگر حدیث میں تدلیس بہت زیادہ کرتا تھا دار قطنی رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا کہ وہ ثقہ تو تھا مگر بڑھاپے میں جب اس پر ایسی حدیثیں پڑھی جاتیں جس میں کچھ نکارت ہوتی تو وہ سن کر اس کی اجازت دے دیا کرتا تھا اس کی حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا تو ان کو ملامت کیا گیا لیکن امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی صرف ان حدیثوں کو بیان کیا ہے جو دوسرے طرق سے بھی مروی ہیں اور اس میں منفرد بھی نہیں اور نہ وہ منکر ہے اور نہ شاذ ہے مگر یہ مذکورہ حدیث تو بالکل منکر ہے واللہ اعلم۔

۱۱۲-فصل

خوشبو کے ذریعہ حفظان صحت کی بابت ہدایت نبوی

عمدہ خوشبو روح کی غذا ہے' اور روح قوائے انسانی کے لئے سواری ہے اور قوی میں خوشبو سے بالیدگی آتی ہے اور دماغ' دل اور تمام باطنی اعضاء کو نفع پہنچتا ہے قلب کو فرحت ملتی ہے نفس خوش ہوتا ہے اور روح میں بالیدگی آتی ہے خوشبو روح کے لئے نہایت موزوں چیز ہے' اور جان بخش ہے' روح اور عمدہ خوشبو کے درمیان قریبی تعلق پایا جاتا ہے' اس لئے پیغمبر رسول اللہ ﷺ کی دنیا کی دو محبوب ترین چیزوں میں سے ایک خوشبو بھی تھی۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ آپ کبھی خوشبو رد نہیں فرماتے تھے۔[1]

اور صحیح مسلم میں نبی ﷺ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

((مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ طَيِّبُ الرِّيحِ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ.))

---

[1] امام بخاری نے ۳۱۲/۱۰ میں کتاب اللباس کے باب من لم یرد الطیب کے تحت حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نقل کیا ہے۔

"جس کسی کو خوشبو پیش کی جائے وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ وہ سب سے بہتر خوشبو اور ہلکے محمل والی ہے"۔[1]

سنن ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت موجود ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيبٌ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرَّائِحَةِ.)) [2]

"جس کو خوشبو پیش کی جائے تو اسے واپس نہ کرے اس لئے کہ یہ ہے بار ہلکا تحفہ ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہے"

مسند بزار میں نبی ﷺ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَّادٌ يُحِبُّ الْجُوْدَ فَنَظِّفُوْا اَفْنَاءَ كُمْ وَسَاحَاتِكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ يَجْمَعُوْنَ الْاَكُبَّ فِيْ دُوْرِهِمْ.))

"اللہ پاک ہے، پاکی کو پسند فرماتا ہے، پاکیزہ ہے پاکیزگی اسے محبوب ہے کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے سخی ہے جود و سخا کو پسند فرماتا ہے لہذا اپنے صحنوں اور آنگن کو صاف شفاف رکھو، اور یہود کی طرح مت ہو جاؤ جو اپنے گھروں میں کوڑا کرکٹ جمع رکھتے ہیں"۔[3]

ابن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے پاس "سکہ" نامی ایک طرح کی خوشبو تھی، جس کو آپ استعمال کرتے تھے۔

---

[1] امام مسلمؒ نے ۲۲۵۳ میں کتاب الالفاظ من الادب کے باب استعمال المسک کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے۔

[2] ابوداؤد نے ۴۱۷۲ میں کتاب الترجل کے باب فی رد الطیب میں اور نسائی نے ۱۸۹/۸ میں کتاب الزینۃ کے باب الطیب میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے، اس کو ابن حبان نے ۱۴۷۳ میں صحیح قرار دیا ہے۔

[3] ترمذی نے ۲۸۰۰ میں حدیث سعد بن ابی وقاصؓ سے اس کو بیان کیا ہے، اس کی سند میں خالد بن الیاس راوی ہے۔ جس کو "تقریب" میں، متروک الحدیث کہا گیا ہے۔ لیکن "اوسط" ۲/۱۱ میں طبرانی نے مجمع البحرین سے لے کر سعد سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ جو یوں ہے۔ طهروا افنیتکم فان الیهود لا تطهرا فنیتها کہ اپنے صحن خوب صاف رکھو، کیونکہ یہود اپنے صحنوں کو صاف نہیں رکھتے، اس کی سند حسن ہے۔ اس باب میں امام مسلم نے ۹۱ میں ترمذی نے ۱۹۹۹ میں ابن مسعود سے مرفوعاً روایت بایں الفاظ کی ہے۔ ((ان الله جمیل یحب الجمال إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَوَّادٌ يُحِبُّ الْجُوْدَ وَيُحِبُّ مَعَالِيَ الْاَخْلَاقِ وَيَكْرَهُ سَفْسَافَهَا)) اور بیہقی نے طلحہ بن عبید اللہ سے بیان کیا، اور ابونعیم نے "حلیۃ" ۲۹/۵ میں ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اِنَّ لِلّٰہِ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ وَاِنْ کَانَ لَہٗ طِیْبٌ اَنْ یَمَسَّ مِنْہُ.))

''ہر مسلمان پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ ہر ہفتہ غسل کرے اور اگر اسے خوشبو میسر ہو تو لگائے''۔[1]

خوشبو کی خاصیت یہ ہے کہ فرشتے اسے پسند کرتے ہیں' اور شیاطین اسے ناپسند کرتے ہیں اور شیاطین کو سب سے زیادہ محبوب ناپسندیدہ بدبو ہے' اور پاکیزہ روحیں عمدہ خوشبو محبوب رکھتی ہیں' اور ناپاک وخبیث روحوں کو گندگی اور بدبو سے آسودگی ہوتی ہے اور ہر روح اپنے ذوق کے مناسب چیز کی طرف مائل ہوتی ہے چنانچہ گندگیاں اور خبائث گندے لوگوں کے لئے ہیں اور وہ گندگیاں ہی محبوب رکھتے ہیں اور پاکیزگی پاکیزہ لوگوں کے لئے ہے اور یہ لوگ عمدہ اور پاکیزہ چیزوں کو پسند کرتے ہیں یہ اگرچہ عورتوں اور مردوں کے سلسلہ میں ہے مگر تمام اعمال واقوال میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے' کھانے اور پینے کی چیزوں اور خوشبو' بدبو میں بھی یہی قانون جاری ہے یہ اس لئے ہے کہ یا تو اس لفظ عام ہے یا اس لفظ کا مفہوم عام ہے۔

۱۱۳-فصل

آنکھوں کی حفاظت کا طریقہ نبوی ﷺ

ابوداؤد نے اپنی سنن میں عبدالرحمٰن بن نعمان بن معبد بن ہوذہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے' عبدالرحمٰن نے اپنے باپ نعمان سے انہوں نے ان کے دادا معبد بن ہوذہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوتے وقت مشک آمیز سرمہ لگانے کا حکم دیا' اور فرمایا کہ روزہ دار اس سے اجتناب کرے۔[2]

---

[1] بخاری نے ۲/۳۰۶ میں حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ اس کو بیان کیا ہے۔ اَلْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ وَاَنْ یَسْتَنَّ وَاَنْ یَمَسَّ طِیْبًا اِنْ وَجَدَ۔

[2] ابوداؤد نے ۲۳۷۷ میں کتاب الصوم کے باب فی الکحل عند النوم للصائم کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اور نعمان بن معبد بن ہوذہ مجہول ہے۔ ابوداؤد نے بیان کیا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ یعنی سرمہ والی حدیث۔

اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ
((كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ.))
''نبی ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی' جس سے آپ تین تین بار ہر آنکھ میں سرمہ لگاتے تھے''۔[1]

ترمذی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔
((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اكْتَحَلَ يَجْعَلُ فِي الْيُمْنٰى ثَلَاثًا يَبْتَدِئُ بِهَا وَ يَخْتِمُ بِهَا فِي الْيُسْرٰى ثِنْتَيْنِ.))
''رسول اللہ ﷺ جب سرمہ لگاتے تو دائیں آنکھ میں تین بار لگاتے' اسی سے شروع کرتے' اور اسی پر ختم کرتے' اور بائیں آنکھ میں دو بار لگاتے''۔[2]
اور ابوداؤد نے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
((مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوْتِرْ.)) ''جو شخص سرمہ لگائے طاق لگائے''[3]
اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں آنکھوں کی نسبت سے طاق مراد ہے کہ ایک میں تین بار اور دوسری میں دو بار اور دائیں طرف سے ابتداء کرنا بہتر اور افضل ہے یا ہر آنکھ کے اعتبار سے طاق مراد ہے'

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۴۹۹ میں' ترمذی نے ۱۷۵۷ میں' احمد نے ۱/۳۵۴ میں اور ترمذی نے ''شمائل'' ۱/۱۲۵'۱۲۶ میں اس کی تخریج کی ہے' اس کی اسناد عباد بن منصور کی ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مزید برآں اس کی یادداشت کے خراب ہونے اور اس کے تدلیس و تغیر کی بنیاد پر وہ ضعیف ہے۔

[2] ترمذی کی یہ حدیث ابن عباس سے پہلے گزر چکی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ آپ ہر آنکھ میں تین تین بار سرمہ لگاتے تھے۔ لیکن اس روایت کو ابوالشیخ نے ''اخلاق النبی'' صفحہ ۱۸۳ میں حدیث انس سے بیان ہے کہ رسول خدا اپنی دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو بار اثمد کا سرمہ لگاتے تھے۔ اس کی سند عمدہ ہے' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ طبرانی نے ''الکبیر'' ۳/۱۱۹ میں حدیث ابن عمرؓ سے مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ جب سرمہ لگاتے تو دائیں آنکھ میں تین اور بائیں میں دو سلائی پھیرتے تھے۔ اس طرح وتر پر عمل کرتے' اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں۔

[3] ابوداؤد نے ۳۵ میں کتاب الطہارۃ کے باب الاستفار فی الخلاء میں' داری نے ۱/۱۶۹' ۱۷۰ میں' اور ابن ماجہ نے ۳۳۷ میں حدیث ابوہریرہؓ کو بیان کیا ہے' اس کی سند میں حسین جرانی راوی ہے۔ جس کو حافظ ابن حجر نے ''تقریب'' میں مجہول لکھا ہے۔ اسی طرح اس سے روایت کرنے والا راوی ابوسعید کا بھی حال ہے۔ اس کے باوجود ابن حبان نے ۱۳۲ میں اور عینی نے اپنی ''عمدۃ القاری'' ۱/۷۱۲ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر کی رائے مضطرب ہے' چنانچہ انہوں نے ''فتح الباری'' ۱/۲۲۵ میں اس کو حسن کہا' اور تلخیص ۲/۱۰۳ میں ضعیف لکھا ہے۔

اسی طرح ہر آنکھ میں تین تین بار لگایا جائے' یہ دونوں مذکور قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ کے مذہب میں موجود ہیں۔

سرمہ آنکھوں کی حفاظت کا ضامن ہے' نور نظر کے لئے تقویت ہے اور اس کے لئے جلاء ہے اور مادہ ردیہ کو کم کرتا ہے اور اس کو باہر نکال پھینکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ آنکھوں کو زینت بخشتا ہے' اور سونے کے وقت سرمہ لگانے میں خاص بات یہ ہوتی ہے کہ اس سے سرمہ آنکھوں میں باقی رہتا ہے اور اس طرح آنکھ پورے طور پر سرمہ کو سمو لیتی ہے اور آنکھیں نیند کے وقت حرکت سے بھی باز رہتی ہیں' اس لئے حرکت سے جو نقصان ہوتا ہے نیند کے وقت اس سے آنکھیں محفوظ رہتی ہیں اور طبعیت اس کے کام میں پورے طور پر لگ جاتی ہے' اور اثمد میں اس کے علاوہ بھی خوبیاں ہیں۔

اور سنن ابن ماجہ میں سالم اپنے باپ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُوْ الْبَصَرَ وَ يُنْبِتُ الشَّعْرَ.))

''تم اثمد بطور سرمہ استعمال کیا کرو' اسلئے کہ یہ آنکھوں کو جلاء بخشتا ہے اور پلک کے بالوں کو اگاتا ہے''۔[1]

اور ابو نعیم کی کتاب میں مذکور ہے:

((فَإِنَّهُ مُنْبِتَةٌ لِلشَّعْرِ مُذْهِبَةٌ لِلْقَذَى مُصَفَّاةٌ لِلْبَصَرِ.))

''اس لئے کہ اثمد پلکوں کو گھنیری کرتا ہے اور آلائشوں کو ختم کر کے' آنکھوں کو نور بخشتا ہے''۔[2]

اور سنن ابن ماجہ میں بھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ أَكْحَالِكُمُ الإِثْمِدُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَ يُنْبِتُ الشَّعْرَ.))

''تمہارے سرموں میں سب سے بہتر سرمہ اثمد ہے جو آنکھوں کو جلا بخشتا ہے' اور پلکوں کے بالوں کو اُگاتا ہے''۔[3]

---

1. ابن ماجہ نے ۳۴۹۵ میں اس کو بیان کیا ہے' اس کی سند میں عثمان بن عبدالملک نامی راوی لین الحدیث ہے۔ اور بقیہ راوی ثقہ ہیں' ابن عباس کی آنے والی حدیث اس کی شاہد ہے۔

2. ابو نعیم نے ''حلیۃ'' ۳/ ۱۷۸ میں اور طبرانی نے ''الکبیر'' نمبر ۱۸۳ میں حدیث علیؓ سے اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ حافظ عراقی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ حافظ منذری اور حافظ ابن حجر نے اس کو حسن کہا ہے۔ اور ابن عمر کی حدیث جو گزر چکی اور ابن عباس کی حدیث جو آگے آرہی ہے۔ اس کی شاہد ہیں۔

3. اس حدیث کی تخریج ابن ماجہؒ نے ۳۴۹۷ میں' امام احمد بن حنبلؒ نے ۳۰۳۶ اور ۳۴۲۶ میں اور ابو داؤد نے ۳۸۷۸ میں اور بیہقی نے ۳/ ۲۴۵ میں کی ہے اس کی اسناد صحیح ہے' ابن حبان نے ۱۴۳۹ اور ۱۴۴۰ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۱۴- فصل

رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ مفرد دواؤں اور غذاؤں کا بیان باعتبار حروف تہجی

''حرف ھمزہ''

اثمد: سیاہ سرمہ کا ایک پتھر ہوتا ہے جو اصفہان سے حاصل کیا جاتا ہے اثمد کا اعلیٰ ترین پتھر وہ ہوتا ہے جسے مغرب کے دوسرے ممالک سے بھی حاصل کیا جاتا ہے اثمد کی اعلیٰ قسم وہ ہے جو بہت جلد ریزہ ریزہ ہو جائے' اور اس کے ریزوں میں چمک ہو اور اس کا اندرونی حصہ چکنا ہو اور گرد و غبار سے پاک ہو۔

اس کا مزاج بارد یابس ہے' نظر کے لئے نفع بخش اور مقوی ہے اور آنکھ کے اعصاب کو مضبوط کرتا ہے اور اس کی صحت کا ضامن ہے اور زخموں کو مندمل کر کے پیدا شدہ گوشت کو نکال دیتا ہے اور اس کے میل کچیل کو ختم کر کے اس کو جلا بخشتا ہے اور اگر پانی آمیزہ شہد میں سرمہ کو ملا کر استعمال کیا جائے' تو درد سر ختم ہو جاتا ہے اگر اس کو باریک کر کے تازہ چربی میں آمیز کر کے آتش زدہ حصہ پر ضماد کیا جائے تو خشک ریشہ نہیں ہو گا اور جلنے کی وجہ سے پیدا ہونے والے آبلے کو ختم کرتا ہے اور یہ خاص طور پر بوڑھوں اور کمزور نگاہ والے لوگوں کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے' اور اگر اس کے ساتھ تھوڑا سا مشک ملا کر استعمال کیا جائے تو ضعیف البصر کے لئے تریاق کا کام کرتا ہے۔

اترج: ترنج کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ نبیا کرم ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَ رِیْحُهَا طَیِّبٌ.))

''قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال اترنج کی طرح ہے جس کا ذائقہ خوشگوار اور خوشبو پسندیدہ ہوتی ہے''۔[1]

---

[1] امام بخاریؒ نے ۵۹/۸ میں کتاب فضائل القرآن کے باب فضل القرآن علی سائر الکلام کے تحت اور امام مسلم نے ۷۹۷ میں کتاب صلوٰۃ المسافرین کے باب فضیلۃ حافظ القرآن کے تحت حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ سے اس کو نقل کیا ہے۔

ترنج میں بہت سے منافع اور فوائد پائے جاتے ہیں' یہ چاروں چیزوں سے مرکب ہوتا ہے چھلکا' گودا' ترشی' اور بیج اور ہر حصہ ایک خاص مزاج رکھتا ہے چنانچہ چھلکے کا مزاج گرم یابس ہے اور گودے کا مزاج گرم رطب ہے ترشی کا مزاج سرد یابس ہے اور بیج مزاج کے اعتبار سے گرم یابس ہے۔

اس کے چھلکے کا فائدہ: اگر اس کو کپڑے میں رکھ دیا جائے تو کپڑے میں گھن اور دیمک نہیں لگتے' اور اس کی خوشبو خراب ہوا کے لئے مصلح اور وباء کے لئے رافع ہے اور اگر اس کے منہ میں رکھیں تو منہ کی بدبو کو ختم کرتا ہے اور اگر کھانے میں بطور مصالحہ اس کو استعمال کریں' تو ہاضمہ کے لئے معاون ثابت ہوگا "قانون" کے مصنف شیخ نے لکھا ہے کہ ترنج کے چھلکے کا رس اگر مار گزیدہ کو پلایا جائے یا ڈسنے کی جگہ پر اس کے چھلکے کو پیس کر ضماد کیا جائے تو بہت زیادہ مفید ہے اور سوختہ چھلکے کو بطور طلاء استعمال کرنے سے برص کی بیماری ختم ہو جائے گی۔

مغز ترنج کا فائدہ: یہ حرارت معدہ کو کم کر کے معتدل بناتا ہے' صفراوی مزاج کے لوگوں کے لئے نافع ہے اور یہ گرم بخارات کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے غافقی نے لکھا ہے کہ اس کا گودا استعمال کرنے سے بواسیر ختم ہو جاتی ہے۔

ترشی ترنج : ترنج کے شربت میں پائی جانے والی ترشی قابض ہے' اور صفراء کو ختم کرتی ہے خفقان حار کیلئے نفع بخش ہے یرقان کے مریضوں کی آنکھوں میں اس کا سرمہ لگانا' اور اس کا شربت استعمال کرنا دونوں ہی مفید ہے صفراوی قے کو ختم کرتی ہے کھانے کی اشتہا پیدا کرتی ہے طبیعت کی رہنمائی کرتی ہے' اور صفراوی اسہال کے لئے نافع ہے اور اس کی ترشی کو بطور شربت استعمال کرنے سے عورتوں کی خواہش جماع کو سکون ملتا ہے اور اس کو طلا کرنے سے مہاسے دور ہو جاتے ہیں اور یہ بھینسیا[1] داد کے لئے مفید ہے اور اس سے کپڑے پر لگا ہوا روشنائی کا داغ ختم ہو جاتا ہے اس میں لطافت مواد اور ریزش کی قوت پائی جاتی ہے اور یہ ٹھنڈک پیدا کرتی ہے اور حرارت جگر کو بجھا دیتی ہے اور مقوی معدہ ہے اور صفراء کی تیزی کو توڑ کر اس کے آلام کو زائل کرتی ہے اور پیاس بجھاتی ہے۔

تخم ترنج : اس میں تحلیل و تخفیف رطوبت کی قوت ہے ابن ماسویہ بغدادی[2] مشہور طبیب نے

---

[1] القوباء: ایک جلدی بیماری ہے۔ جس سے بدن میں خارش ہو کر اس کے چھلکے اترتے رہتے ہیں عام لوگ اس کو حزاز کہتے ہیں' اور ہندوستان میں اسے بھینسیا داد کہتے ہیں۔

[2] یہ یوحنا بن ماسویہ بغدادی ایک سریانی طبیب تھا۔ بغداد میں پروان چڑھا اور ہارون رشید خلیفہ کے مقربین میں شامل ہو گیا۔ اور یہ طبی کتابوں کے ترجمہ کرنے پر مامور تھا۔ عباسی سلاطین کا شاہی طبیب تھا۔ اور (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

لکھا ہے کہ ایک مثقال (ساڑھے چار) گرام وزن کے برابر تخم کو نیم گرم پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو زہر ہلاہل کے لئے تریاق ہے اور پکا کر طلا کرنا بھی مفید ہے اور اگر کوٹ کر سانپ کے ڈسے ہوئے مقام پر لگا دیں تو نفع ہوگا یہ پاخانہ نرم کرتا ہے منہ کی بدبو دور کرتا ہے اور یہی فائدہ اس کے چھلکے میں پایا جاتا ہے بعض دوسرے اطباء نے لکھا ہے کہ ۹ گرام تخم ترنج کو نیم گرم پانی کے ساتھ پینے سے بچھو کے ڈنک کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح اسے پیس کر ڈنک زدہ مقام پر رکھا جائے تو درد جاتا رہتا ہے اور بعض دوسرے اطباء نے لکھا ہے کہ ہر قسم کے قاتل زہر کے لئے تخم ترنج تریاق کا کام کرتا ہے اور ہر طرح کے کیڑے مکوڑے کی نیش زنی میں نفع بخش ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایران کے سلاطین میں سے ایک نے اطباء کے ایک گروہ سے ناخوش ہو کر ان کو جیل میں ڈال دینے کا حکم دیا اور ان کو اختیار دیا کہ وہ اپنے لئے کسی ایک چیز کو بطور سالن پسند کر لیں اس کے سوا انہیں کچھ نہیں دیا جائیگا تو انہوں نے ترنج کو ترجیح دیا ان سے دریافت کیا گیا کہ صرف ترنج ہی کو کیوں پسند کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اگر تازہ ہے تو خوشبودار ہے اور دیکھنے میں بھی یہ حسین ہے اس کا چھلکا بھی خوشبودار ہوتا ہے اور اس کا مغز تو میوہ ہے اور اس کی ترشی سالن ہے اور اس کا تخم تریاق کا کام کرتا ہے جس میں ہلکی روغنیت بھی ہوتی ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے منافع کی تشبیہ خلاصہ موجودات یعنی اس مرد مومن سے دی گئی ہے جو قرآن تلاوت کرتا ہے اور بعض بزرگوں کا طریقہ یہ تھا کہ اس کو سامنے رکھ کر دیکھتے تھے اس لئے کہ اس کے دیکھنے سے دلی فرحت حاصل ہوتی ہے

ارز (چاول)

چاول کے سلسلے میں لوگوں نے دو باطل موضوع حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں ان میں سے پہلی موضوع حدیث یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَ رَجُلًا لَكَانَ حَلِيمًا.))

''اگر چاول انسان ہوتا تو بہت بردبار ہوتا''۔

اور دوسری حدیث یہ ہے جس میں آپؐ نے فرمایا:

((كُلُّ شَيْءٍ اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ فَفِيْهِ دَاءٌ وَ شِفَاءٌ اِلَّا الْاُرُزُّ فَاِنَّهُ شِفَاءٌ لَا دَاءَ فِيْهِ.))

(گذشتہ سے پیوستہ) ہارون رشید کے دور سے لے کر متوکل تک برابر شاہی طبیب رہا۔ مقام سامراء میں ۲۴۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ قفطی کی کتاب تاریخ الحکماء ۳۸۰، ۳۹۱، ملاحظہ کیجئے۔

"کہ دنیا میں جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے' ان میں سے ہر ایک میں بیماری اور شفاء دونوں ہی ہوتے ہیں بجز چاول کے کہ اس میں صرف شفا ہوتی ہے بیماری نہیں ہوتی"۔

ہم نے ان دونوں حدیثوں کو خاص طور پر محض تنبیہ اور بطور تحذیر یہاں بیان کر دیا ہے تا کہ ان کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف نہ کی جائے' اور اس کی نسبت کو غلط سمجھا جائے۔

چاول کا مزاج حار یابس ہے گیہوں کے بعد اناج میں سب سے زیادہ کھائی جانے والی غذا ہے اور اس سے عمدہ ترین خلط پیدا ہوتی ہے اور پاخانہ کو معمولی طور سے سخت کرتا ہے مقوی معدہ ہے اور معدہ کی دباغت کرتا ہے اور معدہ میں ٹھہرا رہتا ہے ہندوستانی اطباء کا خیال ہے کہ چاول کو اگر گائے کے دودھ میں پکا کر استعمال کیا جائے تو یہ سب سے مفید اور عمدہ غذا ثابت ہوگی جسم میں شادابی پیدا کرتا ہے زیادہ غذائیت اس سے حاصل ہوتی ہے اور یہ بدن کو نکھارتا ہے۔

ارز: ہمزہ مفتوح اور راء کے سکون کے ساتھ صنوبر کو کہتے ہیں حدیث میں نبی ﷺ نے اس کو بیان کیا ہے۔

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيْئُهَا الرِّيَاحُ تُقِيْمُهَا مَرَّةً وَ تُمِيْلُهَا أُخْرٰى وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ الْاَرْزَةِ لَا تَزَالُ قَائِمَةً عَلٰى اَصْلِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ اِنْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً.))

"مومن کی مثال کھیت کی تر و تازہ پودے کی طرح ہے اسے ہوا زمین پر بچھا دیتی ہے کبھی کھڑا کر دیتی ہے اور کبھی اس کو جھکا دیتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو ہمیشہ اپنی جگہ پر کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ یکبارگی جڑ سے اکھڑ کر گر جاتا ہے"۔[1]

تخم صنوبر کا مزاج حار رطب ہے اس کی خاصیت انضاج مواد ہے طبیعت کو نرم کر دیتا ہے اور اسے تحلیل کرتا ہے اس میں ایک طرح کی تلخی ہوتی ہے جو پانی میں بھگونے سے ختم ہو جاتی ہے یہ دیر ہضم ہے اور اس میں قوت غذائیت بکثرت ہوتی ہے کھانسی اور پھیپھڑے کی رطوبات کو صاف کرنے کے لئے عمدہ

---

[1] امام بخاریؒ نے ۹۲/۱۰ میں کتاب المرضی کے باب ماجاء فی کفارة المرضی کے تحت اور امام مسلمؒ نے ۲۸۱۰ میں کتاب المنافقین کے باب مثل المومن کالزرع کے تحت حدیث کعب بن مالکؓ سے اس کو بیان کیا ہے۔

خامۃ۔ پودے کا وہ حصہ جو شروع میں ایک ڈنٹھل لئے اگتا ہے۔ تفیئھا کے معنی ہے وہ اس کو زمین پر جھکا دیتی ہے۔

انجعافھا یعنی جڑ سے اکھاڑ دینا۔

دوا ہے اس کے استعمال سے منی میں اضافہ ہوتا ہے اور مروڑ پیدا کرتا ہے جو کھٹے انار کے کھانے سے دور ہوتا ہے۔

اِذخِر : (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) اس کا ذکر صحیح بخاری کی مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے مکہ کی حرمت کے بارے میں فرمایا:

((لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ رضی الله عنه اِلَّا الْاِذْخِرَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ.))

"مکہ کے سبزے بھی نہ کاٹے جائیں تو آپ سے حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اذخر گھاس کو اس سے مستثنٰی کر دیجئے کیونکہ یہ ان کیلئے زیب وزینت کا سامان ہے اور اس سے گھروں کو سجاتے ہیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اذخر اس سے مستثنٰی ہے"[1]

اذخر کا مزاج دوسرے درجہ میں حار اور پہلے درجہ میں یابس ہے یہ لطیف زود ہضم ہے اور سدوں شریانوں کے منہ کو کھولتا ہے اور بار بار پیشاب لاتا ہے اور مدروم حیض رکھتی ہے اور کنکریوں کے ریزہ ریزہ کر کے خارج کر دیتی ہے' اور معدہ' جگر اور گردوں کے سخت ورم اس کے پینے یا اس کے ضماد کرنے سے تحلیل ہو جاتے ہیں' اور اس کی جڑ دانتوں کو مضبوط کرتی ہے اور معدہ کو تقویت بخشتی ہے متلی روکتی ہے اور پاخانہ بستہ کرتی ہے

"حرف باء"

بطیخ : (تربوزہ) ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ تربوز کو تر کھجور کے ساتھ کھاتے تھے اور فرماتے:

((نَكْسِرُ حَرَّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَ بَرْدَ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا.))

کہ ہم اس کھجور کی گرمی کو تربوز کی ٹھنڈک کے ذریعہ اور تربوز کی ٹھنڈک کو کھجور کی گرمی کے

---

[1] امام بخاری نے ۴/۴۰ میں کتاب الحج کے باب لاینفر صید الحرم کے تحت اور امام مسلم نے ۱۳۵۳ میں کتاب الحج کے باب تحریم مکة وصیدها کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ لایختلی خلاها کا معنی یہ ہے کہ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔

اِذخِر : اہل مکہ کے نزدیک ایک مشہور خوشبودار پودا ہے۔ جس کی جڑ اندر ہوتی ہے۔ اور شاخیں پتلی ہوتی ہیں' یہ قابل کاشت ہموار اور غیر ہموار دونوں طرح کی زمینوں پر اگتا ہے۔

ذریعہ ختم کرتے ہیں'۔[1]

تربوز کے بیان میں بہت سی احادیث وارد ہیں مگر اس ایک حدیث کے علاوہ کوئی صحیح نہیں ہے اس سے مراد سبز تربوز ہے' اس کا مزاج بارد رطب ہوتا ہے تربوز میں جلاء مواد ہے اور کھیرے ککڑی سے بھی زیادہ زود ہضم ہے' معدہ سے بسرعت اتر کر نیچے چلا جاتا ہے اور اگر معدہ کے لئے خلط تیار نہ ہو تو یہ اسی کی جانب تیزی سے مستحیل ہو جاتا ہے اور اگر اس کا کھانے والا گرم مزاج ہے تو یہ اس کے لئے بے حد مفید ہے اور اگر ٹھنڈے مزاج والا ہے تو اس کے ضرر کو دور کرنے کے لئے اسے سونٹھ وغیرہ جیسی چیزیں استعمال کرنی چاہئے اس کو کھانے سے پہلے کھانا چاہئے پھر کھانا کھایا جائے' ورنہ متلی اور قے ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اور بعض اطباء کا خیال ہے کہ تربوز کو کھانے سے پہلے کھانا معدہ کو جلا دیتا ہے' اور اسے پورے طور پر دھل دیتا ہے اور اس کی بیماری کو جڑ سے نکال پھینکتا ہے۔

بلح: (کچی کھجور جو نمو کے دوسرے مرحلہ میں ہو) امام نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حدیث ھشام بن عروہ رضی اللہ عنہ کو بیان کیا ہے جسے انہوں نے اپنے باپ عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا نَظَرَ إِلَى ابْنِ آدَمَ يَأْكُلُ الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ يَقُوْلُ بَقِيَ ابْنُ آدَمَ حَتّٰى أَكَلَ الْحَدِيْثَ بِالْعَتِيْقِ.))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچی کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھاؤ اس لئے کہ شیطان جب ابن آدم کو کچی کھجور چھوہارے کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ابن آدم رہ گیا حتی کہ نئی چیز کو پرانی کے ساتھ ملا کر کھا رہا ہے''۔[2]

اور ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے:

((كُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْزَنُ إِذَا رَأَى ابْنُ آدَمَ يَأْكُلُهُ فَيَقُوْلُ عَاشَ ابْنُ آدَمَ حَتّٰى أَكَلَ الْجَدِيْدَ بِالْخَلِقِ.))

---

[1] ابو داؤد نے ۳۸۳۶ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الجمع بین لونین فی الاکل کے تحت اور ترمذی نے اپنی جامع ترمذی ۱۸۴۴ میں کتاب الاطعمہ کے باب ماجاء فی اکل البطیخ بالرطب کے تحت اور شمائل ترمذی ۱/۲۹۶ میں حدیث عائشہؓ سے اس کو بیان کیا ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۳۳۰ میں کتاب الاطعمہ کے باب اکل البلح بالتمر کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں یحییٰ بن محمد بن قیس محاربی ضریر ضعیف ہے۔ اور محدثین نے اس حدیث کو منکرات میں شمار کیا ہے۔

’’کچی کھجور چھوہارے کے ساتھ کھاؤ‘ اس لئے کہ شیطان جب ابن آدم کو کچی کھجور چھوہارے کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ابن آدم رہ گیا حتی کہ نئی چیز کو پرانی کے ساتھ ملا کر کھا رہا ہے‘‘

اس حدیث کو بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور یہ اس کے ہی الفاظ ہیں۔

اس حدیث میں ’’بالتمر‘‘ کا با مع کے معنی میں ہے یعنی کچی کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھاؤ۔

اطباء اسلام میں سے بعض نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچی کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھانے کا حکم فرمایا ہے نیم پختہ کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھانے کا حکم نہیں دیا ہے‘ اس لئے کہ کچی کھجور بارد یابس ہوتی ہے اور چھوہارہ حار رطب ہوتا ہے ان دونوں کو ایک ساتھ کھانے سے ایک دوسرے کی اصلاح ہوگی اور نیم پختہ کو چھوہارے کے ساتھ کھانے سے یہ بات نہیں پیدا ہوگی کیونکہ دونوں ہی گرم ہیں اگرچہ چھوہارے کی حرارت نیم پختہ کھجور سے زیادہ ہے اور فن طب کے اعتبار سے بھی دو گرم یا دو بارد چیزوں کو ایک ساتھ استعمال کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ اس کو پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے اس حدیث میں فن طب کے بنیادی اصول کے جانب رہنمائی مقصود ہے‘ اور یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ ایسی تدابیر مدنظر رکھنی چاہئے‘ جن سے غذا اور دوا کی کیفیات کا ایک دوسرے سے دفاع ہو سکے اور اس طبی قانون کی بھی رعایت کرنی چاہئے‘ جس سے صحت کو بحال رکھا جا سکے۔

کچی کھجور کا مزاج سرد اور خشک ہے‘ منہ‘ مسوڑھے اور معدہ کی بیماریوں میں نافع ہے‘ اور سینہ پھیپھڑے کی بیماری میں یہ نقصان دہ ہے کیونکہ اس میں خشونت پائی جاتی ہے یہ دیر ہضم ہے اس میں معمولی غذائیت بھی ہوتی ہے۔ بلح کی کھجوروں کے درمیان وہی حیثیت ہے جو حصرم (کچے انگور) کی پختہ انگوروں میں ہوتی ہے دونوں ریاح پیدا کرتے ہیں بالخصوص ان دونوں کے کھانے کے بعد جب پانی پی لیا جائے تو پیٹ میں گڑبڑی پیدا ہو جاتی ہے ان کا ضرر چھوہارے کے استعمال سے جاتا رہتا ہے شہد اور مکھن کے استعمال سے بھی اس کا ضرر ختم ہو جاتا ہے۔

بسر (نیم پختہ کھجور): صحیح بخاری میں ہے کہ ابو الہیثم بن تیہان نے جب نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہم کی مہمان نوازی کی تو اس موقعہ پر کھجور کا ایک خوشہ ان کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا کہ تازہ کھجوروں کو چن کر لائے ہوتے‘ اس پر ابو الہیثم نے کہا کہ میری خواہش یہ تھی کہ نیم

پختہ اور پختہ کھجوروں میں سے جسے آپ پسند کریں چن کر کھالیں۔[1]

نیم پختہ کھجور حار یابس ہے اس کی خشکی اس کی حرارت سے بڑھی ہوئی ہے رطوبات کو خشک کرتی ہے معدہ کو صاف کرتی ہے پاخانہ روکتی ہے' اور منہ اور مسوڑھ کے لئے نافع ہے اس کی سب سے زیادہ نفع بخش وہ قسم ہوتی ہے جو بآسانی چور ہو جائے اور شیریں ہو اس کا زیادہ استعمال اور اسی طرح کچی کھجوروں کا زیادہ کھانا انتڑیوں میں سدے پیدا کرتا ہے۔

بیض :(انڈا) امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ایک مرفوع اثر نقل کیا ہے کہ انبیاء میں سے کسی نبی نے اللہ تعالیٰ سے اپنی غیر معمولی کمزوری کی شکایت تو اللہ تعالیٰ نے ان کو انڈا کھانے کو حکم دیا لیکن اس اثر کی صحت قابل غور ہے' نئے انڈے پرانے انڈوں سے عمدہ ہوتے ہیں' اسی طرح مرغی کا انڈا دیگر تمام پرندوں کے انڈے کے مقابل زیادہ معتدل ہوتا ہے کسی قدر برودت کی طرف مائل ہے۔

''قانون'' کے مصنف نے اس کی زردی کو حار رطب لکھا ہے یہ عمدہ صالح خون پیدا کرتا ہے معمولی طور پر تغذیہ کرتا ہے اور اگر انڈا ابال کر استعمال کیا جائے تو وہ معدہ سے تیزی کے ساتھ نیچے کی جانب جاتا ہے۔

ایک دوسرے طبیب نے لکھا ہے کہ زردی بیضہ مرغ مسکن درد ہے حلق اور سانس کی نالی کو چکنا اور ملائم کرتی ہے یہ حلق کے امراض کھانسی' پھیپھڑے' گردے' اور مثانہ کے زخموں کے لئے نفع بخش ہے اس کے استعمال سے حلق کی خشونت ختم ہو جاتی ہے بالخصوص شیریں بادام کے تیل کے ساتھ اس کا استعمال اور بھی نفع بخش ہے مواد سینہ کو پختہ کر کے اس کو نرم کرتا ہے اور حلق کی خشونت کے لئے مسہل ہے' اگر آنکھ میں گرم ورم ہو جائیں اور اس سے درد ہو تو انڈے کی سفیدی کے چند قطرے آنکھ میں ٹپکانے سے درد ختم ہو جائے گا اور آنکھ میں ٹھنڈک پہنچنے کی وجہ سے سکون ملے گا اور اگر آتش زدہ جلد پر اس کا ضماد کریں تو آبلے نہ آئیں گے اور اگر درد کے مقام پر اس کا ضماد کریں تو درد جاتا رہے گا اور اس کے ضماد سے لو سے حفاظت ہوگی اور اگر گوند کے ساتھ اس کو آمیز کر کے پیشانی پر ضماد کیا جائے تو نزلہ کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

مصنف ''قانون'' شیخ بوعلی سینا نے دل کی دواؤں میں اسکا ذکر کیا ہے' اور لکھا ہے کہ اگرچہ یہ دل کی

---

[1] امام رحمہ اللہ ترمذی نے ۲۳۷۰ میں کتاب الزہد کے باب ماجاء فی معیشة النبی صلی الله علیه وسلم کے تحت اس کو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ اسکی سند حسن ہے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم ۲۰۳۸ میں بالکل اسی طرح اس کے نقل کیا ہے۔

عام دواؤں میں سے نہیں ہے پھر بھی اس کی زردی کو تقویت قلب میں خاص مقام حاصل ہے اس لئے کہ اس میں تین خوبیاں پائی جاتی ہیں یہ بہت جلد خون بن جاتی ہے دوسرے اس سے فضلہ کی مقدار کم ہوتی ہے اور تیسرے یہ کہ اس سے پیدا ہونے والا خون دل کی غذائیت کے کام آنے والے خون کی طرح ہلکا ہوتا ہے تیزی کے ساتھ دل کی جانب منتقل ہو جاتا ہے اسی لئے جو ہر روح کو تحلیل کرنے والے عام امراض کی تلافی کیلئے اسے سب سے مناسب مانا جاتا ہے کیونکہ اس سے بہت جلد تحلیل روح ہوتی ہے

بصل : (پیاز) ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ سے پیاز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری کھانا جو تناول فرمایا تھا اس میں پیاز موجود تھا۔[1]

اور صحیحین میں نبی ﷺ سے حدیث جو منقول ہے اس میں ہے کہ آپ نے پیاز کھانے والے کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔[2]

پیاز کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم ہے اس میں رطوبت فضولی ہے جو مختلف پانیوں کے استعمال کے ضرر سے بچاتی ہے زہریلی ہواؤں کو دفع کرتی ہے اور شہوت کو برانگیختہ کرتی ہے معدہ قوی کرتی ہے اور باہ میں ہیجان پیدا کرتی ہے اس کے استعمال سے منی زیادہ ہوتی ہے رنگ نکھرتا ہے بلغم ختم ہو جاتا ہے معدہ کو جلا ملتی ہے اور اس کا تخم استعمال کرنے سے بدن کے سفید داغ ختم ہو جاتے ہیں اور داء الثعلب[3] پر اس کو رگڑنے سے خاصہ نفع ہوتا ہے اگر اس کو نمک کے ساتھ استعمال کیا جائے تو مسوں کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے اور اگر مسہل دوا کے استعمال کے بعد اس کو سونگھ لیں تو قے اور متلی نہیں آ سکتی اور اس دوا کی بدبو بھی ختم ہو جائے گی اور اگر اس کے پانی کو نچوڑ کر ناک میں چڑھایا جائے تو دماغ صاف ہوتا ہے اور کان میں ٹپکائیں تو گراں گوشی کان کی طنین اور ریم گوش کے لیے نافع ہے اور سیلان اذن کے لئے مفید ہے اور آنکھ سے پانی بہنے کی صورت میں اس کو سرمہ کی سلائی سے لگائیں تو پانی کو روکتا ہے اور اگر اس کا تخم

---

[1] ابوداؤد نے ۳۸۲۹ میں کتاب الاطعمۃ کے باب فی اکل الثوم کے تحت اور امام احمد بن حنبلؒ نے ۸۹۸ میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ابوزیاد خیار بن سلمہؒ ایک راوی ہے جس کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں قرار دیا۔ اس حدیث کے بقیہ راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

[2] امام بخاریؒ نے ۹/۴۹۸ میں کتاب الاطعمۃ کے باب ایکرہ من الثوم والبقول کے ذیل ہیں اور امام مسلمؒ نے ۵۶۴ میں کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ کے باب نھی من اکل ثوما او بصلا او کراثا ونحوھا کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔

[3] ((داء الثعلب)) ایک مشہور بیماری ہے۔ جس میں بال جھڑ جاتے ہیں۔

شہد کے ساتھ آمیز کر کے سرمہ کی طرح آنکھ میں لگائیں تو آنکھ کی سفیدی کے لئے نفع بخش ہے اور پکی ہوئی پیاز کثیر الغذاء ہے' یرقان کھانسی اور سینے کی خشونت کے لئے نافع ہے پیشاب لاتی ہے' پاخانہ نرم کرتی ہے اگر ایسے کتے نے کسی کو کاٹ لیا جو باؤلا نہ تھا' تو اس کے لئے مفید ہے' اس کی ترکیب یہ ہے کہ پیاز کے پانی کو نچوڑ کر نمک اور برگ سداب کے ساتھ پکا کر مقام ماؤف پر رکھا جائے اور اگر اسے حمول کیا جائے تو بواسیر کے منہ کھول دیتی ہے۔

لیکن اس میں نقصانات بھی ہیں کہ اس کے استعمال سے آدھے سر کا درد ہوتا ہے' اور دردسر پیدا کرتی ہے اس سے ریاح کی بڑی مقدار پیدا ہوتی ہے آنکھوں میں دھندلا پن پیدا کرتی ہے اور اس کا بکثرت استعمال کرنے سے نسیان ہوتا ہے عقل کو فاسد کرتی ہے منہ کے مزہ کو بگاڑتی ہے' اور منہ میں بدبو پیدا کرتی ہے جس سے ہم نشین اور فرشتوں کو اذیت پہنچتی ہے اگر اس کا استعمال پکا کر کریں تو یہ ساری مضرتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

سنن میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پیاز اور لہسن کھانے والے کو حکم دیا کہ وہ اسے پکا کر کھائیں[1] اور اس کی بدبو کے خاتمہ کے لئے برگ سداب کا چبانا مفید ہے۔

باذنجان : (بینگن) ایک موضوع حدیث جس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف غلط طور پر کی گئی ہے' اس میں مذکور ہے کہ بینگن جس ارادہ سے کھائیں[2] اسی کے لئے مفید ہے انبیاء کی طرف اس حدیث کی نسبت کرنا تو دور کی بات ہے' کسی عقلمند کی جانب اس کلام کو منسوب کرنا حماقت محض ہے

بینگن کی دو قسمیں ہیں: سیاہ اور سفید

اس کے مزاج کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ بارد ہے یا حار لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا مزاج حار ہے' اس کے استعمال سے سوداء کے اندر اضافہ ہوتا ہے اور بواسیر ہوتی ہے اسی طرح اس سے سدے پیدا ہوتے ہیں اور کینسر اور جذام جیسی مہلک بیماریاں رونما ہوتی ہیں' چہرے کو سیاہ کرتا ہے رنگ بگاڑتا ہے' اس کے استعمال سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے' البتہ سفید بینگن ان مضرتوں سے خالی ہے۔

---

[1] امام مسلم نے ۵۶۷ میں اور نسائی نے ۲/۴۳ میں کتاب المساجد کے باب من یخرج من المسجد کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۳۶۲ میں کتاب الاطعمہ کے باب اکل الثوم والبصل کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

[2] اس حدیث کے بطلان پر متعدد محدثین سے صراحت آئی ہے۔ دیکھئے "المنار المنيف" مؤلف کی اپنی تالیف صفحہ ۱۵ اور ملا علی قاریؒ کی کتاب المصنوع صفحہ ۴۴ اور سیوطی کی تالیف ((اللالی المصنوعة))

''حرف تاء''

تمر : (خرما' چھوہارہ) صحیح بخاری میں نبی ﷺ سے مروی حدیث میں مذکور ہے آپ نے فرمایا کہ جس نے صبح کے وقت سات چھوہارے کھائے اور دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ عوالی مدینہ کے سات چھوہارے کھانے کے بعد نہ اسے زہر نقصان دے گا اور نہ اس پر جادو کا اثر ہوگا۔[1]

ایک دوسری مرفوع حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں چھوہارے نہ ہوں اس گھر کے لوگ بھوکے ہیں۔[2] آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے چھوہارے کو پنیر کے ساتھ اور روٹی کے ساتھ کھایا اور اسی طرح بلا کسی چیز کے صرف چھوہارے کا کھانا بھی ثابت ہے۔[3]

اس کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم ہے پہلے درجہ میں رطب ہے یا یابس ہے؟ دونوں اقوال اطباء سے منقول ہیں یہ جگر کے لئے مقوی پاخانہ کو ڈھیلا کرتا ہے مقوی باہ ہے بالخصوص جب صنوبر کے ساتھ اس کا استعمال ہو تو باہ کو قوی کرنے میں طاق ہے' اور حلق کی خشونت سے نجات دلاتا ہے اور ٹھنڈے علاقے کے لوگ جو اس کے کھانے کے عادی نہ ہوں اس کے استعمال کرنے سے ان میں سدے پیدا ہوتے ہیں۔ اور دانتوں کو اذیت درد سر پیدا کرتا ہے بادام اور دانہ پوستہ کے ذریعہ اس کے ضرر کو دفع کیا جا سکتا ہے پھلوں میں سب سے زیادہ جسم کے لئے اس میں غذائیت ہوتی ہے کیونکہ اس میں حار رطب جوہر موجود ہے نہار منہ اس کے کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں کیونکہ اس میں حرارت ہونے کے ساتھ ہی تریاقی قوت موجود ہے اور اگر اس کو نہار منہ ہمیشہ استعمال کرتے رہیں' تو کیڑے کی تولید کم ہو جاتی ہے اور اسے کمزور کر دیتا ہے یا کم کر دیتا ہے' یا اس کو بالکل فنا کر دیتا ہے یہ پھل' غذا' دوا' اور مشروب اور حلواء بھی ہے۔

تین (انجیر) چونکہ حجاز و مدینہ کی سرزمین پر انجیر کی پیداوار نہیں ہوتی' اس لئے حدیث میں اس کا ذکر نہیں ملتا کیوں کہ انجیر کی پیداوار کے لئے کھجور اگانے والی زمین مناسب نہیں بلکہ اس کے برخلاف زمین کی ضرورت پڑتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کی

---

[1] امام بخاری نے ۱۰/۲۰۳' ۲۰۴ میں کتاب الطب کے باب الدواء بالعجوۃ کے تحت اور امام مسلم نے ۲۰۴۷ میں کتاب الاشربۃ کے باب فضل تمر المدینہ کے تحت حدیث سعد ابن ابی وقاص سے اس کو بیان کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو امام مسلمؒ نے ۲۰۴۶ میں نقل کیا ہے۔

[3] ملاحظہ کیجئے سنن ابوداؤد ۳۲۵۹' ترمذی ۱۵۳۱ میں اور جامع ۱۸۴ میں اور شمائل میں اور ابوداؤد میں ابن ماجہ ۳۳۴۴ میں دیکھئے۔

قسم کھا کر اس کے منافع اور فوائد کی اہمیت بیان کر دی ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ یہی مشہور انجیر ہے جس کی قسم کھائی گئی ہے۔

اس کا مزاج حار ہے اور رطوبت و یبوست کے متعلق اطباء سے دو قول منقول ہیں۔

عمدہ قسم کی انجیر پختہ سفید چھلکے والی ہوتی ہے یہ مثانہ اور گردہ کی ریگ کو صاف کرتی ہے اور زہر سے محفوظ رکھتی ہے تمام پھلوں سے زیادہ اس میں غذائیت پائی جاتی ہے سینے اور حلق اور سانس کی نالی کی خشونت میں نافع ہے جگر اور طحال کی صفائی کرتی ہے اور معدہ سے خلط بلغم کو جلا دے کر نکالتی ہے اور بدن کو شاداب بناتی ہے' البتہ اس کے کثرت استعمال سے جوں پڑ جاتی ہے۔

خشک انجیر سے تغذیہ کے ساتھ اعصاب میں قوت آتی ہے' اور اخروٹ و بادام کے مغز کے ساتھ اس کا استعمال بے حد مفید ہے

حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ اگر زہر قاتل کے استعمال سے پہلے مغز اخروٹ اور سداب[1] کے ساتھ اس کا استعمال کر لیں تو زہر سے نجات ہوتی ہے' اور نفع بھی پہنچتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک تھالی انجیر بطور ہدیہ پیش کی گئی آپ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ کھاؤ اور خود آپ نے کھایا اور فرمایا اگر یہ کہوں کہ جنت سے کوئی پھل اترا ہے تو یہی وہ پھل ہو سکتا ہے کیونکہ جنت کے پھلوں میں گٹھلی نہ ہوگی اسے کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کو ختم کرتی ہے نقرس[2] کے لئے نفع بخش ہے اس حدیث کی صحت میں شبہ ہے۔

اس کا گودا بہت عمدہ ہوتا ہے گرم مزاج والوں کے اندر تشنگی پیدا کرتا ہے اور بلغم مالح سے پیدا ہونے والی تشنگی کو بجھاتا ہے مزمن کھانسی کے لئے مفید ہے پیشاب آور ہے درد جگر' طحال کے سدوں کو کھولتا ہے' گردے' اور مثانہ کے لئے مفید ہے' نہار منہ اس کے استعمال کرنے سے مجاری غذا کھل جاتے ہیں' بالخصوص جب کہ اس کا استعمال مغز بادام واخروٹ کے ساتھ کیا جائے' ثقیل غذاؤں کے ساتھ اس کا استعمال نہایت درجہ مضر ہے سفید شہتوت بھی اسی درجہ کا نافع ہے' لیکن اس میں غذائیت اس سے کم ہوتی

---

[1] سداب: ایک سبز رنگ مائل بہ نیلگوں پودا ہے۔ جس سے تیز خوشبو کی لپٹ نکلتی ہے۔ اس کے پتے بیضوی شکل کے پر کی طرح نقطہ دار ہوتے ہیں۔ ماہ جولائی۔ اگست میں پھول کھلتے ہیں۔ جو ستاروں کی شکل کے ہوتے ہیں۔ رنگ زرد مائل بہ سبز ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے الفرادی بالاعشاب صفحہ ۱۸۴ ملاحظہ کیجئے۔

[2] نقرس ایک مشہور بیماری ہے' جو پیر کے چھوٹے جوڑوں میں ہوتی ہے اس کی صورت ورم کی ہوتی ہے۔ جو ٹخنوں اور پیروں کی انگلیوں کے جوڑوں میں پیدا ہوتا ہے۔

ہے اور معدہ کو نقصان بھی پہنچتا ہے۔

تلبینہ (حریرہ) اس کا بیان پہلے ہو چکا کہ یہ ایک قسم کا حریرہ ہے جو جو کے آٹے سے بنتا ہے اس کے فوائد کا بھی ذکر گزر چکا ہے کہ یہ اہل حجاز کے لئے اصل جو کے آمیزے سے بھی زیادہ نفع بخش ہے۔

''حرف ثاء''

ثلج :(برف)

صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.))

اے اللہ میرے گناہوں کو پانی' برف اور اولے سے تو دھولے۔[1]

اس حدیث میں سمجھنے کا پیغام موجود ہے کہ بیماری کا علاج اپنی ضد سے کیا جاتا ہے' چونکہ گناہوں میں حرارت اور سوزش ہوتی ہے اس لئے اس کا علاج اس کے مخالف چیز برف' اولہ اور ٹھنڈا پانی ہے' اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ گرم پانی سے میل کچیل عمدہ طریقہ سے صاف کیا جاتا ہے' کیونکہ ٹھنڈے پانی میں جسم کو سخت بنانے' اور اس کی قوت بخشنے کی خاصیت ہے جو گرم پانی میں نہیں ہے' اور گناہوں سے دو اثر مرتب ہوتے ہیں میل کچیل اور ڈھیلا پن' اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ اس کا علاج ایسی چیز سے کیا جائے جو دل میں نظافت پیدا کرنے کے ساتھ ہی اسے مضبوط بھی کرے' اسی لئے یہاں آب سرد اور برف کا ذکر کیا گیا تا کہ ان دونوں باتوں کی طرف رہنمائی ہو جائے۔

برف صحیح قول کی بنیاد پر بارد ہے' اور جس نے اس کو گرم بتایا' اس نے غلطی کی' اور اس کو یہ شبہ ہوا کہ حیوان کی پیدائش ٹھنڈے پانی میں ہوئی ہے حالانکہ اس سے حرارت کا کیا واسطہ اس لئے کہ کیڑے تو ٹھنڈے پھلوں میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں' اور سرکہ میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں' جو کہ سرد ہوتا ہے اور اس کے استعمال کے بعد پیاس کا جو غلبہ ہوتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹھنڈک سے حرارت بھڑکتی ہے اور خود اس میں ذاتی حرارت نہیں ہوتی برف معدہ اور اعصاب کے لئے مضر ہے اگر شدت حرارت کے باعث دانتوں میں درد ہو تو اس کے استعمال سے سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے ۵۹۸ میں کتاب المساجد کے باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراۃ کے تحت نقل کیا ہے۔

ثوم : (لہسن) یہ پیاز کے انداز کا ہوتا ہے اور حدیث میں مذکور ہے کہ جو اسے کھانا چاہے اسے چاہئے کہ اس کو پکا کر اس کی بو ختم کر لے۔[1] آپ کے پاس بطور ہدیہ کھانا آیا' جس میں لہسن تھا' تو آپ نے اسے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا' ابو ایوب نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ آپ تو اس کو ناپسند کرتے ہیں اور میری طرف اسے بھیج کر کھانے کی دعوت دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اس ذات اقدس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔[2]

اس کا مزاج چوتھے درجہ میں حار یابس ہے' انسانی جسم میں اس سے بڑی گرمی پیدا ہوتی ہے اور اس کے استعمال سے خاصی خشکی پیدا ہوتی ہے ٹھنڈے مزاج والوں کے لئے بہت نفع بخش ہے اسی طرح جس کا مزاج بلغمی ہو یا جس کے فالج لگنے کا خطرہ ہے یہ نافع ہے منی کو خشک کرتا ہے سدوں کو کھولتا ہے غلیظ ریاح کو تحلیل کرتا ہے کھانا ہضم کرتا ہے دست لاتا ہے پیشاب آور ہے کیڑے مکوڑوں کے ڈنک اور ہر طرح کے سرد ورموں میں تریاق کا کام کرتا ہے' اگر اس کو پیس کر سانپ کے کاٹے ہوئے یا بچھو کے

---

[1] امام مسلمؒ نے ۵۶۷ میں کتاب المساجد کے باب نھی من اکل ثوما او بصلا کے تحت اور ابن ماجہ نے ۱۰۱۴ میں کتاب اقامۃ الصلوٰۃ کے تحت اور ۳۳۶۳ میں کتاب الاطعمۃ کے ذیل میں اور نسائی نے ۲/۴۳ میں امام احمدؒ نے "مسند" ۱/۱۵' ۲۸' ۴۹ میں حدیث عمر بن خطابؓ سے اس کو بیان کیا ہے۔ اور امام احمدؒ نے اس کو ۴/ ۱۹ میں قرہ مزنی کی حدیث سے بایں الفاظ روایت کیا ہے: ((قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ وَ قَالَ مَنْ اَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)) وَقَالَ' اِنْ كُنْتُمْ لَابُدَّ اٰكِلِيْهَا فَاَمِيْتُوْهُمَا طَبْخًا)) انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے ان دونوں خبیث درختوں سے منع فرمایا ہے' اور فرمایا کہ جو اسے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے' نیز فرمایا کہ اگر اس کو کھانا ضروری ہو تو اس کو پکا کر کھاؤ دونوں درختوں سے مراد لہسن اور پیاز ہے۔ علماء نے مساجد کے ساتھ عام مجالس جیسے عیدہ گاہ' نماز جنازہ' اجتماع' ولیمہ کو بھی شامل کیا ہے۔ اور لہسن پیاز کے ساتھ ہر اس چیز کو شامل کر لیا ہے۔ جس کو میں ناگوار بو ہو' جس سے لوگوں کو اذیت ہو' اسی کے ساتھ بعض نے گندہ دہن کو بھی شامل کر لیا ہے۔ اور ایسے مزدور پیشہ لوگوں کو بھی شامل کر لیا ہے جن کے بدن سے گندی بو آتی ہو یا ان کے کپڑے میل کچیل سے اٹے ہوں' اسی طرح وبا زدہ' اور متعدی امراض کے شکار لوگوں کو بھی اس فہرست میں شامل کر لیا۔

[2] امام بخاری نے ۲/۲۸۲' ۲۸۳ میں کتاب صفۃ الصلوٰۃ کے باب ماجاء فی الثوم النیئ و البصل کے تحت اور کتاب الأطعمة کے باب مایکرہ من الثوم و البقول کے ذیل میں اور کتاب الاعتصام کے باب الاحکام التی تعرف بالدلائل کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے ۵۶۴ (۷۳) میں کتاب المساجد کے تحت حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ اور امام مسلم نے ہی ۲۰۵۳ میں کتاب الاشربۃ کے تحت حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے۔

ڈنک مارنے کی جگہ پر اس کا ضماد کر دیا جائے تو نفع دے گا اور تمام زہر کو کھینچ لے گا یہ بدن کو گرم رکھتا ہے' اور حرارت عزیزی کو بڑھاتا ہے بلغم ختم کرتا ہے اپھارہ کو تحلیل کرتا ہے' حلق کو صاف رکھتا ہے اور اکثر اجسام کے لئے محافظ صحت ہے پانی کے تغیر کے اثرات کو ختم کرتا ہے اور پرانی کھانسی کے لئے مفید ہے' اس کو کچا اور پکا کر اور بھون کر استعمال کیا جاتا ہے' ٹھنڈک لگنے کی وجہ سے سینے میں ہونے والے درد کے لئے نافع ہے حلق میں پھنسے جونک کو نکال پھینکتا ہے اگر اس کو پیس کر سرکہ' نمک اور شہد کے ساتھ آمیز کر لے کھو کھلے داڑھ پر رکھا جائے تو اسے ریزہ ریزہ کر کے گرا دیتا ہے اور اگر داڑھ میں درد ہو تو درد کو ختم کرتا ہے اور اگر اس کا سفوف ۲ گرام شہد کے پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بلغم اور پیٹ کے کیڑوں کو نکالتا ہے اور بدن کے سفید داغ پر شہد کے ساتھ اس کو لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

لہسن کے نقصانات : اس سے نقصان بھی ہوتا ہے' درد سر پیدا کرتا ہے' دماغ اور نگاہوں کو ضرر ہوتا ہے' نگاہ اور قوت باہ کو کمزور کرتا ہے' تشنگی پیدا کرتا ہے' صفراء کو جوش میں لاتا ہے گندہ ذہنی پیدا کرتا ہے اور اگر اس کے کھانے کے بعد برگ سداب چبالیا جائے' تو اس کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔

ثرید : صحیح بخاری و صحیح مسلم میں آپ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو تمام دوسرے کھانوں پر فضیلت ہے''[1]

ثرید اگرچہ مرکب ہوتی ہے جس کی ترکیب کے اجزاء روٹی اور گوشت ہوتے ہیں' چنانچہ روٹی تمام غذا میں اعلیٰ ترین غذا ہے' اور گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے' پھر جب دونوں کو ملا دیا جائے تو پھر اس کی افضلیت کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

روٹی اور گوشت میں سے کون افضل ہے' اس سلسلہ میں لوگوں کے خیالات مختلف ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ روٹی کی ضرورت بہت زیادہ پڑتی ہے اور وہ سب کیلئے یکساں طور پر مطلوب ہے' اور گوشت افضل اور بہت عمدہ چیز ہے' دوسری غذاؤں کے مقابل اسکو جوہر بدن سے زیادہ مناسبت ہے نیز یہ جنتیوں کا بھی کھانا ہے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے تخاطب فرمایا جنھوں نے سبزی' ککڑی' لہسن'

---

[1] امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ۷/۸۳ میں اور امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۲۴۴۶ میں ہر دو نے کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ کے باب فی فضل عائشہؓ کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔

دال اور پیاز کا مطالبہ کیا تھا اور من وسلویٰ سے گھبرا گئے تھے۔

((اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ.)) [بقرہ :٦١]

''کیا تم لوگ اچھی چیز کے بدلے ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو''۔

اکثر سلف نے فوم سے مراد گیہوں لیا ہے اس تقدیر کی بنیاد اس آیت کے اندر اس بات کی صراحت ہے کہ گوشت گیہوں سے کہیں بڑھ کر ہے

''حرف جیم''

جمار: (کھجور کا گابھا) قلب النخل (درخت کھجور کے تنے کا اندرونی نرم حصہ)

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا۔

((قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جُلُوْسٌ اِذْ اُتِيَ بِجُمَّارِ نَخْلَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَنَّ مِنَ الشَّجَرَةِ شَجَرَةً مِثْلَ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا))

''ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ صمغ کھجور آپ کے پاس لایا گیا آپ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جو مسلمان آدمی کی طرح ہے جس پر خزاں کبھی نہیں آتی اور اس کے پتے کبھی جھڑ کر نہیں گرتے۔''[1]

جمار کا مزاج پہلے درجہ میں بارد یابس ہے' زخموں کو مندمل کرتا ہے نفث الدم میں نافع ہے' دست کو روکتا ہے مرہ صفراء کے غلبہ کو ختم کرتا ہے' ہیجان دم پیدا کرتا ہے کیموس[2] کے لئے نفع بخش ہے' اور نہ مضر بلکہ دونوں کے درمیان ہے' معمولی طور پر تغذیہ بدن کرتا ہے دیر ہضم ہے اس کے درخت کا ہر حصہ مفید ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مرد مومن سے اس کی تشبیہ دی اس لئے اس کے منافع بہت زیادہ اور اس کا خیر غیر معمولی ہے۔

جبن: (پنیر) سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا:

1۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ۹/۴۹۲ میں کتاب الاطعمۃ باب اکل الجمماد کے تحت اور امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۲۸۱۱ میں کتاب صفات المنافقین باب مثل النخلۃ کے تحت اس کے بیان کیا ہے۔

2۔ اطباء کی اصطلاح میں کیموس' اس حالت کو کہتے ہیں جس پر کھانا معدہ میں ہضم ہونے کے بعد اس سے منتقل ہونے سے پہلے رہتا ہے۔

((اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِجُبْنَةٍ فِیْ تَبُوْكَ فَدَعَا بِسِكِّیْنٍ وَسَمّٰی وَقَطَعَ.))

"غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پنیر لایا گیا تو آپ نے چھری طلب کی اور بسم اللہ پڑھ کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا"۔[1]

اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شام عراق میں اس کو کھایا بغیر نمک ملائے ہوئے تازہ پنیر معدہ کے لئے بہت مفید ہے بڑی آسانی سے اعضاء میں سرایت کرتا ہے گوشت بڑھاتا ہے اور پاخانہ کو معتدل انداز میں نرم کرتا ہے، نمکین پنیر میں تازہ کے مقابل کم غذائیت ہوتی ہے اور معدہ کے لئے بھی نقصان دہ ہوتا ہے آنتوں کو تکلیف دیتا ہے اور پرانا پنیر اور اسی طرح پکا ہوا پنیر قبض پیدا کرتا ہے، زخموں کے لئے نافع ہے دست روکتا ہے اس کا مزاج بارد رطب ہے اگر اس کو بھون کر استعمال کیا جائے تو اس کا مزاج معتدل ہو جاتا ہے اس لئے کہ آگ اسے معتدل کر کے اس کی اصلاح کر دیتی ہے اور اس کے جوہر کو زود ہضم بنا دیتی ہے اور اس کا ذائقہ اور خوشبو خوشگوار بنا دیتی ہے، نمکین پرانا پنیر حار یابس ہوتا ہے، اس کو بھوننے سے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے، اور اس کا جوہر زود ہضم ہوتا ہے اور اس کی تیزی ٹوٹ جاتی ہے اس لئے کہ آگ پر پکنے کے بعد اس کے گرم خشک اجزاء ختم ہو کر مناسب انداز میں باقی رہ جاتے ہیں، اور نمکین پنیر لاغر کرتا ہے اور مثانہ و گردہ میں پتھری پیدا کرتا ہے اور یہ معدہ کے لئے بھی مضر ہے اور اس کو ملطفات کے ساتھ آمیز کر کے استعمال کرنا تو اور زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ وہ اس سے معدہ کی جانب نفوذ کر جاتا ہے۔

"حرف حاء"

حناء: (مہندی) اس کی فضیلت کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور اس کے فوائد کا بھی ذکر کیا جا چکا ہے اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

حبة السوداء: (شونیز کلونجی) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ابوسلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((عَلَیْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ فَاِنَّ فِیْهَا شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ.))

---

[1] ابوداؤد نے سنن ابوداؤد ۳۸۱۹ میں کتاب الاطعمة کے باب فی اکل الجبن کے ذیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد حسن ہے۔

''تم اس شونیز کو استعمال کیا کرو' اس لئے کہ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفاء موجود ہے''۔[1]

السام: موت کو کہتے ہیں۔

حبة السوداء: زبان فاسی میں شونیز کو کہتے ہیں' یہ زیرہ سیاہ ہے جسے ہندوستانی زیرہ بھی کہتے ہیں' حربی نے حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ یہ رائی کا دانہ ہے ہروی نے بیان کیا ہے کہ بن کا کبز رنگ کا پھل ہے حالانکہ یہ دونوں خیال محض خیال ہیں حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں' صحیح بات یہی ہے کہ یہ شونیز (کلونجی) ہے۔

اس کے اندر بہت سے فوائد ہیں نبی ﷺ نے اس کو ہر بیماری کا علاج فرمایا ہے اس کا مفہوم اس آیت میں نجوبی واضح ہو جاتا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا.)) [احقاف :۲۵]

''یعنی ہر چیز میں بربادی وغیرہ کی صلاحیت بحکم الٰہی پیدا ہوتی ہے''۔

یہ تمام امراض باردہ میں نافع ہے اور عارضی طور پر امراض حار یابس میں بھی نفع بخش ہے تر بارد دواؤں کی قوتوں کو اس کی طرف تیزی سے لیجاتے ہیں' اس لئے کہ اس میں نفوذ اور قوت سرایت بہت زیادہ ہوتی ہے اگر اس کا معمولی انداز میں ان دواؤں میں استعمال کیا جائے تو یہ باردہ نفوذ اور سرایت کر کے خاصا نفع بخش ہو جاتا ہے۔

''قانون'' کے مصنف شیخ نے بصراحت تحریر کیا ہے کہ قرص کافور میں زعفران کی آمیزش سے تیزی آ جاتی ہے کیونکہ زعفران میں قوت نافذ غیر معمولی طور پر ہوتی ہے' اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں' جن کو ماہر اطباء جانتے ہیں اور امراض حارہ میں گرم دواؤں سے منفعت یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔

کیونکہ بہتیری دواؤں میں اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے چنانچہ انزروت کے مرکبات آشوب چشم میں کام آتے ہیں' اسی طرح شکر گرم ہونے کے باوجود آشوب چشم میں استعمال کی جاتی ہے' حالانکہ آشوب چشم ورم حار ہے' تمام اطباء اس پر متفق ہیں' ایسے ہی خارش میں گندھک بہت زیادہ مفید ہے۔

شونیز کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے اس کے استعمال سے اپھارہ ختم ہو جاتا ہے کدو دانے

---

[1] امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ۱۰/۱۲۱ میں کتاب الطب کے باب الحبة السوداء کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۲۱۵ میں کتاب السلام کے باب التداوی بالحبة السوداء کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

اس سے نکلتے ہیں برص' اور میعادی بخار[1] کے لئے نافع ہے اسی طرح بلغمی بخار کے لئے نفع بخش ہے سدے کھول دیتا ہے تحلیل ریاح کرتا ہے رطوبات معدہ کو خشک کرتا ہے اگر اس کو پیس کر شہد کے ساتھ معجون بنا لیا جائے اور گرم پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو گردے اور مثانہ کی پتھری کو گلا کر نکال دیتا ہے اگر اس کو چند دن مسلسل استعمال کیا جائے تو پیشاب' حیض لاتا ہے اور دودھ زیادہ پیدا کرتا ہے اور اگر اس کو سرکہ کے ساتھ گرم کر کے شکم پر ضماد کیا جائے تو کدو دانے کو مارتا ہے اور اگر تازہ اندرائن کے رس کے ساتھ معجون یا جوشاندہ کے طور پر استعمال کریں تو پیٹ کے کیڑوں[2] کے نکالنے میں زیادہ نفع بخش ہے' معدہ کو جلاء دیتا ہے کیڑوں کی پیدائش کو روکتا ہے اور تحلیل ریاح کرتا ہے اور اگر اس کو باریک پیس کر کسی باریک کپڑے میں چھان لیں' اور اس کو برابر سونگھیں تو نزلہ بارد کو ختم کرے گا۔

اس کا تیل بالخورہ کے لئے نفع بخش ہے' مسوں اور بدن کے تل[3] کی افزائش کو روکتا ہے اور اگر ساڑھے چار گرام پانی کے ساتھ اس کو پی لیں' تو دمہ اور ضیق نفس سے نجات مل جائے گی اور اس کا ضماد بارد سر درد کے لئے مفید ہے اور اس کے سات دانے کسی عورت کے دودھ میں بھگو دیا جائے اور اس کو یرقان کے مریض کی ناک میں چڑھایا جائے تو اس سے پورا پورا فائدہ ہوتا ہے۔

اور اگر اس کو سرکہ میں ملا کر پکا لیا جائے اور اس کی کلی کی جائے تو ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والے دانت کے درد میں مفید ہے' اور اگر اس کے سفوف کو ناک میں چڑھایا جائے تو ابتداء آنکھ سے پانی گرنے میں مفید ہے اور اگر سرکہ میں ملا کر اس کا ضماد کیا جائے' تو گرمی دانے اور تر کھجلی کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے اور دائمی بلغمی ورموں کو تحلیل کرتا ہے اور سخت ورموں کو ختم کر دیتا ہے اور اگر اس کا تیل ناک میں چڑھایا جائے تو لقوہ کے لئے مفید ہے اور اگر اس کا تیل ڈھائی سے ساڑھے تین گرام تک استعمال کریں تو کیڑے مکوڑے کے ڈنک کے لئے نافع ہے' اور اگر خوب باریک پیس کر گندہ بروزہ کے پھل کے تیل میں ملا کر اس کے دو تین قطرے کان میں ٹپکائیں تو ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والے کان کے درد کے لئے نافع ہے اسی طرح ریاح اور سدے کو دفع کرتا ہے۔

---

1. حمی الربع: ایسے بخار کو کہتے ہیں۔ جو چوتھا دن کی باری سے آتا ہے۔
2. دتیلاء: مکھی اور مکڑی کی طرح کے کیڑے مکوڑے اس کی جمع رتیلاوات آتی ہے۔
3. خیلان: خال کی جمع ہے۔ بدن کے تل کو کہتے ہیں' یعنی ایسی سیاہ پھنسی جسکے اردگرد عموماً بال نکلتے ہیں۔ رخسار کے تل پر اکثر اسکا اطلاق ہوتا ہے۔

اگراس کو بھون کر باریک پیس لیں اور روغن زیتون میں ملا کر اس کے تین یا چار قطرے ناک میں ڈالیں تو اس زکام کو جس میں بکثرت چھینک آتی ہے ختم کر دیتا ہے اور اگر اس کو جلا کر روغن چنبیلی یا روغن میں ملا کر پنڈلی کے زخموں پر سرکہ سے دھونے کے بعد ملا جائے تو بے حد مفید ہے اور اس سے زخم بھی مندمل ہو جائے گا اور اگر سرکہ کے ساتھ پیس کر برص، جسم کے سیاہ داغ اور بھینسیا[1] داد پر ملا جائے تو یہ بیماریاں جاتی رہیں گی' اور اگر اس کو باریک پیس کر اس کا سفوف روزانہ دو درہم کے مقدار ٹھنڈے پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو باؤلے کتے کے کاٹنے کے لئے بہت مفید ہے' اور وہ ہلاکت سے بچ جائیگا اور اس کے تیل کو ناک میں چڑھایا جائے تو فالج اور رعشہ[2] کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے' اور ان کے مادے کو ختم کر دیتا ہے اور اگر اس کے بخور کیا جائے تو کیڑے مکوڑے ختم ہو جاتے ہیں۔

اور اگر انزروت کو پانی میں گھول کر مقعد کے اندرونی حصہ پر مل دیا جائے پھر اس پر سفوف شونیز چھڑک دیا جائے تو یہ بواسیر کو ختم کرنے کے لئے اعلیٰ ترین اور بے حد مفید سفوف ثابت ہوگا اس کے منافع ہمارے بیان سے بھی کہیں زیادہ ہیں' اس کی خوراک دو درہم کے مقدار تک ہے بعض اطباء کا خیال ہے کہ اس کا زیادہ استعمال مضر اور مہلک ہے۔

حریر : (ریشم) اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خارش کے روکنے کے لئے اس کے استعمال کرنے کی اجازت دی تھی اس کا مزاج اور اس کے فوائد پہلے بیان ہو چکے ہیں اس کو دوبارہ یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

حرف : (دانہ رشاد) ابو حنیفہ دینوری نے لکھا ہے کہ یہ وہی تخم ہے جس کو لوگ بطور دوا استعمال کرتے ہیں اور یہ ثفا[3] ہے جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے اس کے پودے کو حرف کہتے ہیں اور عوام اسے تخم رشاد کہتے ہیں ابو عبید کا بیان ہے کہ شفاء حرف کا ہی دوسرا نام ہے۔

وہ حدیث جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے اسے ابو عبید وغیرہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[1] حزاز: حاد کے فتحہ کے ساتھ' جلد پر ہونے والی ایک بیماری ہے۔ جس سے جلد چھل جاتی ہے۔ اور پھیلتی ہے۔ وہ اس بھوسی کی طرح ہوتی ہے' جو سر سے گرتی ہے۔ چنانچہ بدن سے بھوسی چھوٹتی ہے۔ اور خارش ہوتی ہے۔

[2] کزاز: غراب اور رمان کی طرح بولا جاتا ہے۔ ایک بیماری ہے' جو سخت سردی کے باعث اعصاب میں پیدا ہوتی ہے۔ یا لرزہ کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس کو ٹٹنس کہتے ہیں۔

[3] ثفاء: تخم رشاد کو کہتے ہیں۔

((مَاذَا فِی الْاَمَرَّیْنِ مِنَ الشِّفَاءِ؟ الصَّبِرِ وَ الثُّفَّاءِ؟))

''دو تلخ چیزوں میں کس قدر شفاء ہے' صبر اور تخم رشاد میں''

ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں اس کو بیان کیا ہے۔

اس کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے یہ گرمی پیدا کرتا ہے پاخانہ نرم کرتا ہے پیٹ کے کیڑے اور کدودانے کو نکالتا ہے ورم طحال کو تحلیل کرتا ہے' شہوت جماع کا محرک ہے' تر خارش' اور بھینسیا داد کو جڑ سے ختم کرتا ہے' اور اگر شہد کے ساتھ ملا کر اس کا ضماد کیا جائے تو ورم کو تحلیل کرتا ہے اور مہندی کے ساتھ جوشاندہ بنا کر پلائیں تو سینے کو مادردیہ سے صاف کرتا ہے اور اسی جوشاندہ کے پینے سے کیڑے مکوڑوں کے نیشن سے بھی آرام ملتا ہے' اور اگر کسی جگہ پر اس کا بخور کیا جائے تو کیڑے مکوڑے وہاں سے بھاگ جاتے ہیں بالوں کے گرنے کو روک دیتا ہے اور اگر جو آٹا اور سرکہ سے آمیز کر کے اس کا ضماد کیا جائے تو عرق النساء کے لئے مفید ہے اور اورام حارہ کو بالآخر تحلیل کر دیتا ہے۔

اور اگر پانی اور نمک کے ساتھ اس کو پھوڑوں پر ضماد کیا جائے تو اسے پکا دیتا ہے اور تمام اعضاء کے استرخاء کو روکتا ہے قوت باہ بڑھاتا ہے کھانے کی خواہش پیدا کرتا ہے جوف کی سوجن' دمہ اور صلابت طحال کے لئے بے حد مفید ہے پھیپھڑے کو صاف کرتا ہے' حیض آور ہے عرق النساء کے لئے نفع بخش ہے اور اگر اس کو پیا جائے یا اس کا حقنہ لگایا جائے تو سرین کے سرے کا درد ختم ہو جاتا ہے کیونکہ حقنہ سے فضولات ختم ہو جاتے ہیں' اور سینے اور پھیپھڑے کے لیسدار بلغم کو ختم کر کے صاف کرتا ہے۔

اگر اس کا سفوف پانچ درہم کی مقدار گرم پانی سے استعمال کریں' تو پاخانہ نرم کرتا ہے' ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور ٹھنڈک سے ہونے والے درد قولنج کو دور کرتا ہے' اور اگر اس کے سفوف کو پیا جائے تو برص کے لئے مفید ہے اور اگر اس کو سرکہ کے ساتھ ملا کر برص اور جسم کے سفید داغ پر ضماد کیا جائے تو دونوں کے لئے مفید ہے اور ٹھنڈک اور بلغم کی وجہ سے پیدا ہونے والے سردرد میں نافع ہے اور اگر اس کو بھون کر پیا جائے تو پاخانہ بستہ کر دیتا ہے بالخصوص اس کا سفوف کئے بغیر استعمال تو اور زیادہ مفید ہے اس لئے کہ بھوننے کے بعد اس کا لیس دار مادہ تحلیل ہو جاتا ہے' اور اگر پانی میں پکا کر اس سے سر دھلا جائے تو سر کو میل کچیل اور لیس دار رطوبتوں سے صاف کرتا ہے۔

حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ اس کی قوت رائی کے دانے کی طرح ہے' اسی لئے سرین کے درد میں جس کو عرق النساء کہتے ہیں' اس کی سینکائی کرنا مفید ہے' اسی طرح سردرد میں بھی نافع ہے اگر ان بیماریوں میں سے کسی ایک بیماری میں بھی گرم کرنے کی ضرورت پڑے تو یہ مفید ہے' اسی طرح رائی کے تخم سے

سینکائی کرنا بھی مفید ہے۔

اور کبھی دمہ کے مریضوں کی دواؤں میں بھی اس کو آمیز کیا جاتا ہے تاکہ اخلاط غلیظ کو پوری طرح ختم کر دے، جس طرح تخم رائی اس کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے لہذا یہ ہر طرح سے رائی کے تخم کے مشابہ اور برابر ہے۔

حلبة: (میتھی) نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت مکہ میں کی تو آپ نے فرمایا کہ کسی ماہر طبیب کو بلا لاؤ چنانچہ حارث بن کلدہ[1] کو بلایا گیا، اس نے ان کو دیکھ کر کہا کہ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے ان کے نسخہ میں میتھی کو تازہ عجوہ کھجور کے ساتھ جوش دیا جائے اور اسی کا حریرہ ان کو دیا جائے چنانچہ یہی کیا گیا، تو یہ شفایاب ہو گئے۔

میتھی: دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے پانی میں جوش دینے کے بعد اس کا جوشاندہ حلق، سینہ اور شکم کو نرم کرتا ہے کھانسی، خشونت اور دمہ اور تنگی، تنفس کو دور کرتا ہے قوت باہ بڑھاتا ہے، ریاح، بلغم، بواسیر کے لئے نہایت مجرب دوا ہے آنتوں میں رکے ہوئے کیموس کو نیچے لاتا ہے اور سینے کے لیس دار بلغم کو تحلیل کر کے باہر نکالتا ہے پیٹ کے پھوڑوں اور پھیپھڑے کی بیماریوں میں نافع ہے، اور انتڑیوں میں ہوں تو گھی اور فالودہ کے ہمراہ اس کا استعمال مفید ہے۔

پانچ درہم وزن کے برابر فوہ[2] کے ساتھ اس کا استعمال حیض آور ہے اور اگر اس کو پکا کر اس سے سر دھلا جائے تو بالوں کو گھونگھریالا بناتا ہے سر کی بھوسی کو ختم کرتا ہے۔

اس کے سفوف کو سہاگا اور سرکہ سے آمیز کر کے اس کا ضماد کریں تو ورم طحال کو تحلیل کرتا ہے اور عورت کے ورم رحم کی وجہ سے ہونے والے ورد میں اگر اس کو میتھی کے پکائے ہوئے پانی میں بٹھا دیا

---

[1] یہ ثقفی خاندان کے طائف کا باشندہ ہے، اس نے جاہلیت واسلام دونوں زمانے دیکھے ایران کے علاقے کی طرف کوچ کیا، اور وہیں کے اطباء سے فن طب حاصل کیا، حافظ ابن حجر نے ''اصابہ'' میں اس کی سوانح لکھی ہے۔ اور ابن ابو حاتم نے نقل کیا ہے کہ اس کا مسلمان ہونا صحیح نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے ۳۸۷۵ میں صحیح سند کے ساتھ سعد سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں بیمار پڑا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائیں اور اپنا دست مبارک میرے سینے پر دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے اپنے دل میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی آپ نے فرمایا کہ تم کو دل کی بیماری ہے۔ قبیلہ بنو ثقیف کے طبیب حارث کو بلا کر اس سے علاج کراؤ کیونکہ وہ ایک ماہر طبیب ہے۔

[2] ایک درخت ہے۔ جس کی شاخیں پھیلی ہوئی اور موٹی ہوتی ہیں۔ اور اس کی جڑیں باریک لمبی اور سرخ رنگ کی ہوتی ہیں۔ جو رنگائی کے کام آتی ہیں، اور بعض امراض کے علاج میں بھی مستعمل ہیں، اس کو عروق الصباغین (رنگریزوں کی جڑیں) بھی کہتے ہیں۔

جائے تو درد جاتا رہتا ہے اور اگر معمولی حرارت والے سخت ورموں پر اس کا ضماد کیا جائے تو نفع ہوگا اور اس کو تحلیل کردے گا۔

اگر میتھی کا پانی پیا جائے تو ریاح کی وجہ سے ہونے والے مروڑ میں نافع ہے۔ زمقالامعاء میں نافع ہے۔

اگر اس کو پکا کر چھوہارے کے ساتھ کھایا جائے تو شہد یا انجیر زرد کے ساتھ استعمال کیا جائے تو سینے اور معدہ میں پیدا ہونے والے لیسدار بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور پرانی کھانسی کے لئے مفید ہے یہ قبض شکن اور مسہل ہے اور ناخنوں کے تشنج کے لئے نفع بخش ہے اور اس کے تیل کو موم کے ساتھ ملا کر ناخنوں پر ملا جائے تو سردی کی وجہ سے پیدا ہونے والی پھٹن کو دور کرتا ہے اس کے علاوہ اس میں بہتیرے فوائد ہیں:

قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت کی جاتی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میتھی کے ذریعہ شفاء حاصل کرو۔[1]

بعض اطباء نے بیان کیا ہے کہ اگر لوگ میتھی کے فوائد سے آشنا ہو جائیں تو سونے کے دام کے برابر اس کی قیمت دے کر اس کو خریدنے لگیں گے۔

''حرف خاء''

خبز: (روٹی) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((تَكُوْنُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً يَتَكَفَّؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهَا كَمَا يَكْفَؤُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ.))

''قیامت کے دن زمین ایک روٹی بن جائے گی جس کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے جنتیوں کی مہمان نوازی کے لئے اوندھا کرے گا' جیسا کہ کوئی سفر میں اپنا زادراہ اپنے ہاتھ سے نکال کر لیتا ہے''۔[2]

ابوداود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نقل کیا ہے' انہوں نے بیان کیا۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے' علامہ شوکانی کی کتاب ''الفوائد المجموعۃ'' صفحہ ۱۲۴' ۱۲۵ اور ملا قاری کی کتاب ''المصنوع'' صفحہ ۱۱۱ اور مؤلف کی تالیف ''المنار المنیف'' ص ۵۴

[2] بخاری نے ۱۱/ ۳۲۱' ۳۲۲ میں کتاب الرقاق باب یقبض اللہ الارض یوم القیمۃ کے تحت اور مسلم نے ۲۷۹۲ میں کتاب صفات المنافقین کے باب نزل اہل الجنۃ کے ذیل میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس کو نقل کیا ہے۔

((كَانَ اَحَبَّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِيْدُ مِنَ الْحَيْسِ.))

''رسول اللہ ﷺ کی سب سے مرغوب غذا روٹی سے بنی ہوئی ثرید اور گھی' کھجور اور ستو سے تیار کی ہوئی ثرید تھی۔[1]

ابوداؤد نے اپنی سنن میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَدِدْتُ اَنَّ عِنْدِیْ خُبْزَةً بَيْضَاءَ مِنْ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَةً بِسَمْنٍ وَلَبَنٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَهٗ فَجَاءَ بِهٖ فَقَالَ فِیْ اَیِّ شَیْءٍ كَانَ هٰذَا السَّمْنُ؟ فَقَالَ فِیْ عُكَّةِ ضَبٍّ فَقَالَ اِرْفَعْهُ.))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس گیہوں کی روٹی ہو جس میں گھی ملا ہوا ہو اور دودھ میں بھگوئی ہو قوم کا ایک شخص کھڑا ہوا اور جا کر ان چیزوں کو تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا' آپ نے دریافت کیا کہ گھی کس برتن میں تھا' اس نے بتایا کہ گھی کے ڈبے میں تھا' آپ نے فرمایا کہ اسے اٹھا لے جاؤ''۔[2]

بیہقی نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو مرفوعاً بیان کیا ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَكْرِمُوْا الْخُبْزَ وَمِنْ كَرَامَتِهٖ اَنْ لَا يُنْتَظَرَ بِهِ الْاِدَامُ.))

''روٹی کا اعزاز کرو' اس کا اکرام یہ ہے کہ اس کے ساتھ شوربے کا انتظار نہ کیا جائے''۔[3]

یہ حدیث موقوف ہونے کے زیادہ مشابہ ہے اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے' اور نہ اس کے ماقبل کے مرفوع ہونے کی بات صحیح ہے۔

---

[1] ابوداؤد نے ۳۷۸۳ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ضعیف اور مجہول راوی ہے۔ ابوداؤد نے بیان کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

[2] ابوداؤد نے ۳۸۱۸ میں کتاب الاطعمة کے باب الجمع بين لونين من الطعام کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۳۴۱ میں کتاب الاطعمة کے باب الخبز الملبق بالسمن کے ذیل میں اسکو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں ایوب بن خوط متروک ہے۔ جیسا کہ تقریب میں مذکور ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔

[3] حدیث صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے علامہ سخاویؒ کی کتاب ''المقاصد الحسنة' الفواعد المجموعة'' صفحہ ۱۶۱' صفحہ ۱۶۲ میں تذکرہ الموضوعات صفحہ ۱۴۴

اسی طرح روٹی کو چھری سے کاٹنے کی ممانعت جس حدیث میں آئی ہے' اس کی بھی کوئی اصل نہیں' اور نہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت ملتا ہے بلکہ یہ روایت تو چھری سے گوشت کاٹنے کی ممانعت کے سلسلہ میں ہے' اور یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

بیہقی رحمہ اللہ نے مزید بیان کیا کہ جب میں نے ابومعشر کی اس حدیث کے بارے میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دریافت کیا۔

((عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ لَا تَقْطَعُوْا اللَّحْمَ بِالسِّكِّيْنِ فَاِنَّ ذَالِكَ مِنْ فِعْلِ الْاَعَاجِمِ.))

''ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ' اس لئے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے''[1]

تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اور نہ یہ محدثین کے نزدیک معروف ہے نیز یہ حدیث حضرت عمرو بن امیہ اور حدیث مغیرہ کے بھی خلاف ہے حدیث عمرو بن امیہ یوں مروی ہے:

((كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ.))

''کہ نبی ﷺ بکری کا گوشت چھری سے کاٹتے تھے''[2]

اور حدیث مغیرہ میں مذکور ہے:

((اَنَّهُ لَمَّا اَضَافَهُ اَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِیَ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحْتَزُّ.))

''کہ جب انہوں نے نبی ﷺ کو مہمان بنایا تو آپ نے پہلو کو بھوننے کا حکم دیا' پھر چھری لے کر آپ اس کو کاٹنے لگے''[3]

---

[1] اس حدیث کو ابوداؤد نے ۳۷۷۸ میں نقل کیا ہے۔ ابومعشر ضعیف راوی ہے۔

[2] امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ۹/۴۷۶ میں کتاب الاطعمة کے باب قطع اللحم بالسکین کے تحت اور امام مسلم نے ۳۵۵ (۹۳) میں بایں طور پر روایت کیا ہے۔ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کاٹ رہے ہیں۔ پھر نماز کے لئے جب بلایا گیا تو آپ چھری اور گوشت کا ٹکڑا رکھ کر نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے' اور نماز ادا کی وضو بھی نہیں کیا۔

[3] امام احمد بن حنبلؒ نے ۵/۲۵۲' ۲۵۵ میں اور ابوداؤد نے ۱۸۸ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۵-فصل

مفید غذاؤں کا بیان

روٹی کی عمدہ اور اعلیٰ ترین قسم وہ ہے جو خمیری اور عمدہ گوندھی ہوئی ہو' پھر تنور کی پکی ہوئی روٹی کا درجہ ہے اس کی اعلیٰ قسم تنور پر پکائی ہوئی روٹی پھر اس کے بعد بھوبھل میں پکائی ہوئی روٹی ہے' اور سب سے عمدہ روٹی نئے تازہ گیہوں سے تیار کی جاتی ہے

غذا کے طور پر سب سے زیادہ مستعمل سفید گیہوں کی روٹی ہے یہ دیر ہضم ہوتی ہے کیونکہ اس میں بھوسی کی مقدار کم ہوتی ہے اس کے بعد میدہ کی روٹی اور پھر بن چھنے آٹے کی روٹی ہوتی ہے۔

اس کے کھانے کا بہترین وقت یہ ہے کہ روٹی جس دن پکائی جائے اسی دن کی شام کو کھائی جائے' نرم روٹی سے تلیین پیدا ہوتی ہے بہتر تغذیہ ہوتا ہے' اور شادابی پیدا ہوتی ہے مزید برآں ہضم ہو کر جلد ہی معدہ سے نیچے اتر جاتی ہے اور خشک روٹی اس کے برخلاف ہوتی ہے۔

گیہوں کی روٹی کا مزاج دوسرے درجہ کے درمیان میں گرم ہے' اور رطوبت ویبوست میں اعتدال کے قریب ہے اور یبوست کا مادہ اس میں آگ پر پکانے کی وجہ سے ہوتا ہے جتنی زیادہ پختہ ہوگی اس میں اتنی زیادہ خشکی ہوگی اور جتنی کم پختہ ہوگی اسی حساب سے اس میں رطوبت ہوگی۔

گیہوں کی روٹی میں غیر معمولی طور پر فربہ کرنے کی خاصیت موجود ہے اور سموسے سے اخلاط غلیظہ پیدا ہوتے ہیں' اور روٹی کا چورا انفاخ ہے دیر ہضم ہے دودھ ملا کر بنائی ہوئی روٹی سے سدے پیدا ہوتے ہیں' البتہ اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے اور دیر میں معدہ سے نیچے اترتی ہے۔

جو کی روٹی پہلے درجہ میں بارد یابس ہے اس میں گیہوں کی روٹی سے کم غذائیت ہوتی ہے

خل: (سرکہ) امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں سالن طلب فرمایا' گھر کے لوگوں نے کہا کہ سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے' آپ نے اسے منگوایا اور اس کو کھانے لگے اور فرماتے رہے کہ بہترین سالن سرکہ ہے کیا ہی عمدہ سالن سرکہ ہے[1]

---

[1] امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۰۵۲ میں کتاب الاشربة کے باب فضيلة الخل والتادم به کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔

سنن ابن ماجہ ام سعد رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِي الْخَلِّ فَإِنَّهُ كَانَ إِدَامَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي وَلَمْ يَفْتَقِرْ بَيْتٌ فِيهِ الْخَلُّ.))

''سرکہ کیا ہی عمدہ سالن ہے' اے اللہ سرکہ میں برکت عطا کر اس لئے کہ مجھ سے پہلے یہ تمام انبیاء کا سالن تھا اور جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر محتاج نہیں ہے''۔[1]

سرکہ حرارت و برودت سے مرکب ہے مگر برودت زیادہ ہوتی ہے وہ تیسرے درجہ میں خشک ہے اس میں قوت تجفیف غیر معمولی طور پر ہوتی ہے اور مواد ضرور یہ کی سیلانی سے روکتا اور پاخانہ نرم کرتا ہے شراب سے بنا ہوا سرکہ ہیجان معدہ میں مفید ہے' صفراء کو ختم کرتا ہے' اور مہلک دواؤں کے ضرر کو دور کرتا ہے۔

اگر شکم میں دودھ اور خون جم جائیں تو ان کو تحلیل کرتا ہے' طحال کے لئے نافع ہے معدہ کی صفائی کرتا ہے پاخانہ بستہ کرتا ہے اور اگر کہیں ورم ہونے والا ہو تو اس کو روک دیتا ہے ہاضمہ کے لئے معاون ہے بلغم کا دشمن ہے' کثیف غذاؤں کو زود ہضم بناتا ہے خون کو پتلا کرتا ہے۔

اگر اس میں نمک ملا کر پیا جائے تو مہلک سماروغ سے بچاتا ہے اور اگر ستو کے ساتھ کھایا جائے' تو تالو کی جڑ سے چسپاں جونک کو نکالتا ہے اور اگر گرم کر کے اس کی کلی کی جائے تو دانتوں کے درد کو ختم کرتا ہے اور مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے۔

انگلی کے سرے کے ورم کے لئے اس کا ضماد نافع ہے اسی طرح پہلو کی پھنسی' گرم ورم اور آتش زدگی کے لئے اس کا طلاء مفید ہے بھوک کی خواہش پیدا کرتا ہے' معدہ کے لئے خوشگوار ہے جوانوں کے لئے عمدہ ہے موسم گرم میں گرم علاقوں کے باشندوں کے لئے نفع بخش ہے۔

خلال : (دانت صاف کرنے کا تنکا) اس بارے میں دو حدیثیں مروی ہیں' جو پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں' پہلی حدیث ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا حَبَّذَا الْمُتَخَلِّلُونَ مِنَ الطَّعَامِ إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَشَدَّ عَلَى الْمَلَكِ مِنْ بَقِيَّةٍ تَبْقَى فِي الْفَمِ مِنَ الطَّعَامِ.))

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۳۱۸ میں کتاب الاطعمة کے باب الاستدام بالخل کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

"کھانے کے بعد خلال کرنے والوں کو مبارکبادی ہو' کیونکہ کھانے کے پھنسے ہوئے حصہ کی بدبو سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز فرشتوں پر گراں نہیں ہے"[1]

اس حدیث میں واصل بن سائب ایک راوی ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ اور علامہ رازی رحمہ اللہ نے منکر الحدیث کہا ہے اور نسائی اور رازی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے چھال اور اس سے خلال کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ان سے جذام کی رگوں کو غذا ملتی ہے عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ جب میں نے اپنے والد سے اس شیخ کے متعلق دریافت کیا' جن سے صالح وحاظی' جن کو محمد بن عبدالملک[2] بھی کہا جاتا ہے حدیث بیان کی تو میرے والد نے جواب دیا کہ میں نے محمد بن عبدالملک انصاری کو دیکھا ہے وہ ایک اندھا شخص تھا جو حدیث گھڑتا تھا' اور جھوٹی روایت بیان کرتا تھا۔

بہر حال خلال مسوڑوں اور دانتوں کے لئے مفید ہے ان دونوں کی اس سے حفاظت ہوتی ہے منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے سب سے بہتر خلال وہی ہوتا ہے' جو خلال کی لکڑیوں مثلاً درخت زیتون اور بید کی لکڑیوں سے بنایا گیا ہو' نرکل' آس' ریحان اور باذروج[3] کی لکڑیوں سے خلال کرنا مضر ہے۔

"حرف دال"

دھن: (تیل) ترمذی نے اپنی کتاب "الشمائل" میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ دُهْنَ رَأْسِهِ وَ تَسْرِيْحَ لِحْيَتِهِ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَانَ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.))

---

[1] امام احمدؒ نے ۵/۴۱۶ میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں بھی ابو سورہ انصاری برادر ابو ایوب انصاری ضعیف ہے۔ دیکھئے ملا علی احمد قاریؒ کی کتاب "المصنوع" صفحہ ۴۱

[2] "میزان الاعتدال میں اس کی سوانح مذکور ہے۔ اور مصنف نے عبداللہ کا اپنے باپ سے سوال کرنے کا واقعہ بھی ذکر کیا ہے: لیط' لیطۃ کی جمع ہے۔ نرکل کے چھلکے کو کہتے ہیں جو اس سے لپٹا رہتا ہے۔

[3] معتمد میں اسے حرکت (جنگلی تلسی) بتایا گیا ہے' اور کہا کہ یہ ایک مشہور خوشبو ہے۔ لیکن تفلیسی نے بیان کیا کہ یہ سبزی کی ایک قسم ہے۔

''رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے سر میں تیل لگاتے اور داڑھی میں شانہ کرتے تھے اور عمامہ کے نیچے باریک کپڑا رکھتے' جو تیل سے تر ہوتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا کپڑا کسی روغن فروش کا کپڑا ہے''۔[1]

تیل مسامات بدن کو بند کرتا ہے اور جلد سے ہونے والی تحلیل کو روکتا ہے' گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد اس کو استعمال کیا جائے تو بدن کو خوبصورت بناتا ہے اور اس میں شادابی پیدا کرتا ہے اگر بالوں میں لگایا جائے تو انہیں جاذب نظر اور دراز کرتا ہے دانوں سے بدن کو محفوظ رکھتا ہے اور بدن پر آنے والی دوسری آفات کا بھی دفعیہ کرتا ہے۔

ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُوا الزَّيْتَ وَ ادَّهِنُوا بِهِ.))

روغن زیتون کھاؤ اور اسے لگاؤ۔[2]

اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ بعد میں آئے گا۔

تیل گرم علاقوں مثلاً حجاز وغیرہ میں حفظان صحت اور اصلاح بدن کے لئے اسباب میں سے ایک ہے اور ان علاقوں کے باشندوں کے لئے تیل کا استعمال از حد ضروری ہے' سرد علاقوں کے لوگوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی' اس کا اتنا زیادہ استعمال کہ سر کو شرابور کر لیں آنکھ کے لئے مضر ہے۔

مفید روغنوں میں سب سے زیادہ مفید روغن زیتون پھر گھی اور اس کے بعد روغن کنجد ہے۔

اور مرکب روغنوں میں سے بعض بارد رطب ہیں' جیسے روغن بنفشہ جو سر درد حار میں مفید ہے اور جن کو نیند نہ آتی ہو ان کے لئے خواب آور ہے دماغ کو تازگی بخشتا ہے' درد آدھا سیسی سے حفاظت کرتا ہے خشکی دور کرتا ہے' یبوست ختم کرتا ہے' کھجلی میں اس کو لگایا جاتا ہے خشک کھجلی میں بے حد مفید ہے جوڑوں کی حرکت آسان کرتا ہے موسم گرما میں گرم مزاج والوں کے لئے مصلح ہے اس کے بارے میں دو موضوع اور باطل حدیثیں ہیں جن کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح نہیں ہے۔

---

[1] ترمذی نے ''الشمائل'' نمبر ۳۲ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند ربیع بن صبیح اور یزید رقاشی دو راوی ضعیف ہیں۔

[2] ترمذی نے ۱۸۵۳ میں کتاب الاطعمہ کے تحت' امام احمدؒ نے ۴۹۷/۳ میں' رازی نے ۲۰۲۲ میں حدیث اسید بن ثابت یا ابو اسید انصاریؓ سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عطاء شامی راوی ہے۔ جس کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا' لیکن اس کی شاہد ایک حدیث ہے۔ جس کو ترمذی نے ۱۸۵۲ میں' ابن ماجہ نے ۳۳۱۹ میں' حاکم نے ۱۲۲۲ میں حدیث عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جس سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

پہلی حدیث یوں بیان کی گئی ہے روغن بنفشہ کی فضیلت تمام دوسرے روغنوں پر ایسی ہی ہے جیسی میری فضیلت دنیا کے تمام لوگوں پر ہے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ روغن بنفشہ کی فضیلت تمام دوسرے روغنوں پر ایسی ہی ہے جیسی اسلام کی فضیلت دوسرے ادیان پر ہے۔[1]

ان روغنوں میں بعض گرم تر ہوتے ہیں جیسے روغن بان۔[2] یہ روغن اس کی کلی سے نہیں نکالا جاتا' بلکہ اس کے سفید بیج سے جو کسی قدر مٹیالہ پستہ کے دانہ کی طرح ہوتا ہے نکالا جاتا ہے اس سے روغن کی بڑی مقدار نکلتی ہے' اور اس میں دسومت بھی خاصی ہوتی ہے سختی اعصاب کے لئے مفید ہے' اس کو نرم کرتا ہے سفید داغ' جھینپ کے لئے نافع ہے اور سیاہی زرد مائل جھائیں اور برص کو دور کرتا ہے غلیظ بلغم کے لئے مسہل ہے خشک تانتوں کو نرم کرتا ہے اور اعصاب کو گرم کرتا ہے۔

اس کے متعلق ایک گھڑی ہوئی باطل حدیث ہے جس کی کوئی اصل نہیں روغن بان کا استعمال کرو اس لئے کہ یہ عورتوں سے لطف اندوزی میں سب سے بڑھا ہوا ہے اس کے خاص فوائد یہ ہیں کہ یہ دانتوں کو جلا بخشتا ہے اور اس کو جاذب نظر بناتا ہے میل کچیل سے اس کو صاف کرتا ہے جو شخص اس کو چہرے اور ہاتھ پیر پر ملے گا اس کو نہ تو پتھری ہوگی اور نہ آدھا سیسی کا درد ہوگا اور اگر اس کو کوکھ اور اعضاء تناسل اور اس کے ارد گرد لگایا جائے تو گردے کی برودت کے لئے نافع ہے اور سلسل البول سے نجات ملے گی۔

"حرف ذال"

ذریرہ: (ایک قسم کی خوشبو چرائتہ) صحیحین میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا۔

((طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِيْ بِذَرِيْرَةٍ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِحِلِّهِ وَإِحْرَامِهِ.))

میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر احرام باندھنے اور احرام کھولنے کے وقت رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے چرائتہ کی خوشبو لگائی۔[3]

---

[1] مؤلف کی تالیف المنار المنیف ۵۴' اور الفوائد المجموعة صفحہ ۱۲۵' ۱۲۲ دیکھئے۔

[2] بان: ایک قسم کا درخت ہے' اس کے پتے بید کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس کے بیج سے خوشبودار تیل نکالا جاتا ہے۔ اس کا واحد بانۃ ہے اس کی درازی کے باعث قد کو اسی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

[3] امام بخاری نے ۳۱۳۱۰ میں کتاب اللباس کے باب الذریرۃ کے تحت اور امام مسلم نے ۱۱۸۹ میں کتاب الحج باب الطیب للمحرم عندالاحرام کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

ذریرہ: (اس کے منافع) خاصیت کے بارے میں، تفصیلی بحث گزر چکی ہے اس لئے ہم دوبارہ یہاں اس پر بحث نہ کریں گے۔

ذباب: (مکھی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو کھانے میں مکھی کے ڈبونے کا حکم دیا، جب کھانے میں مکھی گر پڑے، اس لئے کہ اس کے ایک پر میں شفا ہوتی ہے جو دوسرے پر کے لئے تریاق کا کام کرتی ہے اس سے پہلے ہم مکھیوں کے فوائد پر بحث کر چکے ہیں۔

ذہب: (سونا) ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا کہ:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَخَّصَ لِعَرْفَجَةَ بْنِ اَسْعَدٍ لَمَّا قُطِعَ اَنْفُهُ یَوْمَ الْكُلَابِ وَ اتَّخَذَ اَنْفًا مِنْ وَرِقٍ فَاَنْتَنَ عَلَیْهِ فَاَمَرَهُ النَّبِیُّ ﷺ اَنْ یَتَّخِذَ اَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ.))

”کہ نبی ﷺ نے عرفجہ بن سعد کو رخصت دی، جنہوں نے جنگ کلاب میں ناک کٹ جانے کے بعد چاندی کی ایک ناک بنا کر لگالی تھی جب اس میں بدبو پیدا ہوئی تو پیغمبر اللہ نے آپ کو سونے کی ناک بطور پلاسٹک سرجری لگانے کا حکم دیا۔“[1]

اس حدیث کے علاوہ عرفجہ کی رخصت کے سلسلہ میں محدثین کے نزدیک کوئی دوسری حدیث نہیں ہے۔

سونا دنیا کی زینت، طلسم وجود، نفسوں کو فرحت بخش، پشت کے لئے مقوی، اور سرزمین پر معیشت کے لئے قوت الٰہی کا راز ہے اس کے مزاج میں ساری کیفیات کا امتزاج موجود ہے اس میں ایک لطیف حرارت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے تمام لطیف اور فرحت بخش معجونوں میں اس کو شامل کیا جاتا ہے تمام معدنی اشیاء میں بلاشبہ سب سے زیادہ معتدل اور اشرف ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اسے زمین میں دفن کر دیا جائے تو مٹی سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ زنگ لگتا ہے اس کے برادہ اگر دواؤں میں آمیز کر دیا جائے تو ضعف قلب کے لئے مفید ہے اور سوداء سے ہونے والے خفقان کے لئے نافع

---

[1] یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو ابوداؤد نے ۴۲۳۲، ۴۲۳۳، ۴۲۳۴ میں کتاب الخاتم باب ماجاء فی ربط الاسنان کے تحت اور ترمذی نے ۱۷۷۰ میں کتاب اللباس باب ماجاء فی شد الاسنان کے تحت اور نسائی نے ۸ / ۱۶۳، ۱۶۴ میں کتاب الزینة باب من اصیب انفه هل یتخذ انفامن ذهب کے ذیل میں اور امام احمد نے ۲۳۵ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اور ترمذی نے اس کو حسن کہا اور ابن حبان نے ۱۴۶۶ میں صحیح کہا ہے۔ اس باب میں بہت سی مرفوع، موقوف احادیث مروی ہیں۔ جن کو حافظ زیلعی نے ”نصب الرایۃ“ ۴ / ۲۳۷، ۲۳۸ میں تحریر کیا ہے۔

ہے اور وسوسہ، رنج و غم، خوف و خطر اور عشق جیسے امراض نفسانی سے نجات دلاتا ہے بدن کو فربہ اور مضبوط بناتا ہے اور زردی کو ختم کر کے رنگ نکھارتا ہے جذام سے نجات دیتا ہے تمام سوداوی بیماریوں اور دردوں میں بے حد مفید ہے اور بالخصوص بالخورہ اور داء الحیتہ (بال جھڑنے کی بیماری) (جیسی بیماریوں میں اس کے کھانے اور اس کا ضماد کرنے سے بے حد فائدہ ہوتا ہے آنکھ کو جلا بخشتا ہے اور اسے تقویت پہنچاتا ہے اسی طرح آنکھ کی بہت سی بیماریوں کے لئے بے حد مفید ہے، تمام اعضاء بدن کو تقویت کے لئے اکسیر ہے۔

اس کو منہ میں رکھنے سے گندہ دہنی دور ہوتی ہے اگر کوئی ایسے مرض میں مبتلا ہو، جس کو داغ دینے کی ضرورت درپیش آئے اور اس کو سونے سے داغ دیا جائے تو اس جگہ آبلے نہیں پڑتے اور مریض بہت جلد صحت یاب ہو جاتا ہے۔

اگر سرمہ کی سلائی سونے کی بنا کر سرمہ اس سے لگایا جائے تو آنکھ کو قوت دے، اور اس کی روشنی بڑھائے گا اور اگر سونے کی انگوٹھی ہو، جس کا نگینہ بھی سونے کا ہو اسے گرم کر کے اس سے کبوتر کے اگلے بازو کو داغ دیں، تو پر ایک دوسرے سے چمٹ جائیں گے اور کبوتر پھر اس جگہ سے اڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

اور لوگوں کو قوی اور مضبوط بنانے میں اس کو بڑی خصوصیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ جنگ اور ہتھیاروں کے سلسلے میں بڑی چھوٹ دی گئی ہے چنانچہ ترمذی نے مزیدہ عصری سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے آپ کی تلوار کا دستہ اور قبضہ سونے اور چاندی کا تھا۔[1]

سونا تو تمام لوگوں کو محبوب ہوتا ہے جب اس کو قابو میں کر لیتے ہیں تو پھر اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور دنیا کی دوسری تمام مرغوبات اور پسندیدہ چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ.)) [آل عمران:۱۴]

"لوگوں کو اپنی خواہش کی چیزیں (خوبصورت) عورتیں اور بیٹے اور چاندی سونے کے ڈھیر اور (بڑے خوبصورت) پلے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور لہلاتی کھیتاں بھلی معلوم ہوتی ہیں"۔

---

[1] ترمذی نے ۱۶۹۰ میں کتاب الجہاد باب ماجاء فی السیوف وحلیتھا کے تحت اور "الشمائل" ۱۰۱ میں اس کو روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ہود بن عبداللہ بن سعد ایک راوی ہے، جس کو صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، اس کے باقی راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

اور صحیح بخاری' صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادٍ مِنْ ذَهَبٍ لَا بْتَغٰى إِلَيْهِ ثَانِيًا وَلَوْ كَانَ لَهٗ ثَانٍ لَا بْتَغٰى إِلَيْهِ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ.))

''اگر انسان کے پاس سونے کی ایک وادی ہوتو وہ دوسری وادی کا خواہشمند نظر آئے گا اور اگر دوسری وادی بھی حاصل ہوتو وہ تیسری کا متمنی ہوگا اور انسان کا شکم صرف مٹی ہی بھر سکے گی' اور اللہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔''[1]

قیامت کے دن مخلوق اور اس کی عظیم کامیابی کے درمیان سب سے بڑا رخنہ یہی سونا ہی ہوگا اسی کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے' اور یہی قطع رحمی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے' اسی کے باعث کشت و خونریزیاں ہوتی ہیں' اور حرام چیزیں حلال کرلی جاتی ہیں' حقوق سلب کر لئے جاتے ہیں لوگوں پر ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے دنیا اور اس کی چندروزہ زندگی میں سونا ہی مرغوب چیز سمجھی جاتی ہے اور آخرت اور جو کچھ آخرت میں اللہ نے اپنے دوستوں کے لئے تیار کر رکھا ہے' اس کی کوئی اہمیت نہیں' اسی کے ذریعے کتنے حقوق تلف کیے گئے اور اس کی جگہ باطل کو زندگی ملی اور کتنے ظالموں کی مدد کر کے مظلوموں پر ظلم وستم ڈھایا گیا جریری نے اس سلسلہ میں کیا ہی عمدہ بات لکھی ہے۔[2]

تَبًّا لَهٗ مِنْ خَادِعٍ مُمَاذِقٍ أَصْفَرَ ذِيْ وَجْهَيْنِ كَالْمُنَافِقِ

''فریب کار اور منافق کی طرح طلائی دو رویہ کی طرف سبقت کرنے والے کے لئے تباہی و بربادی ہو''۔

يَبْدُوْ بِوَصْفَيْنِ لِعَيْنِ الرَّامِقِ زِيْنَةُ مَعْشُوْقٍ وَ لَوْنُ عَاشِقٍ

''دزدیدہ نگاہوں سے دیکھنے والے کے لئے اس میں دو وصف نظر آتے ہیں معشوق کی زینت اور عاشق کا رنگ وروپ''۔

---

[1] امام بخاری نے ۱۱/۲۱۶' ۲۱۸ میں کتاب الرقاق باب مایتقی من فتنة المال کے تحت اور امام مسلم نے ۱۰۴۸ اور ۱۰۴۹ میں کتاب الزکوۃ باب لو کان لا بن ادم وادیان لابتغی ثالثا کے تحت حدیث انس بن مالک' عبداللہ بن عباسؓ سے اس کو بیان کیا ہے۔

[2] یہ ابو محمد قاسم بن علی بن محمد بن عثمان حریری بصری ہیں۔ یہ مقامات حریری کے مصنف ہیں۔ جس میں مکمل حصہ دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں لغات عرب میں فصاحت و بلاغت' عربی مثالیں' اور زبان عرب کے اسرار و رموز کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کی وفات ۵۱۶ھ میں ہوئی۔ اور مذکورہ ابیات تیسرے مقامہ دیناریہ صفحہ ۲۹' ۳۰ سے ماخوذ ہیں' اس کی سوانح کے لئے دیکھئے ''وفیات'' ۴/۶۳' ۶۸ ۔

وَحُبُّهُ عِنْدَ ذَوِيْ الْحَقَائِقِ ❁ يَدْعُوْ اِلَى ارْتِكَابِ سُخْطِ الْخَالِقِ

''حقیقت شناسوں کے نزدیک اس کی محبت خالق حقیقی کے غضب کی دعوت دیتی ہے''

لَاهُ لَمْ تُقْطَعْ يَمِيْنُ سَارِقٍ ❁ وَلَا بَدَتْ مَظْلِمَةٌ مِنْ فَاسِقٍ

''اگر سونا نہ ہوتا تو کسی چور کا دایاں ہاتھ نہ کاٹا جاتا اور نہ کسی فاسق کو ظلم و سرکشی کی ضرورت پڑتی''

وَلَا اشْمَأَزَّ بَاخِلٌ مِنْ طَارِقٍ ❁ وَلَا اشْتَكَى الْمَمْطُوْلُ مَطْلَ الْعَائِقِ

''اور نہ کوئی بخیل کسی مہمان کی آمد پر تیوریاں چڑھاتا' اور نہ کسی دریوزہ گر کو ٹال مٹول کرنے والے سے کوئی شکایت ہوتی''۔

وَلَا اسْتُعِيْذَ مِنْ حَسُوْدٍ رَاشِقٍ ❁ وَشَرُّ مَا فِيْهِ مِنَ الْخَلَائِقِ

''اور نہ کسی تیز نظر حاسد سے پناہ طلب کی جاتی' اور نہ اس شر سے پناہ مانگی جاتی جو انسانوں میں موجود ہے''۔

اَنْ لَيْسَ يُغْنِيْ عَنْكَ فِيْ الْمَضَايِقِ ❁ اِلَّا اِذَا فَرَّ فِرَارَ الآبِقِ

''مشکلات اور پریشانیوں میں بھی تجھ کو اس سے مفر نہیں مگر جب اس سے انسان بھاگ نکلے''۔

''حرف راء''

رطب: (تازہ کھجور) قرآن میں اللہ نے مریم علیہا السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

((وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا.)) [مریم :۲۵- ۲۶]

''اور کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلا وہ تجھ پر تر و تازہ کھجوریں گرائے گا پھر اسے کھاؤ اور پانی پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو''۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ککڑی تر کھجور کے ساتھ کھا رہے ہیں۔[1]

سنن ابوداود میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ چند

---

[1] امام بخاری نے صحیح بخاری ۵۴۴۰ میں کتاب الاطعمة کے باب القثاء بالرطب کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۰۴۳ میں کتاب الاشربة کے باب اکل القثاء بالرطب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے پھر نماز مغرب پڑھتے' اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوہاروں سے افطار فرماتے' اگر چھوہارے بھی میسر نہ ہوتے تو چند گھونٹ پانی پی کر افطار کر لیتے۔ [1]

تازہ کھجور کا مزاج پانی کی طرح گرم تر ہے بارد معدوں کو تقویت دیتی ہے' اور اس کے عین موافق ہے قوت باہ میں اضافہ کرتی ہے' جسم کو شاداب بناتی ہے' سرد مزاج کے لوگوں کو یہ راس آتی ہے اور کثیر الغذاء ہونے کی وجہ سے خاصی غذائیت دیتی ہے۔

اہل مدینہ اور ان جیسے دوسرے ان ممالک کے لئے جہاں کھجور پھل شمار کی جاتی ہے سب سے اعلیٰ ترین پھل ہے بدن کے لئے انتہائی نفع بخش ہے اگر کوئی اس کا عادی نہ ہو' وہ بکثرت استعمال کرے تو اس کے بدن میں بہت تیزی سے تعفن پیدا کرتی ہے اور اس سے خراب خون پیدا ہوتا ہے اس کے بکثرت استعمال سے سر درد پیدا ہوتا ہے اور سوداء میں اضافہ ہوتا ہے' دانتوں کو نقصان پہنچاتی ہے اس کی اصلاح سکنجبین وغیرہ سے کی جاتی ہے۔

تازہ کھجور' چھوہارہ یا پانی سے نبی اکرم ﷺ کے روزہ افطار کرنے میں بہت لطیف حکمت مضمر ہے اس لئے کہ روزہ کی وجہ سے معدہ غذا سے خالی ہو جاتا ہے اب جگر کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہ جاتی جس کو جذب کر کے قوی اور اعضاء کو بدل ما یتحلل کے طور پر دے اور شیریں چیز جگر کو بہت زیادہ مرغوب ہے اس لئے جگر کی طرف بہت جلد سرایت کر جاتی ہے اور اگر تازہ کھجور ہے تو جگر اسے اور زیادہ بڑھ کر قبول کرتا ہے چنانچہ اس سے قوی اور جگر دونوں ہی کو قوت ملتی ہے اگر کھجور نہ ہو تو چھوہارہ اپنی شیرینی اور غذائیت کے لحاظ سے بہتر ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو چند گھونٹ پانی ہی معدہ کی لپٹ اور روزہ کی گرمی کو بجھا دیتا ہے پھر اس کے بعد کھانے کی خواہش ابھرتی ہے' اور پوری رغبت سے کھانا کھایا جاتا ہے۔

ریحان: (خوشبو) اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہے فرمایا:

((فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ.)) [واقعہ :۸۸- ۸۹]

چنانچہ اگر وہ مقرب بندوں میں سے ہے تو عیش و آرام خوشبو اور نعمتوں کا باغ ہے

دوسری جگہ فرمایا:

((وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ الرَّيْحَانُ.)) [رحمان :۱۲]

''بھوسی والے دانے ہیں' اور خوشبو ہے''۔

---

[1] ابوداود نے ۲۳۵۶ میں' ترمذی نے ۶۹۶ میں اور امام احمد بن حنبلؒ نے ۳/۱۶۴ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

((مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرَّائِحَةِ.))

''جس کو خوشبو پیش کی جائے اسے واپس نہ کرے اس لئے کہ یہ ہلکی ہوتی ہے اور خوشبو عمدہ بھی ہوتی ہے''۔[1]

سنن ابن ماجہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

((أَلَا مُشَمِّرٌ لِلْجَنَّةِ فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا خَطَرَ لَهَا هِيَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ نُورٌ يَتَلَأْلَأُ وَ رَيْحَانَةٌ تَهْتَزُّ وَ قَصْرٌ مَشِيدٌ وَنَهْرٌ مُطَّرِدٌ وَ ثَمَرَةٌ نَضِيجَةٌ وَ زَوْجَةٌ حَسْنَاءُ جَمِيلَةٌ وَ حُلَلٌ كَثِيرَةٌ فِي مَقَامٍ أَبَدًا فِي حَبْرَةٍ وَ نَضْرَةٍ فِي دُوْرٍ عَالِيَةٍ سَلِيمَةٍ بَهِيَّةٍ قَالُوا نَعَمْ يَارَسُولَ اللّٰهِ نَحْنُ الْمُشَمِّرُونَ لَهَا قَالَ قُولُوا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى فَقَالَ الْقَوْمُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.))

''کوئی ہے جو اپنے آپ کو جنت کے لئے تیار کرے' اس لئے کہ جنت کے لئے کوئی خوف و خطر نہیں' رب کعبہ کی قسم یہ جنت درخشاں نور' متحرک' خوشبو' بلند و بالا محل' بہتی نہر اور پختہ پھل ہے' اور خوش سیرت حسین وجمیل بیوی طرح طرح کے ملبوسات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نعمتوں کے ڈھیر' نگاہوں کی شادابی و شگفتگی اور بلند و بالا بارونق مکانات کا نام ہے صحابہ نے فوراً کہا' ہاں اے رسول اللہ ہم لوگ اس کے لئے تیار ہیں' آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کہو' چنانچہ تمام لوگوں نے انشاء اللہ کہا''۔[2]

ریحان ہر عمدہ خوشگوار اور خوشبودار پودے کو کہتے ہیں' ہر علاقہ کے لوگ اپنے لئے کوئی نہ کوئی خوشبو خاص کر لیتے ہیں' مغربی ممالک کے لوگ آس کی خوشبو پسند کرتے ہیں' اسی کو عرب والے ریحان کے نام سے جانتے ہیں' اور پسند کرتے ہیں' عراق اور شام کے باشندے پودینہ کی خوشبو پسند کرتے ہیں۔

اس کا مزاج درجہ اولیٰ میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہے اس کے باوجود یہ مرکب القوی ہے اس میں سرد جوہر ارضی زیادہ ہوتا ہے' اس میں کسی قدر لطیف حرارت بھی ہوتی ہے جس سے مکمل تجفیف

---

[1] اس حدیث کی تخریج ص پر گزر چکی ہے۔

[2] اس کو ابن ماجہ نے ۴۳۳۲ میں کتاب الزہد کے باب صفۃ الجنۃ کے تحت اور ابن حبان نے ۲۶۲۰ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ضحاک معافری ایک راوی ہے۔ جس کو صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا اور اس کا استاذ سلیمان بن موسیٰ بھی اس کا ایک راوی ہے۔ جس کے بارے میں ناقدین حدیث کے درمیان اختلاف ہے۔

ہوتی ہے اس کے اجزاء قریب القوۃ ہیں اور اس میں داخلی وخارجی انداز پر قوت حالیہ وقوت قابضہ دونوں یکساں طور پر ساتھ ساتھ پائی جاتی ہیں۔

اسہال صفراوی کو روکتا ہے' گرم تر بخارات کے لئے دافع ہے' اور اگر اس کو سونگھ لیا جائے تو غیر معمولی طور پر مفرح قلب ہے اس کے سونگھنے سے وباء دور ہوتی ہے اسی طرح اس کو گھر میں چھڑکنے سے بھی وباء دور ہو جاتی ہے اور حالبین (وہ دو رگیں جن سے پیشاب گردہ سے مثانہ میں آتا ہے) میں پیدا ہونے والے ورم کے لئے نافع ہے' اگر اس کا ضماد کیا جائے اور اگر اس کی کونپل کو پیس کر سرکہ میں آمیز کر کے سر پر ضماد کیا جائے تو نکسیر کو روکتا ہے اور اگر اس کے خشک پتوں کو پیس کر رستے زخموں پر چھڑکا جائے تو نفع ہوتا ہے کمزور اعضاء کو مضبوط بناتا ہے انگلی کے سرے کے ورم کے لئے نافع ہے' اور اگر پھنسیوں اور ہاتھ پیر کے زخموں پر اس کو چھڑکا جائے تو زخم مندمل کرتا ہے' اور اگر بدن پر اس کی مالش کی جائے' تو پسینہ روک دیتا ہے اور ردی رطوبات کو سکھا دیتا ہے اور بغل کی گندگی کو ختم کرتا ہے اور اگر اس کے جوشاندہ میں مریض کو بٹھا دیں تو مقعد اور رحم کے پھوڑوں کے لئے نافع ہوتا ہے جوڑوں کے ڈھیلا پن کو ختم کرتا ہے اور اگر ٹوٹی ہوئی ہڈیوں پر اس کو لگایا جائے' تو اس پر گوشت نہ چڑھے گا اور اس کے لئے مفید ہوگا سر کی بھوسی اور سر کے رستے زخموں کے لئے نافع ہے اور سر کی پھنسیوں کو ختم کرتا ہے گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے اور بالوں کو سیاہ کرتا ہے' اور اگر اس کے پتے کو پیس کر اس پر تھوڑا پانی بہایا جائے' اور اس میں تھوڑا سا روغن گل یا روغن زیتون ملا کر اس کا ضماد رستے زخموں' پہلو کی پھنسیوں' بدن کے سرخ دانے' اورام حارہ پتی اور بواسیر پر کیا جائے تو ان سب کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔

اس کا تخم سینے اور پھیپھڑے میں آنے والے خون کو نکالنے میں نافع ہے' معدہ کی صفائی کرتا ہے اس میں چونکہ جلا اور صفا کرنے کی قوت ہوتی ہے اس لئے سینہ اور پھیپھڑے کو ضرر نہیں پہنچاتا اس کی خاصیت یہ ہے کہ کھانسی کے ساتھ آنے والے دست (اسہال) کو روکتا ہے' ایک انوکھی دوا ہے' پیشاب آور ہے مثانہ کی سوزش اور کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے بچھو کے ڈنک میں بھی نفع بخش ہے اس کی جڑ سے خلال کرنا مضر ہے' اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

ریحان فارسی جسے پودینہ کہتے ہیں' صحیح قول کی بنیاد پر گرم ہے اس کو سونگھنا گرم سر درد کے لئے مفید ہے اگر مریض کے سر پر پانی کے چھینٹے دیئے جائیں' اس میں برودت ورطوبت عارضی ہوتی ہے آخری درجہ میں بارد ہے' اس کے تر اور خشک ہونے کے بارے میں' دو قول منقول ہیں' لیکن صحیح قول یہی ہے کہ چاروں (رطوبت' برودت' حرارت' یبوست) مزاج رکھتا ہے خواب آور ہے' اس کا تخم صفراوی اسہال کو

روکتا ہے مروڑ کو ختم کرتا ہے' مقوی قلب ہے تمام سوداوی بیماریوں میں نفع بخش ہے۔

رمّان: (انار) اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ.)) [رحمن :٦٨]

ان دونوں (جنتوں) میں پھل' کھجوریں' اور شیریں انار ہوں گے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً و مرفوعاً روایت ہے:

((مَامِنْ رُمَّانٍ مِنْ رُمَّانِكُمْ هَذَا اِلَّا وَهُوَ مُلَقَّحٌ بِحَبَّةٍ مِنْ رُمَّانِ الْجَنَّةِ.))

''تمہارا یہ انار جہاں کہیں بھی ہے یہ جنت کے دانہ سے قلم لگایا ہوا ہے''[1]

اس حدیث کا موقوف ہونا زیادہ قرین قیاس ہے' حرب وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انار کو اس کے بیج کے باریک چھلکوں کے ساتھ کھاؤ اس لئے کہ یہ معدہ کی صفائی کرتا ہے۔

شیریں انار حار رطب ہے' معدہ کے لئے عمدہ اور مقوی ہے' اس لئے کہ انار میں معمولی قبض ہوتا ہے حلق' سینہ اور پھیپھڑے کے لئے نافع ہے کھانسی کے لئے مفید ہے اس کا رس پاخانہ نرم کرتا ہے اور بدن کو عمدہ انداز میں غذائیت دیتا ہے بہت جلد سرایت کرتا ہے اور تحلیل ہو جاتا ہے' اس لئے کہ اس میں رقت اور لطافت پائی جاتی ہے' معدہ میں معمولی حرارت اور ریاح بھی پیدا کرتا ہے اسی وجہ سے یہ قوت باہ کے لئے مقوی ہے بخار زدہ لوگوں کے لئے مناسب نہیں اس میں عجیب خاصیت پنہاں ہے اگر اس کو روٹی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو معدہ کی خرابی سے نجات دلاتا ہے۔

(ترش انار) بارد یابس ہوتا ہے' معمولی قابض ہے' سوزش معدہ کے لئے مفید ہے پیشاب آور ہے اس میں دوسری دواؤں کے بہ نسبت پیشاب لانے کی زیادہ صلاحیت موجود ہے صفراء کو سکون بخشتا ہے' اسہال کو بند کرتا ہے' قے کو روکتا ہے' اور رطوبات ردیہ کو کم کر کے معتدل بناتا ہے۔

جگر کی حرارت کو بجھاتا ہے تمام اعضاء جسمانی کو تقویت پہنچاتا ہے صفراوی خفقان میں مفید ہے' اور دل کی بہت سی دوسری بیماریوں میں نفع بخش ہے فم معدہ کے لئے نافع ہے مقوی معدہ ہے' اور معدہ کے رطوبات ردیہ کو نکال پھینکتا ہے' صفراء اور خون کی حرارت کو دور کرتا ہے۔

انار کے بیج کے باریک چھلکے کے ساتھ اس کا مشروب حاصل کیا جائے' اور اس میں تھوڑی سا شہد

---

[1] اس کی سند میں محمد بن ولید بن ابان قلانسی راوی کذاب ہے۔ حدیثیں گھڑ کر بیان کرتا تھا' اور ذہبی نے ''میزان'' ۵۹/۴ میں اس حدیث کو اباطیل میں شمار کیا ہے۔

آمیز کر کے پکا لیا جائے جب مرہم کی طرح ہو جائے تو آنکھوں میں سرمہ کی طرح لگایا جائے' تو یہ آنکھ کی زردی کو ختم کرتا ہے اور آنکھوں کو رطوبات غلیظہ سے صاف کرتا ہے' اور اگر اس کے مسوڑھے پر لگایا جائے' تو منہ آنے کی بیماری کے لئے مفید ہے' اور اگر شیریں و ترش دونوں طرح کے انار کو اس کے چھلکے کے ساتھ نچوڑ کر استعمال کیا جائے تو دست لانے کے لئے مفید ہے اور صفراوی گندے رطوبات کو نیچے لانے میں غیر معمولی تاثیر رکھتا ہے' سہ روزہ بخاروں میں نافع ہے۔

کھٹا میٹھا انار مزاج اور نفع دونوں کے اعتبار سے متوسط ہے یہ ترش انار کی لطافت کے زیادہ قریب ہے' دانہ انار کو شہد میں آمیز کر کے اس کا طلا کرنا انگلی کے سرے کی سوجن اور بڑے خبیث پھوڑوں کے لئے مفید ہے اور اس کے شگوفے زخموں کے لئے نافع ہیں۔

اطباء کا یہ قول مشہور ہے کہ جو انار بستانی کے تین شگوفے[1] ہر سال نگل لے تو اس کو پورے سال آشوب چشم سے نجات مل جائے گی۔

''حرف زاء''

زیت (زیتون) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ.)) [نور :۳۵]

''وہ زیتون کے مبارک درخت (کے تیل) سے جلایا جاتا جو پورب کی جانب ہے اور نہ مغرب کی جانب' بلکہ عین بیچوں بیچ ہے) اس کا تیل (اتنا صاف ہوتا ہے) کہ خود بخود جلنے کو ہوتا ہے خواہ اسے آگ نہ چھوئے''۔

ترمذی اور ابن ماجہ شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا آپ نے فرمایا:

((كُلُوا الزَّيْتَ وَ ادَّهِنُوْا بِهٖ فَإِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ.))

''روغن زیتون کھاؤ' اور اس کو لگاؤ' اس لئے کہ یہ ایک مبارک درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔[2]

اور بیہقی اور ابن ماجہ نے بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

1. جنبذ الرمان بستاني: انار کی کلی اور شگوفہ کو کہتے ہیں' بعض لوگوں نے اسے بند انار کہا ہے۔
2. اس حدیث کی تخریج ص پر گذر چکی ہے۔ اس کی سند عمدہ ہے۔

((اِئْتَدِمُوْا بِالزَّيْتِ وَ ادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ.))

''روغن زیتون کو بطور سالن استعمال کرو' اور اس کا روغن لگاؤ' اس لئے یہ ایک مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے'' [1]

زیتون پہلے درجہ میں رطب ہے' اس کو خشک کہنے والوں کی بات صحیح نہیں ہے۔

اور روغن زیتون زیتون ہی کی طرح ہے پختہ زیتون کا رس نہایت عمدہ اور بہتر ہوتا ہے اور نیم پختہ سے نکلنے والا تیل سرد خشک ہوتا ہے اور سرخ زیتون دونوں کے مابین متوسط ہوتا ہے سیاہ زیتون گرم کرنے والا ہوتا ہے' اور اسی میں اعتدال کے ساتھ رطب ہوتا ہے' ہر قسم کے زہر میں مفید ہے' دست آور ہے پیٹ کے کیڑوں کو نکالتا ہے پرانا روغن زیتون بہت زیادہ گرم کن اور محلل ہوتا ہے اور جو پانی کے ذریعہ نکالا جاتا ہے اس میں حرارت کم ہوتی ہے' اور لطیف تر اور نفع بخش ہوتا ہے اس کی تمام قسموں سے جلد میں نرمی اور ملائمت پیدا ہوتی ہے بالوں کی سفیدی کو روکتا ہے۔

زیتون کا نمکین پانی آتش زدہ مقام پر آبلے نہیں آنے دیتا اور مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے اور برگ زیتون بدن کے سرخ دانوں اور پہلو کی پھنسیوں' گندے زخموں اور پتی کو روکتا ہے پسینہ بند کرتا ہے' اس کے علاوہ اس کے بے شمار فوائد ہیں۔

زبد: (مکھن) ابوداؤد نے اپنی سنن ابوداؤد میں بسر اسلمی کے دونوں بیٹوں سے روایت نقل کی ہے ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے یہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ کی خدمت اقدس میں مکھن اور چھوہارہ پیش کیا' آپ کو مکھن اور چھوہارے بہت مرغوب تھے۔ [2]

مکھن کا مزاج گرم تر ہے اس میں بہت سے فوائد ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ یہ مادہ کا انضاج کر کے اس کو تحلیل کرتا ہے اور کانوں کے پہلوی حصہ میں اور حالبین (دو رگیں جن سے پیشاب گردہ سے مثانہ میں اترتا ہے) میں پائے جانے والے ورموں کو دور کرتا ہے اور منہ کا ورم بھی ختم ہوجاتا ہے اور اس کا تنا استعمال کرنے سے عورتوں اور بچوں کے جسم کے تمام ورم ختم کر دیتا ہے اور اگر اس کو چاٹا جائے تو پھیپھڑے سے پیدا ہونے والے خون کو خارج کرنے میں نافع ہے اور پھیپھڑے کے ورموں کو نضج کرتا ہے۔

---

[1] عبدالرزاق نے ''المصنف'' ۱۹۵۶۸ میں' ابن ماجہ نے ۳۳۱۹ میں کتاب الاطعمۃ کے باب ''الزیت'' میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کو حاکم نے ۱۲۲/۴ میں صحیح لکھا ہے۔ اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ ابن عباسؓ کی حدیث اس کی شاہد ہے' جس کو طبرانی نے ''الاوسط'' میں اور اسی طرح ''المجمع'' ۵/۴۳ میں نقل کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو ابوداؤد نے ۳۸۳۷ میں اور ابن ماجہ نے ۳۳۳۴ میں بیان کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

یہ دست آور ہے-سخت اعصاب کو نرم کرتا ہے' اور سوداء اور بلغم کی حرارت کی وجہ سے ہونے والے ورموں کی سختی وصلابت کو دور کرتا ہے بدن کی خشکی کو ختم کرتا ہے اور بچوں کے مسوڑھوں پر اس کو لگانے سے دانت نکلنے میں آسانی ہوتی ہے خشکی اور ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والی کھانسی کے لئے مفید ہے بالخورہ اور بدن کی خشونت کو ختم کرتا ہے پاخانہ نرم کرتا ہے مگر بھوک کم کر دیتا ہے شیریں چیز مثلاً شہد اور چھوہارہ بدہضمی میں نافع ہے چھوہارہ اور مکھن کو نبی اکرم ﷺ نے ایک ساتھ تناول فرمایا اس میں ایک بہت بڑی حکمت ہے کہ اس سے ایک دوسرے کی اصلاح ہو جاتی ہے-

زبیب: (کشمش) اس کے متعلق دو احادیث مروی ہیں' لیکن ان میں سے کوئی صحیح نہیں ہے پہلی حدیث ہے-

((نِعْمَ الطَّعَامُ الزَّبِيْبُ يُطَيِّبُ النَّكْهَةَ وَ يُذِيْبُ الْبَلْغَمَ.))

"کشمش کیا ہی عمدہ غذا ہے جو منہ کی بدبو کی زائل کرتی ہے اور بلغم کو پگھلا کر خارج کرتی ہے"-

اور دوسری حدیث میں یوں مروی ہے:

((نِعْمَ الطَّعَامُ الزَّبِيْبُ يُذْهِبُ النَّصَبَ وَيَشُدُّ الْعَصَبَ وَيُطْفِيْءُ الْغَضَبَ وَ يُصَفِّى اللَّوْنَ وَ يُطَيِّبُ النَّكْهَةَ.))

"کشمش کیا ہی عمدہ غذا ہے جو بیماری کو ختم کرتی ہے اعصاب کو مضبوط بناتی ہے' آتش غضب کو بجھاتی ہے' رنگ نکھارتی ہے اور منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے"-

اس حدیث کا کوئی بھی ٹکڑا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے-

بہر حال بہترین کشمش وہ ہے جو سائز میں بڑی ہو' اس میں گودا اور رس بھرپور ہو اور چھلکا باریک ہو گٹھلی ناپید ہو' اور اس کا تخم نہ چھوٹا ہو نہ بڑا-

کشمش کا مزاج پہلے درجہ میں گرم' تر ہے اور اس کا تخم سرد خشک ہے وہ انگور کی طرح مزاج رکھتا ہے جس سے کشمش بنتی ہے' شیریں کشمش گرم ہوتی ہے اور ترش قسم کی کشمش قابض اور سرد ہوتی ہے اور سفید میں نسبتاً قبض زیادہ ہوتا ہے' اس کا گودا سانس کی نالی کے لئے موزوں ہے کھانسی میں مفید ہے' مثانہ اور گردہ کے درد کو ختم کرتی ہے' معدہ کو مضبوط بناتی ہے' شکم کو نرم کرتی ہے-

اس کے شیریں گودا میں انگور سے زیادہ غذائیت ہوتی ہے' البتہ خشک انجیر سے غذائیت میں کمتر ہے' اس میں قوت ناضجہ ہوتی ہے' ہاضم ہے' قبض پیدا کرتی ہے اور اعتدال کے ساتھ تحلیل مادہ کرتی ہے غرضیکہ

یہ معدہ، جگر اور طحال کے لئے مقوی ہے حلق، سینہ، پھیپھڑے، گردہ اور مثانہ کے درد میں مفید ہے بہتر یہ ہے کہ کھاتے وقت اس کی گٹھلی پھینک دی جائے۔

کشمش بہترین غذا عطا کرتی ہے اور چھوہارے کی طرح سدے نہیں پیدا کرتی، اگر اس کو گٹھلی سمیت کھایا جاتے تو معدہ جگر اور طحال کے لئے غیر معمولی طور پر نفع بخش ہے، اگر ہلتے ہوئے ناخنوں پر اس کا گودا چسپاں کر دیا جائے تو اسے جلد ہی اکھیڑ دیتا ہے، شیریں کشمش بغیر گٹھلی کے مرطوب المزاج اور بلغمی لوگوں کے لئے مفید ہے جگر کو تازگی بخشتی ہے اور خصوصیت سے جگر کے لئے بے حد مفید ہے۔

حافظہ قوی کرنے کی بھی اس میں خوبی موجود ہے، زہری کا قول ہے کہ جو شخص حدیث یاد کرنا چاہے اسے کشمش کھانا چاہیے، اور منصور عباسی اپنے دادا عبداللہ بن عباسؓ کا مقولہ نقل کرتے ہوئے بیان کرتے تھے کہ کشمش کی گٹھلی بیماری ہے، اور اس کا گودا دوا ہے۔

زنجبیل :(سونٹھ) اس کی تعریف میں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا.)) [انسان :۱۷]

جنت میں انھیں ایسے پیالے بھرے ہوئے پلائے جائیں گے، جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

ابونعیم نے اپنی کتاب ''الطب النبوی'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ روم کے بادشاہ نے سونٹھ کی ایک ٹوکری نبی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں بطور ہدیہ پیش کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے سب کو ایک ایک ٹکڑا عنایت کیا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا کھلا دیا۔

سونٹھ دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں تر ہے گرم کن ہے کھانا ہضم کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے اعتدال کے طور پر پاخانہ نرم کرتی ہے ٹھنڈک اور رطوبت کی وجہ سے ہونے والے جگر کے سدوں میں نافع ہے اور اس کو کھانے اور بطور سرمہ استعمال کرنے سے رطوبت کے باعث پیدا ہونے والا آنکھوں کا دھندلا پن ختم ہوجاتا ہے، جماع کے لئے معاون ہے آنتوں اور معدہ میں پیدا ہونے والی ریاح غلیظ کو تحلیل کرتی ہے۔

بہر حال سونٹھ بارد معدہ اور بارد جگر دونوں کے لئے موزوں ہے اگر اس کو شکر کے ساتھ ملا کر دو درہم کی مقدار گرم پانی سے کھالی جائے، تو لیس دار لعابی رطوبات کے لئے مسہل ثابت ہوگی ان معجونوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے جو بلغم کو تحلیل کرنے اور اسے ختم کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

اور خوش ذائقہ سونٹھ گرم خشک ہے قوت جماع میں ہیجان پیدا کرتی ہے منی زیادہ کرتی ہے' معدہ اور جگر میں حرارت پیدا کرتی ہے کھانے کی خوش ذائقی بڑھاتی ہے اور بدن پر بلغم کے غلبہ کو ختم کرتی ہے' حافظہ زیادہ کرتی ہے جگر اور معدہ کی برودت کیلئے مناسب ہے اور پھل کھانے سے معدہ میں پیدا ہونے والی رطوبت کو ختم کرتی ہے منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے ثقیل غذاؤں اور کھانوں کے ضرر کو دور کرتی ہے۔

''حرف سین''

سنا: (ایک دست آور دوا) سنا اور سنوت دونوں کا پہلے بیان ہو چکا ہے' سنوت کے بارے میں سات اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ یہ شہد ہے' دوسرا قول یہ کہ یہ گھی کے ڈبے کا وہ جھاگ ہے جو گھی کے اوپر سیاہ لکیروں کی شکل میں نظر آتا ہے' تیسرا قول ہے کی یہ زیرہ کی طرح کا ایک دانہ ہے البتہ یہ زیرہ نہیں ہے' چوتھا قول یہ کہ یہ زیرہ کرمانی ہے' پانچواں قول یہ کہ سویا[1] ہے' چھٹا قول یہ کہ چھوہارہ ہے' ساتواں قول یہ کہ یہ بادیان ہے۔

سفر جل: (بہی) ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اسماعیل بن محمد طلحی کی حدیث کو نقل کیا ہے جس کو اسماعیل نے نقیب بن حاجب سے' اور نقیب نے ابوسعید سے اور انہوں نے عبدالملک زبیری سے اور عبدالملک نے طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کیا ہے' حضرت طلحہ کا بیان ہے' کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے ہاتھ میں ایک بہی تھی' مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا' آجاؤ طلحہ اسے لے لو اس لئے کہ یہ دل کو تقویت پہنچاتی ہے۔[2]

اسی حدیث کو نسائی رحمہ اللہ نے دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے:

((قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِيْ جَمَاعَةٍ مِنْ اَصْحَابِهِ وَبِيَدِهِ سَفَرْ جَلَةٌ يُقَلِّبُهَا فَلَمَّا جَلَسْتُ اِلَيْهِ دَحَابِهَا اِلَيَّ ثُمَّ قَالَ دُوْنَكَهَا اَبَاذَرٍّ فَاِنَّهَا تَشُدُّ الْقَلْبَ وَ تُطَيِّبُ النَّفْسَ وَ تَذْهَبُ بِطَخَاءِ الصَّدْرِ.))

---

[1] شبت: سبز پودوں کی قسم کا ایک پودا ہے' جو شمر پودے کی طرح ہوتا ہے۔ اسکے پھول زرد اور دانے لمبے ہوتے ہیں۔ اس کا شمار مصالحہ جات میں ہوتا ہے۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۳۶۹ میں کتاب الاطعمۃ کے باب اکل الثمار کے تحت اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں نقیب بن حاجب ابوسعید اور عبدالملک زبیری تینوں مجہول راوی ہیں' یہ حدیث دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ جن کو حاکم نے ۴/۴۱۱ میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن حماد طلحی ایک راوی ہے۔ جس کے بارے میں ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ قابل حجت نہیں۔

"طلحہ نے بیان کیا کہ میں خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا نبی ﷺ صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے' آپ کے ہاتھ میں ایک بہی تھی' جس کو آپ الٹ پلٹ کر رہے تھے' جب میں آپ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ نے بہی میری طرف بڑھائی' پھر فرمایا کہ ابوذر اس کو لے لو اس لئے کہ یہ مقوی قلب ہے سانس کو خوشگوار کرتی ہے' اور سینے کی گرانی دور کرتی ہے۔"[1]

بہی کے متعلق اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں' لیکن یہ حدیث سب سے عمدہ ہے دوسری حدیثیں صحیح نہیں ہیں' بہی کا مزاج بارد یابس ہے اور ذائقہ کے اعتبار سے اس کا مزاج بھی بدلتا رہتا ہے مگر تمام بہی سرد اور قابض ہوتی ہیں' معدہ کے لئے موزوں ہیں' شیریں بہی میں برودت و یبوست کم ہوتی ہے اور زیادہ معتدل ہوتی ہے اور ترش بہی میں قبض اور برودت و یبوست بہت زیادہ پائی جاتی ہے' بہی کی ساری قسمیں تشنگی کو بجھاتی ہیں' اور قے کو روکتی ہیں پیشاب آور ہے پاخانہ بستہ کرتی ہے' آنتوں کے زخم کے لئے نافع ہے خون کی سیلانی ہیضہ اور متلی میں مفید ہے' اگر اس کو کھانے کے بعد استعمال کیا جائے' تو تبخیر سے روکتی ہے اور اس کی سوختہ شاخیں اور دھلے ہوئے پتے' توتیاء کی طرح فوائد رکھتے ہیں کھانے سے پہلے اس کو استعمال کرنے سے قبض ہوتا ہے اور کھانے کے بعد استعمال کرنے سے پاخانہ نرم کرتا ہے' اور فضلات کو جلد خارج کرنے میں بے مثل ہے' اس کا زیادہ استعمال اعصاب کے لئے مضر ہے قولنج پیدا کرتا ہے' معدہ میں پیدا ہونے والی صفراء کی حرارت کو کم کرتا ہے۔

اگر اس کو بھون لیا جائے تو خشونت کم ہو جاتی ہے اور ہلکا بھی ہو جاتا ہے اور اگر اس کے بیچ میں گڑھا کر کے اس کا تخم نکال لیا جائے' اور اس میں شہد ملا کر گوندھے ہوئے آٹے پر اس کو لیپ دیں پھر اس کو گرم بھوبھل پر سینک دیں تو بے حد مفید ثابت ہوگا۔

شہد کے ساتھ اس کو بھون کر یا پکا کر استعمال کرنا بہتر ہوتا ہے' اس کا تخم حلق' سانس کی نالی کی خشونت کو دور کرتا ہے' اس کے علاوہ بہت سے دوسرے علاج میں بھی نافع ہے۔

اس کا روغن پسینہ روکتا ہے معدہ کے لئے مقوی ہے اس کا مربہ معدہ اور جگر کو تقویت پہنچاتا ہے' دل کو مضبوط کرتا اور سانسوں کو خوشگوار بناتا ہے۔

تجم الفواد کا معنی ہے' دل کو راحت بخشتا ہے' بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ وہ دل کو کھولتا ہے' اور کشادہ کرتا ہے' جمام الماء سے ماخوذ ہے یعنی بہت زیادہ پانی جو دور سے دور تک پھیلا ہوا ہے۔

---

[1] یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

طخاء: یعنی گرانی دل کے لئے ایسی ہی ہوتی ہے جیسے آسمان کے لئے بدلی ہوتی ہے ابو عبید کا قول ہے کہ طخاء گرانی اور بے ہوشی کا نام ہے چنانچہ کہا جاتا ہے۔

((مَافِي السَّمَاءِ طَخَاءٌ۔)) یعنی آسمان میں بدلی اور تاریکی نہیں ہے۔

مسواک: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مرفوعا حدیث مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَ مَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ.))

''اگر میری امت پر یہ بات شاق نہ ہوتی تو میں یقیناً ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا''۔[1]

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے تھے۔[2]

صحیح بخاری میں ایک مرفوع حدیث تعلیقاً مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مسواک منہ کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔[3]

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ جب گھر میں تشریف لے جاتے تو پہلے مسواک کرتے۔[4]

مسواک کے بارے میں بے شمار احادیث منقول ہیں اور بسند مرفوع ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی مسواک کی[5] یہ بھی صحیح طور سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

---

[1] امام بخاریؒ نے ۲/۳۱۲ میں کتاب الجمعه باب السواك يوم الجمعه کے تحت اور امام مسلمؒ نے ۲۵۲ میں کتاب الطهارة باب السواك کے تحت اس کو حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔

[2] امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ۲/۳۱۲ میں اور امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۲۵۲ میں اس کو نقل کیا ہے۔

[3] اس کو بخاریؒ نے ۴/۱۳۷ میں کتاب الصوم باب سواك الرطب و اليابس للصائم کے تحت حدیث عائشہؓ سے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ امام شافعیؒ نے ۱/۲۷ میں اور امام احمدؒ نے ۶/۴۷، ۶۲، ۱۲۴، ۱۴۶ اور ۲۳۸ میں، نسائی نے ۱/۱۰ میں اور دارمیؒ نے ۱/۱۷۴ میں اس کو موصول قرار دیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ ابن خزیمہ نے اور ابن حبان نے ۱۴۳ میں اس کو صحیح کہا ہے ابوبکر کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کو امام احمدؒ نے ۱/۳، ۱۰ میں روایت کیا اور حدیث ابو امامہؒ اس کی شاہد ہے۔ ابن ماجہؒ نے ۲۸۹ میں اس کو نقل کیا اور حدیث انس سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ جس کو ابو نعیمؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور حدیث ابن عباسؓ بھی اس کی موید ہے۔ جسے طبرانیؒ نے ''الاوسط'' میں بیان ہے۔

[4] امام مسلم نے ۲۵۳ میں حدیث عائشہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

[5] امام بخاری نے ۸/۱۰۶ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

میں نے تم لوگوں کو بکثرت مسواک کرنے کی تعلیم دی ہے۔[1]

مسواک بنانے کے لئے سب سے عمدہ پیلو کی لکڑی ہے کسی نامعلوم درخت کی مسواک ہرگز استعمال نہ کی جائے، ممکن ہے وہ زہریلی ہو اس کے استعمال میں اعتدال برتنا چاہیے اسلئے کہ اس کا بہت زیادہ استعمال کرنے سے دانتوں کی چمک دمک اور اس کی رونق ختم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ معدہ سے اٹھنے والے بخارات اور میل کچیل کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اگر اعتدال کے ساتھ مسواک کا استعمال کیا جائے تو دانتوں میں چمک پیدا ہوتی ہے مسوڑھوں میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے زبان کی گرہ کھل جاتی ہے منہ کی بدبو ختم ہو جاتی ہے اور دماغ پاک صاف ہو جاتا ہے اور کھانے کی اشتہا پیدا ہوتی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ مسواک عرق گلاب میں تر کر کے استعمال کی جائے سب سے عمدہ مسواک اخروٹ کی جڑ کی ہوتی ہے چنانچہ ''تیسیر'' کے مصنف کا بیان ہے کہ اطباء کا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص ہر پانچویں دن اخروٹ کی جڑ کی مسواک کرے تو اس سے تنقیہ دہن، حواس کی صفائی اور تندی ذہنی پیدا ہو گی۔

مسواک کرنے میں بے شمار فوائد ہیں منہ کی بدبو دور کر کے منہ کو خوشگوار کرتی ہے مسوڑھوں کو مضبوط بناتی ہے بلغم ختم کرتی ہے نگاہوں کو جلا بخشتی ہے، دانتوں کی زردی کو ختم کر کے صاف شفاف بناتی ہے معدہ کو درست کرتی ہے، آواز صاف کرتی ہے ہاضمہ کے لئے معاون ہے۔

کلام کے مجاری کو سہل بناتی ہے مسواک کرنے کے بعد پڑھنے، ذکر و اذکار کرنے نیز ادائیگی نماز کے لئے انسان میں نشاط پیدا ہو جاتا ہے نیند کو زائل کرتی ہے اللہ کی رضامندی کے حصول کا ایک اہم سبب ہے، فرشتے پسند کرتے ہیں اور نیکیوں میں اس سے اضافہ ہوتا ہے

ہر وقت مسواک کرنا مستحب ہے مگر نماز وضو اور بیدار ہونے اور منہ کا ذائقہ بدلنے کے وقت زیادہ بہتر ہے چونکہ اس سلسلہ کی احادیث عام ہیں، اس لئے روزہ دار اور بلا روزہ سب کے لئے ہمہ وقت مستحب ہے کیونکہ روزہ دار کو اس کی ضرورت ہوتی ہے نیز اس سے رضائے الٰہی بھی حاصل ہوتی ہے اور روزہ میں رضائے الٰہی عام حالات کے مقابل زیادہ مطلوب ہوتی ہے اس سے منہ کی صفائی ہوتی ہے اور روزہ دار کے لئے پاکیزگی افضل عمل ہے۔ سنن ابوداؤد میں عامر بن ربیعہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا۔

---

[1] امام بخاری نے ۳۱۲/۲ میں كتاب الجمعة باب السواك يوم الجمعة کے تحت حدیث انسؓ سے اس کو نقل کیا ہے۔

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَالَا أُحْصِيْ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ.))

میں نے رسول اللہ ﷺ کو بارہا دیکھا کہ آپ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے تھے۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی صبح و شام مسواک کرتے تھے۔

اس پر لوگوں کا اجماع ہے کہ روزہ دار کلی کرے بعضوں نے اس واجب قرار دیا ہے اور کچھ لوگ اسے مستحب کہتے ہیں اور کلی کرنا مسواک سے زیادہ اہم ہے اور گندہ ذہنی اور ناگوار بدبو کے ساتھ قربت الٰہی کا حصول ممکن نہیں، اور نہ اس کے تعبد کی جنس سے ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو قیامت کے دن خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوگی یہ صرف بندہ کو روزہ پر ابھارنے کے لئے ہے اس لئے نہیں کہ گندہ ذہنی کو باقی رکھا جائے، بلکہ روزہ دار کو تو دوسروں کے مقابل مسواک کی زیادہ ضرورت ہے۔

اور اس لئے بھی کہ رضائے الٰہی کا حصول تو روزہ دار کے منہ کی بدبو کو خوشگوار سمجھنے سے بہت زیادہ اہم ہے اور اس لئے بھی کہ آپ کو مسواک کرنا روزہ دار کے منہ کی بدبو کو باقی رکھنے سے زیادہ پسند تھا۔

مزید برآں یہ کہ مسواک کرنے سے روزہ دار کے منہ کی بو کی وہ خوشبو زائل نہیں ہو جاتی جو اللہ کے نزدیک بروز قیامت مشک سے بھی زیادہ محبوب ہوگی بلکہ روزہ دار قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشگوار ہوگی یہی روزہ کی نشانی ہوگی اگرچہ روزہ دار نے مسواک کر کے اس کو زائل کرنے کی کوشش ہی کیوں نہ کی ہو مگر پھر بھی خوشبو برقرار رہے گی جیسے کہ جنگ کا زخمی شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کے خون کا رنگ تو وہی ہوگا جو عام لوگوں کے خون کا ہوتا ہے مگر اس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی حالانکہ دنیا میں اس کے ازالہ کا حکم دیا گیا ہے مگر پھر بھی یہ خوشبو بہر حال برقرار رہے گی۔

اور دوسری بات یہ کہ بھوک کی وجہ سے ہونے والی منہ کی بدبو مسواک سے زائل نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ معدہ کے بالکل خالی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور مسواک کرنے کے بعد بھی یہ سبب برقرار رہتا ہے البتہ اس کا اثر جاتا رہتا ہے جو دانتوں اور مسوڑھوں پر جما ہوا ہوتا ہے۔

---

[1] ابوداؤد نے ۲۳۶۴ میں کتاب الصوم باب السواك للصائم کے تحت اور امام احمدؒ نے ۳/ ۴۴۵ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں عاصم بن عبیداللہ ضعیف راوی ہے۔ اس کو بخاری نے صیغہ مجہول کے ساتھ ۴/ ۱۳۶ میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے امت محمدیہ کو یہ تعلیم دی کہ روزہ کی حالت میں کیا مستحب ہے اور کون سی چیز ناپسندیدہ ہے مسواک کو ناپسندیدہ چیز میں شمار نہیں کیا' کیونکہ آپ جانتے تھے کہ امت کے لوگ کر کے رہیں گے چنانچہ آپ نے ان کو مسواک کرنے کی ترغیب پوری شدومد کے ساتھ دلائی اور لوگ مشاہدہ کرتے تھے کہ آپ خود حالت روزہ میں متعدد بار مسواک کرتے تھے جن کا شمار مشکل ہوتا' اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ امت کے لوگ میری اقتداء کریں گے' اس لئے آپ نے کبھی بھی ان سے یہ نہیں فرمایا کہ زوال شمس کے بعد مسواک نہ کرو اور ضرورت کے ختم ہونے کے بعد کسی چیز کو بیان کرنا ممتنع ہے۔

سمن : (گھی) محمد بن جریر طبری نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً روایت کی ہے۔

((عَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا شِفَاءٌ وَ سَمْنُهَا دَوَاءٌ وَلُحُوْمُهَا دَاءٌ.))

''تم لوگ گائے کا دودھ استعمال کرو' اس لئے کہ وہ شفا ہے اور اس کا گھی دوا ہے' اور گوشت بیماری ہے''۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو احمد بن حسن سے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے' احمد بن حسن نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن موسیٰ نسائی نے حدیث بیان کی ان سے دفاع بن دغفل سدوسی نے بیان کیا' اور انہوں نے عبدالحمید بن صیفی بن صہیب سے روایت کی اور انہوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے ان کے دادا سے روایت بیان کی ہے لیکن اس حدیث کی سند صحیح اور ثابت نہیں ہے۔[1]

گھی کا مزاج پہلے درجہ میں تر گرم ہے اس میں معمولی درجہ کی خاصیت جلاء ہے اور ایک قسم کی لطافت پائی جاتی ہے نرم و نازک بدن میں پیدا ہونے والے اورام کے لئے یہ دوا ہے مواد کو نضج کرنے اور نرم کرنے میں مکھن سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔

حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ گھی سے کان کے اورام کا علاج میں نے کیا ہے اور ناک کے سرے کا ورم بھی اس سے دور ہوا مسوڑھوں پر گھی ملنے سے دانت جلد ہی نکل آتے ہیں اور اگر شہد اور تلخ بادام کے ساتھ استعمال کریں تو سینے اور پھیپھڑے کو جلا بخشتا ہے اور لیسدار کیموس غلیظہ کو بھی ختم کرتا ہے مگر اس سے

---

[1] دفاع بن دغفل ضعیف راوی ہے۔ اور عبدالحمید بن صیفی لین ہے' حاکم نے ۴/۴۰۴ میں حدیث ابن مسعود سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ حاکم ہی نے ۴/۱۹۷ میں یوں نقل کیا ہے۔ ((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يَنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً اِلَّا الْهَرَم. فَعَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَرِمُ مِنْ كُلِّ شَجَرَةٍ))

معدہ کو وقتی طور پر نقصان پہنچتا ہے بالخصوص جب کہ مریض بلغمی مزاج کا ہو۔

گائے اور بھیڑ کا گھی شہد کے ساتھ استعمال کیا جائے تو سم قاتل سے نجات ملتی ہے' اور سانپ کے ڈسے اور بچھو کے ڈنک مارنے میں نفع بخش ہوتا ہے ابن سنی نے اپنی کتاب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ گھی سے زیادہ شفا دینے والی مفید ترین دوا کوئی نہیں۔

سمک : (مچھلی) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ اَلسَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَ الْكَبِدُ وَ الطِّحَالُ.))

''ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے مچھلی اور ٹڈی' جگر اور طحال بستہ خون''[1]

مچھلی کی ہزاروں قسمیں ہیں' ان میں سب سے بہتر مچھلی وہی ہوتی ہے' جو لذیز ہو' اور اس کی بو خوشگوار ہو اور اس کی مقدار اوسط درجہ کی ہو کھال باریک ہو اس کا گوشت نہ زیادہ سخت ہو اور نہ زیادہ خشک ہو' اور ایسے شیریں پانی کی ہو جو سنگریزوں سے بہتا ہوا نکلے اور گھاس پھوس اس کی غذا ہو نہ کہ وہ گندگی کھانے والی ہو' اور سب سے بہترین جگہ اس کی یہ ہے کہ بہتے دریا سے نکالی ہوئی ہو جو ان دریاؤں کی چٹانی اور ریتلی جگہوں میں پناہ لئے ہوئے ہوں' بہتے ہوئے شیریں پانی میں رہتی ہوں' جن میں نہ کوئی گندگی ہو اور نہ کیچڑ ہو پانی میں بکثرت موجیں اور تھپیڑے ہوں' اور یہ سورج اور ہوا کی زد پر ہو۔

سمندری مچھلیاں' بہتر' عمدہ' پاکیزہ اور زود ہضم ہوتی ہیں اور تازہ مچھلی بارد رطب ہوتی ہے دیر ہضم ہوتی ہے اس سے بلغم کی کثرت ہوتی ہے مگر دریائی اور نہر کی مچھلیاں اس سے مستثنیٰ ہیں' اس لئے کہ یہ بہتر اخلاط پیدا کرتی ہیں' بدن کو شادابی عطا کرتی ہیں' منی میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور گرم مزاج لوگوں کی اس سے اصلاح ہوتی ہے۔

نمکین مچھلی میں سب سے عمدہ وہ مچھلی ہے جو ابھی جلد ہی نمک سود کی گئی ہو اس کا مزاج گرم خشک ہے اس پر نمک لگائے ہوئے جتنا وقت گزرے گا اسی قدر اس کی حرارت و یبوست بڑھتی جائے گی سلور مچھلی میں لزوجت بہت زیادہ ہوتی ہے اس کو جری بھی کہتے ہیں ان مچھلیوں کو یہود نہیں کھاتے تھے' اگر

---

[1] امام احمدؒ نے ۵۷۲۳ میں' ابن ماجہ نے ۳۲۱۸' ۳۳۱۴ میں اور امام شافعیؒ نے ۲/ ۴۲۵ میں' دار قطنیؒ نے ص ۵۳۹' ۵۴۰ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی اسناد کمزور ہیں لیکن اس کو امام بیہقیؒ نے ۱/ ۲۵۴ میں عبداللہ بن عمرؓ پر موقوف کر کے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے لفظی طور پر یہ حدیث موقوف ہے۔ اور حکماً یہ مرفوع ہے۔

اس کو تازہ کھا لیا جائے تو پاخانہ نرم کرتی ہے اور اگر اس کو نمکین کر کے کچھ دنوں تک رکھیں پھر استعمال کریں، تو سانس کی نالی کو صاف کرتی ہے آواز کو عمدہ بناتی ہے اور اگر اس کو پیس کر بیرونی طور پر اس کا ضماد کیا جائے تو آنول[1] کو گراتی ہے، اور بدن کے گہرے حصوں سے فضولات کو خارج کرتی ہے اس لئے کہ اس میں قوت جاذبہ موجود ہے۔

نمک ملائی ہوئی جری مچھلی کے پانی میں آنتوں کے زخم کا مریض اگر بیماری کے شروع میں بٹھا دیا جائے تو نجات ممکن ہے اس لئے کہ مواد عرض کو ظاہر بدن تک کھینچ کر نکالتی ہے اور اگر اس کا حقنہ کیا جائے تو عرق النساء سے نجات ملتی ہے۔

مچھلی کا سب سے عمدہ حصہ وہ ہے جو دم کے قریب ہوتا ہے تازہ فربہ مچھلی کا گوشت اور چربی بدن کو تازگی بخشتی ہے چنانچہ صحیحین میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا۔

((بَعَثَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي ثَلَاثِمِائَةِ رَاكِبٍ وَ أَمِيْرُنَا أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَأَتَيْنَا السَّاحِلَ فَأَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِيْدٌ حَتّٰى أَكَلْنَا الْخَبَطَ فَأَلْقٰى لَنَا الْبَحْرُ حُوْتًا يُقَالُ لَهَا عَنْبَرٌ. فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَائْتَدَمْنَا بِوَدَكِهٖ حَتّٰى ثَابَتْ أَجْسَامُنَا فَأَخَذَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهٖ وَ حَمَلَ رَجُلًا عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَ نَصَبَهٗ فَمَرَّ تَحْتَهٗ.))

''رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا، اور ہمارے کمانڈر ابو عبیدہ بن جراح تھے جب ہم ساحل بحر تک پہنچے تو ہمیں شدید بھوک نے آ لیا، اور اس بھوک میں ہم نے درختوں کے پتے جھاڑ کر کھائے اتفاق سے سمندر کی موجوں نے ایک عنبر نامی مچھلی پھینکی، جس کو ہم نے ۱۵ دن تک کھایا، اور اس کی چربی کا شوربہ بنایا، جس سے ہمارے جسم فربہ ہو گئے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس مچھلی کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور ایک شخص کو اونٹ پر سوار کر کے اس پسلی کی کمان کے نیچے سے گزارا تو اس کے نیچے سے وہ بآسانی گزر گیا''[2]

سلق: (چقندر) ترمذی اور ابوداؤد نے ام منذر سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

---

[1] **شیمہ آنول:** یہ اس پتلی جھلی کو کہتے ہیں جس میں بچہ اپنی ماں کے شکم میں ملفوف ہوتا ہے اور پیدائش کے ساتھ یہ خارج ہوتی ہے۔

[2] بخاری نے ۹/۵۳۱ میں کتاب الصید والذبائح کے باب قول اللہ تعالی أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ کے تحت اور امام مسلمؒ نے ۱۹۵۳ میں کتاب الصید و الذبائح باب اباحة میتة البحر کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

((دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ وَ عَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، مَهْ يَاعَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ، قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَ شَعِيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا عَلِيُّ فَأَصِبْ مِنْ هٰذَا فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ.))

''کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے' آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ہمارے یہاں لٹکتے ہوئے کھجوروں کے خوشے تھے ام منذر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان خوشوں سے کھجور کھانے لگے پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ علی بس کرو اس لئے کہ تم ابھی کمزور ہو' بیماری سے اٹھے ہو ام منذر کا بیان ہے کہ میں نے ان کے لئے چقندر اور جو کا ڈش تیار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ علی اس ڈش کو کھاؤ' اس لئے کہ یہ تیرے لئے مفید ترین ہے''۔

یہ حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک حسن غریب ہے۔[1]

چقندر کا مزاج پہلے درجہ میں گرم خشک ہے بعضوں نے اسے رطب بتایا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ یبوست و رطوبت سے مرکب ہے' اس میں ہلکی برودت ہوتی ہے' یہ مواد کو تحلیل کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے سیاہ چقندر میں قبض ہے بالخورہ' مہاسے' سر کی بھوسی اور بدن کے مسے کے لئے اس کا اطلاء مفید ہے' جوں کو ختم کرتا ہے' شہد کے ساتھ اس کا پانی آمیز کر کے بالخورہ پر طلاء کرنے سے فائدہ ہوتا ہے اور جگر اور طحال کے سدوں کو کھول دیتا ہے' بہت زیادہ سیاہ چقندر پاخانہ بستہ کرتا ہے بالخصوص جب کہ اس کو مسور کی دال کے ساتھ استعمال کریں' حالانکہ یہ دونوں ردی چیزیں ہیں' اور سفید چقندر مسور کے ہمراہ پاخانہ نرم کرتا ہے اور اسہال کے لئے اس کے پانی کا حقنہ دیا جاتا ہے اور درد قولنج میں مسالے اور تلخ چیزوں کے ساتھ اس کا استعمال مفید ہے البتہ غذائیت کم پائی جاتی ہے کیموس ردی پیدا کرتا ہے' خون کو جلاتا ہے سرکہ اور رائی سے اس کی اصلاح ہوتی ہے' اس کا زیادہ استعمال کرنے سے قبض اور اپھارہ پیدا ہوتا ہے۔

⌘⌘⌘

---

1 اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔

''حرف شین''

شونیز (کلونجی) : اس کا تفصیلی بیان حبۃ السوداء کے ذیل میں کیا جاچکا ہے۔

شبرم (ایک گھاس کا نام ہے) : ترمذی اور ابن ماجہ دونوں نے اپنی سنن میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا ہے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَاذَا كُنْتِ تَسْتَمْشِيْنَ؟ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ جَارٌّ.))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کس چیز سے دست لائی ہو! انھوں نے کہا کہ شبرم سے آپ نے فرمایا کہ یہ بہت گرم اور نقصان دہ ہے''[1]

شبرم کا درخت چھوٹا اور بڑا دونوں قسم کا ہوتا ہے' آدمی کے قد کے برابر یا اس سے کچھ لمبا ہوتا ہے اس کی دو سرخ شاخیں ہوتی ہیں جن پر سفیدی چڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور شاخوں کے آخری حصے پر پتیوں کا جھرمٹ ہوتا ہے' اس کی کلیاں چھوٹی زرد مائل بہ سفیدی ہوتی ہیں' پھول جھڑ جاتے ہیں اور اس کی جگہ سلائی نما کونپلیں رہ جاتی ہیں' جن میں بن کے پھل کی طرح چھوٹے تخم ہوتے ہیں' یہ بیج سرخ رنگ کے ہوتے ہیں ان میں رگیں ہوتی ہیں جن پر سرخ چھلکے ہوتے ہیں ان کو بطور دُوا استعمال کیا جاتا ہے' اور شاخوں سے نکلنے والے دودھ بھی کام میں آتے ہیں۔

شبرم چوتھے درجہ میں گرم خشک ہے مسہل سوداء ہے کیموسات غلیظہ کو نکالتا ہے اسی طرح صفراء اور بلغم کے لئے بھی مسہل ہے درد پیدا کرتا ہے اور قے لاتا ہے اس کا بکثرت استعمال مہلک ہے بہتر ہے کہ اس کو استعمال سے پہلے چوبیس گھنٹے تازہ دودھ میں بھگو دیں اور دودھ کو دن میں دو یا تین مرتبہ بدلا جائے پھر اس کو دودھ سے نکال کر دھوپ میں خشک کیا جائے اور اس کے ساتھ گلاب اور کتیراء[2] آمیز کر لیا جائے اور اس کو شہد کے پانی یا شیرہ انگور کے ہمراہ پیا جائے اس کی خوراک مریض کی قوت برداشت کے مطابق دو دانگ سے چار دانگ تک ہے حنین کے نزدیک شبرم کا دودھ ناقابل استعمال ہے اس کا کھانا پینا بالکل ممنوع ہے عطائی اطباء نے اس سے علاج کر کے بہت سے لوگوں کی جانیں لے لی ہیں۔

شعیر (جو) : ابن ماجہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا:

---

[1] اس حدیث کو ترمذی نے سنن ترمذی ۲۰۸۲ میں کتاب الطب کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۴۶۱ میں بیان کیا ہے لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے۔

[2] قاموس میں ہے کہ کتیراء ایک درخت سے نکلنے والی رطوبت ہے۔ جو بیروت اور لبنان کے پہاڑوں پر پایا جاتا ہے۔

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اَخَذَ اَحَدًا مِنْ اَھْلِہِ الْوَعْکُ اَمَرَ بِالْحَسَاءِ مِنَ الشَّعِیْرِ فَصُنِعَ ثُمَّ اَمَرَھُمْ فَحَسُوْا مِنْہُ ثُمَّ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَیَرْتُوْ فُؤَادَ الْحَزِیْنِ وَیَسْرُوْ فُؤَادَ السَّقِیْمِ کَمَا تَسْرُوْ اِحْدَاکُنَّ الْوَسْخَ بِالْمَاءِ عَنْ وَجْھِھَا.))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جب کسی کو بخار آتا تو جو کا حریرہ استعمال کرنے کا حکم دیتے چنانچہ حریرہ تیار کیا جاتا پھر آپ ان کو حریرہ پینے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ یہ رنجیدہ دل کو قوی کرتا ہے اور بیمار کے دل کو دھوتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے چہرے کے گرد و غبار کو پانی سے دھوتا ہو''۔[1]

یرتو کے معنی ہے مضبوط بناتا ہے اور یسرو کا معنی ہے دھلتا ہے اور زائل کرتا ہے ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آب جو کا جوشاندہ اس کے ستو سے زیادہ غذائیت رکھتا ہے یہ کھانسی' حلق کی خشونت کے لئے مفید ہے' فضولات کی حدت کو جڑ سے ختم کرتا ہے' پیشاب آور ہے' معدہ کو جلا دیتا ہے' تشنگی دور کرتا ہے' حرارت ختم کرتا ہے' اس میں ایسی قوت پائی جاتی ہے جس سے جلا پیدا ہوتی ہے زود ہضم ہوتی ہے اور تحلیل مواد ردیہ ہوتی ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھنے ہوئے عمدہ جو کی ایک مقدار لی جائے' اور اس کے پانچ گنا صاف شیریں پانی اس میں ملا لیا جائے' پھر اس کو ایک صاف برتن میں رکھ کر' ہلکی آنچ پر پکایا جائے کہ جل کر صرف پانچواں حصہ باقی رہ جائے پھر اسے صاف کر کے ضرورت کے مطابق استعمال کیا جائے۔

شواء (بھنا ہوا گوشت) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ضیافت کے بارے میں جو انہوں نے اپنے مہمانوں کے سامنے رکھی تھی' اس طرح بیان کیا ہے۔

((فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ.)) [ھود :۶۹]

''ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ وہ بھنا ہوا بچھڑے کا گوشت لائے''۔

حنیذ گرم پتھر پر بھنے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں۔

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۴۴۵ میں کتاب الطب باب التلبینة کے تحت اور ترمذی نے ۲۰۴۰ میں کتاب الطب باب مایطعم المریض کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے اور امام احمد نے ۳۲/۶ میں اس کو بیان کیا ہے اس کی سند میں ام محمد والدہ محمد بن صائب کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں قرار دیا۔ اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں اس کے باوجود ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس باب میں حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً بایں الفاظ روایت ہیں ''اَلتَّلْبِیْنَۃُ مَجمۃٌ لِفُؤَادِ الْمَرِیْضِ تَذْھَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ'' یہ متفق علیہ حدیث ہے۔

ترمذی میں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت مذکور ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بھنا ہوا پہلو پیش کیا' آپ نے اسے تناول فرمایا پھر نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا' ترمذی نے بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔[1]

ترمذی میں ہی عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔[2]

ترمذی میں ایک دوسری حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات مہمان ہوا آپ نے پہلو کو بھوننے کا حکم دیا چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور پہلو بھون کر خدمت نبویؐ میں پیش کیا گیا' تو آپ چھری لے کر میرے لئے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگے' اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لئے اذان دینے آگئے تو آپ نے چھری زمین پر رکھ دی اور فرمایا تمہارے ہاتھ کام نہیں کرتے کاٹ کر کھاتے کیوں نہیں۔[3]

سب سے عمدہ بھنا ہوا گوشت یک سالہ بھیڑ کا ہوتا ہے' پھر نوخیز بچھڑے کا جو خوب فربہ ہو' اس کا مزاج حار رطب مائل بہ یبوست ہوتا ہے' یہ سوداء خوب پیدا کرتا ہے' یہ تندرست و توانا اور ریاضت کرنے والوں کی غذا ہے اس کو پکا کر کھانا زیادہ مفید ہے۔ معدہ پر گرانی نہیں ہوتی' اور یہ بھونے ہوئے اور مطجن گوشت سے زیادہ تر ہوتا ہے۔

دھوپ کی حرارت میں بھنا ہوا گوشت بہت زیادہ مضر ہوتا ہے اور انگاروں پر بھنا ہوا گوشت شعلوں پر بھنے ہوئے سے بہتر ہوتا ہے اور انگاروں پر بھنے ہوئے گوشت کو حنیذ کہتے ہیں۔

شحم (چربی): مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کی ضیافت کی اور آپ کی اس دعوت میں اس نے جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی

---

[1] ترمذی نے ۱۸۳۰ میں کتاب الاطعمة باب ماجاء فی اکل الشواء کے تحت اور امام احمد نے ۶/۳۰۷ میں اس کو بیان کیا ہے اس کی سند صحیح ہے۔

[2] امام احمدؒ نے ۴/۱۹۰'۱۹۱ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں ابن لھیعۃ سیئ الحفظ راوی ہے لیکن اس سے پہلے والی حدیث سے اس کی تائید ہو جاتی ہے۔

[3] امام احمد بن حنبلؒ نے ۴/۲۵۲ میں اور ابوداؤد نے ۱۸۸ میں کتاب الطهارة باب فی ترك الوضوء ممامست النار کے تحت اس کو نقل کیا ہے اس کی اسناد صحیح ہیں۔

چربی جس کا ذائقہ بدل گیا تھا' پیش کیا۔[1]

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ غزوہ خیبر کے دن ایک ڈول چربی لائی گئی' اسے میں نے لے لیا اور کہا کہ واللہ اس میں سے کسی کو بھی کچھ نہ دوں گا یہ کہہ کر جب میں متوجہ ہوا' تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہنس رہے ہیں' اور کچھ نہیں کہا۔[2]

بہترین قسم کی چربی بالکل جوان جانور کی ہوتی ہے اس کا مزاج گرم تر ہے' اس میں گھی سے کمتر رطوبت ہوتی ہے اسی لئے اگر گھی اور چربی کو ایک ساتھ پگھلایا جائے تو چربی بہت جلد جم جاتی ہے یہ حلق کی خشونت کے لئے مفید ہے' جسم کو ڈھیلا کرتی ہے اور تعفن پیدا کرتی ہے نمکین لیموں سے اس کے ضرر کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح سونٹھ سے اس کی اصلاح ہوتی ہے بکری کی چربی زیادہ قابض ہوتی ہے اور بکرے کی چربی بہت جلد تحلیل ہو جاتی ہے آنتوں کے زخموں میں نافع ہے مینڈھے کی چربی ان میں سب سے زیادہ قوت بخش اور عمدہ ہوتی ہے۔ سحج[3] اور پیچش کے مریضوں کو اس کی چربی کا حقنہ لگایا جاتا ہے۔

''حرف صاد''

صلوٰۃ (نماز) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ.))

[البقرۃ : ۴۵]

''صبر اور نماز کے ساتھ (اللہ سے) مدد طلب کرو' بیشک یہ بہت بھاری ہے مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر نہیں''

دوسری جگہ فرمایا:

---

[1] امام احمدؒ نے ۳/ ۲۱۱' ۲۷۰ میں اس کو بیان کیا' اس کی اسناد صحیح ہیں اور امام بخاری نے ۴/ ۲۵۷ اور ۵/ ۹۹ میں' ترمذی نے ۱۲۱۵ میں حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہؐ کے پاس جو کی روٹی اور پگھلائی ہوئی چربی لے کر آئے

[2] امام بخاریؒ نے ۶/ ۱۸۲ میں کتاب الجهاد باب مایصیب من الطعام فی ارض الحرب کے تحت اور امام مسلمؒ نے ۱۷۷۲ میں کتاب الجہاد کے باب جواز الاکل من الغنیمة من دار الحرب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

[3] سحج : پیٹ کی ایک بیماری ہے۔ جس میں آنتوں کی دیواریں چھل جاتی ہیں اور ''زحیر'' پیچش کی بیماری کو کہتے ہیں۔

((يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ.)) [بقرة :۱۵۳]

''اے مومنو صبر اور نماز کے ساتھ (اللہ سے) مدد طلب کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

تیسری آیت میں ارشاد باری ہے:

((وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْاَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى.)) [طه :۱۳۲]

''اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دیجیے' اور خود بھی اس پر کار بند رہیے۔ ہم تم سے روزی کے طالب نہیں ہیں (بلکہ) ہم ہی تم کو روزی دیتے ہیں اور انجام خیر پرہیز گاری کے لئے ہے''

سنن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ نماز کے لئے بے قرار ہو جاتے [1]

ہم نے اس سے پہلے ہی نماز کے ذریعہ تمام دردوں سے اس کے استحکام سے قبل ہی شفا حاصل کرنے کی بات پیش کی ہے۔

نماز میں رزق کو کھینچ لانے کی قوت ہے' چہرہ کو تابانی بخشتی ہے' سستی کو دور کرتی ہے' نفس کے لئے فرحت بخش ہے' اعضاء جسمانی میں نشاط پیدا کرتی ہے' قوتوں کے لئے معاون ہے سینہ کھولتی ہے' روح کو غذا دیتی ہے' دل کو روشنی عطا کرتی ہے اور تحفظ نعمت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے برکت کو کھینچ کر لاتی ہے' مصیبت کو دور کرنے کی اس میں تاثیر موجود ہے شیطان سے دور رحمٰن سے قریب کرنے والی ہے۔

الغرض نماز بدن اور دل دونوں کی صحت کی نگرانی و حفاظت کی عجیب و غریب تاثیر رکھتی ہے اور ان دونوں سے مواد ردیہ کو نکال پھینکتی ہے دنیا میں جتنے بھی لوگ کسی مشکل' بیماری' آفت' یا بلا کے شکار ہوتے ہیں ان میں نماز پڑھنے والے کے تناسب کم سے کمتر ہوتا ہے اور اس کی عاقبت ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتی ہے۔

دنیاوی شرور کو روکنے میں بھی نماز کی تاثیر عجیب ہے بالخصوص جب کہ نماز اپنے انداز سے ادا کی جائے اور اس کا ظاہر و باطن بالکل درست ہو تو پھر دنیا و آخرت کے شروع کا دافع اور ان دونوں کے

---

[1] اس حدیث کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

مصالح و فوائد کالانے والا اس سے زیادہ کوئی نہیں ہوسکتا' اس کا سبب یہ ہے کہ نماز اللہ کے ساتھ ربط پیدا کرنے کا نام ہے اور اللہ کے ساتھ بندے کا تعلق جتنا ہی استوار ہوگا اسی حساب سے بندے کے اوپر خیرات وحسنات اور عافیت وصحت سے اس کو نوازا جاتا ہے اور غنیمت وآسودگی عطا ہوتی ہے اور عیش و عشرت میسر ہوتی ہے اور مسرت وشادمانی کا ایک وافر حصہ ملتا ہے یہ ساری چیزیں اس کے پاس ہونگی' اور اسی کی طرف ان کا رخ ہوگا۔

صبر : صبر نصف ایمان ہے۔[1] اس لئے کہ ایمان صبر اور شکر دو چیزوں سے مرکب ماہیت کا نام ہے جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے کہ ایمان دو برابر حصہ رکھتا ہے نصف حصہ صبر اور دوسرا نصف شکر ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا:

((اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ.)) [ابراهيم :۵]

''بیشک اس میں صبر کرنے والوں اور شکر گزاروں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں''

صبر کا ایمان میں وہی درجہ ہے جو پورے بدن میں سر کو حاصل ہے صبر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) فرائض الٰہی پر صبر کہ اس کو کسی طرح ضائع نہ ہونے دے۔

(۲) اللہ کی حرام کردہ اشیاء پر صبر کہ کبھی بھی اس کا ارتکاب نہ کرے۔

(۳) تیسری قسم قضاو قدر الٰہی پر صبر کرنا کہ اس پر ناراضگی کا کبھی اظہار نہ کرے۔

جس نے صبر کے ان تینوں مراحل کو مکمل کر لیا اس کا صبر کامل ہو گیا اور اسے دنیا و آخرت کی لذت' عیش وعشرت اور کامیابی و کامرانی حاصل ہوگئی اس لئے کہ صبر کے پل کو عبور کیئے بغیر کوئی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا جس طرح کوئی شخص پل صراط سے گزرے بغیر جنت تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہترین زندگی وہ ہے جس کو ہم صبر کے ساتھ گزاریں اور اگر دنیا کے مراتب کمال جن کو انسان سعی پیہم سے حاصل کرتا ہے ان میں سے ہر ایک پر غور کریں تو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک کا تعلق صبر ہی سے ہے اور ہر وہ نقصان جس پر انسان قابل مذمت قرار پاتا ہے اور وہ اس کی قدرت کے ماتحت داخل ہوتا ہے سب بے صبری کا نتیجہ ہوتا ہے لہٰذا شجاعت و پاکدامنی اور ایثار و جاں نثاری سب ایک گھڑی کے نتیجہ میں ظہور میں آتے ہیں۔

---

[1] ابو نعیم نے ''الحلیۃ'' ۵/۳۴ میں اور خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' ۳/۲۲۶ میں اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حدیث ابن مسعودؓ سے اس کو روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں محمد بن خالد مخزومی ضعیف ہے حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' ۱/۴۵ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کو ابن مسعودؓ کا قول لکھا ہے۔

فَالصَّبْرُ طِلَسْمٌ عَلٰى كَنْزِ الْعُلٰى مَنْ حَلَّ ذَا الطِّلَسْمَ فَازَ بِكَنْزِهٖ

''صبر بلندیوں کے گنجینہ کا طلسم ہے جس نے اس طلسم کو حل کیا اس نے خزانہ پالیا''۔[1]

دل اور بدن کی اکثر بیماریاں بے صبری سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے' دلوں' بدنوں اور روحوں کی حفاظت وصحت کے لئے صبر سے زیادہ مفید کوئی اکسیری نسخہ نہیں چنانچہ صبر فاروق اکبر ہے اور یہی سب سے بڑا تریاق ہے۔

اس میں اللہ کی معیت نصیب ہوتی ہے کیونکہ اللہ اپنوں کا ساتھ دیتا ہے وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے انھیں سے وہ محبت کرتا ہے اور اللہ کی نصرت صبر کے ساتھ ہی ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے اور صبر اس کے ماننے والوں کے لئے عمدہ چیز ہے جیسا کہ خود فرمایا:

((وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ.)) [نحل :۱۲۶]

''اور اگر تم لوگ صبر سے کام لیتے تو یہ صبر صابرین کے لئے بہتر ہوتا''۔

اور صبر ہی درحقیقت کامیابی کا ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

((يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.)) [آل عمران :۲۰۰]

''اے مومنو! صبر کرو' اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو' اور آپس میں ملے جلے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم مراد پاؤ''

صبر (ایلوا)[2]: ابوداؤد نے کتاب المراسیل میں قیس بن رافع قیسی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کہ ان دو تلخ چیزوں میں کیسی شفا ہے ایلوا اور رائی میں۔[3]

سنن ابوداؤد میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے اپنے چہرے پر ایلوا مل رکھا تھا آپ نے فرمایا کہ ام سلمہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اے رسول اللہ یہ ایلوا ہے اس میں خوشبو کا نام بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ یہ

---

[1] طلسم اس کی جمع طلسمات آتی ہے یہ چند لکیریں یا ایسی تحریر ہے جسے شعبدہ باز اس خیال سے استعمال کرتا ہے کہ اس سے ہر موذی کا دفاع کیا جا سکتا ہے۔

[2] صبر ایلوا کو کہتے ہیں' ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ آج بھی خوشبو میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یونانی دواخانوں میں ملتا ہے اور جدید ادویہ میں ایک خاص مقدار امساک کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

[3] اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے یہ ضعیف ہے۔

چہرے کے حسن کو نکھارتا ہے لہٰذا اس کو صرف رات ہی میں لگاؤ دن میں اس کو استعمال کرنے سے آپ نے منع فرمایا:[1]

ایلوا میں بہت سے فوائد ہیں بالخصوص جب کہ ایلوا ہندی ہو دماغ اور آنکھ کے اعضاء کے صفراوی فضولات کو نکال باہر کرتا ہے اور روغن گل کے ساتھ پیشانی پر اس کا طلاء کرنے سے سردرد سے نجات ملتی ہے ناک اور منھ کے زخموں کے لئے نفع بخش ہوتا ہے سوداء کو بذریعہ اسہال نکالتا ہے اور مالیخولیا کو دور کرتا ہے فارسی ایلوا ذہن کو تیز کرتا ہے دل کو قوی کرتا ہے اور معدہ کے بلغمی اور صفراوی فضولات کو صاف کرتا ہے جب کہ اس کو پانی کے ساتھ دو چمچہ استعمال کریں اور جھوٹی بھوک اور فاسد خواہش سے روکتا ہے اگر سردی کے موسم میں اس کو استعمال کریں تو دستوں کے ساتھ خون آنے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔

صوم (روزہ): روزہ روحانی قلبی اور جسمانی امراض کیلئے ڈھال ہے اسکے فوائد بے شمار ہیں۔ حفظان صحت اور مواد ردیہ کو خارج کرنے میں عجیب تاثیر رکھتا ہے اور نفس کو تکلیف دہ چیزوں کے تناول کرنے سے روکتا ہے خصوصاً جب کہ ارادہ کے ساتھ اعتدال کے طور پر مناسب شرعی وقت میں اس کو رکھا جائے' اور فطری طور پر جسم کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

پھر روزہ سے اعضاء و جوارح کو سکون ملتا ہے اور اس کی قوتوں کا تحفظ ہوتا ہے اور اس میں ایک ایسی خاصیت ہوتی ہے جو ایثار انسانی کی نمائندگی کرتی ہے اس سے دل کو فوری یا آئندہ فرحت ملتی ہے جن لوگوں کے مزاج پر رطوبت و برودت کا غلبہ ہو ان کے لئے روزہ ایک مفید ترین چیز ہے اور اس کی صحت روزہ رکھنے سے عمدہ ہوتی ہے۔

روزہ کا شمار روحانی اور طبعی دواؤں میں کیا جاتا ہے اگر روزہ دار ان چیزوں کو ملحوظ رکھے جن کو طبعی اور شرعی طور پر رکھنا ضروری ہے تو اس سے دل اور بدن کو بے حد نفع پہنچے گا اور روزہ سے مواد فاسدہ غریبہ جو بیماری پیدا کرنے کے لئے مستعد ہوتا ہے زائل ہو جاتا ہے اور مواد فاسدہ کو جو اس کے کم و بیش کے مطابق پیدا ہوتے ہیں زائل کرتا ہے اس طرح روزہ دار کو جن چیزوں کی حفاظت کرنی ہوتی ہے وہ ان کی حفاظت کر لیتا ہے اور روزہ رکھنے کا جو مقصد' معرا اور علت غائی ہے اس کے باقی رکھنے پر معاون ثابت ہوتی ہے

---

[1] ابوداؤد نے ۲۳۰۵ میں کتاب الطلاق باب فیما تجتنبه المعتدة فی عدتها کے تحت' نسائی نے ۶/۲۰۴' ۲۰۵ میں کتاب الطلاق باب الرخصة للحادة ان تمتشط کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں مغیرہ بن ضحاک ایک راوی ہے جس کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے۔ نیز اس میں دو راوی مجہول ہیں۔ آپ کا قول بشب الوجہ کا معنی ہے کہ وہ چہرے کو بارونق اور حسین بناتا ہے' یہ شب النار سے ماخوذ ہے۔ یعنی اس نے آگ کو روشن کیا تو اس سے روشنی اور شعلے پھوٹ پڑے۔

اور اس سے روزہ کی تکمیل ہوتی ہے اس لئے کہ روزہ سے کھانا پینا چھوڑ دینا مقصود نہیں بلکہ اس کے علاوہ کچھ اور مقصود ہے اسی چیز کے پیش نظر روزہ کو تمام اعمال میں یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ہے اور چونکہ روزہ بندہ اور اس چیز کے درمیان ڈھال کا کام کرتا ہے جو انسان کے جسم وقلب دونوں کو فوری یا آئندہ ضرررساں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

((يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.)) [بقرہ :۱۸۲]

''اے مومنو! تم پر روزہ فرض کیا گیا' جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ''

روزہ کا ایک مقصد یہ ہے کہ وہ ڈھال اور بچاؤ کا کام کرتا ہے اور یہ سب سے بڑی احتیاط اور سب سے زیادہ نفع بخش پرہیز ہے۔

اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ دل اور اس کے ارادہ کو اللہ کے لئے یکجا کر دیا جائے اور نفس کے قویٰ کو محبت الٰہی اور اطاعت خداوندی کے لئے زیادہ سے زیادہ جاندار بنا دیا جائے اور روزہ کے بعض اسرار و رموز اور اس کے حکم کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

''حرف ضاد''

ضب (گوہ) : صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْهُ لَمَّا قُدِّمَ اِلَيْهِ وَامْتَنَعَ مِنْ اَكْلِهٖ اَحَرَامٌ هُوَ؟ فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ لَّمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ وَاُكِلَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَلٰى مَائِدَتِهٖ وَهُوَ يَنْظُرُ.))

''رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب گوہ پیش کی گئی اور آپ نے اس کے کھانے سے احتراز فرمایا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ حرام نہیں ہے لیکن یہ ہمارے یہاں پایا نہیں جاتا اس لئے میں پسند نہیں کرتا لوگوں نے آپ کے سامنے دستر خوان پر کھایا اور آپ دیکھ رہے تھے''[1]

صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہ میں اسے حلال قرار دیتا ہوں' اور نہ حرام کہتا ہوں۔[2]

---

[1] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔ [2] اس روایت کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

گوہ گرم خشک ہے۔ جماع کی خواہش بڑھاتی ہے اور اگر اس کو پیس کر کانٹا چبھنے کے مقام پر ضماد کریں تو اس کو نکال پھینکتا ہے۔

ضفدع (مینڈک) : امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مینڈک کو دوا میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے ان کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس کو انہوں نے اپنی مسند میں عثمان بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک طبیب نے مینڈک کا ذکر بسلسلہ دوا کیا تو آپ نے اس کو مارنے سے روک دیا۔[1]

مصنف ''قانون'' شیخ نے لکھا ہے کہ مینڈک کا خون یا اس کا گوشت کھانے سے بدن متورم ہو جاتا ہے اور جسم کا رنگ مٹیالا ہو جاتا ہے اور منی ہمہ وقت نکلتی رہے گی یہاں تک کہ انسان موت سے دوچار ہو جائے گا اس کے ضرر کے اندیشہ کو مدنظر رکھتے ہوئے' اطبا' نے اس کا استعمال ترک کر دیا مینڈک کی دو قسمیں ہیں ایک آبی کا اور دوسرا خشکی کا مینڈک' خشکی پر رہنے والے مینڈک کے کھانے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

''حرف طاء''

طیب (خوشبو) : رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمُ النِّسَاءُ وَالطِّيْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ.))

''تمہاری دنیا کی دو چیزیں مجھے بہت پسند ہیں عورت اور خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''[2]

نبی کریم ﷺ بکثرت خوشبو کو استعمال فرماتے تھے آپ کو گندی بو بہت ناگوار تھی اور آپ پر بہت گراں گزرتی' خوشبو روح کی غذا ہے جو قوئ انسانی کے لئے سواری ہے اور خوشبو سے دوگنی ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے جیسا کہ کھانے پینے سے اس میں اضافہ ہوتا ہے آرام و سکون' احباب کی ملاقات و ہم نشینی اور پسندیدہ امور کے واقع ہونے اور اسی طرح ناپسندیدہ شخص کے ناپید ہونے سے جس سے دل کو خوشی ملتی ہے اور اس کا دیکھنا گوارا نہ ہو جیسے گراں بار دشمن وغیرہ تو اس سے بھی اس میں بالیدگی آتی ہے اس لئے کہ ان کی ہم نشینی اور ملاقات سے قوی میں ضعف پیدا ہوتا ہے اور رنج و غم سے انسان دوچار ہوتا ہے ایسے گراں بار لوگ روح کے لئے وہی مقام رکھتے ہیں جو بدن کے لئے بخار کا ہوتا ہے' یا گندی بو کا ہوتا

---

1. اس روایت کی تخریج پہلے ذکر کر دی گئی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔
2. اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے' یہ صحیح ہے۔

ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان عادات واخلاق سے روکا جو نبی ﷺ کی ہم نشینی میں ان کی تکلیف واذیت کا سبب ہوں چنانچہ قرآن نے فرمایا:

((وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ.))

[احزاب :۵۳]

''لیکن جب تم کو دعوت دی جائے تو داخل ہوا کرو پھر جب کھا چکو تو چلے جایا کرو اور باتوں میں دل لگا کر بیٹھے نہ رہا کرو' اس سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے مگر وہ حیا کی وجہ سے تم سے نہیں کہتے اور اللہ حق بات کے اظہار سے نہیں رکتا''۔

غرضیکہ خوشبو رسول اللہ ﷺ کی مرغوب ترین چیزوں میں سے تھی حفظان صحت انسانی میں اس کو خاص مقام حاصل ہے اس سے بہت آلام وہموم دور ہو جاتے ہیں اس لئے کہ قوت طبعی اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

طین (مٹی) : اس سلسلے میں بہت سی موضوع احادیث وارد ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے جیسے یہ حدیث کہ جس نے مٹی کھائی اس نے اپنے قتل میں مدد کی اسی طرح یہ حدیث ہے جس میں مذکورہ ہے اے حمیرا مٹی نہ کھا اس لئے کہ یہ شکم کو روک دیتی ہے اور زردی پیدا کرتی ہے' چہرے کی رونق ختم کر دیتی ہے[1]

مٹی کے سلسلہ میں ساری حدیثیں موضوع ہیں جن کی کوئی اصل نہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ مٹی نقصان دہ اور اذیت دینے والی ہے رگوں کے منہ کو بند کر دیتی ہے۔

اس کا مزاج سرد خشک ہے۔ قوت تجفیف زیادہ ہوتی ہے پاخانہ بستہ کرتی ہے یہ سیلانی خون اور منہ کے زخموں کو پیدا کرتی ہے

طلع (خرما یا کیلا کا شگوفہ) : اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ.)) [واقعہ :۲۹]

''اور تہ بہ تہ کیلوں کے شگوفے میں ہوں گے''۔

اکثر مفسرین نے اس سے کیلا مراد لیا ہے منضود تہہ بہ تہہ ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی کنگھی کی طرح بعضوں نے طلح کو کانٹے دار درخت کے معنی میں لیا ہے جس کے کانٹے کی جگہ میں ایک پھل دبا ہوتا ہے

---

[1] مؤلف کی کتاب ''المنار المنیف'' ص ۶۱ ملاحظہ کیجئے۔

چنانچہ اس کا پھل ایک دوسرے پر چڑھا ہوا تہہ بہ تہہ ہوتا ہے جس طرح کیلے کا پھل ہوتا ہے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے اور اسلاف میں سے جن لوگوں نے اس سے کیلا مراد لیا ہے ان کا مقصد تمثیل ہے تخصیص نہیں۔

شگوفہ کیلا کا مزاج گرم تر ہوتا ہے ان میں سب سے عمدہ شیریں اور پختہ ہوتا ہے یہ سینہ پھیپھڑے کھانسی، گردوں، مثانہ کے زخموں میں بے حد مفید ہے پیشاب آور ہوتا ہے منی بڑھاتا ہے جماع کی خواہش کو برانگیختہ کرتا ہے پاخانہ نرم کرتا ہے اگر اس کو کھانے سے پہلے کھایا جائے تو معدہ کے لئے مضر ہے صفراء اور بلغم زیادہ پیدا کرتا ہے شکر اور شہد کے ذریعہ اس کے ضرر کو دور کیا جاتا ہے۔

طلع (کھجور کا گابھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ.)) [ق :١٠]

اور لمبی کھجوریں (پیدا کرتے ہیں) جن کے گابھے تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

((وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ.)) [شعراء :١٤٨]

"اور کھجوروں میں جن کے شگوفے بہت نازک اور تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں"۔

شگوفہ کھجور جو پھل آنے کے شروع میں کھجور کے درختوں پر پھوٹتا ہے اسکے چھلکے کو کفری کہتے ہیں نفید منضود کے معنی میں ہے کہ کنگھی کی طرح ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی جب تک شگوفہ غلاف میں بند رہے اسے نضید کہیں گے اور جب غلاف سے باہر نکل آیا تو وہ نضید نہ رہا ھضیم اور نضید دونوں ہم معنی ہیں۔

شگوفہ کی دو قسمیں ہیں مذکر اور مونث۔

تلقیح : نر کے مادے کو جو پسے ہوئے آٹے کی طرح ہوتا ہے مادہ میں داخل کر دینا جسے عرف عام میں تابیر کہتے ہیں اور یہ عمل نر و مادہ کے درمیان جفتی کے حکم میں ہوتا ہے چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا:

((مَرَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَخْلٍ فَرَاٰى قَوْمًا يُلَقِّحُوْنَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟ قَالُوْا يَاْخُذُوْنَ مِنَ الذَّكَرِ فَيَجْعَلُوْنَهُ فِي الْاُنْثٰى قَالَ مَا اَظُنُّ ذٰلِكَ يُغْنِيْ شَيْئًا فَبَلَغَهُمْ فَتَرَكُوْهُ فَلَمْ يَصْلُحْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّمَا هُوَ ظَنٌّ فَاِنْ كَانَ يُغْنِيْ شَيْئًا فَاصْنَعُوْهُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَاِنَّ الظَّنَّ يُخْطِئُ وَيُصِيْبُ وَلٰكِنْ مَا قُلْتُ لَكُمْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَنْ اَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ.))

میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک کھجور کے درخت کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ لوگ تابیر کر رہے ہیں آپ نے یہ دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ نر کھجور کا مادہ لے کر مادہ میں داخل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے خیال سے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے جب یہ خبر لوگوں کو ملی تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا چنانچہ اس سال پھل عمدہ نہیں ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرا ایک خیال تھا اگر اس سے کچھ فائدہ ہو تو اس کو کرو اس لئے کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک انسان ہوں' اور خیال کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے لیکن جو باتیں میں وحی الٰہی سے کہتا ہوں تو میں اس میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔[1]

---

[1] امام مسلمؒ نے ۲۳۶۱ میں کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ماقاله شرعا دون ما ذكره من معايش الدنيا على سبيل الرای کے تحت یوں بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت کے پاس سے گزرا جو کھجور کے درختوں پر چڑھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ تابیر کر رہے ہیں۔ یعنی نر کھجور کو لے کر مادہ کھجور میں داخل کرتے ہیں۔ اس طرح تلقیح ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب لوگوں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس عمل کو ترک کر دیا۔ پھر آپ کو بتایا گیا کہ معاملہ یوں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس سے فائدہ ہو تو اس کو تم لوگ انجام دو۔ اس لئے کہ یہ میرا ایک خیال تھا۔ جو صحیح ثابت نہ ہوا لہٰذا میرے خیال کو دلیل نہ بنانا البتہ جب میں خدا کی جانب سے تم سے کوئی بات کہوں تو اسے لازم پکڑ لینا۔ اس لئے کہ میں خدا پر غلط باتیں نہیں باندھتا۔'' امام مسلم نے ۲۳۶۲ میں رافع بن خدیج سے بایں الفاظ روایت کی ہے۔ ''رافع نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ تابیر کر رہے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ ہم اسے برابر کرتے آئے ہیں۔ اپ نے فرمایا کہ اگر تم اسے نہ کرتے تو بہتر تھا۔ لوگوں نے اسے ترک کر دیا۔ تو اس سال پھل نہیں آئے یا اس سال پھل کم آئے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں جب میں تم کو دین سے متعلق کسی کا حکم دوں تو اسے اختیار کر لو۔ اور اگر رائے وقیاس سے کسی چیز کا حکم دوں تو میں ایک انسان ہوں۔ اور امام مسلم نے ہی ۲۳۶۳ میں عائشہؓ وانسؓ کی حدیث سے اس کو بایں الفاظ نقل کیا ہے' کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو تابیر کر رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اسے نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ اس سال خراب پھل آئے آپ پھر یہاں سے گزرے تو دریافت کیا' کہ تمہارے کھجور کو کیا ہو گیا لوگوں نے کہا کہ آپ نے ہی ایسا ایسا کہا تھا۔ بس پھل خراب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات کو بہتر طور پر جانتے ہو۔ امام نووی نے بیان کیا کہ علماء کی رائے یہ ہے کہ دنیاوی باہمی معاملات میں آپ کی رائے دیگر لوگوں کی طرح ہے۔ اس لئے اس طرح کی بات کا ہونا تعجب خیز نہیں اور اس میں کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔

شگوفہ کھجور قوت باہ کے لئے مفید ہے قوت جماع بڑھاتا ہے' اگر عورت اس کے سفوف کا جماع کرنے سے پہلے حمول کرے تو حاملہ ہونے میں بھرپور مدد ملتی ہے اس کا مزاج دوسرے درجہ میں سرد خشک ہے معدہ کو تقویت پہنچاتا ہے' اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور خون کو گاڑھا کر کے اس کے ہیجان کو روکتا ہے دیر ہضم ہے۔

گرم مزاجوں کے لئے ہی اس کا استعمال مفید ہے اور اگر اس میں زیادتی ہو جائے تو اس صورت میں گرم جوارشات کا استعمال کرنا چاہئے پاخانہ بستہ کرتا ہے احشاء کو مضبوط بناتا ہے اور جمار (صمغ کھجور) اسی کے حکم میں ہے اسی طرح کچی اور نیم پختہ کھجور کا درجہ ہے اس کا بکثرت استعمال معدہ اور سینے کے لئے ضرر رساں ہے اس کے کھانے سے کچھ قولنج بھی ہو جاتا ہے اس کا ضرر دور کرنے کے لئے گھی یا مذکورہ اصلاح پسند چیزوں میں سے کسی کو اس کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔

''حرف عین''

عنب (انگور) ''غیلانیات'' حبیب بن یسار کی حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا۔

((رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَأْكُلُ الْعِنَبَ خَرْطاً.))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ انگور منہ سے لپک لپک کر کھا رہے تھے۔''

ابو جعفر عقیلی نے اس حدیث کو بے بنیاد قرار دیا ہے اس میں ایک راوی داؤد بن عبدالجبار ابو سلیم کوفی ہے جس کو یحییٰ بن معین نے کذاب قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ کو انگور اور تربوز بہت مرغوب تھے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں چھ مقامات پر انگور کو ان نعمتوں میں سے شمار کیا ہے جو بندوں پر دنیا اور جنت دونوں جگہ میں انعام کیا ہے۔[1] انگور سب سے عمدہ پھل ہے اس کے فوائد بھی زیادہ ہیں۔ تازہ اور خشک دونوں طریقے سے کھایا جاتا ہے سبز اور پختہ دونوں کو استعمال کرتے ہیں پھلوں میں پھل' روزی میں روزی اور شوربوں میں بہترین شوربہ اور دواؤں میں نفع بخش دوا ہے اور مشروب بھی ہے۔

اس کا مزاج گیہوں کی طرح ترگرم ہے عمدہ انگور رسیلا اور بڑے سائز کا ہوتا ہے اور سفید انگور سیاہ سے

---

[1] انگور کا ذکر قرآن مجید میں گیارہ جگہ آیا ہے۔ سورہ بقرہ ۲۶۶' سورہ انعام ۹۹' سورہ رعد ۴' سورہ نحل ۱۱' ۶۷' سورہ اسراء ۹۱' سورۂ کہف ۳۲' سورہ المومنون ۱۹' سورہ یسین ۳۴' سورہ نبا ۳۲ اور سورہ عبس ۲۸ میں آیا ہے۔

عمدہ ہے حالانکہ شیرینی میں دونوں یکساں ہوتے ہیں اور دو یا تین دن کا چنا ہوا انگور ایک دن کے توڑے ہوئے انگور سے عمدہ ہوتا ہے اس لئے کہ اپھارہ پیدا کرتا ہے اور مسہل ہوتا ہے۔

اور درخت پر اتنے وقت تک چھوڑ دیں کہ اس کا چھلکا سکڑ جائے' غذا کے لئے یہ عمدہ ہوتا ہے بدن کو تقویت پہنچاتا ہے کشمش اور انجیر کی طرح اس میں غذائیت ہوتی ہے۔

اور اگر اس کی گٹھلی نکال لی جائے تو پاخانہ نرم کرنے کے لئے مفید ہے اس کو زیادہ کھانے سے سر درد پیدا ہوتا ہے اس کی مضرت کو کھٹے میٹھے انار سے دور کیا جا سکتا ہے۔

انگور مسہل ہوتا ہے فربہ بناتا ہے' اور انگور سے عمدہ تغذیہ ہوتا ہے یہ ان تین پھلوں میں سے شمار ہوتا ہے جن کو لوگ پھلوں کا بادشاہ کہتے ہیں' اور وہ یہ ہیں' انگور' کھجور اور انجیر

عسل (شہد) اس کے فوائد کا بیان پہلے ہو چکا ہے ابن جریج نے بیان کیا کہ زہری کا قول ہے کہ شہد استعمال کرو اس لئے کہ اس سے حافظہ عمدہ ہوتا ہے وہ شہد سب سے عمدہ ہوتا ہے جس میں حدت کم ہو سفید' صاف اور شیریں ہو پہاڑوں اور درختوں سے حاصل کی جانے والی شہد میدانوں سے حاصل کی جانے والے شہد سے بہتر ہوتا ہے یہ شہد کی مکھیوں کے رس چوسنے کے مقام اور جگہ کے اعتبار سے عمدہ اور بہتر ہوتا ہے۔

عجوۃ : (تازہ کھجور کی ایک عمدہ قسم) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

((مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ.))

''جس نے صبح کے وقت عجوہ کھجور کے سات دانے کھا لیے اس کو اس دن زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچا سکتا''۔[1]

سنن نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعا مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ وَ الْكَمَاةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ.))

''عجوہ کھجور جنت سے آئی ہے یہ زہر کے لئے شفاء ہے کماۃ من کا ایک حصہ ہے اور اس کا

---

[1] اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔

پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔"[1]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس عجوہ سے مراد مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور ہے جو وہاں کی کھجور کی ایک عمدہ قسم ہے حجازی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور مفید ترین کھجور ہے یہ کھجور کی اعلیٰ قسم ہے انتہائی لذیذ اور مزے دار ہوتی ہے جسم اور قوت کے لئے موزوں ہے تمام کھجوروں سے زیادہ رس دار لذیذ اور عمدہ ہوتی ہے حرف تاء میں کھجور، اس کے مزاج اور اس کے فوائد کا تفصیلی بیان ہو چکا ہے، اور اس سے جادو اور زہر کے دفاع کا ذکر بھی کر چکے ہیں اس لئے اس کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

عنبر (ایک بہت بڑی سمندری مچھلی) صحیحین میں حدیث جابر گزر چکی ہے جس میں ابوعبیدہ کا واقعہ مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے عنبر کو ایک مہینہ کھایا، اور اس کے گوشت کے کچھ ٹکڑے اپنی ساتھ مدینہ بھی لے گئے تھے اور اس کو بطور ہدیہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اسی سے لوگ استدلال کرتے ہیں کہ سمندر کی صرف مچھلی ہی نہیں بلکہ تمام مردار مباح ہیں اس پر یہ اعتراض ہے کہ سمندر کی موجوں نے اس کو ساحل پر زندہ پھینک دیا تھا جب پانی ختم ہو گیا تو وہ مر گئی، اور یہ حلال اس لئے ہے کہ اس کی موت پانی سے الگ ہونے کی بنیاد پر ہوئی یہ اعتراض صحیح نہیں ہے اس لئے کہ صحابہ کرام ساحل پر اس کو مردہ پایا تھا اور انہوں نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ وہ ساحل پر زندہ آئی اور پھر پانی کے ختم ہونے کے بعد مر گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتی تو سمندر کی موجیں اسے ساحل پر نہ پھینکتیں اس لئے کہ یہ بالکل واضح ہے کہ سمندر صرف مردار کو ساحل پر پھینکتا ہے زندہ جانوروں کو نہیں پھینکتا۔

اگر بالفرض یہ بات مان لی جائے، پھر بھی اس کو اباحت کے لئے شرط نہیں مانا جا سکتا اس لئے کہ کسی چیز کی اباحت میں شک کرتے ہوئے اسے مباح نہیں قرار دیا جاتا، اسی وجہ سے اس شخص کو ایسے شکار کے کھانے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے جو پانی میں ڈوب کر مر گیا ہے اس لئے کہ اس کی موت کے سبب کے متعلق شک ہے کہ اس کی موت بندوق کی گولی سے ہوئی ہے یا پانی کی وجہ سے۔

---

[1] ترمذی نے ۲۰۶۷ میں کتاب الطب کے تحت حدیث سعد بن عامر کو محمد بن عمرو سے انہوں نے ابو مسلم سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے اس کو روایت کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے۔ اور یہ حسن ہی ہے اور امام احمد بن حنبل نے ۳/ ۴۸ میں، ابن ماجہ نے ۳۴۵۳ میں شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ جسے ابوسعید خدری اور حضرت جابر نے روایت کیا ہے۔ اس باب میں رافع بن عمرو مزنی سے روایت ہے کہ عجوہ پھل اور اس کا درخت دونوں ہی جنت سے ہیں۔ اس کو احمد نے ۳/ ۴۲۶، ۵/ ۳۱، ۶۵ میں اور ابن ماجہ نے ۳۴۵۶ میں ذکر کیا ہے اس کی سند قوی ہے اور امام احمد نے ۵/ ۳۴۶ میں بریدہ سے روایت کی ہے۔

عنبر خوشبو میں بھی ایک اعلیٰ قسم ہے' مشک کے بعد اس کی خوشبو کا شمار ہوتا ہے جس نے عنبر کو مشک سے بھی عمدہ بتایا' اس کا خیال صحیح نہیں ہے نبی ﷺ سے روایت ہے آپ نے مشک کے بارے میں فرمایا کہ مشک اعلیٰ ترین خوشبو ہے۔[1]

مشک اس کی خصوصیات اور فوائد کا بیان آگے آئے گا انشاءاللہ کہ مشک جنت کی خوشبو ہے اور جنت میں صدیقین کو نشست گاہیں بھی مشک کی بنی ہونگی نہ کہ عنبر کی۔

یہ قائل صرف اس بات سے فریب کھا گیا کہ عنبر پر مرور ایام کے بعد بھی اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا' چنانچہ وہ سونے کے حکم میں ہے لہذا یہ مشک سے بھی اعلیٰ ترین ہوئی یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ صرف عنبر کی اس ایک خصوصیت سے مشک کی ہزاروں خوبیوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

عنبر کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں عنبر سفید' سیاہی مائل سفید' سرخ' زرد' سبز' نیلگوں' سیاہ اور دو رنگا' ان میں سب سے عمدہ سیاہ مائل بہ سفید ہوتا ہے پھر نیلگوں' اس کے بعد زرد رنگ کا ہوتا ہے اور سب سے خراب سیاہ ہوتا ہے عنبر کے عنصر کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ ایک پودا ہے جو سمندر کی گہرائی میں اگتا ہے اسے بعض سمندری جانور نگل جاتے ہیں اور جب کھا کر مست ہو جاتے ہیں تو اسے جگالی کی شکل میں باہر نکال پھینکتے ہیں اور سمندر اس کو ساحل پر پھینک دیتا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ یہ ہلکی بارش ہے جو آسمان سے جزائر سمندر میں نازل ہوتی ہے اس کو سمندر کی موجیں ساحل پر پھینک دیتی ہیں بعضوں نے کہا کہ یہ ایک سمندری جانور کا گوبر ہے جو گائے کے مشابہ ہوتا ہے اور کچھ لوگوں نے اس کے سمندری جھاگ کی ایک قسم قرار دی ہے۔

مصنف ''قانون'' شیخ نے لکھا ہے کہ میرے خیال میں یہ سمندری چشموں سے ابلنے والا مادہ ہے جسے سمندر کا جھاگ کہا جاتا ہے یا یہ کسی لکڑی کے کیڑے کا پاخانہ ہے۔

اس کا مزاج گرم خشک ہے دل و دماغ' حواس' اعضائے بدنی کے لئے تقویت بخش ہے فالج اور لقوہ میں مفیدہ ہے بلغمی بیماریوں کے لئے اکسیر ہے ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والے معدہ کے دردوں اور ریاح غلیظ کے لئے بہترین علاج ہے' اور اس کے پینے سے سدے کھلتے ہیں' اور بیرونی طور پر اس کا ضماد نفع دیتا ہے' اس کا بخور زکام سر درد کے لئے نافع ہے اور برودت سے ہونے والے درد آدھا سیسی کے

---

[1] امام مسلم نے ۲۲۵۳ میں اور ترمذی نے حدیث ابو سعید خدری سے اس کو بیان کیا ہے۔

لئے شافی علاج ہے۔[1]

عود (اگر) عود ہندی دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو کست ہے جو دواؤں میں استعمال کی جاتا ہے اور عام طور پر اسے قسط کہتے ہیں دوسری قسم کو خوشبو میں استعمال کیا جاتا ہے اس کو الوہ کہا جاتا ہے چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ خشک اگر جلا کر اور اس میں کافور ڈال کر بخور کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح بخور کرتے تھے۔[2]

اور اہل جنت کے عیش و عشرت کے بیان میں آپ ہی سے حدیث مروی ہے جس میں مذکورہ ہے کہ ان کی انگیٹھیاں اگر کی ہوں گی۔[3]

مجامر مجمر کی جمع ہے جس چیز سے دھونی دی جائے اسے مجمر کہتے ہیں جیسے عود وغیرہ اگر کی کئی قسمیں ہیں' ان میں سب سے عمدہ ہندی پھر چینی ہے اس کے بعد قماری اور مندلی کا درجہ ہے۔

سب سے عمدہ سیاہ اور نیلگوں رنگ کی ہوتی ہے جو سخت' چکنی اور وزن دار ہو' اور سب سے خراب ہلکی پانی پر تیرنے والی ہوتی ہے یہ مشہور ہے کہ عود ایک درخت ہے جس کو کاٹ کر زمین میں ایک سال تک دفن کر دیتے ہیں اس طرح زمین اس کا غیر نفع بخش حصہ کھا جاتی ہے اور عمدہ لکڑی باقی رہ جاتے ہے اس میں زمین کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اور اس کا چھلکا اور وہ حصہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی' متعفن ہو جاتا ہے۔

اس کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے سدوں کو کھول دیتا ہے ریاح شکن ہے فضولات رطبی کو ختم کرتا ہے احشاء اور قلب کو مضبوط بناتا ہے اور فرحت بخشتا ہے دماغ کے لئے بے حد نافع ہے جو اس کو تقویت بخشتا ہے اسہال کو روکتا ہے مثانہ کی برودت کی وجہ سے ہونے والے سلس البول میں نافع ہے۔

ابن سمجون[4] نے بیان کیا کہ عود کی مختلف قسمیں ہیں' اور لفظ الوہ سب کو شامل ہے' اس کا استعمال

---

[1] ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ فن طب میں عنبر کی افادیت علاجی کی بحث پورے طور پر واضح ہو کر سامنے نہیں آئی۔ اطباء ہمیشہ اس کا استعمال بطور مقوی باہ' محرک جماع کراتے رہے ہیں۔ یا فالج میں اس کا استعمال کراتے رہے۔ اب اس زمانے میں اس کا استعمال عموماً عطر کی خوشبو بنانے کے فن میں ہوتا ہے۔

[2] امام مسلم نے ۲۲۵۴ میں کتاب الالفاظ باب استعمال المسک کے تحت یوں بیان کیا ہے کہ مشک اعلیٰ ترین خوشبو ہے

[3] امام بخاری نے ۶/۲۶۰ میں کتاب الانبیاء باب خلق آدم کے تحت اور امام مسلم نے ۲۸۳۴ (۱۵) میں کتاب الجنتہ کے باب اول زمرۃ تدخل الجنتہ کے تحت حدیث ابو ہریرہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

[4] یہ حامد بن سمجون چوتھی صدی کے فاضلین اطباء میں سے ہے۔ فن طباعت میں ماہر تھا اور مفرد دواؤں کی قوت اور اس کے فوائد و اثرات کو معلوم کرنے کی بے پناہ صلاحیت تھی۔ عیون الانبیاء ۲/۵۱'۶۲ ملاحظہ کیجئے۔

داخلی اور خارجی دونوں طرح پر کیا جاتا ہے کبھی اس کو تنہا اور کبھی اس کے ساتھ کچھ ملا کر دھونی دی جاتا ہے اس کے ساتھ کافور ملا کر بخور کرنے میں طبی نکتہ یہ ہے کہ اس سے ایک دوسرے کی اصلاح ہو جاتی ہے بخور کرنے سے فضاء عمدہ اور ہوا درست ہو جاتی ہے اسلئے کہ ہوا ان چھ ضروری چیزوں میں سے شمار کی جاتی ہے جس کی اصلاح سے بدن کی اصلاح ہوتی ہے۔

عدس (مسور) اس بارمیں جتنی بھی احادیث وارد ہیں ان میں سے کسی کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ آپ نے اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا جیسے یہ حدیث ہے کہ مسور کی پاکیزگی (۷۰) ستر انبیاء کی زبان مبارک سے بیان کی گئی ہے' اسی طرح ایک حدیث یہ ہے کہ جس میں مذکور ہے کہ مسور رقت قلب پیدا کرتی ہے اشک آور ہے' اور یہ بزرگوں کی غذا ہے جو کچھ اس بارے میں مذکور ہے اس میں سب سے اہم اور صحیح بات یہ ہے کہ یہود کی خواہش مسور کی تھی جس کو انہوں نے من و سلوی پر ترجیح دیا اس کا ذکر لہسن اور پیاز کے ساتھ قرآن میں کیا گیا ہے۔

اس کی طبیعت زنانہ ہے سرد خشک ہے اس میں دو متضاد قوتیں ہیں پہلی یہ کہ پاخانہ کو بستہ کرتا ہے اور دوسری یہ کہ مسہل ہے' اس کا چھلکا تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے یہ چرپراہٹ لگانے والی اور مسہل ہے اس کا تریاق اس کا چھلکا ہے' اسی لئے مسلم مسور پسی ہوئی سے عمدہ ہوتی ہے معدہ پر ہلکی ہوتی ہے زود ہضم ہے نقصان بھی کم کرتی ہے اس لئے کہ اس کا مغز خشک و تر ہونے کی وجہ سے دیر ہضم ہوتا ہے اس کے کھانے سے سوداء بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے مالیخولیا میں تو بہت زیادہ مضر ہے اعصاب اور بصارت کے لئے نقصان دہ ہے۔

خون گاڑھا کرتی ہے سوداوی مزاج والوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے اس کا کثرت استعمال ان کو بہت سی مہلک بیماریوں مثلاً وسواس' جذام' اور میعادی بخار میں مبتلا کرتا ہے اس کے ضرر کی اصلاح چقندر اور پالک ساگ[1] سے ہوتی ہے۔

تیل کا زیادہ کھانا بھی اس کے ضرر سے دافع ہے اور نمکسود[2] مسور سب سے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے اس میں شیرینی آمیز کر کے بھی استعمال کرنے سے احتراز کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ جگر میں سدے پیدا کرتی ہے اس میں شدید خشکی ہوتی ہے اس لئے اس کو ہمیشہ استعمال کرنے سے دھندلا پن پیدا ہوتا

---

[1] قاموس میں ہے کہ اسفاناخ۔ ایک مشہور پودا ہے جو عرب میں باہر سے لایا گیا اور اس میں جلاء اور صفا کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ سینے اور پشت کے لئے مفید ہے' پاخانہ نرم کرتی ہے۔ اسے ہندی میں پالک کہتے ہیں۔

[2] نمکسود ایسے گوشت کا ٹکڑا جسے کاٹ کر نمک اور مسالہ اس میں ملاتے ہیں۔ دیکھئے ''معتمد ص ۵۲۵''

ہے پیشاب کرنے میں پریشانی ہوتی ہے اور اورام باردہ پیدا ہوتے ہیں' اور اسی طرح ریاح غلیظہ بھی پیدا کرتی ہے سب سے عمدہ مسور عمدہ دانے والی سفید رنگ کی ہوتی ہے جو جلد ہی پک جاتی ہے

لیکن بعض جاہلوں کا یہ خیال کہ مسور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دستر خوان کا خاصہ ہے جس کو وہ اپنے مہمانوں کے سامنے خاص طور پر پیش کرتے تھے' کھلا ہوا جھوٹ ہے اور سراسر افترا پردازی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بھنے ہوئے بچھڑے کے گوشت سے انکی ضیافت کا ذکر قرآن میں کیا ہے۔

بیہقی نے اسحق سے نقل کیا' انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مبارکؒ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا' جس میں مسور کا ذکر ہے کہ مسور کی پاکیزگی ستر انبیاء نے بیان کی ابن مبارک نے فرمایا کہ کسی نبی نے بھی اس کی پاکیزگی نہیں بیان کی ہے البتہ یہ نقصان دہ اور نفاخ ہے پھر فرمایا کہ اس حدیث کو تم سے کس نے بیان کیا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ مسلم بن سالم[1] نے بیان کیا' پوچھا کہ انہوں نے کس سے روایت ہے لوگوں نے کہا کہ انہوں نے تو آپ سے روایت کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اور مجھ سے بھی؟

''حرف غین''

غیث (بارش) قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر آیا ہے اس کا نام کان کے لئے لذت بخش ہے روح اور بدن کو بارش بھلی لگتی ہے اس کے ذکر سے کانوں میں زندگی آ جاتی ہے اور اس کے نازل ہونے سے دل شاداب ہو جاتا ہے بارش کا پانی اعلیٰ ترین' بہت زیادہ لطیف' نفع بخش اور سب سے زیادہ بابرکت ہو جاتا ہے بالخصوص اگر گرجتی بدلی کا پانی لایا ہوا ہو اور پہاڑیوں کی بلندیوں سے میدانوں میں جمع ہو جائے' تو تمام پانیوں سے زیادہ مرطوب ہوتا ہے۔

اس لئے کہ وہ زمین پر زیادہ مدت تک باقی نہیں رہتا کہ زمین کی خشکی سے حصہ لے سکے اور اس میں خشک جوہر ارضی کی آمیزش نہیں ہوتی' اسی لئے اس میں جلد ہی تغیر و تعفن پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں غایت درجہ کی لطافت اور اثر پذیری ہوتی ہے' اس میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ موسم ربیع کی بارش موسم سرما کی بارش سے زیادہ لطیف ہوتی ہے' یا نہیں اس بارے میں دو قول منقول ہیں۔

جن لوگوں نے موسم سرما کی بارش کو ترجیح دیا ہے اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ اس وقت سورج کی

---

[1] یہ سلم بن سالم بلخی زاہد ہے ابن معین' احمد' ابوزرعہ' ابوحاتم اور نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھئے مولف کی کتاب ''المنار المنیف'' ص ۵۱' ۵۲ اور ''الفوائد المجموعۃ ص ۱۶۱''

تمازت کم ہوتی ہے' اس لئے سمندر سے پانی کو وہی حصہ جذب کرتی ہے جو بہت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور فضا صاف اور دخانی بخارات سے خالی ہوتی ہے نیز فضا میں گرد و غبار بھی نہیں ہوتا کہ پانی میں مل جائے' اس لئے ان سب اسباب کی بنیاد پر اس زمانے کی بارش لطیف و صاف ہوتی ہے اور اس میں کوئی آمیزش نہیں ہوتی۔

اور جس نے ربیع کی بارش کو ترجیح دی ہے اس کا خیال یہ ہے کہ آفتاب کی تمازت سے بخارات غلیظہ تحلیل ہو جاتے ہیں جس سے ہوا میں رقت و لطافت پیدا ہو جاتی ہے اس وجہ سے پانی ہلکا ہو جاتا ہے اور اس کے اجزاء ارضی کی مقدار کم تر ہو جاتی ہے اور پودوں' اور درختوں اور خوش کن فضا کے مصاوف ہو جاتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انس کا بیان ہے۔

((كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَصَابَنَا مَطَرٌ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَوْبَهٗ وَقَالَ اِنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ.))

''ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہم کو بارش پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا کپڑا اتار دیا اور فرمایا کہ یہ اپنے رب کے قریبی وعدہ کا ایفاء ہے۔''[1]

استسقاء کے بارے میں ہدایت نبوی کی بحث میں رسول اللہ ﷺ کے بارش طلب کرنے اور بارش کے پانی کے ابتدائی قطروں کو متبرک سمجھنے کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

''حرف فاء''

فاتحۃ الکتاب (سورہ فاتحہ): اس کو ام القرآن' سبع مثانی' شفاء تام' نافع دواء کامل جھاڑ پھونک' کامرانی' اور بے نیازی کی کلید' حافظ قوت قرار دیا گیا ہے اور جس نے اس کی قدر و منزلت پہچان کر اس کا حق ادا کیا اور اپنی بیماری پر عمدہ طور سے اس کی قرأت کی تو یہ اس کے لئے رنج و غم' حزن و ملال اور خوف و ڈر کے لئے دافع ثابت ہوگی اور اس نے شفاء حاصل کرنے اور اس کے ذریعہ علاج کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا' اور وہ راز سربستہ حاصل کر لیا' جو اسی کے لئے خاص طور پر چھپا کر رکھا گیا تھا۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب اس کی وقعت و منزلت کا علم ہوا اور ڈنک زدہ پر اس کو پڑھ کر دم کیا تو اسے فوری شفا ہوئی' نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کے ذریعہ

---

[1] امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۸۹۸ میں کتاب الصلوۃ الاستسقاء کے باب الدعاء فی الاستسقاء کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

دم کیا جاتا ہے۔[1]

توفیق ایزدی نے جس کی یاوری کی اور جسے نور بصیرت عطا کیا گیا وہ اس سورہ کے اسرار ورموز سے واقف ہوگیا اور اسے یہ معلوم ہوگیا کہ توحید الٰہی کے کن خزانوں پر یہ مشتمل ہے ذات وصفات واسماء و افعال کی معرفت حاصل ہوگی اور شریعت' تقدیر ومعاد کے دلائل اس پر واضح ہوگئے اور خاص توحید ربوبیت وتوحید الوہیت کا عرفان ہوا اور اس نے توکل وتفویض کی حقیقت بھی کامل طور پر معلوم کرلی کہ اللہ ہی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اسی کے لئے ساری تعریف ہے اور ہر طرح کی بھلائی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ہدایت کی طلب میں جو کہ سعادت دارین کا ذریعہ ہے اسی اللہ کی ضرورت ہے اور دنیا وآخرت کی بھلائیوں کے حصول اور دونوں جگہوں کی خرابیوں کی مدافعت سے سورہ کے معانی کا جو تعلق ہے اس کو بھی اس نے معلوم کرلیا ہوگیا اور اس حقیقت سے بھی آشنا ہوگیا کہ عافیت تام اور نعمت کامل' اسی کے ساتھ مربوط ہے اور اسی سورہ کے تحقق پر اس کا دارومدار ہے ساتھ ہی بہت سی دواؤں اور دم سے اس کو بے نیاز کردیا اور اسی کے ذریعہ خیر کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے گئے اور مفاسد کے شر اور اس کے اسباب کو اسی کے ذریعہ دفع کیا گیا۔

یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کو سمجھنے کے لئے ایک عجیب فطرت' بڑی سمجھ اور ایمان کامل کی ضرورت ہے۔

اللہ کی قسم کوئی فاسد بات یا باطل بدعت ایسی نہ ہوگی کہ سورۃ فاتحہ نے اس کی تردید آسان سے آسان تر' نہایت واضح اور صحیح ترین راستوں سے نہ کی ہو' اور معارف الٰہی کا کوئی دروازہ' دلوں کے اعمال' ان کی بیماریوں کی دواؤں کا کوئی ذکر ایسا نہ ہوگا کہ سورہ فاتحہ نے اسے نہ کھولا ہو' اور اسی نے ان خزانوں کی طرف رہنمائی کی اور اللہ رب العالمین کی سیر کرنے والوں کو کوئی منزل ایسی نہ ملے گی جس کی ابتداء اور انتہا سورہ فاتحہ میں نہ ہو۔

اللہ کی قسم سورہ فاتحہ کی شان وعظمت تو اس سے بھی بالاتر ہے' اور اس سے بھی کہیں بلند ہے جب بھی کسی بندے نے اس کے ساتھ پوری وابستگی اور دل بستگی کا اظہار کیا اسے فلاح نصیب ہوئی اور جس پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ اس کا املاء کرانے والا کون ہے اور کس نے اس کو کامل شفاء مضبوط بچاؤ اور کھلی روشنی بنا کر نازل کیا ہے' اس نے گویا اس کی حقیقت اور اس کے لوازم کو کماحقہ سمجھ لیا وہ کبھی کسی بدعت و شرک کا شکار نہیں ہوگا' اور نہ ہی کوئی قلبی بیماری اسے لاحق ہوگی اگر ہوئی بھی تو تھوڑی دیر کے لئے چندے

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں مذکور ہے اس کی تخریج گذر چکی ہے۔

آئی' چندے گئی کی مصداق ہوگئی۔

بہرحال سورۃ فاتحہ زمین کے خزانوں کے لئے کلید ہے اسی طرح جنت کے خزانوں کی بھی کلید ہے لیکن ہر شخص کو اس کلید کے استعمال کرنے کا صحیح طریقہ معلوم نہیں اگر خزانوں کے متلاشی اس سورۃ کے نکتہ کو جان لیتے' اور اس کے حقائق سے آشنا ہو جاتے اور اس کلید کے لئے سالوں سال کوشش کرتے اور اس کے استعمال کا صحیح طریقہ معلوم کر لیتے تو پھر وہ ان خزانوں تک پہنچنے میں کوئی دقت و مزاحمت محسوس نہ کرتے۔

ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا ہے سخن سازی' یا استعارہ کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت کی روشنی میں بیان کیا ہے لیکن دنیا کے اکثر لوگوں سے اس راز کو پوشیدہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی زبردست حکمت ہے' جس طرح کہ روئے زمین کے خزانوں سے لوگوں کو ناواقف رکھنے میں اس کی حکمت ہے آنکھوں سے پوشیدہ خزانوں پر ارواح خبیثہ متعین رہتے ہیں' جو انسان اور ان خزانوں کے درمیان حائل رہتے ہیں۔

اور ان پر ارواح عالیہ کا غلبہ ہوتا ہے جو اپنی قوت ایمانی سے بھرپور ہوتی ہیں' ان روایات عالیہ کے پاس ایسے ہتھیار ہوتے ہیں' جن کا مقابلہ شیاطین نہیں کر سکتے' اور نہ ان پر ان کا غلبہ ہوتا ہے' اسی وجہ سے ان کو ان کے سامان سے کچھ نہیں مل پاتا' کیونکہ جب یہ قتل کیا جائے گا' تب ہی مقتول سپاہی کا سامان حاصل ہوگا اور یہاں یہ صورت ہی نہیں پائی جاتی۔

فاغیہ (حنا کی کلی) مہندی کی کلی کو کہتے ہیں اس کی خوشبو نہایت عمدہ ہوتی ہے چنانچہ بیہقی نے اپنی کتاب ''شعب الایمان'' میں عبداللہ بن بریدہ کی حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

((سَيِّدُ الرَّيَاحِيْنِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ الْفَاغِيَةُ.))

''دنیا اور آخرت میں خوشبوؤں کی سردار حنا کی کلی ہے''۔[1]

اور شعب الایمان میں ہی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے پسندیدہ خوشبو حنا کی کلی تھی ان دونوں حدیثوں کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے ہم اس کی صحت یا عدم صحت کی شہادت نہیں دے سکتے۔

اس کا مزاج معتدل حرارت اور معتدل یبوست ہے اس میں معمولی طور پر قبض پایا جاتا ہے اگر اونی کپڑوں کی تہہ کے درمیان اس کو رکھ دیا جائے تو دیمک لگنے سے محفوظ رہیں گے' فالج اور نمدد و کزاز کے

---

[1] ابونعیم نے کتاب ''الطب'' میں اور طبرانی نے ''الاوسط'' میں اسی طرح ''المجمع'' ۵/۳۵ میں اس کو بیان کیا ہے اس کی سند بہت ضعیف ہے۔

مرہم میں اسے ڈالتے ہیں اور اس کا روغن ورم اعضاء کو تحلیل کرتا ہے اور اعصاب کو نرم بناتا ہے۔

فضة : (چاندی) یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا[1] اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا[2] اور احادیث نبویہ میں چاندی کے زیور بنانے اور اس کی استعمال کرنے سے ممانعت صحیح طور پر منقول نہیں ہے' البتہ چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے منع کیا گیا ہے اور برتنوں کا باب زیورات بنوانے سے زیادہ تنگ ہے اسی لئے عورتوں کو نقرئی لباس وزیور کی اجازت دی گئی' اور نقرئی برتنوں کو حرام قرار دیا گیا لہٰذا برتنوں کی حرمت سے لباس وزیور کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

''سنن'' میں مرفوعاً روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لیکن چاندی سے کھیل کود کرو۔[3] اس لئے اب اس کی تحریم کے لئے کھلی دلیل ضروری ہے خواہ نص ہو یا اس پر اجماع ہو اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی ثابت ہو تو خیر حرمت کا ثبوت مل جائے گا ورنہ مردوں پر اس کی تحرم والی بات پر دل مطمئن نہیں حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ میں سونا اور دوسرے ہاتھ میں ریشم لیا اور فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لئے حلال ہیں۔[4]

اس روئے زمین پر چاندی اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور ضرورتوں کے لئے طلسم ہے اور دنیا والوں کا باہم احسان بھی ہے چاندی کا مالک دنیا والوں کی نگاہوں میں قابل رشک ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت ہوتی ہے مجالس کا صدر نشین بنایا جاتا ہے اور اپنے دروازوں پر اس کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کرتے ہیں اس کی ہم نشینی اور صحبت سے تکان نہیں ہوتی' اور نہ کسی طرح دل پر بار محسوس کیا جاتا ہے لوگوں کی انگلیاں اس کی طرف اٹھتی ہیں اور لوگ اس کے چشم براہ رہتے ہیں' اگر کوئی بات کہتا ہے تو لوگ سنتے ہیں' اگر کسی کی سفارش کردے تو سفارش قبول ہوتی ہے اگر گواہی دیتا ہے تو

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۱۰/ ۲۷۱' ۲۷۲ میں ترمذی نے ''الشمائل نمبر ۸۴'' میں حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] ترمذی رحمہ اللہ نے شمائل (۹۹) میں اور جامع ترمذی ۱۶۹۱ میں' ابوداؤد نے ۲۵۸۳ میں' نسائی نے ۸/ ۲۱۹ میں اس کو نقل کیا ہے اس کی سند صحیح ہے۔ قبیعہ تلوار کے قبضہ کے کنارے پر چاندی یا لوہے وغیرہ کا جو ٹکڑا ہوتا ہے اسے کہتے ہیں۔

[3] امام احمد نے ۲/ ۳۳۴' ۳۷۸ میں ابوداؤد نے ۴۲۳۶ میں کتاب الخاتم کے باب ماجاء فی الذھب للنساء کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی اسناد حسن ہیں۔

[4] یہ حدیث صحیح ہے۔ متعدد صحابہ سے مروی ہے جیسے علی' ابوموسیٰ اشعری' عمر' عبداللہ ابن عمرو' عبداللہ بن عباس' زید بن ارقم' واثلہ بن اسقع' عقبہ بن عامر اور حافظ زیلعی نے ''نصب الرایۃ'' ۴/ ۲۲۲' ۲۲۵ میں اس کی تخریج مکمل طور پر کی ہے۔

اس کی شہادت تسلیم کر لی جاتی ہے' اگر لوگوں سے خطاب کرتا ہے تو لوگ اس پر نکتہ چینی نہیں کرتے اگر چہ یہ بہت زیادہ بوڑھا ہو اور اس کے سارے بال سفید ہو گئے ہوں پھر بھی وہ لوگوں کو جوانوں سے زیادہ حسین و جمیل نظر آتا ہے۔

چاندی کا شمار فرحت بخش دواؤں میں ہوتا ہے یہ رنج و غم' حزن و ملال کو دور کرتی ہے دل کی کمزوری اور خفقان کو ختم کرتی ہے' اور بڑے بوڑھوں کے استعمال کئے جانے والے معجونوں میں اس کو ڈالتے ہیں یہ اپنی قوت جاذبہ کے سبب سے دل کے اخلاط فاسدہ جذب کر لیتی ہے' بالخصوص جب کہ زعفران اور شہد اس میں آمیز کر کے استعمال کریں تو اکسیر بن جاتی ہے۔

اس کا مزاج سرد خشک ہے اس سے حرارت ورطوبت کی ایک مقدار پیدا ہوتی ہے اور وہ جنتیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں سے کیا ہے چار ہیں' دو سونے کی ہوں گی اور دو چاندی کی ہوں گی' اور ان کے برتن زیور اور دوسری چیزیں سب اس کی ہوں گی' چنانچہ صحیح بخاری میں ام سلمہ کی حدیث مرفوعاً مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارَ جَھَنَّمَ.))

''سونے اور چاندی کے برتنوں میں جو پانی پیتا ہے وہ اپنے شکم میں جہنم کی آگ ڈالتا ہے''[1]

ایک دوسری مرفوع حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا:

((لَا تَشْرَبُوْا فِیْ اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَلَا تَاْکُلُوْا فِیْ صِحَافِھِمَا فَاِنَّھُمَا لَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَکُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ.))

''چاندی اور سونے کے برتنوں میں نہ پانی پیو' اور نہ ان کی تھالیوں میں کھانا کھاؤ اس لئے کہ یہ دنیا میں ان (کافر) لوگوں کے لئے ہے' اور آخرت میں تم مسلمانوں کے لئے ہے''[2]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چاندی کی تحریم کی حکمت یہ ہے کہ مخلوق میں نقود کی کمی کے باعث تنگی نہ ہو' اس لئے کہ اگر اس کے اوانی و ظروف بنائے جانے لگیں تو وہ حکمت فوت ہو جائے گی' جس کے پیش

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۸۴/۱۰ میں کتاب الاشربۃ باب الشرب فی آنیۃ الذھب کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۰۶۵ میں کتاب اللباس و الزینۃ کے باب تحریم استعمال اوا فی الذھب والفضۃ فی الشرب وغیرہ کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۹۹/ ۴۸۱ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الاکل فی اناء مفضض کے تحت حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کو بیان کیا ہے۔

نظر اس کو وضع کیا گیا ہے اور اس سے مصالح بنی آدم کو ٹھیس پہنچے گی' دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی حرمت کا سبب تکبر اور فخر ہے ایک جماعت کا قول ہے کہ تحریم کی حقیقی علت یہ ہے کہ جب فقراء و مساکین دوسرے لوگوں کو اس کا استعمال کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کی دل شکنی ہوگی اور ان کو تکلیف پہنچے گی۔

تحریم کے اسباب جو اوپر بیان کئے گئے ہیں وہ ناقابل تسلیم نہیں ہیں' اس لئے کہ نقود کی کمی اور تنگی کے سبب سے نقرئی زیوروں کا بنانا اور چاندی کو پگھلا کر اس کے ڈبے تیار کرنا بھی حرام ہونا چاہئے یا اسی طرح کی تمام چیزوں کو جن کا شمار اوانی وظروف میں نہیں ہوتا حرام قرار دینا چاہئے تکبر اور فخر وغرور یہ تو ہمہ وقت حرام ہے خواہ جس چیز میں بھی کیا جائے رہ گیا فقراء و مساکین کی دل شکنی کا مسئلہ تو اس کا کوئی ضابطہ نہیں ہے کیونکہ لوگوں کی بلند و بالا بلڈنگوں اور عمارتوں' عمدہ باغات لہلہاتی کھیتیاں' تیز رفتار عمدہ سواریاں اور ملبوسات فاخرہ اور لذیذ و مزیدار کھانے اور اسی طرح کی دیگر مباح چیزوں کو دیکھ کر ان کی دل شکنی ہوتی ہے اور یہ ملول خاطر ہوتے ہیں جب کہ ان تمام علتوں کا اعتبار نہیں' اس لئے کہ علت جب موجود ہوگی تو معلول کا بھی وجود بہر حال ہوگا لہذا صحیح بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ تحریم کی حقیقی علت وہ دلی کفیت ہے' جو اس کے استعمال سے پیدا ہوتی ہے اور ایسی حالت ہے جو عبودیت کی پورے طور پر منافی ہے' اسی لئے نبی ﷺ نے اس کی تحریم کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دنیا کافروں کے لئے ہے اس لئے کہ ان کے لئے عبودیت کا کوئی حصہ نہیں حاصل ہوتا جس سے وہ آخرت میں اس کی نعمتوں کو پا سکیں لہذا اللہ کے کسی پرستار بندے کے لئے دنیا میں اس کا استعمال کرنا درست نہیں ہے' دنیا میں اس کا استعمال صرف وہی شخص کرتا ہے جو عبودیت الٰہی سے خارج ہے اور آخرت کے بجائے دنیا اور اس کی موجودہ حالت پر رضامند ہو گیا۔

''حرف قاف''

قرآن: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ.)) [اسراء: ۸۲]

''ہم قرآن سے ایسی چیز نازل کرتے ہیں' جو یقین کرنے والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے''۔

اس آیت میں لفظ ''من راجح'' قول کی بنیاد پر بیان جنس کے لئے ہے' تبعیض کے لئے نہیں ہے دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

((یَآ اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ تْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ.))

''اے لوگو! تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس وعظ (اور نصیحت) اور سینوں کی بیماریوں کے لئے شفا پہنچ چکی ہے۔'' (یونس:۵۷)

قرآن مجید بدنی اور قلبی بیماریوں کے لئے شفاء کامل ہے اور دنیا و آخرت کے تمام امراض کے لئے شافی علاج ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک کو اس سے شفا حاصل کرنے کی اہلیت نہ ہو اور نہ شفا لینے کی توفیق ہو اگر مریض علاج قرآنی کا صحیح طریقہ جانتا ہے' اور صداقت و ایمان کامل' جذبہ خالص اور پختہ اعتقاد کے ساتھ اپنی بیماری کا اس سے علاج کرے' اور اس کی شرطوں کا پورا پورا لحاظ رکھے تو پھر وہ کبھی کسی بیماری کا شکار نہیں ہو سکتا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بیماریوں کی کیا مجال ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے رب کا مقابلہ کریں اور اس کو توڑ دیں جب کہ اللہ اس کلام کو اگر پہاڑوں پر نازل کر دیتا تو اسے چکنا چور کر دیتا' اور اگر زمین پر اس کو نازل کر دیتا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی' اس لئے دنیا میں کوئی ایسی قلبی و جسمانی بیماری نہیں ہے' جس کے سبب و علاج کی طرف قرآن نے رہنمائی نہ کی ہو اور اس سے پرہیز و احتیاط کی راہ وہی اختیار کر سکتا ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب کی سمجھ عطا فرمائی ہے شروع ہی میں ہم نے قرآن کے ان رہنما اصولوں اور رہبر دستوروں کا ذکر کر دیا ہے جن سے حفظان صحت پرہیز ایذا دینے والے مواد کا استفراغ کرنا ممکن ہے اور انھیں رہبر اصولوں کی روشنی میں ان تمام انواع صحت و اذیت کی طرف رہنمائی کی جا سکتی ہے۔

قلبی بیماریوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور اس کے اسباب و علاج کا بھی تفصیلی بیان قرآن نے کیا ہے جیسا کہ فرمایا:

((اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ.)) [عنکبوت :۵۱]

''کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر اپنی کتاب نازل کی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے''

جس کو قرآن سے شفا حاصل نہ ہوئی اس کو اللہ شفاء کی کوئی راہ نہیں دکھا سکتا اور جس کے لئے قرآن کافی نہ ہو اس کی کفایت اللہ کے یہاں ممکن نہیں۔

قثاء: (ککڑی) سنن میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کے

ساتھ ککڑی کھاتے تھے اس حدیث کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ [1]

ککڑی : دوسرے درجہ میں سرد تر ہے معدہ کی شدت حرارت کو بجھاتی ہے یہ فاسد نہیں ہوتی اگر ہوتی بھی ہے تو بتدریج ہوتی ہے مثانہ کے درد کے لئے نافع ہے اس کی بو سے بیہوشی ختم ہو جاتی ہے اس کا تخم پیشاب آور ہے اگر کتے کے کاٹے ہوئے مقام پر اس کے پتے کا ضماد کریں تو مفید ہے دیر ہضم ہے اس کی برودت سے معدہ کو کبھی ضرر بھی پہنچتا ہے اس لئے اس کے استعمال کے وقت مصلح کا لحاظ رکھنا چاہئے تاکہ وہ اس کی برودت و رطوبت کو معتدل کر دے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو تر کھجور کے ساتھ استعمال کیا اگر اس کو چھوہارے کشمش یا شہد کے ہمراہ استعمال کریں تو اس میں اعتدال پیدا ہو جائے گا۔

قسط : (کست) یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں۔

صحیح بخاری صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

((خَيْرُ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَ الْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ.))

''جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو ان میں سب سے بہترین دوا پچھنا لگوانا اور قسط سمندری ہے۔'' [2]

مسند میں ام قیس کی حدیث نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ.))

''تم اس عود ہندی کو بطور دوا استعمال کرو اس لئے کہ اس میں سات بیماریوں کے لئے شفاء ہے ذات الجنب ان ہی میں سے ایک بیماری ہے۔'' [3]

قسط دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ جس کو قسط سمندری کہتے ہیں۔ اور دوسری

---

[1] ابو داؤد رحمہ اللہ نے سنن ابو داؤد ۳۸۳۵ میں کتاب الاطعمۃ باب الجمع بین لونین کے تحت اور ترمذی رحمہ اللہ نے ۱۸۴۵ میں کتاب الاطعمۃ کے باب ماجاء فی اکل القثاء بالرطب کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۳۳۲۵ میں کتاب الاطعمۃ کے باب القثاء و الرطب یجتمعان کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ۹/۴۹۵ میں کتاب الاطعمۃ باب القثاء کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۰۴۳ میں کتاب الاشربۃ باب اکل القثاء بالرطب کے ذیل میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے بایں طور روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ککڑی کھجور کے ساتھ تناول فرما رہے تھے۔ [2] اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔

[3] اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے ۶/۳۵۶ میں ذکر کیا ہے اور یہ صحیح بخاری ۱۰/۱۲۵ میں کتاب الطب کے باب السعوط بالقسط الھندی والبحری کے تحت مذکورہ۔

قسم کو ھندی کہتے ہیں جو سفید رنگ کی قسط سے گرم تر ہوتی ہے۔ اور سفید رنگ کی قسط اس سے کم تر ہوتی ہے۔ ان کے فوائد بے شمار ہیں۔ دونوں قسم کی قسط تیسرے درجہ میں گرم خشک ہوتی ہیں۔ بلغم کو خارج کرتی ہیں زکام کے لئے دافع ہیں۔ اگر ان دونوں کو پیا جائے تو معدہ وجگر کی کمزوری کے لئے نافع ہیں۔ اور ان دونوں کی برودت کے لئے مفید ہیں۔ نیز بادی اور میعادی بخار کے لئے مفید ہیں یہ پہلو کے درد کو ختم کرتی ہیں۔ ہر قسم کے زہر کے لئے تریاق کا کام کرتی ہیں اگر اس کو پانی اور شہد کے ساتھ ملا کر چہرے کی مالش کی جائے تو جھائیں جاتی رہتی ہے حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ قسط ٹیٹنس اور دردزہ میں مفید ہے۔ اور کدو دانے کے لئے قاتل ہے۔

چونکہ فن طب سے نا آشنا اطباء کو اس کا علم نہ تھا کہ قسط ذات الجنب میں مفید ہے' اس لئے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ اگر یہ بات کہیں حکیم جالینوس سے ان کو ملتی تو اسے نص کا مقام دیتے۔ حالانکہ بہت سے متقدمین اطباء نے اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ قسط بلغم سے ہونے والے ذات الجنب کے درد میں مفید ہے۔ اس کو خطابی نے محمد بن جہم کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔

ہم اس سے پہلے بھی یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ انبیاء ورسل کی طب کے سامنے اطباء کی موجودہ طب کی حیثیت اس سے کم تر ہے۔ جو فسوں کاروں اور کاہنوں کا طریقہ علاج' اطباء کے اس مکمل فن طب کے مقابلہ میں ہے۔

اور قابل غور بات یہ ہے کہ جو علاج وحی الٰہی کے ذریعہ تجویز کیا گیا ہو' اس کا مقابلہ اس علاج سے کیسے کیا جا سکتا ہے۔ جو صرف تجربہ اور قیاس کا مرہون منت ہو' ان دونوں کے درمیان ایڑی چوٹی سے بھی زیادہ کا فرق ہے۔ یہ نادان تو ایسے بے عقل ہیں۔ کہ اگر ان کو یہود ونصاریٰ اور مشرک اطباء سے کوئی دوا مل جائے تو اسے آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہیں اور تجربہ کی کوئی شرط اس کی قبولیت کے لئے نہیں پیش کرتے۔

ہم بھی اس بات کے منکر نہیں ہیں کہ عادت کا دواؤں کے اثر میں خاص مقام ہوتا ہے۔ اور اس کی تاثیرات کے نافع وضرور رساں ہونے میں یہ چیز مانع بن سکتی ہے۔ چنانچہ جو شخص کسی خاص دوا یا غذا کا عادی ہو۔ اس کے لئے یہ دوا زیادہ نفع بخش اور موزوں ثابت ہوتی ہے بہ نسبت اس شخص کے جو کہ اس کا عادی نہ ہو بلکہ جو دوا کا عادی نہیں ہوتا' اس کو اتنا فائدہ نہیں ہوتا یا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

اگرچہ فاضل اطباء کسی بات کو مطلقاً بیان کرتے ہیں مگر اس میں بباطن مزاج' موسم مقامات اور عادات کی رعایت ہوتی ہے۔ اور جب یہ قید اس کے کسی علاج یا تشخیص کے سلسلہ میں بڑھا دی جائے

تو ان کے کلام اور ان کی علمی دسترس پر کوئی حرف نہیں آتا پھر کیسے صادق مصدوق ﷺ کے کلام پر حرف آ سکتا ہے' چونکہ اکثر انسان جہالت و گمرہی کا پتلا ہوتا ہے اس لئے وہ اس سے باز نہیں آتے۔ ہاں وہ شخص اس زمرہ سے خارج ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ روح ایمانی اور نور بصیرت عطا کر کے ہدایت کرے۔ اور اس کی مدد کرے۔

قصب السکر: (گنا) بعض صحیح احادیث میں سکر کا استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ حوض کوثر کے بارے میں ہے کہ اس کا پانی شکر سے بھی زیادہ شریں ہے۔[1] سکر کا لفظ اس حدیث کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتا۔

شکر ایک نو ایجاد چیز ہے۔ اس بارے میں قدیم اطباء نے بحث نہیں کی ہے۔ نہ اسے جانتے ہی تھے۔ اور نہ ہی مشروبات میں اس کا ذکر کرتے تھے۔ بلکہ ان کو صرف شہد سے واقفیت تھی۔ اور اسی کو دواؤں کے ہمراہ استعمال کرتے تھے۔

اس کا مزاج گرم تر ہے' کھانسی کے لئے مفید ہے۔ رطوبت و مثانہ کو جلاء دیتی ہے۔ سانس کی نالی کو صاف کرتی ہے۔ اس میں شکر سے زیادہ تلیین پائی جاتی ہے۔ قے پر ابھارتی ہے۔ پیشاب آور ہے۔ قوت باہ میں اضافہ کرتی ہے۔

---

[1] ہمارے سامنے جو مصادر و مراجع موجود ہیں اس میں کہیں بھی یہ لفظ حوض کی صفت کے بیان میں مذکور نہیں ملتا بلکہ "اعلی من العسل" شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے' کے لفظ کے ساتھ صحیح مسلم ۲۴۷ میں حدیث ابو ہریرہ کے ذیل میں مذکور ہے' اسی طرح ترمذی ۲۴۴۷ میں اور مسلم نے ۲۳۰۰ میں "مسند" ۱۴۹/۵ میں حدیث ابو ذر کے تحت موجود ہے اور ترمذی ۲۵۴۵ میں حدیث انس بن مالک سے منقول ہے۔ اور ترمذی ۳۳۵۸ میں بھی یہ روایت موجود ہے اور مسند ۶۷/۲ میں حدیث ابن عمرؓ سے اور مسند ۱۹۹/۲ میں حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے منقول ہے اور اسی مسند ۳۹۹/۱ ہی میں حدیث ابن مسعودؓ سے اور مسند کے ۲۷۵/۵' ۲۸۱' ۲۸۳ میں اور مسلم ۲۳۰۱ میں حدیث ثوبان سے مذکور ہے اور مسند ۳۹۰/۵' ۳۹۴' ۴۰۶ میں حدیث حذیفہ سے اور "مسند" ۲۵۰/۵ میں حدیث ابو امامہ سے منقول ہے۔ شکر کا لفظ ابو ہریرہؓ کی اس حدیث میں مذکور ہے جس کو امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی ۲۴۰۶ میں کتاب الزہد کے تحت مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ جس کے الفاظ یوں ہیں کہ آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دنیا کو دین کے ساتھ گڈمڈ کر دیں گے۔ بھیڑ کی نرم کھال پہن کر لوگوں کے سامنے نکلیں گے ان کی زبان اور گفتگو شکر سے بھی زیادہ شیریں ہو گی اور ان کے دل بھیڑیے سے زیادہ خونخوار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا یہ میرے ساتھ دھوکا بازی سے کام لینا چاہتے ہیں۔ یا مجھ پر جسارت کر دکھاتے ہیں۔ میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ میں ان پر ایسے فتنے برپا کردوں گا۔ جو ان میں سے حلیم و بردبار کو حیران چھوڑ دے گا۔ اس کی سند میں یحییٰ بن عبیداللہ بن عبداللہ بن موہب متروک راوی ہے۔

چنانچہ عفان بن مسلم نے بیان کیا کہ جو کھانے کے بعد گنا چوس لے تو وہ پورے دن جماع کا سرور و لطف لے سکے گا' اگر اس کو گرم کر کے استعمال کیا جائے تو سینے اور حلق کی خشونت کو دور کرتا ہے۔ اس سے ریاح پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ریاح کو روکنے کے لئے اس کو چھیل کر کھانا چاہئے۔ اور اس کے بعد گرم پانی سے اس کو دھولیں تو اور زیادہ مفید ہے شکر صحیح قول کی بنیاد پر گرم تر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بارد ہے۔ سب سے عمدہ شکر سفید صاف و شفاف دانے دار ہوتی ہے[1] پرانی شکر تازہ سے زیادہ لطیف ہوتی ہے' اگر اس کو پکا کر اس کا جھاگ نکال لیا جائے تو تشنگی اور کھانسی میں مفید ہے۔

معدہ میں صفراء پیدا کرنے کی وجہ سے معدہ کے لئے مضر ہے۔ لیموں یا عرق سنترہ یا انار ترش کے عرق سے اس کی مضرت دور کی جا سکتی ہے۔

چونکہ شکر میں حرارت اور تلیین کم پائی جاتی ہے۔ اس لئے بعض لوگ اس کو شہد پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اسی چیز نے ان کو شہد کے بجائے شکر کے استعمال پر آمادہ کیا' شہد کے فوائد شکر کے بہ نسبت بہت زیادہ ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے شہد کو شفا اور دواء کے ساتھ ہی سالن اور شیرینی قرار دیا ہے۔ پھر شہد کے منافع کے مقابل شکر کا ذکر کیا؟

شہد میں تقویت معدہ پائی جاتی ہے' پاخانہ نرم کرتی ہے۔ نگاہ تیز کرتی ہے' اس کا دھندلا پن ختم کرتی ہے۔ اس کا غرغرہ کرنے سے خناق (سانس لینے میں دشوار ہونے والی بیماری) دور ہو جاتی ہے۔ فالج و لقوہ سے نجات ملتی ہے۔ اور وہ تمام بیماریاں جو برودت کی بنیاد پر جسم میں رطوبات پیدا کرتی ہیں' سب کو شفا بخشتی ہے' اور رطوبات کو بدن کی گہرائیوں سے بلکہ تمام بدن سے ہی باہر نکال پھینکتی ہے۔ صحت کی حفاظت کرتی ہے' اسے فربہ بناتی ہے' اور گرم کرتی ہے۔ قوت باہ میں اضافہ کرتی ہے۔ مواد فاسدہ کو تحلیل کر کے جلاء بخشتی ہے۔ رگوں کے منہ کھول دیتی ہے۔ آنتوں کی صفائی کرتی ہے کیڑے کو خارج کرتی ہے۔ بارد اور بلغمی مزاج والوں اور بوڑھوں کے لئے موزوں ترین دوا ہے۔ الغرض شہد سے زیادہ کوئی مفید دوا ہو ہی نہیں سکتی' علاج کے لئے اور دواؤں سے مایوسی کے وقت یہی ایک چیز ہے۔ جو نافع ہوتی ہے۔ اعضائے انسانی کی محافظ ہے۔ اور معدہ کی تقویت چند در چند کرتی ہے۔ پھر اس کے منافع' خصوصیات کے سامنے شکر کا کہاں ذکر اور کیا مقام ہے۔

---

[1] طبرزد فارسی معرب ہے' اصل میں تبرزد ہے یعنی وہ سخت ہے۔ نہ تو نرم اور نہ لچک دار' تبر پھاوڑے کو کہتے ہیں یعنی اس کا ابھار اردگرد سے پھاوڑے کی طرح ہوتا ہے۔

''حرف کاف''

کتاب الحمٰی : (تعویذ بخار) مروزی نے بیان کیا کہ عبداللہ کو یہ معلوم ہوا کہ میں بخار میں مبتلا ہوں' توانہوں نے میرے بخار کے لئے ایک رقعہ لکھ کر روانہ کیا جس میں یہ مذکور تھا۔

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ' بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ' قُلْنَا يَانَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ اِشْفِ صَاحِبَ هٰذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَ قُوَّتِكَ وَ جَبَرُوْتِكَ اِلٰهَ الْحَقِّ آمِيْنَ۔))

''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ کے ساتھ محمد اللہ کے رسول ہیں ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا' ابراہیم کے ساتھ ان (کافروں) نے فریب کرنے کا ارادہ کیا تھا' تو ہم نے ان کو ناکام بنا دیا۔ اے اللہ جبرئیل' میکائیل اور اسرافیل کے رب تو اپنی قوت وطاقت تصرف اور جبروت سے اس تعویذ والے کو شفا عطا کر۔ اے حقیقی معبود۔ آمین''۔

مروزی نے بیان کیا کہ ابوالمنذر عمرو بن مجمع نے ابوعبداللہ کا یہ رقعہ پڑھ کا سنایا' اور میں اسے سن رہا تھا انہوں نے حدیث بیان کی کہ ہم سے یونس بن حبان نے حدیث بیان کی کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے تعویذ لٹکانے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تعویذ میں کتاب الٰہی قرآن یا کلام رسول لکھا ہو تو اس کو لٹکاؤ' اور اس سے شفا حاصل کرو۔ میں نے کہا کہ میں چار روزہ بخار کے لئے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الخ ...... تعویذ میں لکھتا ہوں' آپ نے کہا بہتر ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرھا سے نقل کیا ہے کہ عرب لوگ اس بارے میں نرم رویہ اختیار کرتے تھے۔

حرب کا قول ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس بارے میں متشدد نہ تھے۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو نہایت درجہ ناپسند کرتے تھے' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مجھ سے تمائم کے بارے میں دریافت کیا گیا' جو نزول بلاء کے وقت عموماً گردن میں لٹکائی جاتی تھی' آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خلال نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن احمدؒ نے حدیث بیان کی فرمایا کہ میرے والد خوفزدہ شخص کے لئے تعویذ لکھتے تھے' اور نزول بلاء کے وقت ہونے والے بخار کے لئے بھی تعویذ لکھا کرتے تھے۔

کتاب عسرتہ ولادت (ولادت کی پریشانی کا تعویذ)

خلال نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن احمدؒ نے حدیث بیان کی فرمایا کہ جب کسی عورت کو دروزہ ہوتا اور ولادت کی پریشانی ہوتی تو میرے والد ایک سفید برتن یا کسی صاف پاک چیز میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لکھتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ((كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَايُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَاغٌ۔)) [احقاف :۳۵]

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حلیم کریم ہے' عرش عظیم کا رب اللہ پاک ہے۔ تمام تعریف اللہ رب العلمین ہی کے لائق ہے۔ جس روز وہ عذاب دیکھیں گے جس کا ان کو وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ سمجھیں گے کہ دنیا میں ہمارا قیام صرف ایک گھڑی بھر ہوا ہے' یہ (قرآن) تبلیغ ہے''۔

((كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَايُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْضُحَاهَا۔)) [نازعات:۴۶]

''جس روز وہ اس کو دیکھیں گے تو وہ ایسے ہو جائیں گے گویا وہ دنیا میں دن کے آخری وقت یا ناشتہ کے وقت تک رہے ہوں''۔

خلال نے بیان کیا کہ ابوبکر مروزی نے مجھے خبر دی کہ ابوعبداللہ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا اے ابوعبداللہ آپ ایسی عورت کے لئے تعویذ لکھتے ہیں جو دو دن سے دردزہ میں مبتلا ہو؟ ابوعبداللہ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ ایک بڑا پیالہ اور زعفران لے کر میرے پاس آ جائے۔ میں نے دیکھا کہ ابوعبداللہ بہت سی عورتوں کے لئے اس کو لکھا کرتے تھے۔

عکرمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا گزر ایک گائے کے پاس سے ہوا۔ جس کا بچہ اس کے پیٹ میں پھنس گیا تھا تو اس نے کہا اے اللہ کے پیغمبر آپ میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے اس مصیبت سے نجات مل جائے' تو آپ نے یہ دعا فرمائی۔

((يَامُخَلِّصَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ وَيَا مُخْرِجَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ خَلِّصْهَا۔))

''اے نفس کو نفس سے پیدا کرنے والے اور اے نفس کو نفس سے نکالنے والے (اللہ) تو اسے مصیبت سے نجات دے''۔

انہوں نے بیان کیا کہ فوراً ہی بچہ باہر آ گیا' اور گائے کھڑی ہو کر اسے سونگھنے لگی۔ پھر فرمایا کہ

ولادت کی دشواری پیش آنے کی صورت میں اس کو لکھ کر دیا کرو۔ جتنے بھی دم کے طریقے اور الفاظ پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ سب کو بطور تعویذ لکھ کر استعمال کرنا نافع اور مفید ہے۔

سلف کی ایک جماعت نے بعض قرآنی آیات کو لکھنے اور اس کے پینے کی رخصت دی ہے۔ اور اسے شفاء قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے اسے شافی بتلایا ہے۔

عسر : (ولادت کا دوسرا تعویذ) ان آیات کو ایک صاف پاک برتن میں لکھ کر حاملہ کو پلا دیا جائے اور اس کے شکم پر اس کو چھڑک دیا جائے۔

((اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَافِيْهَا وَ تَخَلَّتْ۔)) [انشقاق :۱-۴]

"جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اپنے پروردگار کے حکم کو سننے کے لئے کان لگائے گا' اور اسے لائق کیا گیا ہے۔ اور جب زمین تان دی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہو گا' وہ باہر پھینک دے گی' اور خالی ہو جائے گی"۔

کتاب الرعاف : (نکسیر کا تعویذ)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مرعوف کی پیشانی پر یہ آیت لکھتے تھے:

((وَقِيْلَ يٰاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآئَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ۔)) [هود :۴۴]

"اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا' اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا' اور حکم الٰہی پورا ہوا"۔

میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے اس کو بہت سے لوگوں کے لئے لکھا اور سب کے سب اچھے ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس کو نکسیر زدہ کے خون سے لکھنا جائز نہیں جیسا کہ بہت سے نادان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ خون نجس ہے۔ اور نجس چیز سے کلام الٰہی کو لکھنا جائز نہیں۔

نکسیر کا دوسرا تعویذ: حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک چادر کے ساتھ نکلے ایک نکسیر زدہ کو پایا تو چادر سے اس کو باندھ کر یہ آیت پڑھی۔

((يَمْحُوا اللّٰهُ مَايَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ۔)) [رعد :۳۹]

"اللہ ہی جس (حکم) کو چاہتا ہے' موقوف کر دیتا ہے' اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے' اور اسی

کے پاس اصل کتاب ہے''۔

کتاب للحزاز: (بالخورہ کا تعویذ) مریض کے سر پر آیت لکھی جائے۔

((فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ بِحَوْلِ اللّٰهِ وَ قُوَّتِهٖ۔)) [بقرہ :۲۶۶]

''تو اس باغ کو تو آگ کا ایک جھونکا لگ جائے جس میں آگ ہو پھر وہ باغ جل جائے۔ اللہ کے تصرف اور قوت کے ذریعے''۔

اس کا دوسرا تعویذ' غروب آفتاب کے وقت لکھا جائے۔

((يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْلَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔)) [حدید :۲۸]

''اے مومنو! اللہ سے ڈرو' اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دوہرا (ثواب) عطا کرے گا۔ اور تم کو ایسا نور عطا کرے گا۔ جس کے ذریعہ تم چلتے پھرتے رہو گے اور وہ تم کو بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

کتاب اخر للحمٰی المثلثة : (سہ روزہ بخار کا دوسرا تعویذ) تین عمدہ پتیوں پر اس کو لکھا جائے اور ہر روز ایک پتی لے کر بخار زدہ اپنے منہ میں رکھے اور پانی سے نگل جائے تو بخار ختم ہو جائے گا۔ دعا یہ ہے۔

((بِسْمِ اللّٰهِ فَرَّتْ' بِسْمِ اللّٰهِ مَرَّتْ بِسْمِ اللّٰهِ قَلَّتْ۔))

''اللہ کے نام سے بھاگ کھڑا ہوا' اللہ کے نام سے جاتا رہا اور اللہ کے نام سے کم ہو گیا''

کتاب اٰخر لعرق النساء (دردعرق النساء کا تعویذ):

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَ كُلِّ شَيْءٍ وَ خَالِقَ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنْتَ خَلَقْتَ النَّسَا فَلَا تُسَلِّطْهُ عَلَيَّ بِاَذًى وَلَا تُسَلِّطْنِيْ عَلَيْهِ بِقَطْعٍ وَ اشْفِنِيْ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا وَلَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ۔))

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اے اللہ ہر چیز کے پروردگار اور ہر چیز کے مالک اور ہر چیز کے پیدا کرنے والے تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے۔ اور تو ہی نے نساء کو پیدا کیا ہے۔ اس کو مجھ پر تکلیف کے ساتھ مسلط نہ کر اور نہ اس کو مجھ پر کاٹنے کے لئے مسلط کر مجھے ایسی کامل شفا عطا فرما جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے' تو ہی شفا دینے والا ہے''۔

کتاب للعرق الضارب : (پھڑکتی رگ کا تعویذ) ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بخار اور تمام دردوں کے لئے یہ دعا سکھائی کہ تم اپنی زبانی سے کہو تو شفا حاصل ہو گی۔

((بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔))

''اللہ کبیر کے نام سے اور اللہ برتر سے میں ہر رگ فتنہ انگیز سے اور جہنم کی آگ کی گرمی کے شر سے پناہ چاہتا ہوں''[1]

کتاب وجع الضرس (تعویذ برائے درد دنداں):

اس رخسار پر جس کی طرف کی داڑھ میں درد ہو یہ لکھنا چاہئے۔

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔)) [مومنون :۷۸]

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (اللہ) ایسا (قادر و منعم) ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو''

اور اگر کوئی چاہے تو یہ آیت بھی لکھ سکتا ہے:

((وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔)) [انعام :۱۳]

''اور اسی (اللہ) ہی کی سب (ملک) ہے جو کچھ رات اور دن میں رہتے ہیں۔ اور وہی بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

کتاب الخراج (پھوڑے کے لئے تعویذ): پھوڑے کے اوپر یہ آیت لکھی جائے:

((وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝ [طٰہٰ:۱۰۵ - ۱۰۷]

''اور لوگ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تو تو کہہ دے کہ ان کو میرا رب بالکل اڑا دے

---

[1] امام ترمذی رحمۃ اللہ نے ۲۰۷۶ میں کتاب الطب میں اس کو ذکر کیا ہے اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ راوی ضعیف ہے۔ نعر العرق۔ رگ کا پھڑکنا۔

گا۔ پھراس کوایک ہموار میدان کر دے گا۔ جس میں (اے مخاطب) تو کوئی ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی دیکھے گا''۔

کمأۃ (سانپ کی چھتری) : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ نے فرمایا:

((أَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُ هَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔))

''کھمبی من کی ایک قسم ہے۔ اوراس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے''۔

امام بخاری رحمہ اللہ۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کواپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔[1]

ابن اعرابی نے کمأۃ کو کمہ کی جمع خلاف قیاس بتایا ہے۔ اس لئے کہ جمع اور واحد کے درمیان صرف تأ کا فرق ہے۔ اوراس کا واحد بھی تأ کے ساتھ ہے۔ جب اسے خدف کر دیا تو جمع کے لئے ہو گیا' اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کماۃ جمع ہے یا اسم جمع ہے؟ اس بارے میں دو قول مشہور ہیں' چنانچہ اہل لغت کا قول ہے کہ اس سے دو لفظ کمأۃ و کمأء نکلتے ہیں۔ جیسے جبأۃ و جب ہے۔ ابن اعرابی کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ کمأۃ قیاس کے مطابق ہے۔ کمأۃ واحد کے لئے اور کم کثیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ کمأۃ واحد' جمع دونوں کے لئے یکساں طور پر مستعمل ہے۔

جو لوگ پہلی لغت کے قائل ہیں' وہ شاعر کے اس کلام سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ کم أکموء کی طرح جمع ہے۔

وَلَقَدْ جَنَيْتُكَ اَكْمُؤٌ اوَعَسَاقِلًا ۔۔۔ وَلَقَدْ نَهَيْتُكَ عَنْ نَبَاتِ الْاَوْبَرِ[2]

''اور میں تمہارے لئے عمدہ کھمبی اور سانپ کی چھتری چن کر لایا کہ تم کھاؤ' اور میں نے تم کو بری قسم کی کھمبی کے کھانے سے روک دیا''۔

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۱۰/۱۴۷'۱۴۸ میں کتاب الطب باب المن شفاء للعین کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۰۴۹ میں کتاب الاشربۃ باب فضل الکماۃ کے ذیل میں حدیث سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے اس کو بیان کیا ہے

[2] یہ بیت ''مجالس ثعلب'' ص ۶۲۴'' خصائص'' ۵۸/۳'' الکامل'' ص ۱۲۶۴'' مجمع الامثال'' ۱۶۹/۱۰'' المقتضب'' ۴۸/۴'' المنصف'' ۳/۳۴۴ اور المحتسب ۲/۲۲۴ میں مذکور ہے۔ اس سے لغت یا نحو کی کوئی کتاب خالی نہ ہونے کے باوجود اس کے قائل کا پتہ نہیں۔ اس شعر میں استدلال کی خاص جگہ ااو بر کے الف لام کی زیادتی ہے'' جنیتک'' کا معنی ہے کہ کھمبی میں نے تمہارے لئے چن کر تمہارے پاس لایا۔'' نبات الاوبر'' بری قسم کی کھمبی شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کے پاس موسم ربیع کی عمدہ کھمبی کھانے کے لئے لایا اوراس کو بری قسم کی کھمبی کھانے سے روک دیا۔ اس لئے کہ اس میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔

اس شعر سے کم کے مفرد اور کماۃ کے جمع ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

کھمبی زمین پر خودرو ہوتی ہے۔ اس کے چھتری دار ہونے کی وجہ سے کمأۃ کہتے ہیں اور محاورہ میں کمأ الشہادۃ گواہی چھپانے کے معنی میں مستعمل ہے۔ کھمبی زیر زمین مستور ہوتی ہے۔ اس میں پتے اور ڈنٹھل نہیں ہوتے اس کا مادہ جوہر ارضی بخاری ہے۔ جو زمین میں اس کی سطح کے برابر موسم سرما کی ٹھنڈک کے باعث محتقن ہوتا ہے۔ ربیع کی بارش میں یہ بڑھ جاتی ہے' پھر یہ زمین پر اگ آتی ہے۔ اور سطح زمین پر جسم و شکل کے ساتھ ابھرتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو زمین کی چیچک کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ صورت اور مادہ میں چیچک کے بالکل مشابہ ہوتی ہے کیونکہ اس کا مادہ رطوبت دموی ہوتی ہے۔ جو عموماً جوانی اور نمو کے وقت ہی جلد زمین پر ابھر آتی ہے۔ جب کہ حرارت کا پورے طور پر غلبہ ہوتا ہے۔ اور قوت اس کو مزید بڑھا دیتی ہے۔

یہ موسم بہار میں عام طور پر پائی جاتی ہے اس کو خام و پختہ دونوں طریقے سے کھایا جاتا ہے عرب اسے گرج کا پودا کہتے ہیں۔ اس لئے کہ گرج کی کثرت سے یہ زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور کڑک ہی کی وجہ سے زمین پھٹتی ہے۔ دیہات کے باشندوں کی یہ غذا ہے۔ اور عرب کی زمین پر اس کی پیداوار زیادہ ہے۔ عمدہ قسم کی کھمبی وہی ہوتی ہے۔ جو ریتلی زمین کی ہو' جہاں پانی کم ہو۔

اس کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک قسم مہلک ہوتی ہے' جس کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔ اس سے دمہ کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

یہ تیسرے درجہ میں بارد رطب ہے۔ معدہ کے لئے مضر ہے۔ اور دیر ہضم ہے۔ اگر اس کو بطور سالن استعمال کیا جائے تو اس سے قولنج' سکتہ اور فالج پیدا ہوتا ہے۔ معدہ میں درد ہوتا ہے۔ اور پیشاب میں پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ تازہ خشک کے مقابل کم ضرر رساں ہے۔ جو اس کو کھانا چاہے اس چاہئے کہ تر مٹی میں دفن کر دے اور اس کو نمک پانی اور پہاڑی پودینہ کے ساتھ جوش دے اور روغن زیتون اور گرم مصالحہ کے ساتھ کھائے۔ کیونکہ اس کا جوہر ارضی غلیظ ہوتا ہے۔ جس کو غذا بنانا مضر ہے۔ لیکن اس میں پانی کا ایک لطیف جوہر بھی پایا جاتا ہے۔ جو اس کی لطافت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کو بطور سرمہ استعمال آنکھوں کے دھندلا پن اور گرم آشوب چشم کے لئے بے حد مفید ہے۔ مختلف فاضل اطباء نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ کھمبی کا پانی آنکھ کو جلا بخشتا ہے۔ اس کا ذکر مسیحی اور مصنف ''القانون'' وغیرہ نے بھی کیا ہے۔

آپ کے قول ((الکمأۃ مِنَ المَنّ)) کے بارے میں دو قول منقول ہیں۔

پہلا قول یہ کہ بنی اسرائیل پر جو من نازل کیا گیا تھا۔ وہ صرف حلوا نہ تھا۔ بلکہ بہت سی چیزیں ان پودوں میں سے تھیں' جو بلا کاشت وصنعت اور بغیر سیرابی کے خودرو تھے۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا۔

مَنٌّ مفعول کے معنی میں مصدر کا صیغہ ہے۔ یعنی ممنون کے معنی میں ہے۔ اللہ نے ہر ایسی چیز جو بندے کو عطا کی جس میں بندے کی کوئی کاشت ومحنت نہ ہو وہ محض من ہے۔ اگرچہ اس کی ساری نعمتیں ہی بندے پر من ہوں۔ مگر جس میں کسب انسانی کا دخل نہ تھا۔ اس کو خاص طور پر من قرار دیا اس لئے کہ وہ بندے کے واسطے کے بغیر من ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میدان تیہہ میں ان کی غذا کماۃ (کھمبی) بنائی جو روٹی کے قائم مقام تھی۔ اور ان کا سالن سلوی بنایا جو گوشت کے قائم مقام تھا۔ اور ان کا حلوا اس شبنم کو بنایا جو درختوں پر نازل ہوتی تھی۔ چنانچہ یہ حلوا کے قائم مقام ہوا۔ اس طرح سے بنو اسرائیل کی معیشت کی تکمیل فرمائی۔

اس کو بعد رسول اللہ ﷺ کے اس قول پر غور فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ کھمبی من کی ایک قسم ہے۔ جس کو اللہ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا۔ گویا کہ کھمبی کو من میں شمار فرمایا اور اس کا ایک جزء قرار دیا' اور ترنجبین [1] جو درختوں پر گرتی ہے' وہ بھی من ہی کی ایک قسم ہے' پھر نئی اصطلاح میں اس کے من پر بولا جانے لگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کماۃ کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس من کے مشابہ قرار دیا جو آسمان سے نازل ہوا تھا۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ یہ بغیر کسی محنت ومشقت اور بغیر کاشت اور آبیاری کے پیدا ہوتا ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کھمبی کی یہ حیثیت ہونے کے باوجود اس میں ضرر کا کیا سوال ہوتا ہے۔ اور یہ اس میں کس طرح پیدا ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس پر غور نہیں کیا کہ باری تعالی نے اپنی تمام مصنوعات کو جانچ پڑتال کر کے اور پوری طرح پرکھنے کے بعد پیدا فرمایا' اور ممکن حد تک اس میں عمدگی وبہتری کا عنصر شامل رہا۔ اور وہ اپنی پیدائش کے ابتدائی مرحلہ میں تمام آفات وعلل سے خالی تھی۔ اور اس سے وہ منفعت پوری ہوتی رہی۔ جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا تھا۔ اب اس کی تخلیق کے بعد اس میں آفات وعلل دوسرے

---

[1] ترنجبین: معتمد کے صفحہ ۵۰ پر مذکور ہے کہ یہ شہد کی طرح جمی ہوئی دانے دار تر ہوتی ہے جو آسمان سے گرتی ہے۔ اس کی تاویل شیریں تراوٹ اور شبنم سے کی جاتی ہے۔ یہ اکثر خراسان میں درخت حاج پر گرتی ہے جس کو درخت قتاد بھی کہتے ہیں یہ شبنم کافور کی طرح جمی ہوئی ہوتی ہے۔

امور کی وجہ سے جوان سے ملے ہوئے تھے۔ یا ماحول کے اثرات کی بنا پر یا اختلاط وامتزاج کی بنیاد پر یا کسی دوسرے سبب سے پیدا ہو گئے۔ جو اس کے فساد کے مقتضی تھے۔ اگر وہ اپنی اصلی تخلیق پر برقرار رہ جاتی اور اس سے فساد اور اسباب فساد کا کوئی تعلق نہ رہتا۔ تو پھر وہ عمدہ اور بہتر ہوتی اس میں فساد کا کوئی عنصر موجود ہی نہ ہوتا۔

جسے دنیا اور اس کی ابتداء کے حالات سے ذرا بھی واقفیت ہوگی اسے یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ فضائے عالم نباتات وحیوانات عالم میں تمام فسادات اس کی تخلیق کے بعد ہی پیدا ہوئے ہیں' اور باشندگان عالم کے اس احوال میں بھی تخلیق کے بعد فسادات' رونما ہوئے جہاں جس قسم کے مواد و مفاسد ظہور پذیر ہوئے۔ اسباب سامنے آئے وہ مفاسد پیدا ہوتے گئے۔ انسانوں کی بداعمالی اور انبیاء ورسل کی مخالفت پر ان کی آمادگی ہمیشہ فساد عام وخاص کی وجہ سے ہوتی رہی۔ ان کی بنا پر اہل دنیا پر مصائب وآلام کا نزول ہوا امراض واسقام پیدا ہوئے' طاعون رونما ہوئے اور قحط پڑے' خشک سالی سے دوچار ہوئے۔ زمین کی برکتیں' اس کے پھل پھول اور درخت ختم ہو گئے۔ منافع کا دور تک پتہ نہ تھا۔ اور یکے بعد دیگرے نقصانات کے سامان ہوتے رہے۔ اگر آپ کے علم کی رسائی اس منزل تک نہیں تو پھر اللہ کا یہ قول سامنے رکھے۔

((ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ۔)) [روم :۴۱]

''خشکی اور تری میں انسانوں کی بداعمالی کی پاداش میں فساد ظاہر ہوتا ہے''۔

اس آیت کریمہ کو احوال عالم کے سامنے رکھ کر ذرا اس پر غور کرو اور دیکھو کہ دونوں میں کس قدر مطابقت ہے اور یہ تو آپ دیکھتے ہی ہیں کہ ہمہ وقت آفات وعلل پھلوں' کاشتوں اور حیوانات میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ پھر ان آفات کے نتیجہ میں دوسری آفتیں رونما ہوتی ہیں' جیسے باہم مل جل کر ایک دوسرے کے ساتھ چل رہی ہوں' جب لوگوں میں مظالم وفسق وفجور عام ہو جاتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کی غذاؤں' پھلوں میں آفات وعلل پیدا کر دیتا ہے۔ جن سے ان کی فضا متاثر ہوتی ہے۔ ان کے دریا وچشمے متعفن ہو جاتے ہیں۔ ان کے جسم برباد ان کی صورتیں مسخ اور ان کی شکلیں بدل جاتی ہیں' ان کے اخلاق میں پستی آ جاتی ہے' پھر آفات کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جو ان کی بداعمالی' مظالم اور برائیوں کے نتائج ہوتے ہیں۔

گیہوں وغیرہ کے دانے آج کے مقابل پہلے بڑے سائز کے ہوتے تھے۔ اور ان میں برکت بھی تھی۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا کہ بنو امیہ کے خزانے میں ایک تھیلی تھی۔

جس میں کھجور کی گٹھلی کی طرح گیہوں تھے۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ کہ یہ عدل وانصاف کے دور کی پیداوار ہے۔ اس واقعہ کو امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند[1] میں ایک حدیث کے اثر سے روایت کیا ہے۔

یہ بیماریاں اور عمومی آفات گذشتہ امتوں کے عذاب کا پسماندہ حصہ ہے۔ جو ہم تک پہنچا ہے' پھر یہ بیماریاں اور آفتیں گھات لگائے رہیں' آنے والے لوگوں کے اعمال کی سزا کے لئے متعین رہیں۔ یہ اللہ کا قانون عدل وانصاف ہے۔ اسی کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا۔ جب آپ نے طاعون کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس عذاب اور گرفت کا ایک بقیہ حصہ ہے۔ جسے اللہ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر ہوا کہ سات رات اور آٹھ دن مسلط کر دیا تھا۔ اسی بادوباراں کا ایک حصہ آج بھی باقی رہ گیا ہے۔ جو رہ رہ کر دنیا کو بے چین کرتی ہے اس مثال میں اللہ کی جانب سے درس وعبرت ونصیحت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دنیا میں نیک وبداعمال کے آثار کے لئے ایسے مقتضیات نازل کئے ہیں جن سے کسی کو مفر نہیں' چنانچہ اس نے احسان' زکوۃ اور صدقہ روکنے سے بارش روک دی قحط اور خشک سالی[2] مسلط کردی اور مسکینوں پر ظلم وستم' ناپ تول میں کمی اور توانا کا کمزور پر ظلم وزیادتی ایسے سلاطین و حکام کے جبر واستبداد کا سبب بنتا ہے۔ جن سے اگر رحم کی درخواست کی جائے تو رحم نہیں کھاتے اور اگر انہیں متوجہ کیا جائے تو متوجہ نہیں ہوتے یہ عوام ورعایا کی بداعمالی کی پاداش میں امراء کی صورتوں میں سامنے آتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ اور عدل وانصاف کے پیش نظر لوگوں کے اعمال

---

[1] ۲۹۲/۲

[2] ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث میں مذکور ہے کہ کسی قوم میں جب تک برائی کھل کر سامنے نہیں آتی اس وقت تک ان میں طاعون اور ایسے مصائب وامراض نہیں پھیلتے جن کا تجربہ ان کے اسلاف کو نہ تھا۔ اور جب وہ ناپ وتول میں کم کرنے لگیں تو ان کو قحط سالی' تنگ دستی اور بادشاہوں کے مظالم سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور جب انہوں نے زکوۃ روک دی تو آسمان سے بارش بھی روک دی گئی اگر چوپائے نہ ہوتے تو بارش بالکل نہ ہوتی اور جب کسی قوم نے اللہ اور اس کے رسول سے کئے ہوئے وعدہ کو توڑا تو اللہ نے ان پر ایسے دشمن مسلط کئے جو غیر قوم کے تھے تو انہوں نے ان کے قبضہ سے تمام چیزیں چھین لیں اور جب ان کے ائمہ نے کتاب اللہ سے فیصلہ کرنا چھوڑ دیا تو باہمی جنگ وجدال ان کے درمیان پیدا کر دی اس حدیث کو ابن ماجہ نے ۴۰۱۹ میں بیان کیا اس کی سند میں خالد بن یزید راوی ضعیف ہے لیکن اس کو حاکم نے ۵۴۰/۴ میں دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس کی سند حسن ہے اور اسی سے اس حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے باب میں ابن عباس کا اپنا قول مذکور ہے جس کو بیہقی نے ۳۴۶/۳ میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

کو مختلف اور مناسب صورت و قالب میں ظاہر کرتا رہتا ہے۔ کبھی قحط و خشک سالی کی صورت میں کبھی سخت گیر دشمن کی شکل میں، کبھی جابر و سرکش حکام کے انداز میں اور کبھی عام بیماریوں کی صورت میں، کبھی مصائب و آلام، رنج و غم کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ جو انسانوں کا ایسا تعاقب کرتے ہیں۔ کہ کبھی اس سے جدا ہی نہیں ہوتے، کبھی آسمان و زمین کی برکتوں سے مخلوق کو محروم کر دیتا ہے۔ کبھی ان پر شیاطین کو مسلط کر دیتا ہے۔ جو ان کو طرح طرح کے عذاب میں پھانستے رہتے ہیں تا کہ حق ثابت ہو جائے اور ہر ایک شخص جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ ثابت ہو جائے۔ اور ایک باہوش شخص اطراف عالم کی سیر اپنی بصیرت کے ساتھ کرتا ہے۔ اور اس کا بغور مشاہدہ کرتا ہے۔ اور باری تعالی کے عدل و انصاف اور اس کی حکمت بالغہ کے مواقع کو دیکھتا ہے۔ تو اس وقت اس پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسل و انبیاء اور ان کے متبعین ہی خاص طور پر راہ نجات پر ہیں، اور دنیا کے سارے لوگ ہلاکت و بربادی کے راستے پر رواں دواں ہیں، اور ہلاکت کے گھر کی طرف جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا ہی کر کے رہے گا۔ اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ اس کے آرڈر کو کوئی پھیرنے والا نہیں، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

نبی ﷺ کے اس قول "اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے" میں تین اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ اس کا پانی آنکھ میں استعمال کی جانے والی دواؤں میں ملا لیا جائے اس کو تنہا استعمال نہ کیا جائے اس کو ابو عبید نے بیان کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے اس کے خالص پانی کو نچوڑ کر پکا لیا جائے، پھر اسے لگایا جائے اس لئے کہ آگ اس کو نضیج کرنے کے بعد اس میں لطافت پیدا کرتی ہے۔ اور اس کے فضلات اور تکلیف دہ رطوبات کو باہر کر دیتی ہے۔ اور اس میں صرف نفع بخش اجزاء باقی رہ جاتے ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ کھمبی کے پانی سے مراد وہ پانی ہے۔ جو بارش کے بعد حاصل ہوتا ہے اور وہ بارش کا پہلا قطرہ ہے جو زمین کی جانب آتا ہے۔ اس کے بعد اضافات ہوتے ہیں جو اضافت اقترانی کہلاتے ہیں۔ نہ کہ اضافہ جزئی۔ اس کے ابن جوزی نے بیان کیا ہے۔ یہ بعید از قیاس اور بہت کمزور قول ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کھمبی کا پانی صرف آشوب چشم کی برودت کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا پانی ہی شفا ہے۔ اور اگر دوسری بیماری میں استعمال کرنا ہو تو مرکب بہتر ہے۔

غافقی نے بیان کیا کہ اگر کھمبی کے پانی میں اثمد گوندھ کر اس کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کی

تمام دواؤں میں سب سے بہتر دوا ہے' پلکوں کو قوت دیتا ہے۔ روح باصرہ کو قوی کرتا ہے۔ اور بیدار کرتا ہے۔ اور نزلہ کے لئے دفاع کا کام کرتا ہے۔

کباث (پیلو کا پھل): صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیلو کے پھل چن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کا پھل چن لو اس لئے کہ یہ سب سے عمدہ ہوتا ہے۔[1]

کباث: کاف کے فتحہ اور باء موحدہ مخففہ اور ثاء مثلثہ پڑھا گیا ہے۔ درخت پیلو کے پھل کو کہتے ہیں۔ یہ حجاز میں پایا جاتا ہے' اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ اس کے فوائد درخت کے منافع کی طرح ہی ہیں۔ معدہ کے لئے مقوی ہے۔ ہاضمہ درست کرتا ہے۔ بلغم کو خارج کرتا ہے۔ پشت کے درد کو دور کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی بیماریوں میں نافع ہے۔

ابن جلجل نے بیان کیا کہ اگر اس کو پیس کر پیا جائے تو پیشاب لاتا ہے۔ مثانہ صاف کرتا ہے۔ اور ابن رضوان نے لکھا ہے کہ یہ معدہ کو مضبوط بناتا ہے۔ پاخانہ بستہ کرتا ہے۔

کتم: (نیل) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت کی انہوں نے بیان کیا۔

((دَخَلْنَا عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ ؓ فَاَخْرَجَتْ اِلَيْنَا شَعْرًا مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ مَخْضُوْبٌ بِالْحِنَّاءِ وَ الْكَتَمِ.))

''ہم لوگ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک میں سے ایک بال دکھایا تو وہ مہندی اور نیل سے رنگا ہوا تھا۔[2]

سنن اربعہ میں نبی ﷺ سے روایت مذکور ہے آپ نے فرمایا کہ سب سے عمدہ چیز جس سے تم سفید بالوں کو رنگین بناؤ مہندی اور نیل ہے۔[3]

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۹/۴۹۸ میں کتاب الاطعمته کے باب الکباث و هوورق الاراك کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۰۵۰ میں کتاب الاشربة کے باب فضیلة الاسود من الکباث کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۱۰/۲۹۸' ۲۹۹ میں کتاب اللباس کے باب مایذکر فی الشیب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

[3] امام احمد رحمہ اللہ نے ۵/۱۴۷ میں' ترمذی رحمہ اللہ نے ۱۷۵۳ میں' ابو داؤد رحمہ اللہ نے ۴۲۰۵ میں' نسائی رحمہ اللہ نے ۸/۱۳۹ میں اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۳۶۲۲ میں اس کو ذکر کیا ہے اس کی سند صحیح ہے اس کی تصحیح ابن حبان نے ۱۴۷۵ میں کی ہے اور یہ ''المصنف'' ۴/۲۰۱۷ میں بھی مذکور ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حناء اور نیل کا خضاب لگایا۔[1]

سنن ابوداؤد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ:

((مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ قَدِ اخْتَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا أَحْسَنَ هٰذَا؟ فَمَرَّ آخَرُ قَدِ اخْتَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ فَقَالَ هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا فَمَرَّ آخَرُ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ۔))

"رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک شخص گزرا جس نے مہندی کا خضاب لگا رکھا تھا آپ نے فرمایا یہ کتنا عمدہ ہے؟ پھر دوسرا شخص گزرا جس نے مہندی اور نیل کا خضاب لگایا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اس سے بھی عمدہ ہے۔ پھر ایک تیسرا شخص گزرا' جس نے زرد رنگ کا خضاب لگا رکھا تھا تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ سب سے عمدہ ہے۔"[2]

غافقی نے بیان کیا کہ نیل ایک پودا ہے۔ جو میدانی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا پتہ زیتون کے پتے کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی لمبائی قد آدم کے برابر ہوتی ہے۔ جب اس کو توڑا جائے تو سیاہ ہوتا ہے۔ اگر اس کے پتے کا رس نچوڑ کر دو تولہ کی مقدار پی لیا جائے تو شدید قسم کی قے آتی ہے۔ کتے کے کاٹنے پر مفید ہے۔ اور اس کی جڑیں پانی میں ابال دی جائیں تو روشنائی بن جاتی ہے۔

کندی کا بیان ہے کہ تخم نیل کو بطور سرمہ استعمال کریں تو آنکھ کے نزول الماء کو تحلیل کر دیتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے آنکھ نزول الماء سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کتم نیل کے پتے کو کہتے ہیں یہ ایک واہمہ ہے۔ اس لئے کہ برگ نیل کتم کے علاوہ دوسری چیز ہے۔ صاحب صحاح نے لکھا ہے کہ کتم بالتحریک ایک پودا ہے جس کو نیل کے ساتھ ملا کر خضاب کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

بعضوں نے یہ کہا کہ نیل ایک پودا ہے۔ جس کے پتے لمبے ہوتے ہیں' رنگ مائل بہ نیلگوں ہوتا

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۲۰۰/۷'۲۰۱ میں کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۲۴۱ میں کتاب الفضائل باب شیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] ابوداؤد رحمہ اللہ نے ۴۲۱۱ میں' ابن ماجہ نے ۳۶۲۷ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں حمید بن وہب لین الحدیث ہے اور ان سے روایت کرنے والا راوی محمد بن طلحہ الیامی صدوق ہے مگر واہمہ زدہ ہے۔

ہے۔ یہ درخت بید کی پتیوں سے بڑا ہوتا ہے۔ لوبیا (سیم) کے پتے کی طرح ہوتا ہے مگر اس سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔ حجاز و یمن میں پیدا ہوتا ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خضاب استعمال نہیں کیا۔ [1]

اس کا جواب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے دیا ہے فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو خضاب استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور دیکھنے والے نہ دیکھنے والے کے برابر نہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ محدثین کرام کی ایک جماعت نے خضاب نبوی کو ثابت کیا ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں ابو قحافہ کے واقعہ میں سیاہ خضاب لگانے سے ممانعت موجود ہے۔ کہ جب ابو قحافہ کو آپ کے پاس لایا گیا تو ان کے سر اور داڑھی کے بال بیلے کے پھول کی طرح سفید تھے، تو آپ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو بدلو البتہ سیاہ کرنے سے اس کو بچانا۔ [2]

اور کتم بال کو سیاہ کرتا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی ممانعت حدیث کی روشنی میں ہونی چاہئے۔ تو اس کا جواب دو طریقہ سے دیا گیا ہے۔

پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث میں خالص سیاہی سے ممانعت کی گئی ہے، لیکن اگر مہندی میں کتم وغیرہ ملا کر استعمال کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ کتم اور مہندی کے خضاب سے بال سرخ و سیاہ کے مابین ہوتے ہیں۔ نیل کے برخلاف اس لئے کہ نیل سے بال گہرا سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ سب سے عمدہ جواب ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس سیاہ خضاب سے ممانعت حدیث میں وارد ہے۔ وہ فریب دینے والا خضاب ہے۔ جیسے کوئی باندی اپنے آقا کو فریب دینے کے لئے خضاب کرے۔ یا کوئی سن رسیدہ عورت بال میں خضاب لگائے تاکہ اس کا شوہر فریب میں مبتلا ہو جائے۔ یا کوئی بوڑھا اپنی عورت کو دھوکہ دینے کے لئے سیاہ خضاب بال میں لگائے تو یہ سب فریب اور دھوکا ہے۔ لیکن جہاں فریب اور دھوکا کا شائبہ نہ

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۱۰/۲۹۷ میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۳۴۱ میں اس کی تخریج کی ہے۔

[2] امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۱۰۲ میں کتاب اللباس باب استجاب خضاب الشیب بصفرة او حمرة و تحریمه بالسواد کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

ہو وہاں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ دونوں سیاہ خضاب استعمال فرماتے تھے' اس کو ابن جریر نے اپنی کتاب ''تہذیب الاثار'' میں بیان کیا ہے۔ اور اس سیاہ خضاب کے استعمال کا ذکر عثمان بن عفان' عبداللہ بن جعفر سعد بن ابی وقاص' عقبہ بن عامر' مغیرہ بن شعبہ' جریر بن عبداللہ' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا ہے۔ اور اس کو تابعین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ جن میں عمرو بن عثمان' علی بن عبداللہ بن عباس' ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' عبدالرحمٰن بن اسود' موسیٰ بن طلحہ' زہری' ایوب اسماعیل بن معدیکرب رحمہ اللہ وغیرہ ہیں اسی طرح علامہ ابن جوزی نے بھی اس کو محارب بن دثار' یزید' ابن جریج' ابو یوسف' ابواسحٰق' ابن ابی لیلیٰ' زیاد بن علاقہ' غیلان بن جامع' نافع بن جبیر' عمرو بن علی المقدمی اور قاسم بن سلام وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ سارے رواۃ بھی خود استعمال کرتے تھے۔

کرم (انگور کا درخت): یہ انگور کے درخت کی بیل ہوتی ہے' اب اس کو کرم کہنا مکروہ ہے۔ چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

((لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ لِلْعِنَبِ الْكَرْمُ اَلْكَرْمُ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ وَفِيْ رِوَايَةٍ إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔))

''تم میں سے کوئی انگور کو کرم نہ کہے' کہ کرم تو مسلمان مرد ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ کرم تو مومن کا دل ہوتا ہے'' [1]

دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ کرم نہ کہو بلکہ حبلة و عنب کہا کرو۔ [2]

اس میں دو معنی ہیں' ایک تو یہ کہ عرب درخت انگور کو کرم کہا کرتے تھے' اس لئے کہ اس کے منافع بے شمار تھے' اور خیر کا پہلو بھی غیر معمولی تھا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے انگور کے درخت کو ایسا نام قرار دینا ناپسند کیا۔ جس سے لوگوں کے دلوں میں غیر معمولی محبت پیدا ہو جائے' اور اس سے بنائی جانے والی شراب سے بھی ان کو محبت ہو جائے۔ جب کہ یہ ام الخبائث ہے۔ اس لئے جس سے شراب تیار کی جاتی ہے۔ اس کا ایسا عمدہ نام جس میں خیر ہی خیر ہو' رکھنا درست نہیں۔

---

1. امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۲۴۷ میں کتاب الالفاظ کے باب کراھة تسمية الغب کرما کے تحت حدیث ابوہریرہؓ سے اس کو بیان کیا ہے۔ اور یہ حدیث اسی طرح بخاری ۱۰/۴۶۵' ۴۶۷ میں مذکور ہے۔
2. امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۲۴۸ میں کتاب الالفاظ کے تحت حدیث وائل سے اس کو ذکر کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ ((لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ[1] اور لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ بِالطَّوَّافِ)) [2] کے قبیل سے ہے۔ یعنی تم لوگ درخت انگور کے منافع کی کثرت کو دیکھ کر اس کا نام کرم رکھتے ہو جب کہ قلب مومن یا مرد مسلم اس نام کا زیادہ حقدار ہے۔ اس لئے کہ مومن سراپا نفع و خیر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ قلب مومن کی تقویت و تنبیہ کے لئے ہے کہ مومن کے دل میں خیر ہی خیر' جود و سخاوت' اور ایمان' روشنی' ہدایت و تقویٰ' اور ایسی خوبیاں ہوتی ہیں۔ جو درخت انگور سے بھی زیادہ اس بات کی مستحق ہیں کہ اسے کرم کہا جائے۔

شاخ انگور سرد خشک ہے۔ اور اس کی پتیاں' ٹہنیاں' اور عرموش پہلے درجہ کے آخر میں بارد ہوتی ہیں' اگر اس کو پیس کر سر درد کے مریض کو ضماد کیا جائے تو سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح گرم اورام اور معدہ کی سوزش کو ختم کرتا ہے۔ اور اس کی شاخوں کا شیرہ اگر پیا جائے تو قے رک جاتی ہے' اور پاخانہ بستہ ہوتا ہے' اسی طرح اگر اس کا تازہ گودہ اور اس کی پتیوں' کا مشروب پیا جائے۔ تو آنتوں کے زخموں' نفث الدم' اور قے دم کو دور کرتا ہے' اور درد معدہ کے لئے نافع ہے۔ اور درخت انگور کا رستا ہوا مادہ جو شاخوں پر پایا جاتا ہے' بالکل گوند کی طرح ہوتا ہے۔ اگر اس کو پیا جائے تو پتھریوں کو نکالتا ہے۔ اور اگر اس کو داد کھجلی تر کے زخموں پر لگائیں' تو اچھا ہوتا ہے۔ اس کو استعمال کرنے سے پہلے پانی اور نطرون سے عضو کو دھو لینا چاہئے۔ اگر اس کو روغن زیتون کے ہمراہ استعمال کیا جائے تو بال صفا کا کام دیتا ہے۔ اور سوختہ شاخوں کی راکھ کو سرکہ' روغن گل اور عرق سذاب کے ساتھ ملا کر ضماد کیا جائے تو طحال کے ورم کے لئے نافع ہوتا ہے۔ اور انگور کی کلیوں کا روغن قابض ہوتا ہے۔ اور روغن گل جیسی تاثیر و قوت اس میں بھی ہوتی ہے۔ اس کے فوائد کھجور کی طرح بے شمار ہیں۔

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۱۰/۴۳۱ میں کتاب الادب کے باب الحذر من الغضب کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۶۰۹ میں کتاب البر باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب کے ذیل میں حدیث ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے حدیث یہ ہے ((انما الشدید الذی یملك نفسه عند الغضب صرعه صاد)) کے ضمہ راء کے فتحہ کے ساتھ زبردست پہلوان کو کہتے ہیں۔ حمزۃ' عزۃ' خدعة کی طرح لفظ ہے۔

[2] امام مسلم رحمہ اللہ نے ۱۰۳۹ میں کتاب الزکوۃ باب المسکین الذی لایجد غنی کے تحت حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مسکین وہ نہیں جو در بدر پھیرے لگائے اور لوگ اسے ایک یا دو لقمہ' یا ایک دو کھجور دے دیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مسکین وہ ہے جو آسودگی کا کوئی راستہ نہیں رکھتا۔ اور لوگوں کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ اسکو صدقہ دیں اور لوگوں سے کچھ سوال بھی نہیں کرتا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسکین پاک دامن ہے اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو لا یسئلون الناس الحافا وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

کُرُفُسْ (اجمود): ایک بالکل غلط حدیث روایت کی گئی ہے۔ جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں اس میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ اَ كَلَهُ ثُمَّ نَامَ عَلَيْهِ نَامَ وَ نُكْهَتُهُ طَيِّبَةٌ وَيَنَامُ اٰمِنًا مِنْ وَجْعِ الْاَضْرَاسِ وَالْاَسْنَانِ۔))

''جو شخص اجمود کھا کر سو جائے تو سونے کی حالت میں اس کے منہ کی بو خوشگوار ہو جائے گی۔ اور دانتوں اور داڑھوں کے درد سے محفوظ ہو کر سوئے گا''۔

اس حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا باطل ہے۔ یہ سراسر رسول اللہ ﷺ پر افتراء پردازی ہے' اجمود بستانی کے استعمال سے منہ خوشبودار اور خوشگوار ہوتا ہے' اور اگر اس کی جڑ گردن میں لٹکائی جائے تو درد دنداں میں مفید ہوتی ہے۔

اس کا مزاج گرم خشک ہے' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تر ہوتی ہے۔ جگر اور طحال کے سدوں کو کھولتی ہے۔ اور اس کا پتہ بارد معدہ اور جگر کے لیے مفید ہے۔ پیشاب آور ہوتا ہے اور حیض جاری ہوتا ہے۔ پتھریوں کو توڑ کر خارج کر دیتا ہے' اس کا تخم قوت میں اس سے زیادہ ہوتا ہے' قوت باہ بڑھاتا ہے' گندہ دہنی کو دور کرتا ہے' امام رازی نے بیان کیا ہے کہ اگر بچھو کے ڈنک مارنے کا اندیشہ ہو تو اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے

کراث (گندنا): اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے' جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ باطل اور موضوع حدیث ہے۔ اس میں مذکور ہے۔

((مَنْ اَكَلَ الْكُرَّاثَ ثُمَّ نَامَ عَلَيْهِ نَامَ اٰمِنًا مِنْ رِيْحِ الْبَوَاسِيْرِ وَاعْتَزَلَهُ الْمَلَكُ لِنَتَنِ نَكْهَتِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ۔))

''جو گندنا کھائے' اور پھر اسی حالت میں سو جائے تو اسے ریح بواسیر کا خطرہ نہیں ہوتا' اور فرشتے اس کی بدبو کی وجہ سے صبح تک اس سے الگ رہتے ہیں''[1]

اس کی دو قسمیں ہیں: نبطی اور شامی۔

نبطی وہ ترکاری ہے' جو دسترخوان پر چنی جاتی اور کھائی جاتی ہے۔ اور شامی وہ ہے جس میں چھتری ہوتی ہے۔ یہ گرم خشک ہوتی ہے۔ اس سے سر درد پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس کو پکا کر کھا جائے یا اس کا عرق پیا

---

[1] یہ ایک طویل موضوع حدیث کا ٹکڑا ہے اس کو امام سیوطی نے ''ذیل المصنوعات'' صفحہ ۱۴۱' ۲۴۲ میں بیان کیا ہے اور علامہ سیوطی سے اس حدیث کو ابن عراق نے ''تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ'' ۲۶۶/۲ میں نقل کیا ہے۔

جائے تو بواسیر بارد کے لئے مفید ہے اور اگر اس کے تخم کے سفوف کو تارکول میں ملا کر اس کو بخور کیا جائے تو داڑھ کے کیڑے کو باہر نکال پھینکتی ہے۔ اور اس کے درد کو ختم کرتی ہے۔

اور سرین کو اس کے تخم کی دھونی دی جائے تو بواسیر کے لئے مفید ہے۔ یہ تمام خصوصیات نبطی گندنا کی ہیں۔ ان خصوصیات وفوائد کے باوجود اس سے دانتوں اور مسوڑھوں کو نقصان بھی ہوتا ہے۔ دردسر پیدا کرتا ہے۔ اور برے خواب نظر آتے ہیں' کور بینی پیدا کرتا ہے۔ گندہ دہنی کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح پیشاب اور حیض لاتا ہے۔ قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔ اور دیر ہضم ہے۔

''حرف لام''

لحم (گوشت): اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَاَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ۔)) [طور :۲۲]

''اور ہر طرح کے پھل پھول اور ہر قسم کے گوشت سے جو بھی وہ چاہتے ہیں ہم نے ان کو وافر دے رکھا ہے''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

((وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ۔)) [واقعہ :۲۱]

''اور پرندوں کے گوشت جس کی خواہش کریں گے (وہ لے آئیں گے)''

اور سنن ابن ماجہ میں ابوالدرداء کی حدیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((سَيِّدُ طَعَامِ اَهْلِ الدُّنْيَا وَ اَهْلِ الْجَنَّةِ اللَّحْمُ۔))

''دنیا والوں اور جنتیوں کے کھانے کا سردار گوشت ہے''[1]

اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت کا بہترین سالن گوشت ہے۔[2]

اور صحیح بخاری میں نبی ﷺ سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ۔))

---

[1] ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۳۳۰۵ میں کتاب الاطعمۃ کے باب اللحم کے تحت اس کو بیان کیا ہے اس کی سند میں دو راوی مجہول اور ایک ضعیف ہے۔

[2] اس کو بیہقی نے بیان کیا ہے اس کی سند میں عباس بن بکار کذاب اور وضاع ہے دیکھئے ''الفوائد المجموعۃ'' ص ۱۶۸

''عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے' جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے''۔[1]

ثرید گوشت اور روٹی کا آمیز ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے بیان کیا ہے۔

اِذَا مَا الْخُبْزُ تَ دِمُهُ بِلَحْمٍ فَذَاكَ اَمَانَةَ اللّٰهِ الثَّرِيْدُ.[2]

''جب تم روٹی کو گوشت کے سالن کے ساتھ استعمال کرو' تو امانت الٰہی کی قسم یہی ثرید ہے''۔

زہری نے بیان کیا کہ گوشت خوری سے ستر قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ محمد بن واسع کا خیال ہے کہ گوشت خوری سے بصارت زیادہ ہوتی ہے' چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ گوشت کھاؤ' اس لئے کے رنگ کو نکھارتا ہے۔ پیٹ کو بڑھنے نہیں دیتا' اخلاق وعادات کو بہتر بناتا ہے' نافع کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ماہ رمضان میں بلاناغہ گوشت کھاتے تھے' اور سفر میں بھی گوشت کھانا نہ چھوڑتے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس نے چالیس رات گوشت' کھانا چھوڑ دیا' اس کا اخلاق برا ہو جائے گا' اس میں بدخلقی آ جائے گی۔

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث جس کو ابوداؤد نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ' اس لئے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے' بلکہ اس کو نوچ کر کھاؤ اس لئے کہ یہی زیادہ عمدہ اور بہتر ہے۔[3]

اس کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے باطل قرار دیا ہے' کیونکہ دو حدیثوں سے جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طور پر گوشت کا چھری سے کاٹ کر کھانے کا ثبوت ملتا ہے۔

گوشت کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں' جو اپنے اصول وطبیعت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ ہم یہاں پر ہر قسم کے حکم اس کی طبیعت' منفعت' ومضرت کو بیان کریں گے۔

---

[1] اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ۶/۳۲۰' ۳۲۱' ۷/۸۳' ۹/۴۷۹ میں اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۴۳۱ میں حدیث ابوموسیٰ اشعری سے بیان کیا ہے۔

[2] اس شعر کے قائل کا کچھ پتہ نہیں کہ کون ہے' اس کو سیبویہ نے ''الکتاب'' ۱/۴۴۳ اور ۲/۱۴۴ میں نقل کیا ہے اور یہی شعر شرح ''المفصل'' ۹/۹۲' ۱۰۲' اور ۱۰۴ میں موجود ہے اور ''اللسان'' میں ادم کا لفظ موجود ہے تادم کا معنی ہے ملانا' خلط ملط کرنا اور ''بامانۃ اللہ'' پر نصب حرف جر کے حذف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اصل عبارت یہ ہے ''احلف بامانۃ اللہ'' زمخشری نے بیان کیا کہ باء کو حذف کرنے کے بعد مقسم بفعل مضمر کو منسوب کر دیتے ہیں اور استشہاد میں یہی شعر نقل کیا۔

[3] امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ۳۷۷۸ میں کتاب الاطعمۃ باب فی اکل اللحم کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی راوی ضعیف ہے۔

بھیڑ کا گوشت: دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں تر ہوتا ہے۔ یک سالہ بچہ کا گوشت سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ جس کا ہاضمہ اچھا ہو اس میں صالح خون پیدا کرتا ہے۔ اور قوت بخشتا ہے۔ سرد اور معتدل مزاج والوں کے لئے عمدہ غذا ہے۔ اسی طرح جو لوگ ٹھنڈے مقامات اور موسم سرما میں پوری ریاضت و محنت کرتے ہیں۔ ان کے لئے نافع ہے اور سوداوی مزاج والوں کے لئے بھی مفید ہے۔ ذہن اور حافظہ کو قوی بناتا ہے' لاغر اور بوڑھے بھیڑ کا گوشت خراب اور مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح بھیڑ مادہ کا گوشت ضرر رساں ہوتا ہے۔ ان میں سب سے عمدہ گوشت سیاہ رنگ کے بھیڑ کا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ معدہ پر گراں نہیں ہوتا' اور زیادہ نفع بخش اور لذیذ ہوتا ہے' اور خصی کا گوشت اور بھی عمدہ اور منفعت بخش ہوتا ہے۔ سرخ رنگ کے فربہ جانور کا گوشت ہلکا ہوتا ہے۔ اور غذائیت عمدہ ہوتی ہے۔ اور بکری کے چھوٹے بچے کے گوشت میں غذائیت معمولی ہوتی ہے۔ اور معدہ میں تیرتا رہتا ہے۔ اور بہترین گوشت جو ہڈی سے چپکا ہوا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کو اگلے حصہ اور سر کو چھوڑ کر بالائی حصہ کا گوشت بہت زیادہ مرغوب تھا۔ اس لئے کہ یہ زیریں حصہ کے مقابل زیادہ ہلکا اور عمدہ ہوتا ہے۔ فرزدق نے ایک شخص کو گوشت خریدنے کے لئے بھیجا تو اس سے کہا کہ اگلا حصہ لینا اور خبردار سر اور شکم کا گوشت نہ خریدنا' اس لئے کہ ان دونوں میں بیماریاں ہوتی ہیں۔ اور گردن کا گوشت عمدہ لذیذ ہوتا ہے۔ زود ہضم اور ہلکا ہوتا ہے۔ دست کا گوشت سب سے ہلکا' لذیذ ترین زود ہضم اور بیماری سے خالی ہوتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کو پشت کا گوشت مرغوب تھا[1] کہ اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے۔ اور صالح خون پیدا کرتا ہے' سنن ابن ماجہ میں مرفوعاً روایت ہے کہ سب سے لذیذ اور عمدہ گوشت پشت کا ہوتا ہے۔[2]

بکری کا گوشت: اس میں حرارت معمولی ہوتی ہے۔ خشک ہے' اس سے پیدا ہونے والی خلط نہ بہت عمدہ ہوتی ہے نہ عمدہ ہضم ہوتی ہے۔ اور غذائیت بھی بہتر ہوتی ہے۔ بکرے کا گوشت تو عام طور پر خراب

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۲۶۵/۶ میں کتاب الانبیاء کے باب قول اللہ عزوجل "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ" کے تحت اور مسلم رحمہ اللہ نے ۱۹۴ میں کتاب الایمان کے باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۳۰۷ میں کتاب الاطعمة باب اطایب اللحم کے ذیل میں اس کو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۳۰۸ میں کتاب الاطعمۃ کے باب أطایب اللحم کے تحت اور احمد نے ۲۰۴/۱ میں' حاکم نے ۱۱۱/۴ میں اور ابو الشیخ نے "اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ص ۲۰۰ میں اس کو بیان کیا اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

ہوتا ہے' خشکی بے حد دیر ہضم اور خلط سوداوی پیدا کرتا ہے۔

جاحظ نے بیان کیا کہ مجھے ایک فاضل طبیب نے بتایا کہ اے ابوعثمان خبردار بکری کا گوشت نہ کھانا اس لئے کہ اس سے غم پیدا ہوتا ہے۔ سوداء میں جان آ جاتی ہے۔ نسیان لاتا ہے اور خون خراب کرتا ہے۔ اور واللہ اس سے بے عقل اولاد پیدا ہوتی ہے۔

بعض طبیبوں نے لکھا ہے کہ بوڑھی بکری کا گوشت برا ہے۔ بالخصوص بوڑھوں کے لئے تو اور زیادہ مضر ہے۔ لیکن جو اس کے کھانے کا عادی ہو اس کے لئے کوئی خرابی نہیں' اور حکیم جالینوس نے یک سالہ بکری کے بچہ کے گوشت کو کیموس محمود کے لئے معتدل غذاؤں میں سے شمار کیا ہے۔ اور مادہ بچہ نر سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ نسائی نے اپنی سنن میں نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((اَحْسِنُوْا اِلَی الْمَاعِزِ وَ اَمِیْطُوْا عَنْهَا الْاَذَی فَاِنَّهَا مِنْ دَوَّابِ الْجَنَّةِ۔))

"بکرے کی نگہداشت اچھی طرح کرو' اور اس سے تکلیف دور کرتے رہو' اس لئے کہ جنت کے چوپایوں میں سے ہے۔"[1]

اس حدیث کا ثبوت محل نظر ہے۔ اور اطباء نے اس کی مضرت کا جزئی حکم لگایا ہے' کلی عام حکم نہیں ہے۔ اور یہ مضرت معدہ کی قوت وضعف پر منحصر ہے' اور ضعیف مزاج والوں کی حیثیت سے ہے۔ جو اس کے عادی نہیں ہوتے بلکہ صرف ہلکی غذا استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور یہ شہر میں رہنے والے خوش حال لوگ ہیں۔ جن کی تعداد مختصر ہوتی ہے۔

بکری کے یک سالہ بچہ کو گوشت تقریباً معتدل ہوتا ہے۔ بالخصوص جب تک وہ دودھ پیتا رہے' اور ابھی جلدی کا پیدا نہ ہو' وہ زود ہضم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ابھی دودھ کی قوت موجود ہوتی ہے۔ پاخانہ نرم کرتا ہے۔ اکثر حالات میں اکثر لوگوں کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ اونٹ کے گوشت سے بھی زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ اور اس سے پیدا ہونے والا خون معتدل ہوتا ہے۔

گائے کا گوشت: سرد خشک ہوتا ہے دیر ہضم ہوتا ہے۔ معدہ سے دیر میں نیچے کی طرف اترتا ہے۔ سوداوی خون پیدا کرتا ہے۔ بڑے جفاکش اور محنتی لوگوں کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اس کو ہمیشہ استعمال کرنے سے سوداوی امراض جیسے برص' خارش' داد' جذام' فیل پا' کینسر' وسواس' چار روزہ بخار' اور بہت زیادہ ورم پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب بیماریاں اس شخص کو لاحق ہوتی ہیں جو اس کا عادی نہ ہو' اور نہ اس کی

---

[1] اس حدیث کے بارے میں معلومات نہ ہو سکی' شاید اس کو اپنی سنن "الکبریٰ" میں ذکر کیا ہو۔

مضرت کو مرچ سیاہ، لہسن، دار چینی اور سونٹھ وغیرہ سے دور کرے، سانڈ کے گوشت میں برودت کمتر ہوتی ہے۔ اور گائے میں خشکی کمتر ہوتی ہے۔ بچھڑے کا گوشت بالخصوص جب کہ بچھڑا فربہ ہو۔ نہایت معتدل، لذیذ، عمدہ اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ وہ گرم تر ہوتا ہے۔ اور عمدہ طریقہ سے جب ہضم ہو جائے تو اس کا شمار قوت بخش غذا میں ہوتا ہے۔

گھوڑے کا گوشت: صحیح بخاری میں اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اکرم اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہم نے گھوڑا ذبح کیا، اور اس کا گوشت کھایا۔[1]

اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے گھوڑے کے گوشت کھانے کی اجازت دی اور گدھوں کے گوشت سے روکا، ان دونوں روایتوں کو امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔[2]

مقدام بن معدیکرب کی یہ حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ آپ نے اس کا گوشت کھانے سے روکا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور دیگر محدثین رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔[3]

قرآن مجید میں گھوڑے کے ساتھ خچر اور گدھے کے ذکر سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ گدھے کا گوشت کا بھی اسی طرح حکم ہے، جس طرح سے کہ مال غنیمت میں گدھے کے حصہ کا وہ حکم نہیں ہے۔ جو گھوڑے کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی دو متماثل چیزوں کو ساتھ ساتھ بیان کرتا ہے۔ اور کبھی دو مختلف چیزوں کو ایک جگہ ذکر کرتا ہے۔ یہی اسلوب الٰہی ہے، اور ارشاد باری "لتر کبوھا" کہ اس کو بطور سواری استعمال کرو اس میں اس کے گوشت کھانے سے ممانعت کا کوئی ثبوت نہیں، اس لئے کہ علاوہ کسی دوسرے طریقہ منفعت سے روکنے کا بھی تو ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض اس کی منفعت کا ایک طریقہ سواری کرنے کا ذکر ہے نیز دونوں حدیثیں اس کے گوشت کو حلال قرار دینے کے لئے صحیح طور پر ثابت ہیں، جن کا کوئی معارض نہیں۔

گھوڑے کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ سودائی غلیظ پیدا کرتا ہے، لطیف المزاج لوگوں کے لئے اس

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۹/۵۵۹ میں کتاب الاطعمة کے باب لحوم الخیل کے تحت اور امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۱۹۴۲ میں کتاب الصید کے باب فی اکل لحوم الخیل کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۹/۵۵۹ میں اور امام مسلم نے ۱۹۴۱ میں حدیث جابرؓ سے اس کو بیان کیا ہے

[3] ابوداؤد رحمہ اللہ نے ۳۷۹۰ میں کتاب الاطعمة کے باب فی اکل لحوم الخیل کے تحت اس کو بیان کیا ہے اس کی سند میں بقیہ بن ولید ایک راوی ہے جو ضعفاء سے مدلس حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں صالح بن یحییٰ بن مقدام بن معدی کرب لین الحدیث راوی ہے یہ معنعن روایت کرتا ہے۔

کا استعمال ضرر رساں ہے۔ ان کو استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

اونٹ کا گوشت: اس بارے میں روافض اور اہل سنت کے درمیان اسی طرح کا اختلاف ہے۔ جیسے یہود اور اہل اسلام کے درمیان ہے۔ چنانچہ یہود و روافض اس کی مذمت کرتے ہیں۔ اور اس کو استعمال کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ اور دین اسلام میں اس کے گوشت کی حلت معلوم ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سفر اور حضر میں اس کو استعمال کیا ہے۔

اونٹ کے بچہ کا گوشت تمام گوشتوں میں لذیذ ترین' پاکیزہ تر اور مقوی ہے۔ بھیڑ کے گوشت کی طرح جو اس کا عادی ہو اس کو کبھی بھی کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔ اور اس کے استعمال سے کوئی بیماری بھی نہیں ہوتی' اور جن اطباء نے اس کی مذمت کی ہے۔ وہ صرف شہر میں رہنے والے ان خوشحال لوگوں کو مد نظر رکھ کر کہتے ہیں جو اس کے عادی نہیں ہوتے' اس لئے کہ اس میں حرارت و یبوست ہوتی ہے۔ سوداء پیدا کرتا ہے۔ دیر ہضم ہے۔ اس میں ناپسندیدہ قوت موجود ہوتی ہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے دو صحیح حدیثوں میں اس کے کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے[1] اور ان حدیثوں کا کوئی معارض نہیں اور نہ صرف ہاتھ دھونے سے اس کی تاویل بیان کرنی درست ہے۔

اس لئے کلام رسول میں وضو کے لفظ کے استعمال کا جو انداز ہے۔ اس کے یہ خلاف ہے' کیونکہ آپ نے بکری اور اونٹ کے گوشت کے استعمال کے حکم کو جدا جدا بیان کیا کہ بکری کے گوشت میں وضو اختیاری ہے کیجئے یا نہ کیجئے مگر اونٹ کے گوشت کے استعمال کرنے کے بعد وضو کرنا حتمی ہے۔ اگر لفظ وضوء کو صرف ہاتھ دھونے پر محمول کیا جائے تو پھر مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ[2] (کہ جو اپنی شرمگاہ

---

[1] اس کی تخریج گذر چکی ہے۔

[2] امام مالک رحمہ اللہ نے ۱/۴۲ میں احمد نے ۶/۴۰۶ میں' ابوداؤد رحمہ اللہ نے ۱۸۱ میں نسائی رحمہ اللہ نے ۱/۱۰۰ میں اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۴۷۹ میں' ترمذی نے ۸۲ میں حدیث بصرہ بنت صفوان سے اس کو روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ ایسی ہی ہے بہت سے حفاظ حدیث نے اس کو صحیح قرار دیا ہے لیکن اس حدیث کے حکم کو مندوب پر محمول کیا جائے گا یہی حنفیہ کا مذہب ہے اس لئے کہ وجوب سے ندب کی طرف پھیرنے والا سبب حدیث طلحہ بن علی میں موجود ہے کہ نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آدمی اپنی شرمگاہ کو چھوتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی جسم کا ایک حصہ ہے اس حدیث کو امام احمد نے ۴/۲۲' ۲۳ میں' ابوداؤد نے ۱۸۲ میں' ترمذی نے ۸۵ میں' نسائی رحمہ اللہ نے ۱/۳۸ میں' ابن ماجہ نے ۴۸۳ میں بیان کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہیں اس کو عمرو بن علی فلاس' ابن مدینی' طحاوی اور ابن حبان رحمہ اللہ نے ۲۰۷ میں اور ابن حزم رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

چھوئے اسے وضو کر لینا چاہئے)۔اس حدیث میں بھی لفظ وضو کو اسی پر محمول کرنا چاہئے' حالانکہ معاملہ یوں نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ اونٹ کا گوشت کھانے والا صرف ہاتھ ہی استعمال نہیں کرتا بلکہ ہاتھ سے اٹھا کر منہ میں رکھتا ہے۔اس لئے وضو سے صرف ہاتھ دھونا مراد لینا بے کار ہے بلکہ شارع علیہ السلام کے کلام کا ایسا معنی نکالنا ہے۔ جو اس کے معہود و مفہوم کے مخالف ہے۔ نیز اس کا معارضہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کا دو حکموں میں سے آخری حکم آگ پر پکائی چیزوں کے استعمال سے وضو نہ کرنا تھا۔

اس کی چند وجہیں ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے۔اور وضو کا حکم ان میں سے خاص ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ سبب مختلف ہے۔ چنانچہ اونٹ کے گوشت استعمال کرنے سے یہاں وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ گوشت خواہ تازہ ہو یا پختہ یا خشک ہو' اور وضو میں آگ کی تاثیر کا کوئی دخل نہیں' اور آگ پر پکے ہوئے گوشت کے استعمال سے وضو نہ کرنے کا جو حکم ہے' اس میں یہ وضاحت کرنی مقصود ہے کہ آگ وضو کا سبب نہیں ہے۔ پھر ان دونوں کے درمیان کیا مطابقت؟ یہاں تو ایک طرف وضو کے سبب کو ثابت کیا جا رہا ہے۔ کہ وہ اونٹ کے گوشت کا استعمال کرنا ہے۔ اور دوسری طرف وضو کے سبب کی نفی کی جا رہی ہے کہ آگ پر پکا ہوا ہونا وضو کا سبب نہیں ہو سکتا' لہٰذا اس وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ ان دونوں کے درمیان کسی طرح سے بھی کوئی تعارض نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ شارع علیہ السلام نے لفظ عام کی حکایت نہیں کی ہے۔ بلکہ دو حکموں میں سے ایک پر عمل کرنے کی خبر دی ہے۔

اور دونوں میں سے ایک دوسرے پر مقدم ہے۔ جس کی صراحت خود حدیث میں کی گئی ہے۔ کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اونٹ کا گوشت پیش کیا آپ نے اسے کھایا پھر نماز کا وقت ہو گیا' تو آپ نے وضو کر کے نماز ادا فرمائی پھر آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے کھایا اور وضو کئے بغیر نماز ادا کی' تو یہاں دو حکموں میں سے آخری حکم پکے ہوئے گوشت سے وضو نہ کرنا ثابت ہوا اسی طرح حدیث مروی ہے' مگر راوی نے مقام استدلال کی رعایت سے اس کو مختصر بیان کیا۔ اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اونٹ کے گوشت سے وضو کے حکم کو منسوخ کر دیا' یہاں تک کہ اگر لفظ وضو عام متاخر اور متقادم ہوتا پھر بھی اس کو منسوخ قرار دینا درست نہیں اور خاص کو عام پر مقدم کرنا ضروری ہوتا' اور

یہاں یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے۔

گوہ کا گوشت: اس کے گوشت کے حلال ہونے کے بارے میں حدیث پہلے گزر چکی ہے' اس کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ جماع کی خواہش کو ابھارتا ہے۔

ہرن کا گوشت: ہرن عمدہ قسم کا شکار ہے۔ اس کا گوشت بھی بہتر اور پسندیدہ ہوتا ہے یہ گرم خشک ہوتا ہے۔ بعضوں نے اس کو بہت زیادہ معتدل قرار دیا ہے۔ معتدل تندرست بدن والوں کے لئے نفع بخش ہے۔ ہرنی کے نوزائیدہ بچہ کا گوشت سب سے عمدہ ہوتا ہے۔

جوان ہرنی کا گوشت پہلے درجہ میں گرم خشک ہوتا ہے' بدن میں خشکی پیدا کرتا ہے' تر بدن والوں کے لئے موزوں ہے مصنف ''قانون'' شیخ نے بیان کیا کہ وحشی جانوروں میں سب سے عمدہ جواں سال ہرنی کا گوشت ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا میلان سوداء کی طرف ہوتا ہے۔

خرگوش کا گوشت: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔

((اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا فَسَعَوْا فِیْ طَلَبِهَا فَاَخَذُوْهَا فَبَعَثَ اَبُوْطَلْحَةَ بِوَرِکِهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَبِلَهٗ۔))

''ہم نے ایک خرگوش کو بھڑکا کر نکالا' لوگوں نے اس کا پیچھا کیا۔ اور اس کو پکڑ کر لائے' تو طلحہ نے اس کی سرین کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا' آپ نے اسے قبول فرما لیا''۔[1]

خرگوش کا گوشت معتدل ہوتا ہے۔ یبوست و حرارت کی طرف اس کا میلان معمولی طور پر ہوتا ہے۔ اس کے سرین کا گوشت سب سے عمدہ ہوتا ہے' اس کو بھون کر کھانا سب سے عمدہ طریقہ ہے' دست بستہ کرتا ہے' پیشاب آور ہے پتھری کو توڑ کر خارج کرتا ہے اس کے سر کو کھانا رعشہ کے لئے مفید ہے۔

گورخر کا گوشت: صحیحین میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آپ کے کسی عمرہ میں تھے' انہوں نے ایک نیل گائے کا شکار کیا تو آپ نے

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۵۷۰/۹ میں کتاب الصید کے باب الأرنب کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم ۱۹۵۳ میں کتاب الصید کے باب اباحة الارنب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس کے کھانے کا حکم دیا' حالانکہ سبھی لوگ حالت احرام میں تھے' صرف ابوقتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا۔[1]

سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا
کہ ہم نے غزوہ خیبر کے موقع پر گھوڑے اور نیل گائے کا گوشت کھایا۔[2]

نیل گائے کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے' اس میں غذائیت کافی ہوتی ہے' سوداوی غلیظ خون پیدا کرتا ہے' البتہ اگر اس کی چربی کو روغن قسط میں آمیز کر کے بطور طلاء استعمال کریں تو درد پشت اور گردہ کی ریاح غلیظہ کے لیے مفید ہے۔ اور اس کی چربی کو بطور طلاء استعمال کرنے سے جھائیں ختم ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ تمام وحشی جانوروں کا گوشت سوداوی خون غلیظ پیدا کرتا ہے' ہرن کا گوشت ان میں سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد خرگوش کا گوشت بہتر ہوتا ہے۔

پیٹ کے بچے کا گوشت: موزوں ومناسب نہیں ہوتا' کیونکہ جنین میں خون رکا رہتا ہے۔ مگر حرام نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((ذَكَاةُ الْجَنِيْنِ ذَكَاةُ أُمِّهِ۔))

''جنین کا ذبح اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے''۔[3]

اہل عراق نے اس کے گوشت کو کھانا ناجائز قرار دیا ہے' مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہو اور اس کو ذبح کیا گیا ہو تو جائز ہے۔ لوگوں نے اس حدیث کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا ذبیحہ اس کے ماں کے ذبیحہ کی طرح ہے' یہ لوگ اس حدیث کو تحریم کے لئے حجت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ استدلال باطل ہے۔ اس لئے کہ حدیث کے شروع میں یوں ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ ہم بکری ذبح کرتے ہیں تو ہم اس کے پیٹ میں بچہ

---

[1] اس کی تخریج حج کے بارے میں ہدایات نبوی کے بیان میں گذر چکی ہیں۔

[2] ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۳۱۹۱ میں کتاب الذبائح کے باب لحوم الخیل کے تحت اس کو بیان کیا ہے اس کی سند قوی ہے۔

[3] یہ حدیث اپنے مختلف طرق وشواہد کی بنیاد پر صحیح ہے۔ اس کو حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد نے ۲۸۲۷ میں' احمد نے ۳/۳۱' ۳۹' ۴۵' ۵۳ میں اور ابن ماجہ نے ۳۱۹۹ میں ترمذی نے ۱۴۷۶ میں روایت کیا ہے۔ اور اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے ۱۰۷۷ میں اس کو حسن کہا ہے۔ اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' ابوہریرہ ابن عمر رضی اللہ عنہ' ابوایوب رضی اللہ عنہ' ابن مسعود رضی اللہ عنہ' ابن عباس رضی اللہ عنہ' کعب بن مالک ابو درداء رضی اللہ عنہ' اور ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان تمام روایتوں کو حافظ زیلعی نے ''نصب الرایۃ'' ۴/۱۸۹' ۱۹۱ میں بیان کیا ہے۔

پاتے ہیں اسے ہم کھائیں یا نہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کو کھا سکتے ہو اس لئے کہ اس کا ذبیحہ اس کی ماں کا ذبیحہ ہے۔

قیاس بھی اس کی حلت کا مقتضی ہے' اس لئے کہ بچہ جب تک حمل میں ہوتا ہے وہ اپنی ماں ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے' اس لئے ماں کا ذبح اس کے تمام اجزاء کا ذبح ہو گیا۔ اسی کی طرف شارع علیہ السلام نے اپنے قول سے اشارہ فرمایا ہے کہ "ذکاته ذکاة امه" کہ اس کی ماں کا ذبح اس کا ذبح ہے۔

جس طرح کہ جانور کے ذبح سے اس کا ہر جز ذبح ہو جایا کرتا ہے' اگر اس کے گوشت کے کھانے کے بارے میں کوئی صریح حدیث وارد نہ ہوتی پھر بھی صحیح قیاس اس کے حلال ہونے کا مقتضی ہوتا۔

خشک گوشت سنن ابوداؤد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔

((ذَبَحْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً وَنَحْنُ مُسَافِرُوْنَ' فَقَالَ اَصْلِحْ لَحْمَهَا' فَلَمْ اَزَلْ اُطْعِمُهُ مِنْهُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔))

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک بکری ذبح کی' ہم مسافر تھے آپ نے فرمایا کہ اس کے گوشت کو درست کر لو چنانچہ گوشت خشک کر لیا گیا' اور ہم مدینہ تک برابر کھاتے رہے۔[1]

خشک گوشت نمک سود[2] گوشت سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ بدن کو تقویت بخشتا ہے خارش پیدا کرتا ہے۔ ٹھنڈے تر مسالوں سے اس کا ضرر دور کیا جاتا ہے۔ گرم مزاج کے لوگوں کے لئے موزوں ہے۔ اور نمک سود گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ خشکی پیدا کرتا ہے فربہ اور تازہ جانور کے گوشت کا نمک سود سب سے عمدہ ہوتا ہے' درد قولنج کے لئے مضر ہے۔ دودھ اور روغن میں ملا کر اس کے پکانے سے اس کی مضرت ختم ہو جاتی ہے۔ گرم تر مزاج والوں کے لئے عمدہ ہوتا ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ۲۸۱۴ میں کتاب الاضاحی کے باب فی المسافر یضحی کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ۱۹۷۵ میں کتاب الاضاحی کے باب بیان ما کان من النهی عن لحوم الاضاحی کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

[2] گذشتہ صفحات میں نمک سود کی تشریح گذر چکی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

116- فصل

پرندوں کے گوشت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

((وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ۔)) [واقعہ :۲۱]

''اور چڑیا کا گوشت جس کو وہ پسند کریں گے' (لائیں گے)''

اور مسند بزار وغیرہ میں مرفوعاً روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّكَ لَتَنْظُرُ اِلَى الطَّيْرِ فِي الْجَنَّةِ فَتَشْتَهِيهِ فَيَخِرُّ مَشْوِيًّا بَيْنَ يَدَيْكَ۔))

''بے شک تم جنت میں چڑیوں کی طرف دیکھو گے' تو اس کی خواہش ہوگی' اتنے میں وہ بھنی ہوئی تمہارے سامنے پڑی ہوگی۔'' [1]

پرندوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں- حرام اور حلال

حرام پنجے والی ہوتی ہیں' جو پنجے سے شکار کرتی ہیں' جیسے باز' شاہین اور شکرا حرام چڑیوں میں سے بعض مردار کھاتی ہیں جیسے گدھ' کرگس' لقلق' چیل' کوا سفید و سیاہ اور کوا سیاہ' ان میں سے بعض کو مارنا ممنوع ہے۔ جیسے ہدہد' لٹورا' اور ان میں سے بعض کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے زاغ وزغن۔

حلال پرندے بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں' ان میں سے ایک مرغی ہے' چنانچہ اس کے بارے میں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ابوموسیٰ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا۔ [2]

مرغی کا گوشت پہلے درجہ میں گرم تر ہوتا ہے۔ معدہ پر ہلکا ہوتا ہے۔ زود ہضم ہے۔ اس سے عمدہ خلط پیدا ہوتی ہے۔ دماغ اور منی میں اضافہ ہوتا ہے' آواز صاف کرتا ہے۔ خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔ عقل کو

---

[1] مؤلف نے ''حادی الارواح'' ص ۱۱۹ میں ابن کثیر نے ۴/۲۸۷ میں حسن بن عرفہ کی سند سے اس کی تخریج کی ہے جو یوں ہے حدثنا خلف بن خليفة عن حميد الاعرج عن عبدالله بن الحارث عن ابن مسعود اور حمید بن اعرج کو بہت سے ناقدین حدیث نے ضعیف قرار دیا۔ اور ابن حبان نے بیان کیا کہ وہ ابن حارث کے واسطہ ابن مسعود سے ایک نسخہ روایت کرتے جو سب کی سب موضوع ہیں۔

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۹/۵۵۶' ۵۵۷ میں کتاب الذبائح کے باب الدجاج کے تحت اور امام مسلم نے ۱۶۴۹ (۹)

تقویت بخشتا ہے۔ صالح خون پیدا کرتا ہے' رطوبت کی طرف مائل ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کو ہمیشہ کھانے سے نقرس کی بیماری ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ خیال باطل ہے۔ اس کا کوئی بھی ثبوت نہیں۔

مرغ کا گوشت: مزاج کے اعتبار سے بہت زیادہ گرم ہوتا ہے' اور نسبتاً رطوبت اس میں کم ہوتی ہے۔ پرانے مرغ کا گوشت ایک مفید دوا کا کام کرتا ہے۔ اگر اس کو تخم معصفر اور سوئے کے ساگ کے پانی کے ساتھ پکا کر استعمال کریں' تو قولنج' شکم کی سوجن اور ریاح غلیظ کے لئے بے حد مفید ہوتا ہے۔ اور اس کا خصیہ غذا کے اعتبار سے عمدہ اور زود ہضم ہوتا ہے۔ چوزے کا گوشت تو بہت زیادہ زود ہضم ہوتا ہے' پاخانہ نرم کرتا ہے۔ اور اس سے پیدا ہونے والا خون عمدہ لطیف ہوتا ہے۔

تیتر کا گوشت: دوسرے درجہ میں گرم خشک ہوتا ہے ہلکا اور زود ہضم ہوتا ہے۔ معتدل خون پیدا کرتا ہے' اس کا بکثرت استعمال نگاہ کو تیز کرتا ہے۔

چکور کا گوشت: عمدہ خون پیدا کرتا ہے' زود ہضم ہوتا ہے۔

مرغابی کا گوشت: گرم خشک ہوتا ہے' اس کا عادی بننا برا ہے' اس سے خراب تغذیہ ہوتا ہے۔ البتہ اس میں بہت زیادہ فضولات نہیں ہوتے۔

بطخ کا گوشت: گرم تر ہوتا ہے' اس کے کھانے سے فضولات کی کثرت ہوتی ہے دیر ہضم ہے۔ اور معدہ کے لئے بھی مناسب نہیں۔

سرخاب کا گوشت: سنن ابوداؤد میں حدیث بریہ بن عمر بن سفینہ سے مذکور ہے' جس کو انہوں نے اپنے باپ عمر سے اور ان کے دادا سفینہ سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا۔[1]

سرخاب کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے' دیر ہضم ہوتا ہے۔ جفاکش اور محنتی لوگوں کے لئے نفع بخش ہے۔

سارس کا گوشت: خشک اور معدہ پر ہلکا ہوتا ہے' اس کی برودت وحرارت کے بارے میں اطباء مختلف ہیں۔ سوداوی خون پیدا کرتا ہے' محنت ومشقت کرنے والے جفاکش لوگوں کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کو ذبح کر کے ایک یا دو دن تک چھوڑ دیا جائے پھر کھایا جائے۔

---

[1] ابوداؤد رحمہ اللہ نے سنن ابوداؤد ۳۷۹۷ میں اور امام ترمذی نے جامع ترمذی ۱۸۲۹ میں اس کو بیان کیا ہے' اس کی سند ضعیف ہے۔

گورے اور چنڈال کا گوشت: اس بارے میں نسائی نے اپنی سنن میں عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ اِنْسَانٍ یَقْتُلُ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهٗ بِغَیْرِ حَقِّهٖ اِلَّا سَاَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهَا قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَقُّهٗ؟ قَالَ تَذْبَحُهٗ فَتَاْکُلُهٗ وَلَا تَقْطَعُ رَاْسَهٗ وَ تَرْمِیْ بِهٖ۔))

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی گورے یا اس سے بڑی کوئی چڑیا ناحق مارے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں سوال کرے گا' آپ سے دریافت کیا گیا کہ اے رسول اللہ اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس کو ذبح کر کے کھاؤ۔ اور اس کا سر کاٹ کر پھینکا نہ کرو'' [1]

سنن نسائی میں عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا عَبَثًا عَجَّ اِلَی اللّٰهِ یَقُوْلُ یَارَبِّ اِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِیْ عَبَثًا وَلَمْ یَقْتُلْنِیْ لِمَنْفَعَةٍ۔))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی گورے کو بلاضرورت مارا تو وہ دربار الٰہی میں فریاد کرے گا' اور کہے گا اے میرے رب فلاں نے مجھے بلاضرورت قتل کیا تھا' کسی نفع کے لئے مجھے نہیں مارا'' [2]

اس کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ دست بستہ کرتا ہے' قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔ اس کا شوربہ پاخانہ نرم کرتا ہے۔ جوڑوں کے درد کے لئے مفید ہے۔ اگر اس کا مغز دماغ سونٹھ اور پیاز کے ساتھ پکا کر استعمال کیا جائے تو جماع کی خواہش کو ابھارتا ہے' اور اس سے خراب خلط پیدا ہوتی ہے۔

---

[1] نسائی رحمہ اللہ نے ۷/۲۰۷ میں کتاب الصید کے باب اباحة اکل العصافیر کے تحت اور ۷/۲۳۹ میں باب من قتل عصفورا بغیر حقها کے تحت اور شافعی رحمہ اللہ نے ۲/۲۳۹' ۲۴۰ میں امام احمد رحمہ اللہ نے ۶۵۵۰' ۶۵۵۱ میں دارمی نے ۲/۸۴ میں' طیالسی نے ۲۲۷۹ میں حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اس کی سند میں صہیب مولی ابن عامر کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ بقیہ راوی ثقہ ہیں لیکن اس کی شاہد حدیث ابن شرید عن ابیہ ہے جو آگے آ رہی ہے۔ اس سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

[2] امام احمد نے ۴/۳۸۹ میں' نسائی نے ۷/۲۳۹ میں اس کو بیان کیا ہے' صالح بن دینار کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں کیونکہ ابن حبان کے علاوہ صالح کو کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا لیکن حدیث اپنی پہلی والی حدیث کی تائید سے حسن ہو جاتی ہے۔

کبوتر کا گوشت: گرم تر ہوتا ہے' جنگلی کبوتر میں رطوبت کمتر ہوتی ہے' اس کے چوزوں میں بہت زیادہ رطوبت ہوتی ہے' گھریلو اڑنے کے قابل چوزوں کا گوشت بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اس میں غذائیت عمدہ ہوتی ہے' نر کبوتر کا گوشت فالج' عضو کی بے حسی' سکتہ' اور رعشہ کے لئے شفا ہے اسی طرح اس کے سانسوں کی بو سونگھنے سے فائدہ ہوتا ہے' اور اس کے چوزوں کے کھانے سے عورتوں کو جلد حمل قرار پاتا ہے۔

گردہ کے لئے مفید ہے' خون زیادہ کرتا ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے ایک باطل حدیث روایت کی گئی ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنہا ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ کبوتری کو ساتھی بنالو۔[1]

اس حدیث سے بہتر تو یہ حدیث ہے' جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک کبوتری کا پیچھا کر رہا ہے' آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان شیطانہ کا پیچھا کر رہا ہے۔[2]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں کتوں کو مارنے اور کبوتر کے ذبح کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

تیتر کا گوشت: خشک ہوتا ہے' اس کے کھانے سے سوداء پیدا ہوتا ہے' اسہال روکتا ہے' بدترین غذا ہے۔ صرف استسقاء کی بیماری کے لئے مفید ہے۔

بٹیر کا گوشت: گرم خشک ہوتا ہے۔ جوڑوں کے درد کے لئے نافع ہے' حرارت جگر کے لئے مضر ہے۔ سرکہ اور دھنیا کے استعمال کرنے سے اس کی مضرت جاتی رہتی ہے۔ ایسی چڑیوں کے گوشت کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے' جو گندے مقامات پر رہتی ہیں' اور کھنڈرات میں اپنا بسیرا کرتی ہیں۔ تمام پرندوں کا گوشت چوپایوں کے مقابل زود ہضم ہوتا ہے' اور گردن اور بازو کا گوشت تو زود ہضم ہوتا ہے۔ مگر اس میں غذائیت کم تر ہوتی ہے۔ اور پرندوں کا مغز دماغ چوپایوں کے مقابل زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔

ٹڈی: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے' انہوں نے بیان کیا کہ

((غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ۔))

---

[1] مولف کی کتاب المنار المنیف ص ۱۰۶ ملاحظہ کیجئے۔

[2] امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ۴۹۴۰ میں کتاب الادب باب اللعب بالحمام کے تحت اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۳۷۶۵ میں' امام احمد رحمہ اللہ نے ۲/۳۴۵' اور امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد نمبر ۱۳۰۰ میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے ۲۰۰۶ میں اس کو صحیح کہا ہے۔

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی' اور ٹڈی کھائی''۔[1]

مسند میں عبداللہ بن ابی اوفی ہی سے روایت ہے۔

((اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَ دَمَانِ الْحُوْتُ وَ الْجَرَادُ وَ الْكَبِدُ وَ الطِّحَالُ.))

''ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کیئے گئے' ٹڈی' مچھلی اور جگر اور طحال''۔

اس حدیث کو مرفوعا روایت کیا گیا اور عبداللہ بن عمر پر موقوفا بھی مروی ہے۔[2] ٹڈی گرم خشک ہے' اس میں غذائیت کم ہوتی ہے' ہمیشہ اس کو کھانے سے لاغری پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کی دھونی دی جائے تو سلس البول اور پیشاب کی پریشانی کو ختم کرتی ہے۔ بالخصوص عورتوں کے لئے یہ بہت زیادہ مفید ہے۔ بواسیر میں بھی اس کی دھونی دی جاتی ہے اور بچھو کے ڈنک مارنے پر فربہ ٹڈیوں کو بھون کر کھایا جاتا ہے۔ مرگی کے مریضوں کے لئے نقصان دہ ہے' خراب خلط پیدا کرتی ہے۔ بلا وجہ اس کے مردار کے حلال ہونے میں دو قول ہیں۔ جمہور اس کو حلال قرار دیتے ہے' اور امام مالک نے اس کو حرام بتایا ہے۔ اگر یہ کسی سبب سے جیسے اچانک جھپٹنے یا جلانے وغیرہ سے مر جائے تو اس کے مردار کے مباح ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔[3]

117- فصل

مناسب ہے کہ ہمیشہ گوشت خوری کی عادت نہ ڈالی جائے' اس لئے کہ اس سے دموی امراض اور امتلائی بیماریاں اور تیز قسم کے بخار ہوتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گوشت کا استعمال ذرا سنبھل کر کرو' اس لئے کہ اس کی خواہش شراب کی طرح ہوتی ہے۔ اس کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔[4] بقراط نے لکھا ہے کہ اپنے شکم کو جانوروں کا قبرستان نہ بناؤ۔

دودھ: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کے متعلق فرمایا:

1۔ اس حدیث کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔

2۔ اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔ اس کا موقوف ہونا صحیح ہے مگر یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ اس جیسی بات رائے اور قیاس سے نہیں کہی جا سکتی۔

3۔ ملاحظہ کیجئے ابن قدامہ مقدسی کی کتاب ''المغنی'' ۸/۵۷۲' ۵۷۳

4۔ امام مالک رحمہ اللہ نے موطا ۲/۹۳۵ میں کتاب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب ماجاء فی اکل اللحم کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں انقطاع ہے۔

((وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُوْنِهٖ مِنْ م بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشَّارِبِيْنَ۔)) [نحل :۶۶]

''ان جانوروں میں تمہارے لئے عبرت ہے۔ ان کے شکم میں جو گوبر اور خون ہے' اس کے درمیان میں سے خالص اور پینے والوں کے لئے خوشگوار دودھ ہم تم کا پلاتے ہیں''۔

اور جنت کے متعلق فرمایا:

((فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِنْ مَّآءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ۔)) [محمد:۱۵]

''اس (جنت) میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہونگی جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا۔ اور بہت سی نہریں ایسے دودھ کی ہوں گی' جن کا ذائقہ ذرا بھی نہ بدلے گا''۔

سنن میں مرفوع سند سے مروی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَارْزُقْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنِّيْ لَا اَعْلَمُ مَا يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنَ۔))

''جس کو اللہ کھانا کھلائے اسے کہنا چاہئے کہ اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت عطا فرما اور اس میں سے بہتر رزق ہمیں دے' اور جس کو اللہ دودھ پلائے اسے کہنا چاہئے کہ اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت عطا کر اور اس کو زیادہ کر اس لئے کہ میں دودھ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں جانتا' جو کھانے پینے دونوں کے لئے کافی ہوتی ہے''[1]۔

دودھ اگرچہ دیکھنے میں بسیط معلوم ہوتا ہے' مگر وہ درحقیقت تین جوہروں سے طبعی طور پر مرکب ہے۔

پنیر' گھی اور پانی: پنیر بارد رطب ہوتا ہے' بدن کو غذائیت بخشتا ہے' اور گھی حرارت و رطوبت میں معتدل ہے۔ تندرست' انسانی جسم کے لئے موزوں ہے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ اور پانی' گرم اور تر ہوتا ہے۔ اسہال لاتا ہے۔ بدن کو تازگی بخشتا ہے اور دودھ مجموعی طور پر اعتدال سے بھی زیادہ سرد اور تر ہوتا ہے' بعض لوگوں کا قول ہے کہ دودھ دوہنے کے وقت اس کی حرارت و رطوبت بڑھی ہوتی ہے۔ بعضوں نے اس کو برودت و رطوبت میں معتدل قرار دیا ہے۔

---

[1] اس حدیث کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔ یہ حسن ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کو بیان کیا ہے۔

بہترین دودھ تھن سے نکالا ہوا تازہ ہوتا ہے' جیسے جیسے وقت گزرتا ہے' اس میں نقص پیدا ہوتا جاتا ہے' تھن سے دودھ نکالنے کے وقت اس میں برودت کمتر ہوتی ہے' اور رطوبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ترش دودھ اس کے برخلاف ہوتا ہے۔ پیدائش کے چالیس دن کے بعد والا دودھ سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ جس دودھ میں بہت زیادہ سفیدی ہو تو وہ بہت خوب ہوتا ہے۔ اور اس کی بو بھی خوشگوار ہوتی ہے' اور لذیذ ہوتا ہے' اس میں معمولی شیرینی پائی جاتی ہے' اور معتدل چکنائی ہوتی ہے' رقت وغلظت میں بھی معتدل ہوتا ہے۔ تندرست جوان جانور سے لیا گیا ہو۔ جس کا گوشت معتدل ہو' اور اس کا چارہ اور پانی بھی معتدل ہو۔

دودھ عمدہ خون پیدا کرتا ہے۔ خشک بدن کو شاداب بناتا ہے' بہترین غذائیت مہیا کرتا ہے۔ وسواس رنج وغم اور سوداوی بیماریوں کے لئے بہت زیادہ نفع بخش ہے۔ اور اگر اس میں شہد ملا کر پیا جائے تو اندرونی زخموں کو متعفن اخلاط سے بچاتا ہے' شکر کے ساتھ اس کے پینے سے رنگ نکھرتا ہے' تازہ دودھ جماع کے ضرر کی تلافی کرتا ہے' سینے اور پھیپھڑے کے لئے موافق ہوتا ہے' سل (آنکھ کی ایک بیماری جس میں آنکھ پر پردہ پڑ جاتا ہے) کے مریضوں کے لئے عمدہ غذا ہے۔ البتہ سر' معدہ' جگر اور طحال کے لئے ضرر رساں ہے' اس کا زیادہ استعمال دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے نقصان دہ ہے' اسی لئے دودھ پینے کے بعد کلی کرنا چاہئے' چنانچہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دودھ پیا پھر پانی طلب فرمایا۔ اور کلی کیا' پھر فرمایا کہ دودھ میں چکنائی ہوتی ہے۔[1]

بخار زدہ لوگوں کے لئے مضر ہے اسی طرح سر درد والوں کو بھی نقصان دیتا ہے' دماغ اور کمزور سر کے لئے تکلیف دہ ہے' اس کو ہمیشہ استعمال کرنے سے کورچشمی اور شب کوری پیدا ہوتی ہے' جوڑوں میں درد اور جگر کے سدے پیدا ہوتے ہیں' معدہ اور احشاء میں اپھارہ ہوتا ہے۔ شہد اور سونٹھ کے مربہ سے اس کی اصلاح کی جاتی ہے' یہ تمام بیماریاں اس کو لاحق ہوتی ہیں جو اس کا عادی نہ ہو۔

بھیڑ کا دودھ: سب سے گاڑھا اور مرطوب ہوتا ہے' اس میں ایسی چکنائی اور بو ہوتی ہے۔ جو بکری اور گائے کے دودھ میں نہیں ہوتی' یہ فضولات بلغمی پیدا کرتا ہے اس کو ہمیشہ استعمال کرنے سے جلد میں سفیدہ پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں پانی ملا کر پینا چاہئے' تاکہ جسم کو اس کا کمتر حصہ ملے'

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۱/۲۷ میں کتاب الوضوء کے باب هل يمضمض من اللبن کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم ۳۵۸ میں کتاب الحیض کے باب نسخ الوضوء مما مست النار کے تحت حدیث ابن عباس سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

تشنگی کے لئے تسکین بخش ہے۔ اس میں برودت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

بکری کا دودھ: لطیف معتدل ہوتا ہے۔ اور مسہل ہوتا ہے' خشک بدن کو شاداب بناتا ہے۔ حلق کے زخموں اور خشک کھانسی کے لئے بے حد مفید ہے' اور نفث الدم کو ختم کرتا ہے۔

دودھ عمومی طور پر جسم انسانی کے لئے نفع بخش مشروب ہے' اس لئے کہ اس میں غذائیت اور خون کی افزائش ہوتی ہے۔ اور بچپن ہی سے انسان اس کا خوگر ہوتا ہے' اور یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِیَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ بِقَدَحٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّ قَدَحٍ مِّنْ لَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَیْهِمَا ثُمَّ اَخَذَ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِیْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ۔))

"شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کے پاس شراب کا ایک پیالہ اور دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا آپ نے دونوں کو دیکھا' پھر دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا' اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے' جس نے آپ کی رہنمائی فطرت کی جانب فرمائی' اگر آپ شراب کا پیالہ اٹھا لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی"۔[1]

ترش دودھ دیر میں آنتوں کو چھوڑتا ہے' خلط خام پیدا کرتا ہے۔ اس کو گرم معدہ ہی ہضم کرتا ہے۔ اور اسی کے لئے یہ مفید بھی ہے۔

گائے کا دودھ: بدن کو غذا دیتا ہے' اور اس کو شاداب بناتا ہے' اعتدال کے ساتھ اسہال لاتا ہے۔

گائے کا دودھ سب سے معتدل ہوتا ہے' اور اس میں رقت و غلظت اور چکنائی بکری اور بھیڑ کے دودھ کے مقابل عمدہ ہوتی ہے۔ سنن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت مذکور ہے کہ تم لوگ گائے کا دودھ استعمال کرو' اس لئے کہ یہ ہر درخت سے غذا حاصل کرتی ہے۔[2]

اونٹنی کا دودھ: فصل کے شروع ہی میں اس کے فوائد کا ذکر ہو چکا ہے' یہاں پر دوبارہ اس کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

---

[1] اس کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔

[2] اس کو اصحاب سنن میں سے کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے' یہ محض مؤلف رحمہ اللہ کا وہم ہے۔ البتہ یہ حدیث مستدرک ۷/ ۱۹۷ میں مذکور ہے' یہ حدیث حسن ہے۔

لبان (کندر): اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث وارد ہے' جس میں آپ نے فرمایا:

((بَخِّرُوْا بُیُوْتَکُمْ بِاللُّبَانِ وَ الصَّعْتَرِ۔))

''اپنے گھروں کو کندراا ور صعتر (پہاڑی پودینہ) کی دھونی دو''۔

لیکن یہ حدیث نبی ﷺ سے صحیح طور پر ثابت نہیں ہے' البتہ حضرت علیؓ سے روایت کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے نسیان کی شکایت کی آپ نے اس سے فرمایا کہ کندر استعمال کیا کرو۔ اس لئے کہ اس سے دل مضبوط ہوتا ہے۔ اور نسیان ختم ہو جاتا ہے' عبداللہ بن عباس ﷺ سے منقول ایک اثر ہے کہ اس کو شکر کے ساتھ نہار منہ استعمال کرنا' پیشاب اور نسیان کے لئے مفید ہے' حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے کہ ان سے ایک شخص نے نسیان کی شکایت تو انہوں نے فرمایا کہ کندر استعمال کیا کرو۔ اس کو رات میں بھگو دو اور صبح بیدار ہو کر نہار منہ اس کا مشروب پیو اس لئے کہ یہ نسیان کے لئے بہت عمدہ ہوتا ہے۔

اسکا طبعی سبب ظاہر ہے' اسلئے کہ نسیان اگر کسی سوء مزاج بارد رطب کو لاحق ہو تو وہ اسکے دفاع پر غالب رہتا ہے۔ چنانچہ مریض جو کچھ دیکھتا ہے' محفوظ نہیں رکھ پاتا' لہٰذا کندر اس کیلئے بے حد مفید ہوگا' لیکن اگر نسیان کسی عارضی چیز کے غلبہ کے سبب سے ہو' تو اسکے مرطبات کے استعمال کے ذریعہ دور کرنا' آسان ہوتا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ خشکی کی وجہ سے نسیان ہوگا تو نیند نہ آئے گی' ماضی کی باتیں یاد ہوں گی' مگر حالیہ باتیں یاد نہ رہیں گی' اور اگر نسیان رطوبت کے سبب سے ہو تو اسکے برعکس ہوگا۔

بعض چیزیں خاص طور پر نسیان پیدا کرتی ہیں' جیسے گدی کے گڈھے پر پچھنا لگوانا' سبز دھنیا کا بکثرت استعمال' ترش سیب کھانا' رنج وغم کی کثرت' ٹھہرے ہوئے پانی میں دیکھنا اور اس میں پیشاب کرنا' سولی دیئے ہوئے شخص کی طرف دیکھنا' قبروں کی تختیوں کو بار بار پڑھنا اونٹ کی دو قطاروں کے درمیان چلنا' حوض میں جوں ڈالنا' اور اسی طرح چوہے کا پسماندہ کھانا یہ ساری باتیں تجربہ کی بنیاد پر بیان کی گئی ہیں۔[1]

الغرض کندر دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہوتا ہے' اس میں معمولی قبض ہوتا ہے۔

---

[1] یہ مسمریزم کا طریقہ علاج ہے' جو عوام میں مروج ہے اور وہم کے غلبہ کی شدت کی بنیاد پر لوگ اسے تجربہ قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف پر رحم فرمائے کہ بہت مدت تک ان جیسی چیزوں سے بچے رہے۔

اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں' مضرت کم ہے' کندر خون بہنے اور خون آنے سے روکتا ہے۔ درد معدہ کو دور کرتا ہے۔ غذا ہضم کرتا ہے۔ دست آور ہے' ریاح کو دور کرتا ہے۔ آنکھ کے زخموں کو جلا بخشتا ہے' ہر قسم کے زخموں میں گوشت دوڑاتا ہے کمزور معدہ کو تقویت بخشتا ہے' اور اس میں گرمی پیدا کرتا ہے' بلغم کو خشک کرتا ہے' اور سینے کی رطوبات کو صاف کرتا ہے' کورچشمی کو دور کرتا ہے۔ خراب قسم کے زخموں کو پھیلنے سے روکتا ہے۔ اگر اس کو تنہا یا صعتر فارسی (پہاڑی پودینہ) کے ساتھ چبایا جائے تو بلغم کو خارج کرتا ہے' زبان کی بندش کو ختم کرتا ہے۔ ذہن کو بڑھاتا ہے' اور اس کو تیز کرتا ہے۔ اگر اس کی بھاپ کی دھونی دی جائے تو وباء میں سفید ہوتا ہے۔ ہوا کو آلائش سے صاف کر کے خوشگوار کرتا ہے۔

''حرف میم''

ماء (پانی): یہ زندگی کا مادہ اور مشروبات کا سردار ہے' عناصر اربعہ میں سے ایک بلکہ اس کا اصلی رکن ہے۔ اس لئے کہ آسمان اس کے بخار سے پیدا کئے گئے اور زمین کی تخلیق اس کے جھاگ سے عمل میں آئی اور ہر جاندار چیزوں کو اللہ نے پانی ہی سے بنایا۔

پانی کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ غذا کا کام کرتا ہے۔ یا صرف غذا کے نفوذ کا ذریعہ ہے؟ اس سلسلے میں دو قول ہیں۔ جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور ہم اس کی دلیل اور اس سے راجح قول کا ذکر بھی کر چکے ہیں۔ پانی سرد تر ہوتا ہے۔ حرارت کو ختم کرتا ہے' بدن کی رطوبات کا محافظ ہے۔ اور جو رطوبات تحلیل ہو جاتی ہیں۔ اس کی تلافی کرتا ہے۔ غذا کو لطیف بناتا ہے۔ اور اس کو بدن کی رگوں میں پہنچاتا ہے۔ پانی کی خوبی دس طریقوں سے معلوم کی جاتی ہے۔

۱۔ رنگ دیکھ کر معلوم کی جاتی ہے کہ وہ صاف ستھرا ہے۔

۲۔ بو سے معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کوئی دوسری بو نہیں ہونی چاہیئے۔

۳۔ ذائقہ سے معلوم پڑتی ہے' کہ وہ شیریں اور لذیذ ہو جیسے نیل اور فرات کا پانی ہوتا ہے۔

۴۔ اس کے وزن سے جان لی جاتی ہے کہ وہ ہلکا ہو اور اس کا قوام لطیف ہو'

۵۔ اس کی خوبی اس کی گزرگاہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اس کا راستہ اور گزرگاہ عمدہ ہے۔

۶۔ منبع سے کہ اس کے پانی نکلنے کی جگہ دور ہے۔

۷۔ دھوپ اور ہوا کے اس پر گزرنے سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ زمین دوز نہ ہو جہاں دھوپ اور ہوا کا گزر نہ ہو سکے۔

۸۔ اس کی حرکت سے کہ وہ تیزی کے ساتھ بہتا ہے۔

۹۔ اس کی کثرت سے معلوم کی جاتی ہے کہ وہ اتنا زیادہ ہو کہ جو فضلات اس سے ملے ہو کے ہوں' ان کو دور کر سکے۔

۱۰۔ اس کے بہاؤ کے رخ سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ شمال سے جنوب کی طرف یا مغرب سے مشرق کی جانب جاری ہو۔

اگر ان خوبیوں کو دیکھا جائے تو یہ پورے طور پر صرف چار ہی دریا میں پائی جاتی ہیں۔ دریائے نیل' دریائے فرات' سیحون اور جیحون۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے' انہوں نے بیان کیا:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَيْحَانُ وَ جَيْحَانُ وَ النِّيْلُ وَالْفُرَاتُ كُلٌّ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سیحون' جیحون' نیل اور فرات سب جنت کی نہروں میں سے ہیں''۔[1]

پانی کے ہلکے ہونے کا اندازہ تین طریقے سے کیا جاتا ہے:

۱۔ پانی سردی اور گرمی سے بہت متاثر ہو اور ان کو بہت جلد قبول کر لے' چنانچہ بقراط حکیم کا بیان ہے کہ جو پانی جلد گرم ہو جائے اور جلد ہی ٹھنڈا بھی ہو جائے وہی سب سے ہلکا ہوتا ہے۔

۲۔ میزان سے اس کا اندازہ کیا جاتا ہے۔

۳۔ دو مختلف قسم کے پانی میں دو ہموزن روئی کے پھائے بھگوئے جائیں' پھر ان کو پورے طور پر خشک کر کے وزن کیا جائے تو جو سب سے ہلکا ہوگا۔ اس کا پانی بھی اسی طرح ہلکا ہوگا

پانی اگرچہ حقیقتاً سرد تر ہے۔ مگر اس کی قوت کسی ایسے عارضی سبب سے متغیر و منتقل ہوتی رہی ہے۔ جو اس کے تغیر کا موجب بنتا ہے۔ اس لئے کہ جس پانی کا شمالی حصہ کھلا ہوا اور دوسرے حصہ پر چھپا ہوا ہو وہ ٹھنڈا ہوتا ہے' اور اس میں معمولی خشکی ہوتی ہے جو شمالی ہوا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے' اسی طرح دوسری سمتوں کے پانی کا حکم ہے۔

---

[1] امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۸۳۹ میں کتاب الجنة و صفة نعیمها کے باب مافی الدنیا من انهار الجنة کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے وہم کی بنیاد پر اس کو امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

اور کان سے نکلنے والا پانی اسی کان کی طبعیت کے مطابق ہوگا' اور اسی انداز کا اثر بدن پر نمایاں ہوگا۔ شیریں پانی مریضوں اور تندرست لوگوں کے لئے مفید ہے۔ ٹھنڈا پانی اور بھی زیادہ مفید اور لذیذ ہوتا ہے۔ اس کو نہار منہ اور جماع کرنے کے بعد پینا مناسب نہیں' اسی طرح نیند سے بیدار ہونے کے بعد۔ جماع کے بعد اور تازہ پھل کھانے کے بعد اس کو پینا نہیں چاہئے۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

لیکن اگر کھانے کے بعد پانی کی ضرورت محسوس ہو تو متعین مقدار میں پینا چاہئے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں' البتہ زیادہ پینا مضر ہے۔ اگر پانی کی چسکی لے تو یہ کبھی بھی نقصان نہیں کرے گا۔ بلکہ معدہ کو تقویت بخشے گا اور شہوت کو ابھارے گا۔ اور تشنگی ختم کرے گا۔

نیم گرم پانی اپھارہ پیدا کرتا ہے۔ اور مذکورہ فوائد کے برخلاف اثرات دکھلاتا ہے' باسی نیم گرم پانی تازہ سے عمدہ ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے' اور آب سرد اندرونی طور پر خارجی طور پر استعمال کرنے کے مقابل زیادہ نافع ہے' اور گرم اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ٹھنڈا پانی عفونت دم میں زیادہ نافع ہے' اسی طرح بخارات کو سر کی طرف جانے سے روکتا ہے' اور عفونت سے بچاتا ہے۔ یہ گرم مزاج' گرم مقام و موسم اور جوان العمر لوگوں کے لئے موزوں ہوتا ہے' اور نضج اور تحلیل کی ضرورت میں بہر صورت نقصان دہ ہوتا ہے جیسے زکام' ورم وغیرہ اور بہت زیادہ ٹھنڈا پانی دانتوں کو نقصان پہنچاتا ہے' اور ایسے پانی کا بکثرت استعمال خون کو پھاڑتا ہے اور نزلے کو حرکت دیتا ہے۔

بہت زیادہ ٹھنڈا یا گرم پانی دونوں اعصاب اور اکثر اعضاء جسمانی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ایک محلل ہے۔ اور دوسرا کثافت پیدا کرتا ہے' گرم پانی سے اخلاط ردیہ کی سوزش ختم ہو جاتی ہے۔ نضج و تحلیل کا کام کرتا ہے' رطوبات ردیہ کو نکال پھینکتا ہے۔ بدن کو شاداب بناتا ہے' اور اس میں گرمی پیدا کرتا ہے' اس کے پینے سے ہاضمہ خراب ہوتا ہے۔ غذا کے ساتھ استعمال کرنے سے یہ معدہ کی بالائی سطح پر تیرتا رہتا ہے۔ اور اسے ڈھیلا کرتا ہے' تشنگی دور کرنے میں بھی زیادہ عمدہ نہیں ہے' بدن کو لاغر بناتا ہے' امراض ردیہ کا نقیب ہے' اکثر امراض میں مضر ہے البتہ بوڑھوں کے لئے موزوں ہے۔ اسی طرح مرگی۔ سردی کی وجہ سے سر درد کے مریضوں اور آشوب چشم کے بیماروں کے لئے گرم پانی مناسب ہے۔ خارجی طور پر اس کا استعمال بہت زیادہ مفید ہے۔

آفتاب کی تمازت سے گرم شدہ پانی کے بارے میں کوئی حدیث یا اثر صحیح طور پر ثابت نہیں ہے۔ اور نہ قدیم اطباء میں سے اس کو کسی نے خراب سمجھا' اور نہ اس کو معیوب قرار دیا۔ بہت زیادہ گرم گردے کی چربی کو پگھلا دیتا ہے۔ حرف عین کے تحت بارش کے پانی کا بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

برف اور اولے کا پانی: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نبی ﷺ سے روایت مذکور ہے کہ آپ نماز کے استفتاح میں یہ دعا فرماتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَ الْبَرَدِ۔))

''اے اللہ مجھے گناہوں سے برف اور اولے کے پانی کے ذریعہ دھو دے'' [1]

برف میں ایک دخانی کیفیت و مادہ موجود ہے' اور اس کا پانی بھی اسی کیفیت کا ہوتا ہے۔ برف کے پانی سے گناہوں کو دھونے کی درخواست کرنے میں جو حکمت مضمر ہے اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ اس سے دل میں ٹھنڈک' مضبوطی اور تقویت تینوں چیزیں حاصل ہوتی ہیں اور اسی سے دلوں اور جسموں کے علاج بالغہ کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے' اور بخوبی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ بیماریوں کا علاج اس کے اضداد سے کس طرح کرنا چاہئے۔

اولے کا پانی برف کے مقابل زیادہ لذیذ اور لطیف ہوتا ہے۔ لیکن بستہ اور منجمد پانی تو وہ جیسا ہوگا' اسی حساب سے اس کی خوبیاں ہوں گی' اور برف جن پہاڑوں یا زمینوں پر گرتی ہے' ان کی ہی کیفیت سے ان میں اچھائی اور خرابی پیدا ہوتی ہے' حمام و جماع اور ورزش اور گرم کھانا کھانے کے بعد برف کا پانی پینے سے سختی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اسی طرح کھانسی کے مریضوں' سینے کے درد سے متاثر اور ضعف جگر کے مریض اور سرد مزاج کے لوگوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

کنویں اور نالوں کا پانی: کنویں کا پانی بہت کم لطیف ہوتا ہے۔ اور زمین دوز نالوں کا پانی ثقیل ہوتا ہے' اس لئے کہ کنویں کا پانی گھرا ہوا ہوتا ہے۔ جس میں تعفن کا امکان ہوتا ہے۔ اور نالوں کے پانی پر ہوا کا گزر نہیں ہوتا۔ اس کو نکال کر فوراً نہیں پینا چاہئے۔ بلکہ تھوڑی دیر رکھ دیا جائے تاکہ ہوا اپنا کام کر جائے اور اگر ایک رات گزرنے کے بعد اس کو استعمال کریں تو اور بہتر ہے۔ اور جس پانی کا گزر سخت زمین سے ہو یا غیر مستعمل کنویں کا پانی ہو سب سے خراب ہوتا ہے۔ بالخصوص جب کہ اس کی مٹی بھی خراب ہو تو اور بھی زیادہ خراب اور دیر ہضم ہوتا ہے۔

آب زمزم: تمام پانیوں کا سردار' سب سے اعلیٰ' سب سے بہتر اور قابل احترام ہے۔ لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ بیش بہا ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک سب سے نفیس پانی ہے' یہ جبرئیل علیہ السلام کے پیر مارنے سے پیدا ہوا' اور یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سیرابی کا

---

[1] اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔

ذریعہ بنا۔ [1]

صحیح بخاری میں مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان چالیس دن تک رہے اور ان کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ (آب زمزم) مزیدار کھانا ہے۔ [2] اور امام مسلم کے علاوہ دوسروں نے اپنی سند سے اس میں اتنا اضافہ کیا کہ یہ پانی بیماری کے لئے شفا ہے۔ [3]

سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ۔)) [4]

---

[1] دارقطنی نے ۲۸۹/۲ میں، حاکم نے ۴۷۳/۱ میں اس کو حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے محمد بن حبیب جارودی کے واسطہ سے بیان ہے کہ محمد بن حبیب نے سفیان بن عیینہ سے، سفیان نے ابن نجیح سے اور انہوں نے مجاہد سے اور مجاہد نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حافظ ابن حجر نے "تلخیص" میں بیان کیا کہ محمد بن حبیب جارودی صدوق ہے، مگر اس کی روایت شاذ ہے۔ اس کی اس حدیث کو تمام حفاظ اصحابہ عیینہ جیسے حمیدی، ابن ابی عمرو غیرہ نے عن ابن عیینہ عن ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے، اور حدیث میں لفظ "هزمة جبريل" کا مفہوم ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پیر زمین پر مارا تو پانی کا سوتا پھٹ پڑا "هزمة" سینے کے گڑھے کو کہتے ہیں اور تفاحہ میں مذکور ہے۔ اذا غمزتها بيدك یعنی جب تم اس کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کرو۔ "هزمت البئر" کنواں کھودنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ حدیث کے لفظ وسقيا الله اسماعيل کا مفہوم ہے کہ اللہ نے اس کو ظاہر کیا تاکہ اس کے ذریعہ شروع میں حضرت اسماعیل کو سیراب کرے، پھر بعد کے لوگ بھی سیرابی حاصل کریں۔

[2] امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۴۷۳ میں کتاب فضائل الصحابۃ کے باب من فضائل ابی ذر کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

[3] بزار نے اور بیہقی رحمہ اللہ نے ۱۴۸/۵ میں، طیالسی نے ۱۵۸/۲ میں، طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں اس کو بیان کیا ہے، اس کی سند حسن ہے، جیسا کہ حافظ منذری نے الترغیب والترہیب ۱۳۳/۲ میں اور ہیثمی نے المجمع ۲۸۶/۳ میں لکھا ہے۔

[4] ابن ماجہ نے ۳۰۶۲ میں اور امام احمد نے ۱۴۸/۵ میں بیان کیا ہے اور عبداللہ بن مواقل اگرچہ ضعیف ہے لیکن منفرد نہیں بلکہ ابن ابی الموانی نے جس کا نام عبدالرحمن ہے اس کی متابعت کی ہے، اس کو مولف نے بیان کیا ہے اور بیہقی نے ۲۰۲/۵ میں باب الرخصة في خروج ماء زمزم کے تحت ابراہیم بن طھمان عن الزبیر کے طریق سے عمدہ سند کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے، اس کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح منذری اور دمیاطی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے ۹۶۳ میں اور بیہقی نے ۲۰۲/۵ میں اس کو عائشہ سے یوں نقل کیا ہے۔ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَ تُخْبِرُ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْمِلُهُ کہ وہ آب زمزم لے جاتی تھیں یہ بھی کہتی ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو لاتے تھے۔ امام ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے، اس کو امام بخاری نے "التاریخ الکبیر" ۱۸۹/۲ میں بایں (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

''آب زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے' اسی کے لئے مفید ہے''

اس حدیث کو عبداللہ بن مواصل کی وجہ سے ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے' اس کو عبداللہ نے محمد بن منکدر سے روایت کی ہے' اور ہم نے اس حدیث کو عبداللہ بن مبارک سے بایں طور روایت کیا ہے۔ کہ جب وہ حج کے موقعہ پر آب زمزم پر پہنچے تو کہا کہ ابن ابی الموالی نے محمد بن منکدر عن جابر عن النبی کی سند سے اس کو روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے' اسی کے لئے مفید ہے۔ اور میں اس کو قیامت کے دن کی تشنگی دور کرنے کے لئے پیتا ہوں۔ ابن ابی موالی ثقہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔ اور بعض ائمہ حدیث نے اس کو صحیح قرار دیا ہے' اور بعض نے اس کو موضوع بتلا دیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں قول بے بنیاد ہیں۔

میں نے اور دوسرے لوگوں نے بھی شفاء امراض کے بارے میں عجیب تجربہ کیا ہے' اور خود مجھے متعدد امراض میں اس سے شفا حاصل ہوئی' اور اللہ نے اس پانی کے ذریعہ مجھے شفا عطا فرمائی' اور میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ بہت سے لوگوں نے پندرہ دنوں تک صرف اسی پانی کو نوش کیا اور یہ ان کو تغذیہ دیتا رہا' اور انھیں بھوک کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ اور عام لوگوں کی طرح طواف کعبہ کرتے رہے' مجھے بعض لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ چالیس روز تک اس پر گزارہ کیا' اسکے باوجود اس میں بیوی سے جماع کرنے کی قوت پورے طور پر موجود رہی وہ مباشرت کرتے تھے۔ اور روزہ رکھتے اور بار بار طواف کعبہ بھی کرتے تھے۔

دریائے نیل کا پانی: نیل جنت کی ایک نہر ہے یہ بلاد حبشہ کی وادی کے کنارہ میں واقع جبال قمر کے پیچھے سے نکلی ہے۔ جہاں بارش کا پانی ٹھہرتا ہے' اور سیلاب آتے رہتے ہیں۔ پھر وہ سیلاب ایسے چٹیل میدانوں کی طرف رخ کرتے ہیں' جہاں روئیدگی کا دور دور تک پتہ نہیں ہوتا۔ اس سے وہاں پر کھیتاں لہلہا اٹھتی ہیں' ان کھیتیوں سے جانور اور انسان دونوں فیض یاب ہوتے ہیں چونکہ وہ زمین جہاں سے اس پانی کا گزر ہوتا ہے۔ بہت سخت ہوتی ہے۔ [1] اگر عادت کے مطابق معمولی بارش ہوتی ہے۔ تو نباتات

(گذشتہ سے پیوستہ) الفاظ نقل کیا ہے اَنَّهَا حَمَلَتْ مَاءَ زَمْزَمَ فِي الْقَوَارِيْرِ وَ قَالَتْ حَمَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَدَاوِيْ وَالْقِرَبِ فَكَانَ يَصُبُّ عَلَى الْمَرْضٰى وَيُسْقِيْهِمْ یہ عائشہ آب زمزم شیشیوں میں لاتی تھیں اور یہ کہتیں کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹکوں اور مشکوں میں لاتے تھے۔ اور اس سے مریضوں کو نہلاتے اور انہیں پلاتے تھے۔

[1] طین الابلیز: اس مصری مٹی کو کہتے ہیں جسے دریائے نیل سیلاب کے بعد چھوڑ جاتا ہے۔

کے اگنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور اگر بہت زیادہ بارش ہو جاتی ہے تو مکانات اور باشندوں کو نقصان ہوتا ہے' اور ذرائع معیشت و مصالح معطل ہو کر رہ جاتے ہیں' اس لئے بارش دور دراز علاقوں میں ہوتی ہے' پھر یہ بارش ان زمینوں کی طرف ایک بڑی نہر کی شکل میں آ جاتی ہے' اور ان میں زیادتی بحکم الٰہی معلوم وقتوں میں اتنی ہی ہوا کرتی ہے' جس سے ان علاقوں میں شادابی آ جائے' اور روئیدگی کے لئے کافی ہو۔ پھر جب یہ علاقے پورے طور پر سیراب ہو جاتے ہیں' اور شادابی آ جاتی ہے۔ تو آہستہ آہستہ پانی کم ہو جاتا ہے۔ اور نیچے چلا جاتا ہے۔ کہ کھیتی پورے طور پر ہو سکے مصلحت و معیشت کی تکمیل ہو۔ اس پانی میں دس خصوصیات موجود ہیں' جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے چنانچہ نیل کا پانی بہت زیادہ لطیف ہلکا شیریں اور لذیذ ہوتا ہے۔

سمندر کا پانی: نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے' جس میں آپ نے سمندر کے بارے میں فرمایا:

((هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ اَلْحِلُّ مَيْتَتُهُ۔))

''سمندر کا پانی پاک ہے' اور اس کا مردار حلال ہے''۔[1]

اللہ نے اس کا پانی نمکین شور' تلخ کھاری بنایا تا کہ روئے زمین پر بسنے والے انسانوں اور چوپایوں کی ضروریات کی تکمیل ہو سکے' اس لئے کہ یہ ہمیشہ ٹھہرا ہوا رہتا ہے' اس میں بکثرت حیوانات پائے جاتے ہیں۔ جو اسی میں مرتے ہیں اور ان کی قبریں نہیں تیار کی جاتیں' اگر سمندر کا پانی شیریں ہوتا تو ان جانوروں کے رہنے اور اس میں مرنے کی وجہ سے متعفن ہو جاتا اور ساری دنیا میں فساد عام ہو جاتا' اور بیماریاں پھیلتیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تقاضا کے تحت اس کو اتنا نمکین بنایا کہ اگر ساری دنیا کے مردار آلائشیں اور مردے ڈالے جائیں پھر بھی اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوگا۔ اور ابتدائے آفرینش سے آج تک اس کے ٹھہراؤ نے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہونے دیا۔ اور قیامت تک یہ اسی طرح رہے گا۔

سمندر کو نمکین و شور بنانے کی یہی حقیقی علت غائی ہے' اور اس کا فاعلی سبب یہ ہے کہ زمین شور اور نمکین ہو جائے۔

بایں ہمہ سمندر کے پانی سے غسل کرنا ظاہر جلد کی مختلف بیماریوں کے لئے سودمند ہے' اور اس کا پانی جلد کے ظاہر و باطن دونوں کے لئے ضرر رساں ہے اس لئے کہ یہ مسہل ہوتا ہے اور لاغر بناتا ہے' اس

---

[1] اس کی تخریج گذر چکی ہے' یہ حدیث صحیح ہے۔

کے پینے سے جلد پر خارش، داد پیدا ہوتی ہے۔ اس سے اپھارہ پیدا ہوتا ہے، نیز تشنگی مزید بڑھتی ہے، اور جس کے لئے اس کو پینا ناگزیر ہو تو اس کو اس کی مضرت کو دور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کرنا چاہیے۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ پانی کو ہانڈی میں رکھا جائے اور ہانڈی کے اوپر نے رکھی جائے، جس پر نیا دھنا ہوا اون ہو، اور ہانڈی کے نیچے آگ جلا کر اسے پکایا جائے یہاں تک کہ بخارات اٹھ کر اون تک پہنچ جائیں، جب زیادہ ہو جائیں تو اون کو نچوڑ لیں اس کو گرنے نہ دیں۔ یہاں تک کہ پانی کا صاف ستھرا حصہ نکل کر باہر آ جائے اور نمکین شور پانی، ہانڈی کی سطح زیریں میں باقی رہ جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے سمندر کے کنارے ایک بڑا گڑھا کھودا جائے، جس کی طرف سمندر کا پانی بہایا جائے، پھر اسی کے قریب دوسرا گڑھا بنا کر اس کی طرف پانی ڈالا جائے، پھر ایک تیسرا گڑھا بنائیں اور اس کی طرف پانی بہایا جائے غرض اسی طرح یہ عمل کیا جائے گا۔ جب تک کہ پانی شیریں نہ ہو جائے، جب اس گدلے پانی کا پینا ناگزیر ہو تو اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں سنگریزے یا دیوار کی لکڑی کا ایک ٹکڑا یا شعلہ زن انگارہ اس میں ڈال دیں کہ اسی میں بجھ جائے، یا اس میں گل ارمنی یا گیہوں کا ستو آمیز کر لیں، تو اس کی کدورت وغلاظت نیچے بیٹھ جائے گی۔

مشک: صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

((اَطْيَبُ الطِّيْبِ الْمِسْكُ۔))

سب سے بہترین خوشبو مشک ہے۔[1]

اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

((كُنْتُ اُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ۔))

''میں نبی کریم ﷺ کو آپ کے احرام باندھنے سے پہلے اور یوم نحر کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے ایسی خوشبو لگاتی تھی، جس میں مشک کی آمیزش ہوتی تھی''[2]

---

[1] امام مسلم رحمہ اللہ نے ۲۲۵۲ میں کتاب الالفاظ کے باب استعمال المسک کے تحت یوں نقل کیا ہے۔ انه اطیب الطیب کہ یہ سب سے عمدہ ہوتی ہے۔

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے ۳/۳۱۵، ۳۱۶ میں کتاب الحج کے باب الطیب عند الاحرام کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

مشک تمام خوشبوؤں کی سرتاج ہے' سب سے بہتر اور خوشگوار ہوتی ہے' اس کو ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے' اسی سے دوسری خوشبو کی تشبیہ دیتے ہیں' لیکن اس جیسی کوئی خوشبو نہیں ہوتی اور جنت کے ٹیلے مشک کے ہوں گے' اس کا مزاج دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے' نفس کو فرحت بخشتی ہے اور قوی کرتی ہے' اس کے پینے اور سونگھنے سے تمام باطنی اعضاء کو تقویت ملتی ہے۔ اور ظاہری اعضاء پر جب اس کو لگایا جائے تو بوڑھوں اور سرد مزاج کے لوگوں کے لئے نافع ہے' بالخصوص موسم سرما میں تو اور بھی مفید ہے۔ بیہوشی اور خفقان کے لئے بہترین دوا ہے۔

اور ضعیف القوۃ میں حرارت غریزی کو ابھارتی ہے۔ آنکھ کی سفیدی کو جلاء بخشتی ہے۔ اور رطوبات چشم کو نکال پھینکتی ہے' جسم کے اعضاء سے ریاح کو خارج کرتی ہے۔ زہر کے اثر کے لئے تریاق ہے' سانپ کے ڈسنے پر مفید ہے' اس کے فوائد بے شمار ہیں' مفرحات میں اسے اعلیٰ ترین مفرح کا درجہ حاصل ہے۔

مرزبخوش [1] (ایک قسم کی بوٹی کا نام ہے) اس کے متعلق ایک حدیث وارد ہے مگر اس کی صحت کی ہمیں واقفیت نہیں' حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

((عَلَيْكُمْ بِالْمَرْزَنْجُوْشِ فَإِنَّهُ جَيِّدٌ لِلْخُشَامِ۔))

''تم لوگ مرزبخوش استعمال کیا کرو' اس لئے کہ یہ زکام کے لئے مفید ہے۔'' [2]

یہ تیسرے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے' اس کو سونگھنا بارد سر درد کے لئے مفید ہے' اسی طرح بلغمی اور سوداوی سر درد کے لئے نافع ہے زکام اور ریاح غلیظہ میں سود مند ہے' دماغ اور نتھنوں میں پیدا ہونے والے سدوں کو کھولتا ہے' اور اکثر ادرام باردہ کو تحلیل کرتا ہے' اکثر مرطوب۔ بارد' درد اور ورم میں مفید ہے' اس کا حمول حیض آور ہے' اور عورتوں کو حاملہ کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کے خشک پتوں کو پیس کر خون جمی آنکھوں پر ٹکور کیا جائے تو خاصا فائدہ ہوتا ہے۔ اور اگر بچھو کے ڈنک زدہ مقام پر اس کو سرکہ کے ساتھ آمیز کر کے ضماد کریں تو سود مند ہوتا ہے۔

---

[1] مرزبخوش: بہت زیادہ شاخوں والا ایک پودا ہے جو زمین سے اگتے ہی زمین پر پھیل جاتا ہے اس کے پتے گول اور روئیں دار ہوتے ہیں۔ اس کی خوشبو بہت زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔

[2] علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اسکو ''الجامع الصغیر'' میں بیان کیا ہے اور ابن سنی اور ابونعیم کی طرف اسکو منسوب کیا کہ ان دونوں نے اس کو کتاب الطب میں حدیث انس سے روایت کیا ہے اور اسکے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

اس کا روغن پشت اور گھٹنوں کے درد میں مفید ہے' تکان دور کرتا ہے' جو ہمیشہ اسے سونگھا کرے اس کو نزول الماء کی بیماری نہ ہوگی' اگر اس کے عرق کو تلخ بادام کے روغن کے ساتھ آمیز کر کے ناکوں میں چڑھائیں تو نتھنوں کے سدوں کو کھول دیتا ہے' نتھنوں اور دماغ میں پیدا ہونے والی ریاح کو توڑتا ہے۔

ملح: (نمک) ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے' جس میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((سَیِّدُ اِدَامِکُمُ الْمِلْحُ۔)) "اعلیٰ ترین سالن نمک ہے"[1]

نمک ہر چیز کا سرتاج' مصلح ہے۔ اور ہر چیز کے ذائقہ کا دارومدار اسی پر قائم ہے۔ اکثر سالن نمک کے ذریعہ ہی تیار کیا جاتا ہے' چنانچہ مسند بزار میں مرفوع روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((سَیُوْشِكُ اَنْ تَكُوْنُوْا فِیْ النَّاسِ مِثْلَ الْمِلْحِ فِیْ الطَّعَامِ وَلَا یَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ۔))

"عنقریب وہ دور آنے والا ہے' جس میں تم لوگ کھانے میں نمک کی طرح ہو گے' اور کھانے کی اصلاح نمک کے ذریعہ ہی ہوتی ہے"[2]

"علامہ بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے

((اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ اَرْبَعَ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ الْحَدِیْدَ وَالنَّارَ' وَ الْمَاءَ' وَالْمِلْحَ۔))

"اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین کی طرف چار برکتیں نازل فرمائی ہیں' لوہا' آگ پانی اور نمک"۔

اس حدیث کا موقوف ہونا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

نمک سے تمام جسم انسانی و غذاء انسانی کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور ہر آمیزش کی اصلاح کرتا ہے۔ جو کسی چیز میں پیدا ہوگئی ہو حتی کہ سیم و زر کی آمیزش کی اصلاح اسی سے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایک ایسی قوت ہوتی ہے۔ جو سونے کی زردی اور چاندی کی سفیدی کو مزید بڑھاتی ہے۔ اور چمک دمک

---

[1] ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۳۳۱۵ میں کتاب الاطعمة کے باب الملح کے تحت اس کو بیان کیا ہے' اس کی سند میں عیسیٰ بن ابی عیسیٰ حناط متروک الحدیث ہے۔ تقریب التہذیب میں اسی طرح مذکور ہے

[2] ہیثمی نے "المجمع" ۱۰/۱۸ میں اس کو بیان کیا اور کہا کہ اس کو بزار اور طبرانی نے حدیث سمرہ سے روایت کیا ہے' اور طبرانی کی اسناد حسن ہیں۔

پیدا کرتی ہے۔ اور اس میں جلاء اور تحلیل کی بھی قوت موجود ہے۔ اسی لئے رطوبات غلیظہ کو ختم کرتا ہے۔ اور اسے خشک کرتا ہے' بدن کو تقویت بخشتا ہے۔ اور اسے فاسد اور متعفن ہونے سے روکتا ہے۔ اور خارش کے زخموں کے لئے نافع ہے۔

اگر اس کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کے بدگوشت کو ختم کر دیتا ہے' اور ناخنہ[1] کو جڑ سے ختم کرتا ہے۔ نمک اندرانی[2] سب سے عمدہ ہوتا ہے' اور خراب زخموں کو پھیلنے سے روکتا ہے۔ پاخانہ نیچے لاتا ہے۔ اگر استسقاء کے مریضوں کے شکم پر اس کی مالش کی جائے تو ان کو آرام پہنچاتا ہے۔ دانتوں کو صاف شفاف بناتا ہے' اور ان کی گندگی کو ختم کرتا ہے' مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے' علاوہ ازیں اس کی منافع و فوائد بے شمار ہیں۔

''حرف نون''

نخل (کھجور کا درخت): قرآن مجید میں نخل کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے' صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث اس کے متعلق مذکور ہے' ابن عمر نے بیان کیا:

((بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ اُتِیَ بِجُمَّارِ نَخْلَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَثَلُهَا مَثَلُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا یَسْقُطُ وَرَقُهَا اَخْبِرُوْنِیْ مَاهِیَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِیْ شَجَرِ الْبَوَادِیْ فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ هِیَ النَّخْلَةُ' ثُمَّ نَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا اَصْغَرُ الْقَوْمِ سِنًّا فَسَکَتُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هِیَ النَّخْلَةُ فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ فَقَالَ لَاَنْ تَکُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کَذَا وَ کَذَا۔))[3]

ہم صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی وقت کھجور کا گابھ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ درختوں میں ایسا درخت ہے' جو مرد مسلم کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی پتیاں نہیں جھڑتیں بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ جنگلی درختوں کو شمار کرنے لگے۔ اور

---

1. ظفرۃ: ناخنہ' ایک زائد سفید گوشت ہوتا ہے جو آنکھ کی روشنی پر رفتہ رفتہ اثر انداز ہوتا ہے۔
2. قاموس میں مذکور ہے کہ اندرانی یہ غلط ہے صحیح ذرآنی ہے' یہ نمک بہت زیادہ سفید ہوتا ہے۔
3. امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۴/۵۹ میں کتاب الاطعمۃ کے باب برکۃ النخلۃ کے تحت اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم ۲۸۱۱' میں صفات المنافقین کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

میرے دل میں یہ بات سمائی کہ یہ درخت کھجور ہے۔ چنانچہ میں نے ارادہ کرلیا کہ کہہ دوں یہ درخت کھجور ہے۔ پھر جب بزم پر نگاہ ڈالی تو میں سب سے کم عمر تھا' اس لئے میں نے خاموشی اختیار کرلی' چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے' یہ بات میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی انہوں نے فرمایا کہ عقلمند اگر تو نے کہہ دیا ہوتا تو بہت ہی اچھا ہوتا"

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ایک عالم اپنے ساتھیوں کے سامنے مسائل رکھ سکتا ہے' اور ان کو سکھلا سکتا ہے۔ اور ان کی ذاتی رائے کا امتحان لے سکتا ہے' اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مثال اور تشبیہ بیان کی جاسکتی ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اپنے اکابر کی عزت وتعظیم میں سکوت اختیار کرتے تھے۔ اور ان کے سامنے گفتگو نہ کرتے تھے۔ بلکہ ان کا پاس ولحاظ کرتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے بیٹے کی صواب دید اور راست گوئی کی توفیق سے کسی قدر خوشی محسوس کرتا ہے۔

نیز اس بات کی بھی وضاحت ہوجاتی ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی موجودگی میں اگر کوئی بات جانتا ہو۔ تو اس کو بیان کرسکتا ہے۔ خواہ باپ کو اس کا علم نہ ہو۔ اس میں کوئی بے ادبی کا پہلو نہیں ہے۔

مرد مسلم کو درخت کھجور سے تشبیہ دینے سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ مسلمان میں کثرت خیر کھجور کے انداز کا ہوتا ہے۔ اس کا سایہ ہمیشہ رہتا ہے۔ اور اس کا پھل خوشگوار ہوتا ہے۔ اور اس کا وجود دائمی ہوتا ہے۔ اس کا پھل خشک وتر دونوں طرح سے استعمال کیا جاتا ہے۔ کچا پکا دونوں طرح سے کھایا جاتا ہے۔ یہ غذا اور دوا بھی ہے۔ روزی اور شیرینی بھی' مشروب اور پھل بھی ہے۔ کھجور کے تنے سے مکانات' آلات اور ظروف تیار کئے جاتے ہیں' اس کی پتیوں سے چٹائیاں' پیمانے' برتن اور پنکھے وغیرہ بنائے جاتے ہیں' اور اس کی چھال سے رسیاں اور گدے دار بستر وغیرہ بنائے جاتے ہیں' اور اس کی گٹھلی اونٹوں کے لئے چارہ کا کام دیتی ہے۔

سرمہ اور دواؤں میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ مزید برآں اس کے پھل کی خوبصورتی اس کے پودوں کا جمال اور دیدہ زیبی اور اس کی جاذب نظری' اس کے پھل کی حسن ترتیب اس کی شادابی' تازگی' یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن کو دیکھ کر دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور اس کے دیدار سے اللہ خالق کون و مکاں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اور اس کی صنعت کی ندرت اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا نظارہ

عیاں ہو جاتا اس درخت سے مردِ مسلم کے علاوہ کون سی چیز زیادہ مشابہ ہو سکتی ہے۔ جب کہ مسلمان سراپا خیر ہوتا ہے' اور ظاہر و باطن دونوں طور پر اس سے نفع مقصود ہوتا ہے۔

یہی وہ درخت ہے جس کا تنا رسول اللہ ﷺ کے فراق میں زار و قطار رویا تھا۔ کہ اب قرب نبی نہیں رہا۔ آپ کے اقوال زریں کا سماع نہیں رہا۔ اور اسی درخت کے نیچے مریم علیہا السلام ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے موقعہ پر آئی تھیں۔ چنانچہ اس کا ذکر ایک حدیث میں موجود ہے مگر اس حدیث کی سند قابل غور ہے۔

((اَكْرِمُوْا عَمَّتَكُمُ النَّخْلَةَ فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الطِّيْنِ الَّذِىْ خُلِقَ مِنْهُ آدَمُ۔))

''تم اپنے چچا درخت کھجور کی تعظیم کرو۔ اس لئے کہ اس کی تخلیق بھی اس مٹی سے ہوئی ہے' جس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق عمل میں آئی تھی''۔[1]

لوگوں نے اختلاف کیا کہ کھجور کا درخت انگور کی بیلوں سے زیادہ افضل ہے۔ یا انگور کی بیلیں اس سے بہتر ہیں' اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ان میں کوئی دوسرے سے افضل و بہتر نہیں ہے۔ اگرچہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ بہتر اور عمدہ ہیں' اور جو زمین اس کے لئے سازگار ثابت ہو وہی بہتر اور عمدہ ہے۔

نرجس (نرگس): اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے' جو صحیح نہیں ہے۔ یہ بایں الفاظ مروی ہے۔

((عَلَيْكُمْ بِشَمِّ النَّرْجِسِ فَاِنَّ فِى الْقَلْبِ حَبَّةَ الْجُنُوْنِ وَ الْجُذَامِ وَ الْبَرَصِ لَا يَقْطَعُهَا اِلَّا شَمُّ النَّرْجِسِ۔))

''تم لوگ گل نرگس سونگھا کرو' اس لئے کہ دل میں جنون' جذام اور برص کا دانہ ہوتا ہے۔ جو گل نرگس کے سونگھنے سے ہی ختم ہو سکتا ہے''۔[2]

نرگس دوسرے درجہ میں خشک ہے' اس کی جڑ سے اعصاب کے گہرے حصوں کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں' اس میں مواد ردیہ کو خشک کرنے اور خارج کرنے کی قوت موجود ہے۔ اگر اس کو پکا کر اس کا

---

[1] یہ حدیث صحیح نہیں ہے' علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں اس کو بیان کیا ہے اور اس کی نسبت ابویعلی اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اور عقیلی کی طرف کی ہے کہ انہوں نے اس کو ''ضعفاء'' میں بیان کیا ہے اور ابن عدی نے ''الکامل'' میں اور ابن سنی اور ابونعیم نے ''الطب'' میں حدیث علی سے ذکر کیا ہے سند میں مسرور بن سعید ضعیف ہے۔

[2] علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

جوشاندہ پیا جائے یا اس کا ابال کر استعمال کیا جائے تو قے آتی ہے' اور قعر معدہ سے رطوبات کو نکال باہر کرتا ہے۔ اور اگر اس کو شہد اور گاؤ دانہ کے ساتھ پکا کر استعمال کیا جائے تو زخموں کی آلائش کو صاف کرتا ہے' اور ان پھوڑوں کو جو بدیر تیار ہوتے ہیں۔ اس کے منہ کھول کر مواد بہا دیتا ہے۔

اس کا پھول حرات میں معتدل اور لطیف ہوتا ہے' زکام بارد میں نفع بخش ہے۔ اس میں زبردست قوت تحلیل ہوتی ہے' دماغ اور نتھنوں کے سدوں کو کھول دیتا ہے۔ مرطوب اور سوداوی سر درد کے لئے مفید ہے' گرم مزاج کے لوگوں کو سر درد پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کے تنے کو صلیبی انداز میں چیر کر جلا دیا جائے پھر بویا جائے تو دوگنا چوگنا اگتا ہے۔ اور جو کوئی موسم سرما میں اسے سونگھتا رہے تو وہ موسم گرما میں ذات الجنب کی بیماری سے مامون رہے گا۔ بلغم اور سوداء کی تیزی کے سبب سے ہونے والے سر درد کے لئے مفید ہے۔ اس میں ایک طرح کی عطریت ہوتی ہے۔ جو دل و دماغ کے لئے مقوی ہے۔ اسی طرح یہ بہت سے امراض کے لئے نفع بخش ہے۔

''تیسیر'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ اس کے سونگھنے سے بچوں کی مرگی ختم ہو جاتی ہے۔

نورۃ (چونے کا پتھر): ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اطَّلٰی بَدَاَ بِعَوْرَتِہٖ فَطَلَّاھَا بِالنُّوْرَۃِ وَ سَائِرِ جَسَدِہٖ اَھْلُہٗ۔))

''نبی کریم ﷺ جب اس کو طلاء کرتے تو پہلے اپنی شرمگاہ سے شروع فرماتے' چنانچہ آپ نے تو شرمگاہ پر چونے کے پتھر سے طلاء کیا اور آپ کے باقی پورے جسم پر آپ کے گھر کے لوگوں نے طلاء کیا''۔ [1]

اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ مگر مذکورہ حدیث ان میں سب سے عمدہ اور قوی ہے۔

یہ بات مشہور ہے کہ سب سے پہلے شخص جو حمام میں داخل ہوئے اور جن کے لئے بال صفا پتھر تیار کیا گیا وہ حضرت سلیمان بن داؤد تھے' اس نسخہ کے اجزائے اصلیہ یہ ہیں کہ چونا آب نارسیدہ دو حصہ اور ہڑتال ایک حصہ لے کر دونوں کو پانی میں ملا لیا جائے' اور دھوپ یا حمام میں اتنی دیر تک رکھ چھوڑ دیا جائے کہ وہ پک جائے اور اس کی نیلگونیت اور تیز ہو جائے پھر اس کی مالش کی جائے اور اس کو لگانے کے بعد تھوڑی دیر تک بیٹھے رہیں تا کہ وہ اپنا کام پورے طور پر کر جائے اس دوران پانی نہ لگنے پائے پھر اس کو

---

[1] ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۳۷۵۱ میں کتاب الادب کے باب الاطلاء بالنورۃ کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے۔ اس لئے کہ حبیب بن ابی ثابت نے ام سلمہ سے مرسل سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

دھو کر اس کی جگہ مہندی کا طلاء کریں۔تا کہ اس کی سوزش ختم ہو جائے۔

نبق (بیری کا پھل): ابو نعیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الطب النبوی میں ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

((اِنَّ آدَمَ لَمَّا اُهْبِطَ اِلَى الْاَرْضِ كَانَ اَوَّلَ شَىْءٍ اَكَلَ مِنْ ثِمَارِهَا النَّبِقُ۔))

''حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتارے گئے تو آپ نے زمین کے پھلوں میں سے سب سے پہلا پھل جو کھایا وہ بیر تھا''۔

بیر کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے خود ایسی حدیث میں فرمایا ہے جس کی صحت مسلم ہے کہ آپ نے شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا' جس کے بیر ہجر کے مٹکوں کی طرح بڑے بڑے تھے۔[1]

نبق: بیری کے درخت کا پھل ہے۔ بیر پاخانہ بستہ کرتا ہے' اسہال میں مفید ہے۔معدہ کی دباغت کرتا ہے۔صفراء کے لئے سکون بخش ہے۔ بدن کو غذائیت عطا کرتا ہے۔بھوک کی خواہش کو ابھارتا ہے۔مگر بلغم پیدا کرتا ہے۔ذرب صفراوی کے لئے نافع ہے۔دیر ہضم ہوتا ہے۔اس کا سفوف احشاء کے لئے مفید ہے۔

صفراوی مزاج والوں کے لئے موزوں ہے' اس کی مضرت شہد کے ذریعہ ختم کی جاتی ہے۔

اس کے تر اور خشک ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔اس سلسلے میں دو قول ہیں' لیکن صحیح بات یہ ہے کہ تازہ بارد رطب ہوتا ہے۔اور خشک بیر سرد خشک ہوتا ہے۔

''حرف ھاء''

ھندبا (کاسنی): اس سلسلہ میں تین احادیث مروی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت نہیں ہیں' بلکہ ہر ایک موضوع ہے حدیث یہ ہے:

((كُلُوا الْهِنْدِبَاءَ وَلَا تَنْفُضُوْهُ فَاِنَّهُ لَيْسَ يَوْمٌ مِنَ الْاَيَّامِ اِلَّا وَ قَطَرَاتٌ مِنَ الْجَنَّةِ تَقْطُرُ عَلَيْهِ۔))

''کاسنی کا استعمال کرو اور اس کو صاف نہ کرو۔اس لئے کہ ہر روز اس پر قطرات جنت ٹپکتے رہتے ہیں''۔

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری ۶/ ۲۱۸ اور ۲۰۰ میں کتاب بدء الخلق کے باب ذکر الملئکة کے تحت اس حدیث کو مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث بایں الفاظ مروی ہے:

((مَنْ اَکَلَ الْهِنْدِبَاءَ ثُمَّ نَامَ عَلَيْهَا لَمْ يَحِلَّ فِيْهِ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔))

''جس نے کاسنی کھائی اور اسی حالت میں سو گیا تو اس پر جادو اور زہر میں سے کوئی اثر نہیں کرے گا''۔

تیسری حدیث یہ ہے جس میں مذکور ہے کہ:

((مَامِنْ وَرَقَةٍ مِنْ وَرَقِ الْهِنْدِبَاءِ اِلَّا وَعَلَيْهَا قَطْرَةٌ مِنَ الْجَنَّةِ۔))

''کاسنی کے پتوں میں سے کوئی پتہ نہیں ہے جس پر قطرات جنت نہ گرتے ہوں''۔[1]

بہر حال کاسنی کا مزاج بہت جلد متغیر ہو جاتا ہے۔ سال کے موسم کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ موسم سرما میں سرد تر رہتا ہے۔ اور موسم گرما میں گرم خشک ہو جاتا ہے۔ اور ربیع خریف کے موسم میں معتدل رہتا ہے' اور اکثر حالات میں برودت و یبوست کی طرف مائل رہتا ہے۔ اس میں قبض بارد ہوتا ہے۔ معدہ کے لئے عمدہ ہے اگر اس کا پکا کر سرکہ کے ساتھ آمیز کر کے استعمال کیا جائے تو دست بستہ کرتا ہے' خصوصاً کاسنی بری تو معدہ کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔ اس میں قبض بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ضعف معدہ کو دور کرتا ہے۔ اگر معدہ پر اس کا ضماد کیا جائے تو معدہ میں پیدا ہونے والی سوزش کو ختم کرتا ہے۔ اور نقرس کی بیماری کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح آنکھ کے گرم ورموں کے لئے نافع ہے۔ اگر بچھو کے ڈنک زدہ مقام پر اس کے پتے اور جڑ کا ضماد کیا جائے تو سوزش نیش کژدم جاتی رہتی ہے' یہ مقوی معدہ ہے' جگر میں پیدا ہونے والے سدوں کو کھول دیتا ہے۔ اور جگر کے گرم و سرد دردوں میں بے حد مفید ہے اور طحال رگوں اور آنتوں کے سدوں کو کھولتا ہے' اور گردے کے مجاری کو صاف کرتی ہے۔

کڑوی کاسنی جگر کے لئے بہت مفید ہے' اس کا نچوڑا ہوا عرق یرقان سدی کے لئے نافع ہے۔ بالخصوص جب کہ اس میں تازہ بادیان کے عرق کی آمیزش ہو۔ اور اگر اس کے پتے کو پیس کر گرم ورم پر ضماد کی جائے تو اس کو سرد کر کے تحلیل کر دیتا ہے۔ معدہ کو جلاء کرتا ہے۔ خون اور صفراء کی حرارت کو ختم کرتا ہے۔ اس کو بغیر دھلے اور صاف کئے بغیر کھانا بہتر ہے' اس لئے کہ اگر اس کو دھل کر صاف کر دیا جائے گا'

---

[1] ملاحظہ کیجئے مولف کی کتاب ''المنار المنیف ص ۵۴ اور ملا علی قاری کی کتاب ''المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع'' ص ۷۴ اور علامہ شوکانی'' کی کتاب ''الفوائد المجموعة'' ص ۱۶۵' ۱۶۶' ۱۶۷ اور ابن مفلح کی کتاب ''الاداب الشرعیة'' ۶۵/۳

تو اس کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں ایک تریاقی قوت ہوتی ہے۔ جو ہر قسم کے زہر پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اگر اس کے پانی کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو شبکوری[1] کے لئے نافع ہوتا ہے۔ تریاق میں اس کے پتے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ نیش کژدم کے لئے مفید ہے۔ اور ہر قسم کے زہر کے اثر کو ختم کرتا ہے۔ اگر اس کے پانی کو نچوڑ کر اس پر روغن زیتون ڈالا جائے' پھر استعمال کیا جائے تو بہت سی قاتل دواؤں کے اثر کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح سانپ کے ڈسنے اور بچھو کے ڈنک مارنے پر نفع بخش ہوتا ہے۔ اور بھڑ کے ڈنک مارنے پر بھی نافع ہوتا ہے۔ اس کی جڑ کا دودھ آنکھ کی سفیدی کو جلا بخشتا ہے۔

''حرف واؤ''

ورس:[2] (ایک قسم کی گھاس ہے جو رنگنے کے کام آتی ہے)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع ترمذی میں زید بن ارقم کی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ ذات الجنب کی بیماری کے لئے روغن زیتون اور ورس کو نافع قرار دیتے تھے' قتادہ اس کا ضماد کرنے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس جانب مریض کو شکایت ہو' اسی پر اس کا ضماد کیا جائے۔[3]

ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں زید بن ارقم ہی سے حدیث روایت کی ہے۔ زید نے بیان کیا کہ:

((نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرْسًا وَقُسْطًا وَزَيْتًا يُلَدُّبِهِ.))

''رسول اللہ ﷺ نے ذات الجنب کے لئے ورس قسط اور روغن زیتون کے پلانے کو مفید بتایا''

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث ثابت ہے انہوں نے بیان کیا کہ عورتیں ولادت کے بعد زچگی میں چالیس دن تک رکی رہتیں اور ہم سے بعض اپنے چہرے پر ورس کی مالش کرتیں تھیں تا کہ جھائیں سے

---

[1] آنکھ سے دن اور رات میں دکھائی نہ دینا' روزکوری اور شبکوری دونوں یکساں طور پر مستعمل ہیں۔

[2] ورس: یہ نیل کے پودے کی طرح ایک زرد رنگ کا پودا ہے جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں۔ اور خوبصورتی کے لئے چہرے پر اس کی مالش کی جاتی ہے۔

[3] امام ترمذی رحمہ اللہ نے ۹/۲۰۷ میں کتاب الطب باب ماجاء فی دواء ذات الجنب کے تحت اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۳۴۶۷ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں میمون ابوعبداللہ بصری ضعیف راوی ہے۔

نجات ملے[1]

ابو حنیفہ لغوی نے بیان کیا کہ ورس کی کاشت کی جاتی ہے۔ یہ بری پودا نہیں ہے۔ اور سرزمین عرب کے علاوہ کہیں اور نہیں پائی جاتی اور عرب میں بھی صرف یمن کے علاقوں میں ہوتی ہے۔

اس کا مزاج دوسرے ابتدائی درجہ میں گرم خشک ہے' اور اس میں سب سے بہتر سرخ رنگ والی چھونے میں نرم اور کم بھوسی والی ہوتی ہے چہرے کی شکن' خارش اور جلد پر پیدا ہونے والی پھنسیوں کے لئے اس کا طلاء مفید ہے' اس میں قبض آوری کے ساتھ ہی رنگنے کی قوت بھی ہوتی ہے' برص کے لئے اس کا پینا نافع ہے' اس کی مقدار خوراک ایک درہم کے برابر ہوتی ہے۔

اس کا مزاج اور فوائد قسط بحری کی طرح ہیں' بدن کے سفید داغ' خارش پھنسیوں اور چہرے کے سرخی مائل سیاہ داغ کے لئے اس کا طلاء بہت زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ اور ورس سے رنگے ہوئے کپڑے استعمال کرنے سے قوت باہ میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔

وسمة : نیل کے پتے کو کہتے ہیں یہ بالوں کو سیاہ بناتا ہے ہم نے ابھی اس سے پہلے کتم کے بیان میں سیاہ خضاب کے جواز اور عدم جواز کے اختلاف کی بحث میں اس کا ذکر کیا ہے۔

''حرف یاء''

یقطین : گول اور لمبے کدو کو کہتے ہیں' اگرچہ لفظ یقطین عربی زبان میں بالکل عام ہے کیونکہ لغت میں یقطین ہر اس درخت کو کہتے ہیں جو اپنی ڈنٹھل پر کھڑا نہ ہو جیسے تربوز' ککڑی کھیرہ وغیرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

((وَاَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ۔)) [صافات :۱۴۶]

''اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا تھا''۔

ممکن ہے یہ اعتراض پیدا ہو کہ جو درخت اپنی ڈنٹھل پر کھڑا نہیں ہوتا' اس کو تو نجم کہتے ہیں' اس کو شجر نہیں کہتے' کیونکہ شجر تو اس پودے کو کہتے ہیں' جو اپنی ڈنٹھل پر کھڑا ہو۔ اہل لغت اسی کے قائل ہیں' پھر ارشاد باری تعالیٰ ((شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ)) (ایک بیل دار درخت) میں شجرۃ خلاف لغت کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

---

[1] امام احمد رحمہ اللہ نے ''المسند'' ۶/۳۰۰ میں اور ابوداؤد نے ۳۱۱' ۳۱۲ میں' ترمذی نے ۹/۱۳ میں اور دار قطنی رحمہ اللہ نے ص ۸۲ میں حاکم نے ۱/۱۷۵ میں' بیہقی نے ۱/۳۴۱ میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ اس کے بہت سے شواہد ہیں جن سے یہ قوی ہو جاتی ہے' حافظ زیلعی نے ''نصب الرایۃ'' ۱/۲۰۵' ۲۰۶ میں اس کو نقل کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر شجرہ کے لفظ کو مطلق بولیں تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ جو درخت اپنی ڈنٹھل پر کھڑا ہو مگر جب کسی خاص قید کے ساتھ اس کو مقید کر دیا جائے تو یہ بات نہیں رہ جائے گی۔ چنانچہ اسماء کے سلسلہ میں مطلق ومقید کی بحث ایک بہت اہم اور منفعت بخش باب ہے۔ صرف اہل لغت ہی اس کے مراتب ومنافع سے پورے طور پر آشنا ہوتے ہیں۔

اور قرآن مجید میں یقطین کا جو ذکر ہے' اس سے مراد کدو کا درخت ہے۔ اس کے پھل کو کدو اور لوکی کہتے ہیں۔ اور اس کے درخت کو یقطین کہتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔

کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر مدعو کیا' حضرت انس راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ میں بھی گیا' داعی نے آپ کی خدمت اقدس میں جو کی روٹی اور خشک گوشت اور کدو کا بنا ہوا سالن پیش کیا' حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کھانے کے دوران رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے ارد گرد سے کدو تلاش کر کے کھا رہے تھے۔ اسی روز سے میرے دل میں کدو کی رغبت پیدا ہو گئی۔[1]

ابو طالوت بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جب کہ وہ کدو کھا رہے تھے اور کہتے تھے کہ اے درخت تو بھی کیا چیز ہے۔ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند کرنے کی وجہ سے پسند کرتا ہوں۔

''غیلانیات'' میں ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا جب تم کوئی ہانڈی پکانے کے لئے تیار کرو۔ تو اس میں زیادہ مقدار میں کدو ڈال لو اس لئے کہ کدو رنجیدہ دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔

کدو سرد تر ہوتا ہے۔ معمولی غذا دیتا ہے۔ یہ معدہ سے جلد نیچے کی جانب چلا جاتا ہے۔ اور اگر ہضم ہونے سے پہلے فاسد نہ ہو تو اس سے عمدہ خلط پیدا ہوتی ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کو جس چیز کے ساتھ استعمال کیا جائے ہضم ہونے کے بعد اسی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اگر رائی کے ہمراہ اس کو استعمال کریں تو خلط حریف پیدا ہو گی' اور اگر نمک کے ساتھ کھائیں تو نمکین خلط ہو گی اور اگر قابض چیز کے ساتھ

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۹/ ۴۸۸ میں کتاب الاطعمة کے باب المرق کے تحت اور امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۲۰۴۱ میں کتاب الاشربة کے باب جواز اکل المرق و استحباب اکل الیقطین کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

کھائیں تو قابض خلط میں تبدیل ہوگا اور اگر بہی کے ساتھ اس کو پکا کر استعمال کیا جائے تو بدن کو عمدہ غذائیت بخشتا ہے۔

کدو لطیف آبی ہوتا ہے' مرطوب بلغمی غذا فراہم کرتا ہے۔ بخار زدہ لوگوں کے لئے نافع ہے۔ یہ سرد مزاج لوگوں کے لئے راس نہیں آتا۔ اسی طرح بلغمی مزاج لوگوں کے لئے موزوں نہیں' اس کا پانی تشنگی کو دور کرتا ہے۔ اور اگر اس کو پیا جائے یا اس سے سر کو دھلا جائے' تو گرم سر درد کو ختم کرتا ہے۔ پاخانہ نرم کرتا ہے۔ خواہ جس طرح بھی اس کو استعمال کریں۔ بخار زدہ لوگوں کے لئے اس جیسی یا اس سے زیادہ زود اثر کوئی دوسری دوا نہیں ہے۔ اگر گوندھے ہوئے آٹے کو اس پر لگا دیں اور چولہے یا تنور میں اس کو بھون کر اس کے پانی کو لطیف مشروب کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بخار کی تیز قسم کی حرارت کو ختم کرتا ہے۔ تشنگی دور کرتا ہے۔ اور عمدہ تغذیہ کرتا ہے' اور اگر اس کی ترنجبین اور بہی کے مربہ کے ساتھ استعمال کریں تو خالص صفراء کا اسہال کرتا ہے۔

اگر کدو کو پکا کر اس کا پانی تھوڑے شہد اور سہاگا کے ساتھ پیا جائے تو صفراء اور بلغم دونوں کو ایک ساتھ خارج کرتا ہے' اگر اس کو پیس کر چندیا پر اس کو ضماد کریں تو دماغ کے اورام حارہ کے لئے مفید ہوتا ہے۔

اگر اس کے چھلکے [1] کو نچوڑ کر اس کا پانی روغن گل کے ساتھ آمیز کریں اور اس کو کان میں ٹپکائیں تو کان کے اورام حارہ کے لئے نافع ہے۔ اس کا چھلکا آنکھ کے گرم ورم کے لئے بھی مفید ہوتا ہے۔ اور گرم نقرس کو بھی ختم کرتا ہے۔ گرم مزاج اور بخار زدہ لوگوں کے لئے یہ غیر معمولی طور پر نفع بخش ہے۔ اگر معدہ میں اس کا مقابلہ کسی ردی خلط سے ہو جائے تو یہ بھی اسی خلط ردی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور بدن میں خلط ردی پیدا کر دے گا۔ اس کی مضرت سرکہ اور مُرّی سے دور کی جا سکتی ہے۔ [2]

حاصل کلام یہ کہ کدو لطیف ترین اور زود اثر دواؤں میں سے ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے کدو کا استعمال فرماتے تھے۔

---

[1] یہاں مصنف کی مراد کدو کا چھلکا ہے۔ جرادۃ کدو یا کسی بھی لکڑے کے چھلکے کو کہتے ہیں۔

[2] مری: ایک قسم کا سالن ہے' جیسے چٹنی ہوتی ہے۔

118- فصل

پرہیز واحتیاط (مچھلی انڈا)

میں اس کتاب کو پرہیز کے بارے میں چند سود مند' منفعت بخش فصلوں اور پورے طور پر نفع بخش وصیتوں پر ختم کرنا مناسب سمجھتا ہوں' جس سے کہ اس کتاب کی منفعت کو چار چاند لگ جائے۔

ابن ماسویہ کی کتاب میں پرہیز واحتیاط کی بحث میں ایک فصل میری نظر سے گزری جس کو میں بلاکم وکاست ان ہی کے الفاظ میں نقل کر رہا ہوں۔

ابن ماسویہ بیان کرتے ہیں' کہ جو چالیس روز تک پیاز کھائے اور اسے جھائیں ہو جائے تو وہ خود کو ملامت کرے۔ اور جس نے فصد کیا پھر نمک کھالیا جس کے سبب سے اس کو برص یا خارش لاحق ہوئی تو وہ خود کو ملامت کرے۔

جس نے مچھلی اور انڈا ایک ساتھ استعمال کیا اور وہ لقوہ یا فالج کا شکار ہو جائے۔ تو خود کو قابل ملامت تصور کرے۔ اور جو شکم سیر ہو کر حمام میں داخل ہوا اور اس پر فالج کا حملہ ہو جائے تو خود پر لعن طعن کرے۔

اسی طرح جس نے دودھ اور مچھلی ایک ساتھ کھائی اور اسے جذام' برص یا نقرس کی بیماری ہو گئی تو وہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھے۔

جس نے نبیذ کے ہمراہ دودھ پی لیا جس کی وجہ سے وہ برص یا نقرس کی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو تعجب کی بات نہیں۔

جس کو احتلام ہوا اس نے غسل کیے بغیر اسی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کی جس سے مجنوں اور پاگل لڑکا پیدا ہوا' تو کوئی بعید بات نہیں۔

جو شخص اُبالا ہوا ٹھنڈا انڈا استعمال کرے جس سے امتلاء ہو گیا تو اس کو دمہ کی بیماری ہونا متعین ہے۔

جس نے اپنی بیوی سے مباشرت کی اور پوری طرح اخراج منی نہیں کیا تو اس کو پتھری کی بیماری ہونی ممکن ہے۔

جو رات میں آئینہ دیکھے اور اسے لقوہ ہو جائے یا کوئی اور بیماری میں مبتلا ہو جائے تو کچھ عجب نہیں۔

119- فصل

پرہیز واحتیاط (صحت کاراز)

ابن بخت یشوع کا مقولہ ہے کہ انڈا اور مچھلی ایک ساتھ کھانے سے پرہیز کرو اسلئے کہ ان دونوں کو استعمال کرنے سے قولنج بواسیر اور داڑھ کے درد ہوتے ہیں۔

انڈے کا دائمی استعمال چہرے پر سیاہی زردی مائل جھائیں پیدا کرتا ہے۔ نمک سود مچھلی، نمکین اور حمام کے بعد فصد کرنے سے خارش اور برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

بکری کے گردے کا دائمی استعمال بانجھ پن پیدا کرتا ہے۔ اور تروتازہ مچھلی کھانے کے بعد ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے فالج پیدا ہوتی ہے۔

حائضہ عورت سے مباشرت کرنا جذام کے لئے پیش خیمہ ہے۔ اور جماع کے بعد بغیر غسل کئے دوبارہ جماع کرنے سے پتھری پیدا ہوتی ہے۔ عورت کی شرمگاہ میں زیادہ دیر تک عضو مخصوص کو ڈالے رہنا شکم میں بیماری پیدا کرتا ہے۔

بقراط کا قول ہے کہ مضر چیزوں کی قلت نفع بخش چیزوں کی کثرت سے بہتر ہے اور صحت کی دائمی حفاظت تکان سے پیدا ہونے والی سستی سے بچنے اور بھرپور کھانے پینے سے پرہیز کرنے سے ممکن ہے۔

بعض اطباء کا کہنا ہے کہ جو اپنی صحت برقرار رکھنا چاہے اسے عمدہ غذا استعمال کرنی چاہئے۔ پوری طرح پیٹ خالی ہونے کے بعد کھانا چاہے۔ اور غیر معمولی تشنگی کے وقت پانی پینا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی پانی کم مقدار میں پینا چاہئے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام اور شام کے کھانے کے بعد چہل قدمی کرنی چاہئے۔ اور پیشاب و پاخانہ سے فراغت کے بعد سونا چاہئے۔ شکم سیری کی حالت میں حمام میں داخل ہونے سے بچنا چاہئے۔ موسم گرما میں ایک مرتبہ حمام کرنا موسم سرما کے دس مرتبہ حمام سے بہتر ہے۔ اور خشک باسی گوشت رات میں کھانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ سن رسیدہ عورتوں سے مباشرت جوانوں کو بوڑھا بنا دیتی ہے۔ اور صحت مند کو مریض بنا دیتی ہے۔ اس روایت کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف کی گئی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ ثقفی کا کلام ہے۔ یا اس کے علاوہ کسی دوسرے کا کلام ہے۔

حارث کا قول ہے کہ جو زندہ رہنے میں خوش ہو حالانکہ زندگی کو دوام نہیں تو اسے دوپہر کا کھانا علی

الصباح کھا لینا چاہیے۔ اور رات کو کھانا جلد ہی کھا لینا چاہیے۔ ہلکی چادر استعمال کرنی چاہیے۔ اور عورتوں سے جماع کم کرنا چاہیے۔

حارث بیان کرتے ہیں کہ چار چیزوں سے صحت ختم ہو جاتی ہے۔ شکم سیر ہونے کی حالت میں عورت سے جماع کرنا' شکم سیر ہو کر حمام میں داخل ہونا' خشک گوشت کھانا اور سن رسیدہ عورتوں کے ساتھ جماع کرنا۔

جب حارث کی موت کا وقت آیا تو لوگ اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو کوئی آخری نصیحت کیجئے کہ ہم اس پر عمل کرتے رہیں' انہوں نے یہ نصیحت کی۔

صرف جوان عورتوں سے شادی کرو۔ پھل درخت پر پکا ہوا استعمال کرو۔ اور اسی موسم میں کھاؤ' جب تک جسم میں قوت برداشت ہو دوا سے پرہیز کرتے رہو۔ ہر مہینہ معدہ کو صاف کر لیا کرو۔ اس سے بلغم صاف ہو جائے گا۔ اور صفراء ختم ہو جائے گا۔ اور گوشت پیدا ہو گا اور جب کوئی دوپہر کا کھانا کھائے تو اسے کھانے کے بعد ایک گھنٹہ آرام کرنا چاہیے۔ اور شام کا کھانا کھانے کے بعد چالیس قدم چلنا ضروری ہے۔

بعض سلاطین نے اپنے معالج سے کہا' کہ آپ کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے مجھے کوئی ایسا نسخہ لکھ دو کہ میں اس پر عمل کر سکوں' اس پر معالج نے کہا کہ دیکھو صرف جوان عورت سے شادی کرنا' صرف جوان جانوروں کا گوشت استعمال کرنا' اور بغیر کسی بیماری کے کوئی دوا نہ پینا' اور پختہ پھل استعمال کرنا اور اسے خوب چبا چبا کر کھانا' اگر دن میں کھانا کھا کر آرام کر لو تو کوئی مضائقہ نہیں اور رات میں کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کر لیا کرو پھر سو جاؤ۔ خواہ ۵۰ قدم ہی چل لیا کرو۔ کھانے کی خواہش کے بغیر کھانا نہ کھاؤ۔ عورت کو جماع کی خواہش نہ ہو تو زبردستی اس سے جماع نہ کرو۔ پیشاب نہ روک رکھنا حمام اس وقت کرو جب کہ اس سے تم کو نفع پہنچے اس وقت حمام نہ کرو جس سے تمہارے بدن کا کوئی حصہ فنا ہو جائے۔ کھانا معدہ میں موجود ہونے کی صورت میں ہرگز نہ کھانا ایسی چیز کھانے سے بچنا جس کو دانت چبانے کی استطاعت نہ رکھیں' کیونکہ معدہ کو اس کے ہضم کرنے میں دشواری سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ہر ہفتہ معدہ کو صاف کرنا ضروری سمجھو اور خون بدن کا بیش بہا خزانہ ہوتا ہے اس لئے اس بلا ضرورت ضائع نہ کرنا اور حمام کیا کرو۔ کیونکہ یہ بدن کے اندرونی حصوں سے ان فضلات کو نکال باہر کرتا ہے۔ جن کو دوائیں خارج نہیں کر پاتیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چار چیزیں جسم کو قوی بناتی ہیں۔

گوشت خوری' خوشبو سونگھنا' جماع کے لئے بکثرت غسل کرنا' کتان کا تیار کردہ لباس زیب تن کرنا'

اور چار چیزیں بدن کو کمزور کرتی ہیں:

(۱) بکثرت جماع کرنا (۲) ہمہ وقت رنج و غم کرنا'

(۳) نہار منہ کافی مقدار میں پانی پینا (۴) ترش چیزوں کا زیادہ استعمال۔

چار چیزوں سے نگاہ کو تقویت ملتی ہے: (۱) کعبہ کے سامنے بیٹھنا (۲) سونے کے وقت سرمہ استعمال کرنا (۳) سرسبز و شاداب چیزوں کی طرف دیکھنا (۴) نشست گاہ کو صاف ستھرا رکھنا۔

چار چیزیں نگاہ کو کمزور کرتی ہیں: (۱) گندگی کو دیکھنا (۲) سولی دیئے ہوئے شخص کی طرف دیکھنا (۳) عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا (۴) قبلہ کی طرف اپنی پشت کر کے بیٹھنا۔

چار چیزوں سے قوت جماع بڑھتی ہے: (۱) گورے کا گوشت کھانا (۲) اطریفل کا استعمال (۳) پستہ (۴) کسر گا درونی کا کھانا۔

چار چیزوں سے عقل بڑھتی ہے: (۱) غیر ضروری باتوں سے بچنا (۲) مسواک کرنا (۳) بزرگوں کی صحبت اختیار کرنا (۴) علماء کی مجلس میں حاضر ہونا۔[1]

افلاطون کا قول ہے۔ پانچ چیزوں سے بدن کی کاہش ہوتی ہے' بلکہ بعض اوقات موت سے بھی ہمکنار کر دیتی ہیں۔

صنعت کار کا بیکار رہنا' دوستوں کی جدائی' غیظ و غضب کو پی جانا۔ نصیحت کو ٹھکرانا' جاہلوں کا عقلمندوں سے تمسخر و استہزاء۔

مامون کے معالج کا قول ہے کہ ایسے شخص کی عادتوں کو اختیار کرو۔ جوان کی بخوبی رعایت کرتا ہو تو توقع ہے موت کے علاوہ کسی بیماری میں مبتلا نہ ہو گے البتہ موت تو بہر حال لا علاج ہے۔ معدہ میں کھانا موجود رہنے کی حالت میں مزید کھانا کبھی نہ کھانا۔ ایسی غذا کبھی نہ استعمال کرنا جس کے چبانے سے منہ تھک جائے کیونکہ ایسے کھانے کو معدہ ہرگز ہضم نہ کر پائے گا۔ بکثرت جماع کرنے سے پرہیز کرنا' اس لئے کہ یہ زندگی کے جلتے ہوئے دیپ کو بجھا دیتی ہے' سن رسیدہ عورتوں سے جماع نہ کرنا کہ اس اچانک موت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بلا ضرورت فصد نہ کرانا' موسم گرما میں قے ضرور کرنا چاہیے۔

بقراط کے جامع کلام میں سے ہے کہ حرکت کثیر طبیعت کی دشمن ہے۔

حکیم جالینوس سے دریافت کیا گا کہ تمہارے بیمار نہ ہونے کا کیا راز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ

میں دو ردی غذا یکجا نہیں کرتا' کبھی کھانے پر کھانا نہیں کھاتا' اور نہ میں کسی ایسی غذا کو معدہ میں جگہ دیتا ہوں جو اس کے لئے تکلیف دہ ہو۔

120- فصل

پرہیز واحتیاط (کثرت جماع)

بدن کو چار چیزیں بیمار کرتی ہیں' کثرت گفتار' زیادہ سونا' زیادہ کھانا' اور بکثرت جماع کرنا۔

کثرت گفتار سے دماغ کا مغز کم ہوتا ہے اور کمزور ہو جاتا ہے' اور بڑھاپا جلد آ جاتا ہے۔

زیادہ سونے سے چہرے پر زردی آ جاتی ہے۔ دل اندھا ہو جاتا ہے' اور آنکھ میں ہیجان برپا ہو جاتا ہے۔ اور کام کرنے میں سستی چھائی رہتی ہے۔ اور جسم میں رطوبات زیادہ ہوتی ہیں۔

اور زیادہ کھانا معدہ کے منہ کو فاسد کرتا ہے جسم کو کمزور لاغر بناتا ہے' ریاح غلیظ اور مشکل بیماریوں سے دوچار کرتا ہے۔

بکثرت جماع کرنے سے بدن لاغر ہو جاتا ہے' قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور بدن کے رطوبات خشک ہو جاتے ہیں یہ اعصاب کو ڈھیلا کرتا ہے' سدے پیدا کرتا ہے اور اس کے ضرر کا اثر سارے بدن کو پہنچتا ہے' بالخصوص دماغ کو تو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ روح نفسانی غیر معمولی طور پر تحلیل ہو جاتی ہے۔ اور منی کے زیادہ اخراج کی وجہ سے اس میں اکثر کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ اور کثرت جماع سے جوہر روح کا اکثر حصہ اس سے نکل جاتا ہے۔

جماع کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ جماع اس وقت کیا جائے' جب کہ خواہش غیر معمولی طور پر ابھرے اور اسی لڑکی سے جماع کرنا مقصود ہو جو انتہائی جمیل وشکیل نوخیز ہو' اور اسی کے ساتھ حلال بھی ہو۔ اور جماع کرنے والے کے مزاج میں حرارت اور رطوبت پورے طور پر ہو۔ اور یہ اسی انداز پر عرصے سے چلا آ رہا ہو' اور دل اعراض نفسانی سے بالکل خالی ہو۔ نہ افراط جماع ہو اور نہ امتلاء مفرط ہو جس کی وجہ سے ترک جماع مناسب ہو۔ نہ خالی پیٹ ہو۔ اور نہ کسی استفراغ سے دوچار ہو اور نہ کوئی سخت محنت کی ہو اور نہ بہت زیادہ حرارت ہو اور نہ بہت زیادہ برودت ہو' جب کوئی شخص جماع کے وقت ان دس باتوں کو ملحوظ رکھے گا۔ تو اس سے بہت نفع حاصل ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کوئی ایک بات مفقود ہوگی تو ضرر بھی اسی حساب سے کم وبیش ہوگا' اگر اکثر یا تمام باتیں مفقود ہوں تو پھر ایسے جماع سے تباہی مقدر ہے۔

فصل – 121

چند مفید احتیاطی تدابیر

بہت زیادہ پرہیز جس سے تخلیط مرض ہو' صحت کے لئے سودمند نہیں' بلکہ اعتدال کے ساتھ پرہیز مفید ہوتا ہے۔ حکیم جالینوس نے اپنے ہم نشینوں کو ہدایت کی کہ تین چیزوں سے بچتے رہو۔ اور چار چیزوں کو اختیار کرلو۔ پھر تم کو کسی معالج کی ضرورت نہ پیش آئے گی۔ گرد و غبار' دھواں اور بدبودار گندی چیزوں سے خود کو دور رکھو' چکنائی' خوشبو شیرینی اور حمام کا استعمال کرو۔ اور شکم سیری کی حالت میں کھانا نہ کھاؤ اور باذروج[1] اور ریحان کو ساتھ استعمال کرو۔ اور شام کے وقت اخروٹ نہ کھانا' اور جو زکام میں مبتلا ہو وہ چت نہ سوئے۔ اور رنجیدہ شخص ترش چیز نہ کھائے اور فصد کرانے والا شخص تیز روی نہ اختیار کرے اس لئے کہ یہ موت کا پیش خیمہ ہے' اور جس کے آنکھ میں تکلیف ہے وہ قے نہ کرے' موسم گرما میں زیادہ گوشت کا استعمال نہ کرو' سردی کی وجہ سے بخار کا مریض دھوپ میں نہ سوئے' اور پرانے بیج دار بیگن کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جو موسم سرما میں روزانہ ایک پیالہ گرم پانی پی لے تو وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ ہو گیا اور جس نے حمام کرتے وقت انار کے چھلکے سے اپنے جسم کو ملا وہ داد و خارش سے نجات پا گیا۔ جس نے سوسن کے پانچ دانے تھوڑی سی مصطگی رومی' عود خام اور مشک کے ہمراہ استعمال کر لیا زندگی بھر اس کا معدہ نہ کمزور ہوگا اور نہ فاسد ہوگا' اور جس نے تخم تربوز شکر کے ساتھ استعمال کیا' اس کا معدہ پتھری سے خالی ہوگا۔ اور رسوزش پیشاب سے اسے نجات مل جائے گی۔

فصل – 122

چار مفید و مضر چیزوں کا بیان

چار چیزوں سے جسم تباہ ہو جاتا ہے۔

(۱) رنج (۲) غم (۳) فاقہ کشی (۴) شب بیداری

---

[1] ایک مشہور سبزی کا نام ہے' جو دل کو بہت مضبوط کرتی ہے' اور قبض پیدا کرتی ہے مگر فضلات کے ساتھ مل کر اسہال پیدا کرتی ہے (قاموس)

چار چیزوں سے فرحت حاصل ہوتی ہے: (۱) سبز و شاداب چیزوں کی طرف دیکھنا (۲) آب رواں کا نظارہ کرنا (۳) محبوب کا دیدار (۴) پھلوں کا نظارہ کرنا۔

چار چیزوں سے آنکھ میں دھندلا پن پیدا ہوتا ہے: (۱) ننگے پاؤں چلنا (۲) صبح و شام نفرت انگیز گراں چیز یا دشمن کو دیکھنا (۳) زیادہ آہ و بکا کرنا (۴) باریک خطوط کا زیادہ غور سے دیکھنا

چار چیزوں سے بدن کو تقویت ملتی ہے: (۱) نرم و ملائم ملبوسات زیب تن کرنا (۲) اعتدال کے ساتھ حمام کرنا (۳) مرغن اور شیریں غذا استعمال کرنا (۴) عمدہ خوشبو لگانا۔

چار چیزوں سے چہرہ خشک ہو جاتا ہے: (۱) اس کی شگفتگی' شادابی اور رونق ختم ہو جاتی ہے۔ (۲) دروغ گوئی' بے حیائی (۳) جاہلانہ طرز کے سوالات کی کثرت (۴) فسق و فجور کی زیادتی

چار چیزوں سے چہرے پر رونق اور شگفتگی آتی ہے: (۱) مروت (۲) وفاداری (۳) جود و سخاوت (۴) پرہیز گاری۔

چار چیزیں باہم نفرت و عداوت کا سبب بنتی ہیں' تکبر و گھمنڈ' دروغ گوئی' اور چغل خوری۔

چار چیزوں سے روزی بڑھتی ہے۔ نماز تہجد کی ادائیگی' صبح سویرے بکثرت اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی طلب' صدقہ کا باہم معاہدہ کرنا اور دن کے شروع اور آخر وقت میں اللہ کا ذکر و اذکار۔

چار چیزوں سے روزی روک دی جاتی ہے۔ صبح کے وقت سونا' نماز سے غفلت' سستی اور خیانت۔

چار چیزیں فہم و ادراک کے لئے ضرر رساں ہیں۔ ترش چیزوں اور پھلوں کا دائمی استعمال' چت سونا اور رنج و غم۔

چار چیزوں سے فہم و ادراک کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

فارغ البالی' کم خوری و کم آشامی' غذاؤں کا شیریں اور مرغن چیزوں سے عمدہ بنانے کا اہتمام اور ان فضلات کا بدن سے خارج کرنا جو بدن کے لئے گراں ہوں۔

عقل کے لئے متعدد چیزیں ضرر رساں ہیں' ہمیشہ پیاز کھانا' لوبیا' روغن زیتون اور بیگن کا دائمی استعمال' جماع کی کثرت' خلوت نشینی' بے ضرورت افکار و خیالات' مے نوشی' بہت زیادہ ہنسنا اور رنج و غم کرنا' یہ تمام چیزیں عقل کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

بعض دانشوروں کا مقولہ ہے کہ مجھے بحث و مناظرہ کی تین مجلسوں میں شکست اٹھانی پڑی۔ جس کا کوئی خاص سبب میری سمجھ میں نہ آ سکا البتہ پہلی مجلس مناظرہ میں شکست کا یہ سبب معلوم ہوا کہ میں نے ان دنوں بکثرت بیگن کا استعمال کیا تھا۔ اور دوسری مجلس میں شکست کا یہ سبب تھا کہ روغن زیتون کا بہت

زیادہ استعمال کیا تھا' اور تیسری مجلس میں شکست کا یہ راز معلوم ہوا کہ میں نے لوبیا کی ترکاری بہت کثرت سے کھائی تھی۔

123- فصل

طب نبوی ﷺ کی اہمیت وافادیت

ہم نے اس کتاب میں فن طب کے علمی وعملی اجزاء پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ غالبًا قارئین کی علمی تشنگی اس کتاب کے مطالعہ سے ہی دور ہو جائے گی' اور ہم نے طب نبوی اور شریعت اسلامی کے قریبی تعلق کو بھی وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور یہ بات محقق ہو کر سامنے آ گئی ہے کہ طب نبوی موجود طب کے مقابل اسی حیثیت کی حامل ہے۔ جو حیثیت موجود و مدون فن طب کو نھوں کا رول اور کاہن گروں کے طب کے مقابل حاصل ہے۔

بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ طب نبوی کا مقام اس سے کہیں بلند و بالا اور بڑھ چڑھ کر ہے جس کو ہم نے اس کتاب میں بیان کیا ہے تو بے جانہ ہوگا ہم نے بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے بہت تفصیل طلب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے تفصیلی بحث کرنے کی توفیق نہیں عطا فرمائی اس کو کم از کم یہ بات تو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ وہ قوت جس کی تائید اللہ کی طرف سے براہ راست وحی کے ذریعہ کی گئی ہے' اور وہ علوم جن سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو نوازا ہے۔ اور وہ دانائی' زیرکی اور فہم و فراست جسے اللہ نے ان کو عطا کیا ہے۔ ان کا دوسرے لوگوں کے علوم اور فہم وفراست سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔

ممکن ہے کوئی یہ کہنے کی جسارت کرے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی کیا حیثیت ہے۔ اور اس باب میں ان کا کیا تعلق' دواؤں کی قوت وتاثیرات' قوانین علاج اور حفظان صحت کی تدبیروں میں رسول اللہ کے فرمودات کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

مگر یہ ساری باتیں کم عقلی کی بنیاد پر ہیں کہ قائل نبی کریم ﷺ کے پیش کردہ طریقے آپ کی رشد و ہدایت اور بتائی ہوئی چیزوں کے سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمودات و ہدایت کو سمجھنا ان جیسے ہزاروں کی سمجھ' عقل وخرد سے کہیں بالاتر ہے' آپ کی رشد وہدایت' رہنمائی کو بخوبی سمجھ لینا یہ تو خاص باری تعالیٰ کا ایک عظیم عطیہ ہے' جو ہر ایک کو حاصل نہیں یہ اللہ کی دین ہے' وہ جس

کو چاہے عطا کرے۔

ہم نے فن طب کے اصول ثلاثہ کا ذکر قرآن سے پیش کر دیا ہے۔ پھر آپ کیسے اس کا انکار کر سکتے ہیں کہ شریعت جو دنیا آخرت کی بھلائی کے لئے دنیا میں آئی ہے۔ وہ اصلاح قلوب کے ساتھ بدن کی اصلاح بھی کرتی ہے۔ اور صحت جسمانی کی نگہبان ہے۔ اور کلی طور پر تمام جسمانی آفات کا دفاع کرتی ہے' اس شریعت کی تفصیل عقل صحیح اور فطرت سلیمہ کے سپرد کر دی گئی ہے کہ وہ قیاس' تنبیہ اور ارشادات سے کام لے کر حفظان صحت کا نظم برقرار رکھے جس طرح کہ اس عقل سلیم کے حاملین نے بہت سے فقہ کے فروعی مسائل پر قابو پانے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح کا اعتراض اور انکار حقیقت کر کے آپ بھی ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جو کسی چیز کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنیاد پر اس پر اعتراض کرنے کے خوگر ہوتے ہیں۔

اگر کسی بندے کو قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے علوم کا وافر حصہ مل جائے۔ اور نصوص ولوازم نصوص کی فہم کامل نصیب ہو جائے تو وہ دیگر تمام علوم سے مستثنیٰ ہو جائے گا۔ اور ان ہی علوم سے وہ تمام علوم صحیحہ کا استنباط کرے گا' لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام علوم کے عرفان کا دار و مدار معرفت الٰہی' امر باری اور خلق الٰہی پر ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں انبیاء ورسل کو ہی صرف حاصل ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہی سب سے بڑے عارف باللہ' عارف امر الٰہی عارف خلق الٰہی اور امر و خلق الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے شناسا ہوتے ہیں۔ اس لئے ان انبیاء کرام کے پیروکاروں کا طریقہ علاج دوسرے تمام طریقہ سے زیادہ صحیح' مفید اور زود اثر ہوتا ہے۔ اور خاتم الانبیاء سید الرسل اور امام المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیروکاروں کا طریقہ علاج ان انبیاء میں سب سے کامل سب سے بہتر اور نفع بخش ہے' اور اس حقیقت سے وہی آشنا ہو سکتا ہے' جس کو ان طریقہ ہائے علاج اور انبیاء کے طریقہ علاج کی معرفت حاصل ہو اور جو ان دونوں کے درمیان موازنہ کرنے کی پور صلاحیت رکھتا ہو' چنانچہ موازنہ کرنے کے بعد ان دونوں کے درمیان جو ظاہری فرق ہے واضح ہو جائے گا کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہی امت میں عقل و فطرت اور علم کے اعتبار سے سے صحیح تر اور بڑھے ہوئے ہیں اور ان ہی لوگوں کو قرب الٰہی بھی پورے طور پر حاصل ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ جیسا کہ ان کا رسول بھی تمام انبیاء کرام میں سب سے برگزیدہ ہے۔ اور انبیاء کرام کو جو علم' حکم وحکمت کا وافر حصہ عطا کیا گیا ہے۔ اس کا مقابلہ کسی دوسرے سے کیسے کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں بہز بن حکیم سے روایت کی ہے جس کو بہز نے اپنے والد حکیم سے اور ان کے والد ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((اَنْتُمْ تُوفُوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ۔))

''تم لوگ ستر امتوں کے خاتمہ پر وجود میں آئے ہو تم لوگ اللہ کے نزدیک ان امتوں میں سے سب سے برگزیدہ اور افضل ہو۔''[1]

چنانچہ اس امت کی فضیلت و بزرگی کے اثرات ان کے علوم اور عقول کے ذریعہ دنیا کے سامنے نمایاں کر دیا' اور یہ وہی لوگ ہیں' جن پر اللہ تعالیٰ نے امم سابقہ کے علوم و عقول' اعمال و درجات ظاہر کر دیئے جن کو دیکھ کر یہ لوگ علم و عقل اور حلم و تدبیر سبھی چیزوں میں امم سابقہ سے سبقت لے گئے یہ محض اللہ کی عنایت اور باران رحمت الٰہی کا نتیجہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ کے دانشوروں کا مزاج دموی ہے' اور یہود کا مزاج صفراوی ہے۔ اور نصاریٰ کا مزاج بلغمی ہے۔ اسی وجہ سے نصاریٰ پر کند ذہنی' کم عقلی اور نادانی کا غلبہ رہا۔ اور یہود رنج و غم حزن و ملال اور احساس کمتری کے ہمیشہ شکار رہے اور مسلمانوں کو عقل و شجاعت' زیرکی دانائی' مسرت و شادمانی عطا کی گئی۔

یہ اسرار و رموز اور مسلمہ حقائق ہیں' جن کو صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے۔ جو بہتر فہم و فراست والا' روشن ذہن اور راسخ علم کا حامل ہوگا۔ اور اس بات سے بھی واقف ہوگا کہ دنیا کے پاس اصل سرمایہ کیا چیز ہے؟ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

---

[1] اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے ۵/۵ میں ترمذی نے ۳۰۰۱ میں اور ابن ماجہؒ نے ۴۲۸۸ میں بیان کیا ہے اس کی سند حسن ہے۔

خواب اور اُس کی تعبیر سے متعلق سب سے جامع کتاب

خواب نامۂ کبیر اُردو ترجمہ کاملُ التعبیر

یعنی

تعبیر الرؤیا

خلیلؑ

مشہور معبر علامہ ابن سیرین اور دیگر نامور معبرین اور اولیاء کرام
کی بتلائی ہوئی خواب کی تعبیروں پر مشتمل اہم اور نادر کتاب کا مکمل اُردو ترجمہ

ترجمہ

مولانا ابو القاسم دلاوری رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ محمدیہ چک 109/7.R چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

M0b: 0300-4826023

نادر علمی اضافوں اور تحقیق کے ساتھ

تحفۃ العروس

تالیف

علامہ محمود مہدی استنبولی

نظرثانی و اضافہ

احمد درویش

ناشر

مکتبہ محمدیہ چک 109 7.R چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

Mob.: 0300-4826023

وما ارسلنٰک الا

رحمۃ للعالمین

تالیف

علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ محمدیہ چک 109 7.R چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

Mob.: 0300-4826023